سلسلۂ دار المصنفین نمبر ۱۴

تاریخ صقلیہ

جلد اوّل

جسمین

صقلیہ کے جغرافی حالات، جزیرۂ صقلیہ، اٹلی، و جزائر صقلیہ پر اسلامی حملون کی ابتدا
اور یہان اسلامی حکومت کا قیام، اسلامی حکومت کے عہد بعہد کے دورون
کا عروج، اور پھر اسلامی حکومت کے خاتمہ اور صقلیہ و جزائر صقلیہ مین مسلمانون
کے مصائب اور جلاوطنی کا تفصیلی مرقع دکھایا گیا ہے،

از

سید ریاست علی ندوی

رفیق دار المصنفین و اسسٹنٹ ایڈیٹر معارف

باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی

مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈھ مین چھپی

رسول اللہ صلعم کے بعد مسلمانون کے لیے صرف صحابۂ کرام کی ذات اسوۂ عمل ہی، اسلیے اُنکے حالات، سوانح، اخلاق و عادات اور اُن کے مذہبی، علمی اور سیاسی کارنامون کے واقعات زیادہ تنقید کے محتاج تھے، سیر الصحابہ کا سلسلہ اسی اصول کو پیش نظر رکھکر قرآن و حدیث اور رجال و تاریخ کی مستند کتابون سے مرتب کیا گیا ہے، اس سلسلہ کے ابتک چھ حصے شایع ہو چکے ہین، اسوۂ صحابہؓ اسوۂ صحابیات، خلفاءِ راشدینؓ، سیر المہاجرینؓ، سیر الانصارؓ اور سیر الصحابیاتؓ،

اس سلسلہ مین اسوۂ صحابہ خصوصیت کیساتھ نہایت اہم ہے جس کی نظیر عربی اور فارسی زبانون مین نہین ملسکتی، اسکے پہلے حصہ مین صحابۂ کرام کے عقائد، اعمال، عبادات اور اخلاق و معاشرت وغیرہ کے متعلق نہایت مؤثر واقعات حدیث و رجال کی کتابون سے اخذ کرکے جمع کئے گئے ہین اور دوسرے حصہ مین صحابۂ کرام کے مذہبی، علمی اور سیاسی کارنامون کی تفصیل ہے، صحابیاتؓ کے متعلق اس قسم کے جو واقعات تھے، انھین اسوۂ صحابیات کے نام سے علٰحدہ ایک رسالہ مین جمع کر دیا گیا ہے،

بقیہ حصون یعنی خلفاے راشدین، سیر المہاجرین اور سیر الانصار اور سیر الصحابیات مین خلفاے راشدینؓ، مہاجر و انصار صحابہؓ اور صحابیاتؓ کے حالات، سوانح، اخلاق و فضائل اور ان کے مذہبی علمی اور سیاسی مجاہدات اور کارنامون کے نہایت مستند اور تفصیلی حالات درج ہین، سیر المہاجرین اور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانون نے یورپ کے دو خطون پر حکومت کی، اور اسلامی تمدن ابتداءً انھی دونون راستون سے یورپ مین داخل ہوا، یہ دونون ممالک اسپین اور سسلی یعنی اندلس اور صقلیہ ہین جنھین عرب مورخین اپنی اصطلاح مین "دو سگی بہنون" سے تعبیر کرتے ہین،

لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ ان مین سے بڑی بہن کا چرچا تو دور دور ملکون مین بچہ بچہ کی زبان تک پہنچا، اور دنیا کی مشکل سے کوئی ایسی زندہ علمی زبان ہو جسمین اندلس پر کتابین موجود نہ ہون، مگر صقلیہ کا تذکرہ نہ صرف دورِ حاضر مین بلکہ خود عرب مورخین کے درمیان بھی مستقل حیثیت سے جگہ نہ پا سکا، جس کی ایک وجہ غالبًا یہ ہو کہ صقلیہ کی تاریخ خود اس ملک کی کوئی مستقل تاریخ نہین، بلکہ اوس کے سیاسی حالات اوس کی [illegible] مرکزی حکومتون سے وابستہ رہے، جو افریقیہ اور مصر مین قائم تھین، اور علاوہ ازین مسلمانون نے یہان اندلس کے مقابلہ مین کم دنون حکومت کی اور دوسری بڑی وجہ شاید یہ ہو کہ اندلس پر خود اندلسی علما و اہل علم نے کثرت سے کتابین لکھین جنھین اکثر زمانہ کے دستبرد سے محفوظ رہین، مگر صقلیہ کے اہل علم نے صقلیہ پر کم کتابین لکھین، اور جو لکھین بھی وہ حوادثِ روزگار کے نذر ہو گئین،

صقلیہ پر اب تک جو کچھ لکھا گیا، وہ انگلیون پر شمار کرنے کے لائق بھی نہین، عرب مورخین کے دور مین صرف ایک دو صقلی مصنفون نے اپنے وطن کا حق ادا کیا، اور یہان کی سیاسی تاریخ "تاریخ صقلیہ" کے نام سے لکھی،

ان میں ایک ابو علی حسن بن یحییٰ کی، اور دوسری ابن القطاع الصقلی کی تصنیف ہے،

ابو علی حسن بن یحییٰ کی تاریخ صقلیہ کے وجود کا پتہ یاقوت حموی متوفی ۶۲۶ھ اور قزوینی متوفی ۶۸۲ھ کے عہد تک چلتا ہے، یاقوت نے اپنی معجم البلدان میں اکثر جگہ اس کے حوالہ سے مختلف شہروں کے حالات لکھے ہیں، اور قزوینی نے اپنی جغرافیہ کی دونوں کتابوں آثار البلاد و اخبار العباد، اور کتاب عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات میں اس کے حوالہ سے بعض معلومات درج کئے ہیں، اور خیال ہے کہ ابو الفداء نے اپنی تاریخ میں سسلی پر جو کچھ لکھا وہ زیادہ تر اسی سے ماخوذ ہے، اس کا کوئی نسخہ کسی کتب خانہ میں موجود نہیں لیکن اب اس کے ایک نسخہ کا پتہ تونس کے ایک صاحب علم حسن حسنی عبد الوہاب، استاذ جامعہ تونس کے پاس چلا ہے، اور ابن القطاع الصقلی کی تاریخ صقلیہ کا ذکر طبقات کی کتابوں میں ابن القطاع کے حالات کے سلسلہ میں آیا ہے، یاقوت نے اپنی معجم الادبار میں بھی اس سے بعض معلومات اخذ کئے ہیں، ابن القطاع کی یہ کتاب ابتک ناپید ہے،

البتہ ایک نامعلوم مصنف کی ایک کتاب تاریخ جزیرۃ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون واخبار ما جری فیہا من الحروب وتبدیل الامراء وغیر ذلک کے چند اوراق روم کے کتبخانہ میں محفوظ ہیں، اور جو ۱۷۱۲ء میں ایک لاطینی زبان کی کتاب کے ضمیمہ کے طور پر شائع ہو چکے ہیں، اور پھر انیسویں صدی کے ایک صقلی مستشرق مائیکل اماری نے اس کو دوبارہ شائع کیا لیکن جو اوراق شائع ہوئے ہیں، انھیں تاریخ کہنے کے بجائے سنہ وار مختصر تعلیقات کہہ سکتے ہیں، اور جہاں تک بظاہر سمجھا جا سکتا ہے یہ ابو علی حسن بن یحییٰ یا ابن القطاع کی تالیف نہیں ہیں، جس سنہ کے اعتبار سے حوادث جمع کئے گئے ہیں، وہ مسلمانوں میں رائج نہ تھا،

اس کے بعد اسی ابن القطاع کی ایک دوسری کتاب الدرۃ الخطیرۃ فی المختار من شعراء الجزیرۃ ہے، یہ کتاب شعرا کا تذکرہ تھی جس میں صقلیہ کے ایک سو ستر شاعروں کے حالات زندگی لکھے تھے، اور تقریباً ان کے بیس ہزار منتخب اشعار اس میں جمع کئے تھے، لیکن افسوس ہے کہ اس کا بھی کوئی نسخہ کسی کتب خانہ میں موجود نہیں، عماد الدین اصفہانی (م ۵۹۷ھ) نے اپنی خریدۃ القصر و جریدۃ العصر میں اس کے اقتباسات درج کئے تھے، اور ابن سعید نے ابن القطاع کی کتاب اور بعض دوسرے ماخذوں

سے اپنی تالیف کتاب المغرب فی حلی المغرب میں صقلیہ کے حالات میں ایک مستقل رسالہ کتاب الالحان المسیلة فی حلے جزیرة صقلیہ کے نام سے لکھا، اور اس میں اس جزیرہ کی ذہنی ترقیوں کا مرقع کھینچا، اصفہانی اور ابن سعید کی کتابیں برٹش میوزیم اور پیرس کے کتبخانوں میں موجود ہیں اور اماری نے اپنے مجموعہ میں اور اس کے بعض قدردانوں نے اوس کے مجموعہ بیادگار صد سالہ میں اُن کے اقتباسات شائع کئے ہیں محققین کا خیال ہو کہ ابن سعید نے نقل کرنے میں احتیاط سے کام نہیں لیا، اور کتاب میں غلطیاں رہ گئیں، ان اقتباسات سے اس کتاب میں فائدہ اوٹھایا گیا ہے، اگرچہ ابن سعید کی کتاب المغرب کا ایک حصہ شائع ہو چکا ہو، مگر اوسمیں یہ حصہ موجود نہیں اور اتفاق سے ابھی چند دن گذرے مصر کے ایک رسالہ سے الدرة الخطیرہ کے ایک اور اختصار کا پتہ چلا جسکو ابواسحاق بن اغلب نے المنتحل من الدرة الخطیرہ فی شعراء الجزیرة لابن القطاع کے نام سے لکھا تھا، یہ رسالہ کتبخانہ تیموریہ مصر میں محفوظ ہے، اور غالباً اصفہانی اور ابن سعید کے اقتباسات سے زیادہ مکمل ہو،

عرب مورخین کے عہد کی بس یہی تین کتابیں ہیں، جو تاریخ صقلیہ کے موضوع پر اب تک معلوم ہو سکی ہیں، انکے علاوہ عرب مورخین کی تالیفات میں سسلی کا جو تذکرہ آیا ہے، وہ ذیلی حیثیت سے آیا ہے، جو افریقیہ کے حالات کے ضمن میں، یا سنہ وار حوادث کے ذیل میں موجود ہو، البتہ ان میں صرف لسان الدین محمد بن الخطیب اور ابن خلدون نے اپنی کتابوں میں ایک ایک باب مستقل طور پر صقلیہ پر لکھا ہو، لسان الدین ابن الخطیب کی یہ کتاب اعمال الاعلام فیمن بویع قبل الاحتلام ہے جسمیں ابتدا سے اسلامی حکومت کے خاتمہ کے حالات محض اجمالاً چند صفحوں میں علیحدہ لکھے گئے ہیں، اور ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں تقریباً پانچ صفحوں میں صقلیہ کی ایک نیم خود مختار حکومت کے حالات یکجا کر دیے ہیں لیکن عرب جغرافیہ نویس ہمارے لئے زیادہ لائق ذکر ہیں، ان میں سے تقریباً اکثر نے سسلی پر کچھ نہ کچھ ضرور لکھا، جو ہمارے لئے زیادہ کارآمد ثابت ہوا، اور پھر ادریسی نے چونکہ اپنی کتاب سسلی ہی میں بیٹھ کر لکھی، اسلئے وہ سب سے زیادہ مغتنم نکلی، پھر طبقات وتراجم اور رجال کی کتابوں میں بھی سسلی کے علماء کا ذکر آیا ہے، خصوصاً افریقیہ کے علماء وشعراء پر جو کتابیں لکھی گئیں، ان میں صقلیہ کے اہل علم کا زیادہ تذکرہ نظر آیا، اور عرب سیاحوں میں سے تیجانی ابن حوقل

اور ابن جبیر کے سفرنامون مین قیمتی معلومات ہین۔ ابن حوقل نے صقلیہ پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا تھا جو یاقوت کے زمانہ تک موجود تھا،

عرب مورخین کے بعد اس موضوع پر جن لوگون نے قلم اوٹھایا، اون مین شاید سب سے پہلا نام مکیل اماری کا ہو، جو سسلی ہی کا رہنے والا انیسوین صدی کا ایک ممتاز مستشرق اور سسلی کی تاریخ کا ایک بڑا محسن ہے، اوس نے اولاً سسلی کی تاریخ پر جغرافیہ اور تاریخ کی مطبوعہ اور قلمی کتابون سے جو یورپ کے مختلف کتبخانون مین موجود تھین، عربی متن کے اقتباسات اخذ کر کے تین جلدون مین شائع کئے، پھر اوس نے ایطالوی زبان مین ایک مستقل تاریخ لکھی، جس کا نام یورپ کے کتب فروشون کی فہرست مین تو موجود تھا، مگر ان اوراق کی ترتیب کے وقت نایاب تھی، اب دو ڈھائی مہینے گذرے کہ اوس کی پہلی جلد کی دوبارہ اشاعت کی اطلاع ملی، اگرچہ ابھی تک اوس کے مباحث کا تفصیلی علم نہین ہو سکا، مگر اماری پر جو مضامین لکھے ہین، اون سے معلوم ہوا کہ اوس نے خالص اسلامی دور پر لکھنے کے بجائے اسلامی اور نارمن دونون دورون کو ملا کر لکھا ہے، اور اوس کے پیش نظر صقلیہ کی اسلامی تاریخ مرتب کرنے کے بجائے اپنے وطن کا چند صد سالہ دور کا سیاسی و تمدنی مرقع کھینچنا تھا، اماری نے چند مضامین بھی لکھے ہین، جو حسب ذیل ہین، تاریخ مسلمانان صقلیہ (۲ مضمون مین)، عربی اقتباسات ایتالیہ اور سرقوسہ کا ایک عرب شاعر ابن حمدیس (۲ مضمون مین)، یہ مضامین ایطالوی پرچون مین سنہ ۱۸۴۵ء و سنہ ۱۸۸۱ء وغیرہ مین شائع ہوئے ہین،

پھر اماری کی وفات کے نو سال بعد اوس کی یادگار مین ایک مجموعہ مضامین دو جلدون مین شائع ہوا، جس مین یورپ اور افریقیہ کے مشہور مستشرقین اور اہل علم کے مقالات اون مباحث پر جو اماری کی دلچسپی کے مرکز تھے، شائع ہوئے، جن مین بعضون نے صقلیہ کے متعلق بعض قلمی کتابون کے اقتباسات نقل کئے ہین، بعضون نے اون کے مباحث کے خلاصے اور حوالے درج کئے ہین، اور بعض لوگون نے مستقل مضامین لکھے ہین، یہ جلدین "CENTENA-RIO DELLA MASCITA DI MICHELE AMARI" کے نام سے چھپی ہین،

مگر اماری کے قدر دان یا یادگاری مضامین کے مقالہ نگار یورپ اور افریقیہ کے مختلف گوشون کے رہنے والے تھے

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ہر ایک نے اپنی اپنی زبان مین مضمون لکھا ہے، اس لئے دونون جلدون کے مضامین و اقتباسات مختلف زبانون، انگریزی، فرنچ، جرمن، ایطالوی، اسپینی، لاطینی اور عربی وغیرہ مین ہین لیکن اس سے زیادہ عجیب اتفاق ہمین پیش آیا کہ ان اوراق کی تالیف کے دوران مین ہمارے محترم ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحب ایم اے پی ایچ ڈی (برلن) شیخ الجامعہ (دہلی) دار المصنفین مین وارد ہوئے اور ہمین ان دونون جلدون کو انکے سامنے پیش کرنے کا موقع مل گیا، گو موصوف کو اعتراف تو ان مختلف زبانون مین سے ایک ہی دو زبانون کے جاننے کا تھا، مگر وہ ان مین سے اکثر زبانون سے ایسے حرف آشنا نکلے کہ وہ کسی خاص واقعہ کے متعلق عربی ماخذون کے پہلے کے جمع کردہ معلومات کو سرسری طور پر سن لیتے پھر اُن مضامین کو دیکھتے اور اپنی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے مضمون کے ایک ایک پیرے کا خلاصہ سناتے جاتے، اور پھر یہ مرتب کا کام رہ جاتا کہ اپنے پچھلے معلومات کی روشنی مین اپنا کوئی مطلب نکال لے، نہین کہا جا سکتا کہ ان حالات مین ڈاکٹر صاحب موصوف اپنی ذمہ داری سے بچنے کیلئے مرتب کی جانب سے شکریہ بھی قبول فرمائین گے یا نہین،

اماری کے علاوہ ایک دوسرے ایطالوی مستشرق گم بٹسٹا کروسوداپولسی نے بھی سسلی پر توجہ کی تھی، اور دو رسالے بیبلوتھیکا ہسٹوریکا رگنی سسلی" اور "ہسٹری سراسینکو سسلی ویر یا مونومنٹا" لکھے تھے،

دورِ حاضر مین شمالی افریقیہ کے بعض اہلِ علم حسن حسنی عبد الوہاب تونسی استاذ جامعہ تونس اور محمد بن شنب استاذ مدرسۃ الجزائر نے بھی سسلی پر توجہ کی، اور اول الذکر نے ایک رسالہ شہزادگان صقلیہ ۱۹۰۸ء مین شائع کیا، اور ایک مقالہ "مسلمانون کا تسلط صقلیہ پر" مستشرقین کی چودہوین کانفرنس مین پیش کیا، اور آخر الذکر نے مجموعہ مضامین بیادگار صد سالہ اماری مین عربی متن کے بعض اقتباسات جمع کئے،

صقلیہ کی اسلامی تاریخ کا حق زیادہ تر انھی دونون زبانون عربی اور ایطالوی پر تھا، باقی یورپ کی دوسری زبانون انگریزی، فرانسیسی اور جرمن وغیرہ مین جہانتک ہم دریافت کر سکے کسی مستقل تالیف کا پتہ نہین چلا، یہانتک کہ انسائکلوپیڈیا بریطانیکا طبع یازدہم کے مقالہ "سسلی" مین صقلیہ کے اسلامی عہد کے لئے مستقل طور سے ایک پیرا

تک نہین دیا گیا، صرف اس کے سابق اور پچھلے زمانون کے ذیل مین محض اشارہ کر دینا کافی سمجھا گیا،

اس کے بعد اردو زبان کا نام آتا ہے اردو مین غالبًا سب سے پہلے رسالہ معارف علی گڈہ مین مولوی محمد مرتضیٰ صاحب نے ۱۸۹۹ء مین ایک سلسلہ مضامین لکھا، جو اماری کے اوسی مجموعہ سے ماخوذ تھا، مولوی صاحب مرحوم کو اس لحاظ سے اولیت حاصل ہے کہ اونہی نے سب سے پہلی مرتبہ اردو مین سسلی کی تاریخ لکھنے کا قصد کیا، اگرچہ یہ سلسلہ مکمل نہ ہو سکا اور ابتدا کے چند نمبر چھپ کر رہ گئے جنمین زیادہ تر سسلی کی قدیم تاریخ کے حالات ہین،

اس کے بعد مولینا عبد الحلیم صاحب شرر مرحوم نے ۱۹۱۰ء مین ابن اثیر کے مختلف حوادث سنین سے اخذ کرکے "صقلیہ مین اسلام" کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا، مگر مرحوم کا اس سے مقصود یہان کی تاریخ پیش کرنا نہ تھا اونھین صرف یہ بتانا تھا کہ "صقلیہ مین بھی کبھی مسلمان تھے، اور انکی مسجدین آباد تھین"

اسکے بعد اردو مین سب سے آخری مرتبہ مسٹر اسکاٹ کی اخبار الاندلس کی دوسری جلد مین ایک مستقل باب صقلیہ کے حالات مین شائع ہوا ہے، جو قابل قدر ہے، اُس سے فائدہ اُٹھایا گیا، اور جو امور محل نظر معلوم ہوئے اُنکی تحقیق و تصحیح کی گئی،

سسلی کی اسلامی تاریخ مین ان اوراق کی ترتیب کا خیال اماری کے اوسی مجموعہ "بلوتھیکا اربوسیکولا" کو دیکھ کر پیدا ہوا، جو ۱۹۲۵ء کے اواخر مین جب کہ تاریخ التاریخ یعنی مسلمانون کے علم تاریخ کی تاریخ کی ترتیب کیلئے مواد کی فراہمی جاری تھی، نظر سے گذرا، اوس وقت خیال ہوا کہ ایک مختصر رسالہ صقلیہ کی اسلامی حکومت اور مسلمانان صقلیہ کی یاد مین لکھ دیا جائے، چنانچہ جنوری ۱۹۲۶ء سے اس کام کی ابتدا ہوئی، لیکن جیسے جیسے قدم آگے بڑھتا گیا، منزل دور ہوتی گئی، اور تلاش و تحقیق مین اماری کے مجموعہ سے نگاہ اوٹھاکر گردوپیش کی کتابون پر نظر ڈالنی پڑی، اور اس وقت معلوم ہوا کہ سسلی کی تاریخ محض ایک جزیرہ کی تاریخ نہین، بلکہ ساتوین صدی کی دو متحارب قومون عیسائیون اور مسلمانون کی صدہا سالہ مسلسل جنگ کے ایک اہم محاذ کی تاریخ ہے، اور ایک ایسی تمدن آفرین قوم کی سرگذشت ہے، جس کی تمدنی ترقیان یورپ کی جدید ترقیون کی بنیادون مین سے ایک بنیاد ہے، اسلئے مجھے ان اوراق کی ترتیب مین سسلی کی تاریخ کے ماخذون کے ایک وسیع سلسلہ کی طرف رجوع ہوجانا پڑا، اور ڈھونڈھنا

اس لئے کہ اماری کے مجموعہ مین جن قلمی کتابون سے اقتباسات نقل کئے گئے تھے، ان مین سے اب اکثر شائع ہو چکی ہین، اور اونھین دیکھنے سے پتہ چلا کہ اون کتابون مین کافی مواد نقل ہونے سے رہ گیا ہے اور نیز ایسی بکثرت کتابون مین جن کا تذکرہ اوس مجموعہ مین موجود نہ تھا نئے نئے معلومات ملتے گئے،

نیز کوشش کی گئی کہ عرب مورخین کے بیانون کے ساتھ یورپین مورخین کے بیانات بھی سامنے رہین، تاکہ ایک ہی واقعہ کے متعلق دو مختلف نقطہ ہائے نظر کو دیکھ کر صحیح رائے قائم کرنے کا موقع مل سکے، پھر چونکہ ایک طویل زمانہ تک سسلی کی حکومت جزیرہ کی کوئی آزاد و خود مختار حکومت نہین تھی، ایک طرف افریقیہ کی اسلامی سلطنت یہان کی مرکزی حکومت تھی، دوسری طرف حکومت بیزنطی قسطنطنیہ ایک زمانہ تک سسلی کے دعوی سے دستبردار نہین ہوئی، اس لئے ان دونون سلطنتون مین سسلی کے لئے مسلسل جنگ آزمائیان رہین، پھر سسلی کے عیسائی باشندون کے تعلقات سلطنت کلیسا روما اور اٹلی کی مختلف عیسوی خود مختار حکومتون سے قائم تھے، اس لئے سسلی کے میدان مین مسلمانون کے یہ دوسرے حریف تھے، اور ان سے بھی مسلسل معرکہ آرائیان ہوتی رہین، اور پھر سسلی مین اسلامی حکومت کے خاتمہ، اور دوبارہ عیسوی حکومت کے قیام کے بعد بھی جزیرہ مین مسلمانون کے سیاسی وجود کی اہمیت قائم رہی، اس لئے ان مختلف حکومتون کے داخلی حالات بھی نگاہ مین رکھنے پڑے اور جہان ضرورت ہوئی کتاب مین ان کی جانب اشارات کئے گئے،

اب یہ کتاب آپ کے سامنے ہے، جو دو جلدون مین ترتیب پائی ہے، پہلی جلد گویا رزمگاہ ہے، جسمین یہان کے سیاسی حالات اور مسلسل معرکہ آرائیان دکھائی گئی ہین اور دوسری جلد بزمگاہ ہے جسمین صقلیہ کے اسلامی تمدن کے مناظر دکھائے گئے ہین، پہلی جلد ذیل کے چند ابواب مین تقسیم ہے:۔

۱- صقلیہ - عربون کے "صقلیہ" کا تعارف اور اوسکی تحقیق،

۲- جغرافیہ طبعی - مساحت، زمین کے طبعی حالات، اور صقلیہ کا اردگرد کا بیان،

۳- جغرافیہ تاریخی - باشندگان صقلیہ، صقلیہ کی آبادیان، زبان اور مذاہب کا تذکرہ،

۴۔ صقلیہ کی قدیم تاریخ، کا مختصر خاکہ،

۵۔ صقلیہ پر عربوں کے ابتدائی حملے، (۲۲ھ/۶۴۵ء - ۱۸۴ھ/۸۰۰ء)

۶۔ دولتِ اغالبہ:۔ (۱۸۴ھ/۸۰۰ء - ۲۹۶ھ/۹۰۸ء)

۷۔ دولتِ فاطمیہ:۔ (۲۹۶ھ/۹۰۸ء - ۳۰۰ھ/۹۱۲ء)

۸۔ طوائف الملوکی:۔ (۳۰۰ھ/۹۱۲ء - ۳۰۳ھ/۹۱۵ء)

۹۔ دولتِ فاطمیہ:۔ (۳۰۴ھ/۹۱۶ء - ۳۳۶ھ/۹۴۷ء)

۱۰۔ دولتِ کلبیہ صقلیہ:۔ (۳۳۶ھ/۹۴۷ء - ۴۲۱ھ/۱۰۲۹ء)

۱۱۔ طوائف الملوکی:۔ (۴۲۱ھ/۱۰۲۹ء - ۴۴۴ھ/۱۰۵۲ء)

۱۲۔ نارمنی فتنہ اور صقلیہ میں اسلامی سلطنت کا خاتمہ (۴۴۳ھ/۱۰۵۱ء - ۴۸۴ھ/۱۰۹۱ء)

۱۳۔ صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے اثرات دوسری اسلامی سلطنتوں پر (۴۶۴ھ/۱۰۷۱ء - ۶۲۶ھ/۱۲۲۸ء)

۱۴۔ مسلمانانِ صقلیہ عیسائی حکومت کے ماتحت اور صقلیہ و جزائرِ صقلیہ سے اسلام کا خاتمہ (۴۸۴ھ/۱۰۹۱ء - ۷۰۰ھ/۱۳۰۰ء)

دوسری جلد ذیل کے ابواب پر مشتمل ہے،

۱۔ صقلیہ کے عہدِ اسلامی کا تاریخی و تمدنی جغرافیہ جس میں صقلیہ کے مسلمان باشندوں، صقلیہ کی اسلامی آبادیوں، عہدِ اسلامی میں صقلیہ کی زبان، عہدِ اسلامی میں صقلیہ کے ادیان و مذاہب و فرق، اور باشندگانِ صقلیہ کے اخلاق و عوائد کا ذکر ہے،

۲۔ نظامِ حکومت، جس میں ذیل کی فصلیں ہیں، صقلیہ پر اسلامی حملے، صقلیہ کا تعلق غیر ملکی مرکزی حکومت سے، حکومتِ صقلیہ، صوبوں کی تقسیم اور ان کی حکومت، حکومتِ صقلیہ کے ماتحت شعبے، دیوان الکتاب، صیغۂ عدالت و قضا، دیوان المظالم، محکمۂ شرطہ، دار الحبس، دیوان الجیوش، صقلیہ کے عیسائی اسلامی حکومت کے ماتحت، انہی فصلوں کے ضمن میں ہر صیغہ کے افسروں اور قابلِ ذکر اشخاص کے حالات اور سوانح عمریاں درج ہیں،

۳۔ معیشت، حسبِ ذیل فصلوں میں منقسم ہے قدرتی ذخائر و اشیاء، پیدائشِ دولت، تقسیمِ دولت اور

صرف دولت، وغیرہ یہ باب اسلامی عہد کے معاشی، اقتصادی حالات اور مرفہ الحالی کے بیان کا جامع ہے جسمین یہان کی زراعت، صنعت، حرفت، تجارت اور فن تعمیر اور ہندسین وغیرہ کا مفصل تذکرہ ہے،

۴- **علوم وآداب** جسمین عہد اسلامی مین علوم وآداب کی ترقی اور اون کے اسباب اور پھر مختلف علوم قرآن حدیث، فقہ، تصوف، تاریخ، کلام ومناظرہ، ادب، شعر وشاعری، علوم عقلیات وریاضیات وطبعیات، اور علم جغرافیہ وغیرہ کا ایک ایک فصل مین جداگانہ تذکرہ، اور مفسرین، محدثین، فقہا، صوفیہ، مورخین، متکلمین ادبا، اور شعراء وغیرہ کے مفصل سوانح حیات، اون کی تصنیفات اور کلام نثر ونظم کا تذکرہ ہر عنوان مین الگ الگ ہے،

۵- **صقلیہ کے اسلامی تمدن سے یورپ کا استفادہ۔**

ان جلدون مین جو کچھ مباحث ہین، ان کے خام مواد کی صحت کی ذمہ داری ان کے ماخذون پر ہے لیکن مواد کے مجموعی مطالعہ سے نتائج کے استنباط، مختلف واقعات مین باہمی ربط، اور اسباب وعلل کی تعیین کا تعلق اسی خطا کار قلم سے ہے، جس کی لغزشون کا زیادہ امکان ہے،

سنین کے درج کرنے مین التزام رہا ہے کہ اصل ماخذ مین جو سنین درج ہون وہ اوپر درج ہون اور اون کے نیچے، اون کے مطابق عیسوی یا ہجری سنین درج کردئے جائین، ہو سکتا ہے کہ مہینہ کے اختلاف سے کوئی سنہ کسی جگہ ایک سال آگے پیچھے ہو گیا ہو، لیکن حتی الامکان اسکی تصحیح کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے،

اشخاص ومقامات کے نامون مین یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ جو نام عربی ماخذون سے لئے گئے وہ بعینہ عربی لفظ مین درج کردئے گئے، اور اون کا جو یورپین تلفظ دریافت ہو سکا اوسکو قوسین مین لاطینی حروف مین لکھ دیا گیا،

کتاب کی پہلی جلد مین تین نقشے منسلک ہین، پہلا نقشہ قدیم صقلیہ کا ہے، جو فریمان کی قدیم تاریخ سسلی مین شائع ہوا ہے، یہ گویا عربون کے داخلہ کے وقت کا صقلیہ ہے، دوسرا نقشہ ادریسی کی نزہۃ المشتاق سے ماخوذ ہے، جو عربون کے بعد نارمنون کے ابتدائی عہد مین تیار ہوا تھا، اوس وقت تک جزیرہ کی جغرافی حیثیت اور مقامات کی جائے وقوع کے لحاظ سے سسلی مین کوئی فرق نہین آیا تھا، اس لئے یہی عہد اسلامی کا نقشہ ہے، یہ نقشہ نزہۃ المشتاق

کے اوس ٹکڑے کے ساتھ شائع ہوا ہے، جو صقلیہ اور ایطالیہ کے متعلق ہے، اور تیسرا نقشہ دور حاضر کے مطابق تیار کیا گیا ہے، جس مین شمالی افریقیہ کے سواحل، سسلی، جزائر سسلی، اور اٹلی وغیرہ دکھائے گئے ہین، اور اسی مین شمالی افریقیہ اور اٹلی کے قدیم شہرون کو بھی دکھایا گیا ہے، اور دوسری جلد مین جہان شہرون کے تمدنی حالات ہون گے، سسلی کے اسلامی عہد کا ایک مصور نقشہ پیش ہوگا جس سے شہرون کی تمدنی حیثیت نمایان ہوتی ہے، اور پایۂ تخت بلرم کے تذکرہ مین، بلرم کے عہد اسلامی کا ایک نقشہ علحدہ ہوگا جس مین شہر کے ہر محلہ شہر پناہ اور پھاٹکون وغیرہ کی جائے وقوع اور ان کے حدود دکھائے گئے ہین، یہ دونون نقشے آثار ی کے یادگاری مضامین مین شائع ہوئے ہین،

کتاب کی دونون جلدون کے ماخذون کی مفصل فہرست اشخاص و مقامات کا انڈکس اور صقلیہ کے اہل علم کی تصنیفات کی فہرست بہ ترتیب حروف تہجی، دوسری جلد کے آخر مین منسلک ہوگی بفضل خدا دوسری جلد بھی اب مطبع مین جارہی ہے،

سید ریاست علی ندوی
دار المصنفین اعظم گڈہ

۲۲ شوال المکرم ۱۳۵۱ھ

۱۸ فروری ۱۹۳۳ء

فہرست مضامین تاریخ صقلیہ جلد اوّل

صقلیہ پر عربونکے ابتدائی حملے

۳۳ھ / ۶۵۳ء – ۱۸۴ھ / ۸۰۰ء

دولت اغالبۂ افریقیہ

۱۸۴ھ تا ۲۹۶ھ
۸۰۰ء تا ۹۰۸ء

۱۱۲ — ۲۹۱

تعارف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

سسلی (صقلیہ) بحر روم کا ایک جزیرہ ہے جو براعظم یورپ کے وسطی جزیرہ نمائے اٹلی کے جنوبی گوشہ سے صرف ایک چھوٹی سی دو میل عریض آبنائے میسینا کے ذریعہ جدا ہوتا ہے،

بحرِ روم کی متموج اور نیلگون سطح زمانہ قدیم سے یورپ، ایشیا، اور افریقہ کی مختلف قوموں کا رابطۂ اتصال رہی ہے، اور جس دورِ تہذیب میں "متمدن دنیا" بحر روم کے اردگرد کے مقامات " سے عبارت تھی، سسلی اوس کا ایک اہم مرکز تھا، اس لئے جب مختلف قوموں کے درمیان باہمی رقابتوں کا آغاز ہوا اور مشرق و مغرب آرین و سامی اور ان کے اختیار کردہ مذاہب میں امتیاز پیدا ہوا، تو سسلی کی وہی مرکزیت دنیا کی ہر دو متصادم قوتوں کیلئے دلچسپی کا باعث بنگئی، کیونکہ یہ اپنے جغرافیانہ جائے وقوع کے لحاظ سے یورپ اور افریقہ دونوں براعظموں کا ایک حصہ بن سکتا تھا چنانچہ مسٹر فریمان لکھتے ہیں:۔

"ہم اسکو یورپ کا ایک حصہ سمجھتے ہیں، لیکن درحقیقت یہ افریقہ سے زیادہ قریب تر ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ دونوں براعظموں کے درمیان کا ایک پل ہی، اسلئے یہ لازمی تھا کہ یہ سوال پیدا ہو کہ یہ مشرق کا رہیگا

یا کہ مغرب کا یا افریقیہ کا حصہ بنےگا یا کہ یورپ کا "

اسلئے سسلی ان دونوں براعظموں کے درمیان کی ایک ایسی کڑی ہے، جسکو ہر ایک نے اپنے سے پیوستہ سمجھا، یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تاریخ کے ہر ایسے دور میں جب کہ مشرق و مغرب میں تصادم برپا ہوا، اوس میں سسلی کا حصہ کچھ نہ کچھ ضرور رہا،

اور اگر غور سے دیکھا جائے تو دورِ حاضر سے پہلے مشرق و مغرب میں جب کبھی تصادم ہوا، اوس کا باعث ہمیشہ ان ممالک کے اختیار کردہ مذاہب قرار پائیں گے، چنانچہ سرزمینِ سسلی پر بھی مشرق و مغرب کی آویزش کا آغاز شرک کی دو متضاد شکلوں فنیقی و یونانی وثنیت سے ہوتا ہے، اور پھر مشرق و مغرب کا یہی تصادم توحید و تثلیث اور اسلام و عیسائیت کی معرکہ آرائیوں پر ختم ہوتا ہی،

یہ بھی عجیب تاریخی اتفاق ہے کہ جس طرح فنیقی سیلاب مصر و شام سے امڈ کر افریقیہ پہونچا، اور اپنی رو میں سسلی کو بہالے گیا، اوسی طرح جب مسلمان مصر و شام پہونچے، اور افریقیہ کو زیر نگین کرکے تثلیث پر توحید کو غالب کیا تو نوجوانانِ عرب یہیں سے اپنا علمِ فتح بلند کرتے ہوئے سسلی میں داخل ہوئے،

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہی، کہ سسلی کا ستارۂ اقبال تاریخ کے جن دوروں میں چمکا ہی، وہ دو ہی دور ہیں جنہیں فنیقی عہد کو "دورِ قدیم" کہتے ہیں، اور اس کے بعد دوسرا درخشان دور جو "دورِ جدید" کے نام سے موسوم ہے شروع ہوتا ہے، یہی وہ دور ہی جسمیں اسلام کے علمِ اقتدار نے بیزنطی علم کو ہمیشہ کیلئے سرنگون کردیا،[۱]

ہمیں ان اوراق میں اسی دورِ جدید کے تاریخی حالات کو نمایاں کرنا ہے، کتاب کی پہلی جلد میں اس کی رزمیہ سرگذشت بیان کی جائیگی، اور دوسری جلد میں سسلی کی تمدنی معاشرتی اور ذہنی ترقیوں کا مرقع پیش ہوگا، جس سے یہ اندازہ ہوگا کہ سسلی کی اسلامی تہذیب و تمدن کے ذریعہ یورپ کی تہذیبِ جدید نے کیونکر نشو و نما پائی،

---

[۱] سیریز اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۲ سسلی از فریمان، ص ۶،

صقلیہ

جزیرہ کا عالم وجود | سسلی کے ساحلی مشاہدات سے ماہرین طبقات الارض قیاس کرتے ہین کہ یہ جزیرہ بحرِ روم مین اُس وقت سے موجود ہے جب کہ گہوارۂ عالم ہنوز نسلِ انسانی کے وجود سے خالی تھا[1]،

جزیرہ کا نام | ابتدائے دنیا کی آبادیان اکثر اپنے آباد کرنے والون کے نام سے موسوم ہوئین، پھر ہر مقام مین جیسے جیسے نئی قومین آئین، اور زبان مین تغیر و تبدل ہوئے، ویسے ویسے اوس کے نام مین بھی تبدیلیان ہوتی گئین،

اس جزیرہ کا نام بھی ابتدا ہی سے، اس کی قدیم آباد کرنے والی قومون کے نام پر پڑا یہان کے قدیم باشندون مین خصوصیت سے دو قومین سیکان اور سیکل مشہور ہین سیکان کا یونانی تلفظ و املا (EIKAV oi -) یعنی سیکانی (SICANI) اور دوسری قوم سیکل کو یونانی مین (EIKE AOi) یعنی سیکلی (SICULI) کہتے ہین،

چنانچہ یہ جزیرہ انھی دونون قومون کی مناسبت سے پہلے یونانی تلفظ مین (ELKAVIN) سیکانیہ (SIKANIA) کے نام سے موسوم ہوا، اور جب سیکل آئے تو سیکانیہ سے سکیلیہ (SIKELIA) کہا جانے لگا، اس کے بعد زبان کے تغیر و تبدل سے "سکیلیہ" سے سسلیا (SICILIA) ہوا، اور دورِ حاضر مین اسی "سسلیا" کو سسلی (SICILY) کہا جاتا ہے[2]،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا طبع یازدہم، ج ۲۵ ص ۲۰ [2] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱۳ (سسلی مؤلفہ فریمان) ص ۱۱،

عربون کا صقلیہ | سسلی کی حقیقت سیکیلیہ ظاہر ہوتے ہی عربون کے "صقلیہ" کی مستور حقیقت بھی خود بخود بے نقاب ہو جاتی ہے جب اس جزیرہ میں عربون کے قدم پہونچے، یہان کی عام وعلمی دونون زبانین یونانی تھین اسلئے عربون کا صقلیہ کسی نام کا کوئی مسخ شدہ تلفظ نہین، بلکہ جب اصل تلفظ کے برقرار رکھنے کی کوشش کیگئی، تو وہی سیکیلیہ عربی لب ولہجہ مین سقلیہ یا صقلیہ کے تلفظ سے ادا ہوا،

عربون کے نزدیک صقلیہ کی اصل اور اس کے لغوی معنی | اور یہ دلچسپ حقیقت ہے کہ عرب اہل علم بھی نام کے اس تغیر و تبدل سے گوش آشنا تھے! اور وہ نہ صرف اس کی اصل بتاتے ہین بلکہ اسکے لغوی معنی کے سمجھانے کی بھی کوشش کرتے ہین، چنانچہ ابن دحیہ المطرب مین صقلیہ کے ایک عرب اہل علم سے یون نقل کرتے ہین:۔

صقلیہ بفتح الصاد والقاف	مشہور نحوی محمد بن علی بن حسن بن البر تمیمی صقلی
قالہ النحوی الکبیر محمد بن علی بن	"صقلیہ" (بفتح صاد وقاف) کے متعلق کہتے ہین کہ
الحسن بن البر التمیمی (الصقلی)	عربون نے اسکے صاد اور قاف کو زبر کے تلفظ
ھکذا عربتھا العرب واسمھا باللسان	کے ساتھ معرب کیا ہے، اس کا نام رومی زبان
الرومی "سیکہ" بفتح السین وکسر	مین "سیکہ" اور "کیلیہ" تھا، سیکہ مین سین کو زبر کاف
الکاف وسکون الھاء "کیلیۃ" بکسر الکاف	کو زیر اور ہاے ساکن ہے، اور "کیلیہ" مین کاف اور
واللام وتشدید الیاء وسکون الھاء	لام کو زیر یا مشدد اور ہا ساکن ہے،

لیکن سیکلیہ کا تجزیہ "سیکہ" "کیلیہ" کرنا در اصل عربون کے اوس ذوق کا نتیجہ ہے، جو انھین علم اشتقاق مین حاصل تھا، اور یہی وجہ ہے، کہ اون کے نزدیک یہ دونون رومی اصل الفاظ مہمل اور بے معنی نہین ہین ان کا بیان ہے کہ کسی قدیم یورپین زبان مین "سیکہ" کے معنی انجیر (التین) اور "کیلیہ" کے معنی زیتون کے ہین، اور اجنبی زبان کے یہ دونون معنی ان کے نزدیک اس قدر معروف تھے، کہ بعض شعرائے اس طرف اشارے بھی کئے ہین،

چنانچہ ابن شباط اور سیوطی لکھتے ہیں :-

وتفسیرھا " التین والزیتون "	ان دونوں لفظ سیکہ کیلہ کے معنی "انجیر" اور
والی ذالمعنی اشار الادیب البارع	زیتون کے ہیں اور اسی معنی کی طرف مشہور ادیب
ابوعلی الحسن بن رشیق حین	ابوعلی حسن بن رشیق صقلیہ کی مدح کرتے ہوئے
مدح صقلیہ بقولہ	ان اشعار میں اشارہ کرتا ہے،

اخت المدینۃ فی اسم لایشارکھا　　فیہ سواھا من البلدان والقمس

وعظم اللہ معنی لفظھا قسما　　قل اذا شئت اھل العلم وفقس[1]

لیکن یہ سب نکات بعد الوقوع ہیں ، ممکن ہے کہ یورپ کی کسی قدیم زبان میں ان دونوں لفظ کے یہ معنی آئے ہوں ، لیکن میرے خیال میں اس قسم کی دور از کار تاویل و تشریح میں پڑنے کے بجائے بہتر ہے کہ اس موقع پر جزیرہ کے اسی قدیم نام کو پیش نظر رکھا جائے کہ "سیکہ" "کیلہ" ، دراصل وہ دو اجزاء ہیں جو عربوں کو صقلیہ کے اصل نام سیکیلیہ کے معلوم ہوئے اسلئے صقلیہ اصل میں خود عربوں کی تصریح کے مطابق سیکیلیہ کا صحیح معرب ہے ، اور پھر یہ دوسری بات ہے ، کہ یوروپین نام اپنے تجزیہ کے بعد لغوی حیثیت سے کیا معنی رکھتا ہے ، اور اس میں عربوں کی تحقیق صحیح ہے یا نہیں ، لیکن یہ معلوم ہے کہ سیکیلیہ یہاں کی باشندہ قوم سیکل کے انتساب سے اس جزیرہ کا قدیم نام ہے ،

صقلیہ کا تلفظ اور املا پھر سیکیلیہ سے صقلیہ کیوں اور کیونکر ہوا ، یہ بھی کچھ زیادہ حیرت انگیز نہیں زبان اور لہجہ کے اختلاف سے "کاف" کا "قاف" ہو جانا محض ایک ادنی تغیر ہے ، جو ناموں کے الٹ پھیر میں ہوتا رہتا ہے ، اور ابتداءً اس میں سب سے پہلا تغیر اسی کاف سے قاف کا تبادلہ ہے

---

[1] بغیۃ الوعاۃ سیوطی مطبوعہ مصر ۱۳۲۶ھ ص ۶۷ (ترجمہ محمد بن علی بن الحسن الصقلی) و دیوان صلۃ السمط ابن شباط در اماری ۲۱۲، شعر میں التین و الزیتون و طور سینین کی طرف تلمیح ہے ، بغیۃ الوعاۃ میں "المدینۃ" اور صلۃ السمط میں "العدینۃ" ہے ،

اور بعض عرب مؤرخین کی تصنیفات مین اسکو سیقیلیہ یا صیقیلیہ لکھا گیا ہے، چنانچہ قدیم تصنیفات مین سے کتاب الامامۃ والسیاسۃ مین اس کا یہی تلفظ واملا ملتا ہے[1] جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابتدا اس کا یہ تلفظ واملا بھی رائج تھا،

اس کے بعد اس مین دوسرا تغیر قاف کے ماقبل ومابعد یا کا حذف کرنا ہے، کیونکہ جو عرب اپنی مادری زبان عربی مین حروف علت کے ادغام وتخفیف مین سخت اصرار رکھتے ہون، وہ غیر عربی تلفظ مین اس کثرت سے حرف علت کو کب برداشت کر سکتے تھے، اس لئے انھوں نے اپنے فطری ذوق کے مطابق قاف کے ماقبل ومابعد یا حذف کر دی، اور سیقیلیہ اور صیقیلیہ سے اس کا تلفظ واملا سقلیہ ہو گیا،

صقلیہ کا یہ تلفظ واملا "سقلیہ" مدت تک متقدمین کے درمیان رائج رہا، چنانچہ قدمامین سے اکثر جغرافیہ نویس اور مورخین مثلاً واقدی متوفی ۲۰۷ھ، اصطخری (۳۴۰ھ) عبدالرحمن بن عبداللہ بن عبدالحکیم متوفی ۲۵۷ھ اور بلاذری متوفی ۲۷۹ھ وغیرہ کی تصنیفات مین اسی تلفظ واملا کے ساتھ اس کا یہی نام سقلیہ مذکور ہے[2] اور صاد سے سین کا تلفظ آسان تھا، اسلئے یا کے حذف کیساتھ ساتھ اس پورے دور مین اس کا املا سین کے ساتھ عام طور پر قائم رہا،

---

[1] کتاب الامامۃ والسیاسۃ ورلماری ص ۲۰۳، یہ ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ کی طرف منسوب ہے، اگرچہ یہ انتساب صحیح نہین مگر اس کے قدیم مصنفات مین سے ہونے مین کوئی شبہہ نہین ہے، اس لئے اس موقع پر اس سے استشہاد صحیح ہے، علاوہ از ین اوسکے متعلق ایک خیال یہ بھی ہے کہ ابن شباط کی تالیف ہے، اگر یہ امر واقعہ ہے تو یہ رائے اور زیادہ صحیح ہو جاتی ہے، کہ عربون نے اسکو سیکہ کیلیہ ہی کی وجہ سے صقلیہ کہا کیونکہ اس تجزیہ کی یہ روایت ابن شباط کے یہان منقول ہے، اور کتاب الامامہ کا صیقیلیہ دراصل سیکہ کیلیہ ہی ہے، [2] کتاب فتوح مصر والشام ورلماری ص ۱۹۸، کتاب الاقالیم ورلماری ص ۳، فتوح مصر واخبارہا ورلماری ص ۱۶۲، فتوح البلدان ص ۲۳۵ (لیڈن) ۱۸۶۶ء،

اس کے بعد متاخرین نے اس میں پھر ایک تبدیلی کی، اور اس کو سین کے بجائے صاد ہی سے لکھنے لگے، اور یہی تغیر اس لفظ کے ساتھ عربوں کے یہاں سب سے آخری تغیر ہے چنانچہ اسکے بعد مستقل طور پر اسی املا کو رواج دینے کی کوشش کی گئی،

اس آخری تغیر کا اصل باعث یہ ہے کہ اس زمانہ میں اتفاق سے اسی نام کی ایک دوسری آبادی اسی تلفظ و املا کے ساتھ دمشق میں بھی قائم تھی، اور عربوں کی تحقیق میں وہ نام بھی رومی اصل تھا، اسلئے متاخرین نے رفع التباس کے لئے ان دونوں کے درمیان امتیاز قائم کرنا چاہا، اور جزیرہ کے نام کو صاد کے ساتھ موسوم کیا، اور دمشق والی آبادی کے نام کو سین کے ساتھ باقی رکھا، چنانچہ صاحب تثقیف اللسان جزیرہ کے متعلق لکھتے ہوئے تصریح کرتا ہے،

ویقولون سقلیہ والصواب	لوگ "سقلیہ" (سین کے ساتھ) کہتے ہیں، حالانکہ
صقلیہ بالصاد واما سقلیہ	صحیح صقلیہ (صاد کے ساتھ) ہے سین مکسورہ کے
بالسین مکسورۃ فضیعۃ فی	ساتھ جو سقلیہ ہے، وہ غوطہ (دمشق) کے ایک علاقہ
غوطہ دمشق والاصل فیہما	کا نام ہے اگرچہ ان دونوں ناموں کی اصل جیسا کہ
یظہر فیہما واحد عربت	ظاہر معلوم ہوتا ہے، ایک ہی ہے لیکن اس جزیرہ
ھذہ وقیلت بالصاد وبقیت	کے نام کو معرب کر کے صاد سے کہنے لگے اور دمشق
تلک علی حالہا،[1]	والی آبادی اپنے حال پر قائم رہی،

چنانچہ اسی وجہ سے رفتہ رفتہ جزیرہ کے لئے صاد کا املا عام طور پر قبول کر لیا گیا، لیکن اس کا املا سین کے بجائے صاد متعین ہو جانیکے بعد اس کے تلفظ میں پھر بھی دو لہجے قائم رہ گئے، اہل علم کی ایک جماعت نے لفظ کے اول دونوں محذوف یا ر کی آواز برقرار رکھنے کے لئے صاد اور قاف کو زیر کے ساتھ صِقِلِیّہ تلفظ کیا، لیکن

---

[1] دیوان صلۃ السمط ابن شباط درالمارسی ص ۲۱۲،

ایک دوسری جماعت نے جن مین خود جزیرہ کے اہل علم کی جماعت ہی اس کثرت کسرہ مین بھی تخفیف کی اور صقلیہ کے بجائے صَقَلِیہ کیا چنانچہ یاقوت حموی متوفی ۶۲۶ھ لکھتا ہے:—

صِقِلّیہ بثلاث کسرات وتشدید اللام والیاء ایضاً مشددۃ وبعض یقول بالسین واکثر اھل صقلیہ یفتحون الصاد واللام[1]	صقلیہ تین کسرون اور لام کی تشدید کے ساتھ اور بعض اس کو سین کے ساتھ بیان کرتے ہین اور صقلیہ کے اکثر لوگ لام اور صاد کو فتحہ دیتے ہین،

لیکن بالآخر صَقَلیہ ہی کے اہل علم کا تلفظ رواج پایا چنانچہ ابن خلکان وغیرہ تمام مورخین ان حروف پر کسرہ دینے کے بجائے فتحہ دیتے ہین چنانچہ صقلیہ کی نسبت صقلی کے حرکات یون ضبط کرتا ہے:—

والصقلی بفتح الصاد المھملۃ والقاف وبعدھا لام مشددۃ ھذہ النسبۃ الی جزیرۃ صقلیہ[2]	صقلی صاد مہملہ اور قاف کے ساتھ ہے، اور اس کے بعد لام مشدد ہے، یہ جزیرہ صقلیہ کی طرف نسبت ہی،

چنانچہ اسلامی لٹریچر مین اسی تلفظ واملا کے ساتھ اس کا یہی نام اب تک رائج ہے اور اگر منصفانہ نظر سے دیکھا جائے تو اس کے قدیم نام سیکیلیہ کی مناسبت سے اس کو سسلی کے بجائے صقلیہ کہنا زیادہ موزون ہی،

صقلیہ کا مفہوم وسعت ملک کے لحاظ سے، صَقَلیہ اگرچہ اپنی جائے وقوع کے لحاظ سے مستقل ایک جزیرہ ہے، اس لئے صَقَلیہ کا اطلاق قدرۃً اسی جزیرہ پر ہونا چاہیے، لیکن یہان عربون کے قدم رکھنے کے بعد اس کے مفہوم مین وسعت پیدا ہوگئی چنانچہ عرب مورخین

[1] معجم البلدان مطبوعہ مصر ۱۹۰۶ء ج ۵ ص ۳۷۳، [2] ابن خلکان ج ۱ ص ۱۴۳ (ترجمہ ابن حمدیس)

کے نزدیک اس کا اطلاق اس جزیرہ کے ماسوا اس کے اردگرد کے جزائر اور کبھی کبھی جنوبی اٹلی کے مختلف صوبوں قلوریہ و انکبرہ پر بھی ہونے لگا، کیونکہ عرب مجاہدین نے صقلیہ کی فتوحات کے ساتھ ان ممالک پر بھی تاختیں کیں، اور ان میں سے اکثر حکومت صقلیہ کے زیر اثر آگئے، اس لئے عربی فتوحات کا سیلاب جیسے جیسے آگے بڑھتے گیا صقلیہ کے مفہوم میں بھی وسعت پیدا ہوتی گئی، چنانچہ جنوبی اٹلی وغیرہ کے مختلف مقامات ریو، باری، ٹارنٹم، اور جنوا وغیرہ میں باوجودیکہ خودمختار ریاستیں قائم اور الگ الگ ناموں سے موسوم تھیں لیکن جب ان مقامات پر اسلامی لشکر کی فوج کشی ہوئی، اور وہ اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آگئے، تو ان کو بھی صقلیہ ہی کی نام سے تعبیر کیا گیا، اگرچہ یہ بھی صحیح ہے، کہ اسلامی علم جغرافیہ اور نیز عرف عام میں یہ سب مقامات اپنے ناموں سے بھی موسوم کئے گئے لیکن پھر بھی کبھی کبھی ایسے مواقع بھی آگئے ہیں، جب ان سب کو اسی قدر مشترک کی بنا پر صقلیہ کے مفہوم میں داخل کر لیا گیا،

چنانچہ ابن اثیر اور ابن عذاری وغیرہ عام مورخین نے کبھی کبھی عربوں کے ان حملوں کو جو جنوبی اٹلی کے مختلف شہروں پر ہوتے رہے یا ان بغاوتوں کو جو ان کے اسلامی اقتدار میں آجانے کے بعد وہاں کسی وقت برپا ہوئیں "صقلیہ کے حملے" اور "صقلیہ کی بغاوت" سے تعبیر کیا ہے، حالانکہ وہ سب ممالک اٹلی میں واقع تھے، چنانچہ ابن اثیر حوادث ۳۱۳ھ میں لکھتا ہے،

ولم یزل اھل صقلیة یغاورون	اور اہل صقلیہ ان جزیروں پر جو رومیوں کے
علی ما بایدی الروم من جزیرة صقلیه	قبضہ میں تھے، یعنی جزیرہ صقلیہ اور قلوریہ
وقلوریه وینھبون ویخربون،	کو لوٹتے اور ویران کرتے رہے،

حالانکہ جیسا آیندہ چلکر معلوم ہوگا، ۳۱۳ھ میں جزیرہ صقلیہ کا ایک چپہ بھی ایسا نہیں تھا، جو اسلامی اقتدار میں داخل نہ ہو، اور وہاں حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا سکہ رواں ہو، اسی طرح ابن عذاری بھی حوادث ۳۱۳ھ میں لکھتا ہے،

غزا ابو احمد جعفر بن عبید	ابو احمد جعفر بن عبید نے صقلیہ کے رومی
الحاجب بلاد الروم من صقلیہ	شہرون پر حملہ کیا، اور بہت سے مقامات
فافتتح اماکن کثیرۃ منہا مدینۃ	فتح کئے، ان ہی مین سے ایک شہر
واری،	واری ہے،

حالانکہ یہ اچھی طرح معلوم ہے، کہ شہر واری (Bari) جزیرہ صقلیہ مین نہین جنوبی اٹلی مین واقع ہے، اسی طرح جب سنہ ۱۰۱۶ء مین نارمنون نے جنوبی اٹلی کے اسلامی مقبوضات پر قبضہ کیا تو مورخین نے اسکو "نارمنون کے حملۂ صقلیہ و سقوط صقلیہ" سے تعبیر کیا، اسی طرح جزیرہ برکان جہان کوہِ آتش فشان واقع ہے، صقلیہ سے بالکل الگ مستقل ایک جزیرہ ہے، لیکن مشکل سے کسی عرب جغرافیہ نویس یا مورخ نے اسکو صقلیہ مین نہ بتایا ہو،

حقیقت یہ ہے کہ ان مقامات کو عہد قدیم سے صقلیہ سے ایسا گہرا تعلق رہا ہے، کہ جزیرہ کی تاریخ مین ان کا تذکرہ ناگزیر ہو جاتا ہے، چنانچہ صقلیہ کی قدیم تاریخ مین سے سیکان، سیکل، الیمینس، فنیقی، یونانی، قرطاجنی اور رومیون کے زمانہ مین ان مقامات کی تاریخ کا لگاؤ ہمیشہ کچھ نہ کچھ قائم رہا اور اسلامی حکومت سے پہلے یعنی حکومت بیزنطی کے دور مین صوبون کے نظم و نسق کے سلسلہ مین ان مقامات مین سے خصوصاً کلبریہ، صقلیہ کا ایک صوبہ قرار دیا گیا تھا چنانچہ جسٹنائین پنجم (سنہ ۷۴۱ء، سنہ ۷۷۵ء) کے عہد حکومت مین صقلیہ کا گورنر اس صوبہ کی بھی حفاظت کرتا تھا[۱]، اس لئے اگر عربون نے بھی مجازاً ان مقامات پر جزیرۂ صقلیہ کا اطلاق کیا تو کوئی بیجا نہین ہے،

اور یہ کہا جا سکتا ہے، کہ درحقیقت عرب مورخین کے نزدیک صقلیہ نام صرف جزیرۂ صقلیہ کا نہین، بلکہ اسکی وسعت مین وہ تمام جزائر اور جنوبی اٹلی کے وہ سب علاقے شامل ہین، جو صقلیہ کے عربون کے زیر نگین اور زیر اثر رہے، اور اسی لحاظ سے یہ زیر نظر کتاب بھی تاریخ صقلیہ کہی جا سکتی ہے،

---

[۱] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ۳۱ دسلی مولفہ فریمان، ص ۳۵۲،

جغرافیہ طبعی

مساحت

جزیرہ صقلیہ کی شکل قدیم و جدید نقشہ مین

عرب جغرافیہ نویسون نے بطلیموسی نقشہ کی بنیاد پر صقلیہ کی شکل کو مثلث قرار دیکر دو متساوی ساقین اور تین زاویون مین تقسیم کیا ہے، پہلا زاویہ شمالیہ ہے جو آبنائے مسینا کے پاس قرار پاتا ہے، دوسرا زاویہ جنوبیہ ہے، جو سرزمین افریقیہ کے سامنے پڑتا ہے، اور اس کے بالمقابل طرابلس الغرب ہی، تیسرا زاویہ غربیہ ہے جہان کوہ آتش فشان واقع ہے، اور جسکو عرب "جبل البرکان" سے موسوم کرتے ہین، عربون کے نزدیک جبل برکان صقلیہ کے زاویہ شمالی سے جدا ہو کر مغرب مین پڑتا ہے، وہ اگرچہ مستقل ایک جزیرہ ہے لیکن وسعت ملک کے لحاظ سے صقلیہ کے مفہوم مین داخل ہے[1]،

طول البلد و عرض البلد،

بطلیموس نے کتاب المجمہ مین اس کا طول البلد ۳۴ اور عرض البلد ۳۵ درجہ قرار دیا ہے، لیکن عرب جغرافیہ دان اسکا طول بلد ۳۵ درجہ ۱۲ اور عرض ۳۶ درجہ ۱۰ دقیقہ اور بعض ۳۰ دقیقہ بتاتے ہین[2]،

---

[1] تقویم البلدان ابو الفداء ص ۱۹۲، [2] معجم البلدان ج ۵ ص ۳۷۴ و تقویم البلدان ابو الفداء ص ۱۹۲ وغیرہ،

زمانۂ حال کے نقشہ مین بھی اس کو مثلث نما دکھلایا گیا ہے، اور ۱۴ مشرقی طول البلد سے تقریباً برابر حصون مین تقسیم ہو جاتا ہے، اور زیادہ حصہ ۳۸ شمالی عرض بلد کے جنوب مین ہے، اور جنوبی سرا ۳۶ درجہ اور شمالی ۳۸ درجہ عرض بلد پر پڑتا ہے[۱]،

صقلیہ کی قدیم و جدید پیمایش

عربون نے صقلیہ کو ان مختلف زاویون مین تقسیم کرکے ہر ایک کی جدا جدا پیمایش کی تھی، اور اس مین ان کے مختلف بیانات ہو گئے ہین، بعض لوگ ایک زاویہ سے دوسرے زاویہ تک کی مسافت سات شبانہ یوم قرار دیتے ہین اور پھر اسی سے سارے جزیرے کی پیمایش نکالتے ہین، اور کسی نے مرحلون (عربی پیمایش مساوی ۲۵ میل) کی تعیین سے جزیرہ کا طول و عرض بتایا ہے، لیکن بعض جغرافیہ نویس اس سے مختلف راستہ اختیار کرتے ہین، مثلاً ابو الفدا پہلے زاویہ کی پیمایش ۷۰۰ سو میل قرار دیتا ہے،

لیکن ان مختلف بیانات کی تطبیق اس وقت تک دشوار ہے، جب تک عربی پیمایشون کے مساحتی حساب کو پیش نظر رکھتے ہوئے، ان سب کو سامنے رکھکر باہم تطبیق نہ دیا جائے، اس لئے ہمارے لئے ان عرب جغرافیہ نویسون کی مختلف پیمایشون مین سب سے آسان پیمایش وہی ہے، جو عربی میل کے حساب مین دی گئی ہے، چنانچہ بکری کے نزدیک جزیرہ کا طول ۱۷۰ میل اور عرض ۱۷۵ میل ہے، اور پھر پورے جزیرہ کا دور ۵۰۰ میل قرار پاتا ہے[۲]،

بکری کا یہ بیان قدیم عربی میل کے مطابق ہے، دور حاضر کے اہل فن نے پورے جزیرے کا رقبہ ۹۸۶۰ مربع میل قرار دیا ہے، لیکن یہ اس صورت مین جب کہ وہ چند چھوٹے چھوٹے جزیرے خارج کر دیے جائین، جو اگرچہ صقلیہ ہی سے متعلق ہین، لیکن سطح آب پر اس سے جداگانہ وجود رکھتے ہین یہی وجہ ہے کہ جزیرہ کو موجودہ صوبون مین جس طرح تقسیم کیا گیا ہے، اوسکے رو سے اسمین بعض حصہ اراضی کا اضافہ ہو جاتا ہے،

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۲۰ [۲] دیوان صلۃ السمط ابن شباط در اماری ص ۲۱۰،

اور تمام صوبون کے رقبے ملاکر جزیرہ کا کل رقبہ ۹۹۳۶ مربع میل قرار پایا ہے[۱]،

زمین کے طبعی حالات

سرزمین صقلیہ کی ہیئت اور سطح سمندر سے اس کی بلندی

ساحل صقلیہ مغرب جنوب اور مشرقی سمت کے جنوب مین زیادہ تر ہموار واقع ہوا ہے، مشرق کی طرف کسی قدر ڈھالون پتھریلا ساحل ہے، البتہ قطانیہ کی حالت اس سے مختلف ہی،

صقلیہ کا ساحل سطح سمندر سے بالعموم ہر مقام پر کم وبیش ۵۰۰ میل بلند ہے، لیکن جزیرہ کے وسط کی سرزمین تقریبا ۱۹۰۰ فیٹ بلند ہوگی، اور وسط سے ساحل کی طرف آدمی جیسے جیسے بڑھے گا نشیب مین اوترتا جائیگا[۲]،

وسیع میدان اور کوہستانی سلسلے

جزیرہ مین ہر جگہ پہاڑی سلسلون کا ایک وسیع جال پھیلا ہوا ہے، اس لئے سطح کا بیشتر حصہ پلیٹو ہے، عرب جغرافیہ نویس یہان کے پہاڑون کی کثرت کا خصوصیت سے تذکرہ کرتے ہین، لیکن تمام سرزمین کے کوہستانی ہونے کے باوجود یہان کوئی زیادہ بلند پہاڑ نہین ہے، صرف پہاڑیون کے چھوٹے چھوٹے سلسلے پھیلے ہوئے ہین، جسکی وجہ سے صقلیہ بڑے بڑے وسیع میدانون سے محروم ہوگیا ہے، صرف لنتنی (Lentini) اور قطانیہ (Catania) کے عقب مین جانب مشرق ایک وسیع میدان ہے اور یہی جزیرہ کی اصل جان ہے، اس کے شمال کی طرف بھی مشرقی حصہ مین پہاڑون کا سلسلہ قائم ہے، جو سمندر سے بہت قریب آگیا ہے، اور کسی جگہ اس قدر قریب ہے، کہ سمندر کا کوہستانی ساحل ایک دلفریب منظر پیش کرتا ہے[۳]،

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۲۱، ۲۲، [۲] " " ۲۰، ۲۱، [۳] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۱۷،

دریا یہان کے پہاڑون کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان سے پانی کے بیشمار سوتے پھوٹے ہین، جو اپنے سرچشمہ سے نکل کر سرزمین کو دور تک سیراب کرتے چلے گئے ہین، چنانچہ ابن جبیر نے صرف کوہ حامد (ایترکس) کے چشمون کی تعداد ۴۰ سو بتائی ہے، اور یہی چشمے یہان کی کاشت کاری کی روح روان ہین، ان چشمون نے ایک دوسرے سے ملکر وادی کی شکل اختیار کرلی ہے، پھر مختلف وادیان ایک دوسرے مین گرکر دریا بن گئی ہین، اور یہ دریا لق ودق میدانون کو سیراب کرتے بحر روم سے جاملے ہین،

دشت، معادن، حیوانات ونباتات، اسی طرح صقلیہ کے دشت وجنگل، معادن، حیوانات اور نباتات وغیرہ بھی قابل ذکر ہین، لیکن صقلیہ کے پہاڑ، دریا، اور ان تمام مذکورۂ بالا اشیاء کا تذکرہ کتاب کی دوسری جلد مین ایک ضمن مین آئے گا، اگر ان سب کی تفصیلات درکار ہون تو جلد ثانی کی طرف رجوع کیا جائے،

پیداوار ایک مختصر سے جزیرہ مین اس کثرت سے دریا، نہرون اور چشمون کی روانی اس کی زرخیزی کی بہت بڑی دلیل ہے، اور یہی وجہ ہے، کہ صقلیہ اپنے غلون اور پھلون کے اعتبار سے ہمیشہ مشہور رہا اس کے وسیع میدان سمندر اور پہاڑون کے درمیان کی نشیبی زمین اور اکی متعدد وادیان اپنی شادابیون اور زرخیزیون مین مشہور ہین،

صقلیہ اپنی اسی زرخیزی کی وجہ سے اکثر جارحانہ حملون سے روندا گیا خصوصًا رومیون کے عہد مین اس پر قبضہ رکھنے کی سب سے بڑی وجہ اس کے غلہ کے کھیت تھے، چنانچہ رومیون کے عہد مین صقلیہ کا عرف عام ، غلہ کا کھیت تھا، اور لوگون کا عقیدہ تھا کہ گیہون اس جزیرہ کی دیبیون کے عطیہ کے طور پر دنیا مین سب سے پہلے یہین پیدا ہوا[1]،

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۱۹،

صقلیہ کا اردگرد

صقلیہ کی اسلامی تاریخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے اردگرد پر بھی نظر ڈالنا بہت ضروری ہے، صقلیہ کے اردگرد اولاً وہ چھوٹے چھوٹے جزیرے ہین، جو نقشہ مین اسکے قریب اور اسکے اور افریقیہ کے درمیان نقطون کی شکل مین نظر آتے ہین، پھر اس کے شمال مین جنوبی اٹلی کا وہ علاقہ ہے جسکو عرب بلاد قلوریہ اور انجبردہ وغیرہ سے موسوم کرتے تھے، اور جہان اوس عہد مین مختلف خود مختار ریاستین قائم تھین،

عربون کا حملہ بحر روم کے ان جزائر پر جو صقلیہ کے اردگرد اور شمالی افریقیہ کے قریب واقع ہین، اوسی وقت شروع ہو گیا تھا جب افریقیہ پر بھی فوج کشی شروع نہین ہوئی تھی (فتح قبرس وغیرہ) پھر جب فتح افریقیہ کے بعد عربون کے جنگی بیڑے کا مستقر افریقیہ قرار پایا، تو صقلیہ کے حملہ کے ساتھ ان مختلف جزائر پر بھی یورشین کی جانے لگین، یہان تک کہ جب صقلیہ مین عربون کے قدم جم گئے، تو ان مین سے اکثر جزائر بھی قبضہ مین آگئے،

پھر اسی کے ساتھ ساتھ عربی بیڑون نے جنوبی اٹلی کا رخ کیا، اولاً ریو اور طارنت وغیرہ کو زیر نگین کیا، پھر ایک طرف دریائے ایڈریاٹک کو طے کر کے باری پہونچے، اور دوسری طرف نیپلس وغیرہ سے گذر کر جنووا مین داخل ہو گئے، اور یہان تک کہ پاپائے روم کے مقدس شہر کی شہر پناہ کے نیچے اپنے گھوڑے باندھ دئے، اس طرح رفتہ رفتہ جنوبی اٹلی کا تقریباً یہ پورا علاقہ عربی گھوڑون کی ٹاپ سے روندڈالا گیا،

جزائر بحر روم کے ان جزیرون مین جو تاریخ صقلیہ سے خاص تعلق رکھتے ہین، سب سے زیادہ شہرت و اہمیت مالٹا اور سردانیہ کو حاصل ہے،

مالٹا (MALTA) مالٹا نہایت زرخیز جزیرہ ہے، اس سے صقلیہ کی سب سے قریب جو سرزمین

واقع ہے، وہ اکوینتہ کہی جاتی تھی، دونوں کے درمیان ۸۰ میل کا فاصلہ ہے، موجودہ نقشہ میں

طول بلد ۱۴ درجہ ۳۰ دقیقہ مشرقی اور عرض بلد ۳۷ درجہ شمالی ہے،

سردانیہ (SARDINIA) یہ جزیرہ بحر روم میں، اندلس، صقلیہ اور کریٹ کے بعد سب سے بڑا ہے، ۲۸۰ میل جنوب سے شمال میں طویل اور عرض ۱۸۰ میل ہے،

ادریسی نے یہاں کے تین ممتاز شہروں الفیضہ، قالمرہ، اور قشتالہ کے نام گنائے ہیں، جزیرہ میں بکثرت پہاڑ ہیں، چاندی کی کانیں بھی ہیں، اور ان کی مستقل تجارت جاری تھی، اس کا موجودہ طول بلد ۹ درجہ مشرقی اور عرض بلد ۴۰ درجہ شمالی ہے،

ان کے علاوہ جو جزیرے صقلیہ سے قریب ہونے کے باعث اس کے زیر اثر رہے ان میں سے حسب ذیل جزیرے قابل ذکر ہو سکتے ہیں،

البہ (Alba) بانوسہ (Panarc) قبریرہ (Capraja)
لیبر (Lipari) قرسقہ (Corsica) النیطہ (C. Sperhivento)

لمیطہ اور راہب وغیرہ جو نقشہ میں صقلیہ کے ارد گرد چھوٹے چھوٹے نقطوں کی شکل میں دکھائی دیتے ہیں،

اور اسی طرح چند جزیرے افریقیہ اور صقلیہ کے راستے میں ساحل افریقیہ کے قریب واقع ہیں وہ قوصرہ، الجربہ، لنبذوسہ اور الکتاب وغیرہ ہیں[1]،

جنوبی اٹلی | صقلیہ کے شمال کی طرف جنوبی اٹلی کا علاقہ ہے، اس کے اور صقلیہ کے درمیان ۲ میل کی عریض آبنائے مسینا حائل ہے،

---

[1] ان جزائر کا تذکرہ نزہۃ المشتاق ادریسی، معجم البلدان یاقوت حموی اور تقویم البلدان ابوالفداء وغیرہ میں تفصیل سے ہے، جن کو نام بنام گنایا ہے، اور ان کے جغرافی حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں:-

آبنائے میںنا صقلیہ کے جنوبی مغربی آبنائے سے زیادہ گہری ہے، اس کی گہرائی کسی جگہ ۱۵ فیدم سے کم نہیں ہے[۱]

اس عہد میں اٹلی میں مختلف خود مختار ریاستیں قائم تھیں، عربوں نے اسی مناسبت سے اٹلی کو مختلف حصص میں تقسیم کر دیا تھا، ہمیں اس عہد کی تاریخ وجغرافیہ میں ایطالیہ یا اٹلی کے نام سے کوئی حصہ ملک نظر نہیں آتا، اسکے بجائے موجودہ اٹلی اور اس کے بعض مضافات عربی جغرافی تقسیم کے لحاظ سے چند جدا گانہ حسب ذیل ممالک قرار پاتے ہیں،

۱	قلوریہ	Calabria	(کلبریہ)
۲	انکبردہ	Longobardi	(لنگوبرڈا)
۳	رومہ	ROME	(روم)
۴	بندقیہ	Veneziani	(وینس)
۵	انبردہ	Lombardia	(لومبارڈہ)

ان ممالک میں سے دونوں اول الذکر ممالک پر اکثر وبیشتر اسلامی حملے ہوئے، اور وہ اسلامی حکومت کے زیر اثر آئے، اور باقی موخر الذکر ممالک پر ایک دو مرتبہ تاختیں کی گئیں،

قلوریہ (کلبریہ) جنوبی اٹلی کا وہ سب سے آخری حصہ ہے، جو آبنائے میںنا کے ذریعہ صقلیہ سے جدا ہوتا ہے، اس کا موجودہ رقبہ ۷ ہزار مربع میل ہے، اس کے طول میں اپینائنس نام پہاڑ کا ایک طویل سلسلہ قائم ہے، جس کی زیادہ سے زیادہ بلندی ۲، ۴ ہزار فیٹ تک ہے، نیز شرقاً وغرباً پہاڑ کا ایک دوسرا سلسلہ ہے، جو اس حصہ ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے، دونوں حصے نہایت زرخیز ہیں اور نہایت اچھی پیداوار ہوتی ہے[۲]

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۲۰۔ [۲] ہسٹوریکل جغرافیہ ج ۱ ص ۴۳۶،

عرب جغرافیہ نویس بلادِ قلوریہ کو دو مشرقی و مغربی حصوں مین تقسیم کرتے ہین! اوران دونوں حصوں مین یہان چند شہر امتیاز رکھتے ہین جن مین سے اسلامی تاریخ کے لحاظ سے ریو اور برصانہ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہین،

ریو Reggio (ریگیو) صقلیہ کے شہر مسینا کے بالکل مقابل دوسری طرف سرزمین کلوریہ مین لب ساحل آباد ہے ادریسی کی روایت کے بموجب ریو اور مسینی مین صرف ۷ میل کا فاصلہ ہے، پتھر کی شہر پناہ قائم تھی، شہر نہایت سرسبز، زرخیز اور مدنیت کے لحاظ سے نہایت ترقی یافتہ تھا اور برصانہ Bruzzano (بروزانو) قلوریہ کا دوسرا ساحلی شہر تھا، جو آبنائے مسینی کے مغرب کی طرف آگے بڑھ کر بحر روم کے اوس حصہ مین واقع ہے، جو آج کل ایونین سی (Ionian sea) کہا جاتا ہے،

انکبردہ بلادِ قلوریہ سے مزید جنوب مین جانب جنوب مغرب واقع ہے اس کے ساحلی شہرون مین ایک **طارنت** Tranto (ٹرنٹو) ہے جس کے نام سے ایک خلیج بھی ایونین سی کے شمال مین آج کل کے نقشہ مین موسوم ملتی ہے، یہ شہر عہدِ اسلامی مین مدنیت و حضارت کے جملہ لوازم سے آراستہ تھا، شہر کے مغربی حصہ مین ایک اہم بندرگاہ تھی، جسکی وجہ سے اس عہد مین یہ تجارت کی بہت بڑی منڈی بنا ہوا تھا، اور اس کا دوسرا قابلِ ذکر شہر باری ہے، جو آجکل بھی اسی نام (Bari) سے موسوم ہے، جو جنوب مغرب مین ایڈریاٹک سی (ADRIATIC SEA) کا ساحلی شہر ہے، اور عام نقشون مین نظر آتا ہے، یہ عہدِ اسلامی مین حکومتِ انکبردہ کا صدر مقام تھا، اور اسی مناسبت سے تہذیب و تمدن سے آراستہ تھا، جہاز کے کارخانے وغیرہ قائم تھے،

رومہ، اٹلی کے موجودہ پایہ تخت کے علاقہ کو کہتے تھے، **بندقیہ** ایڈریاٹک سی کا مشرقی ساحلی علاقہ تھا، اور انبردہ مین اٹلی اور فرانس کی موجودہ سرحد پر مشہور شہر جنیوا واقع تھا[1]،

---

[1] ان مقامات کے مفصل حالات کیلئے نزہۃ المشتاق اور اسکے ایطالوی ترجمہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے،

جغرافیہ تاریخی

باشندگانِ صقلیہ

زمانہ قدیم مین سیکان (Sikanoi) سیکل (Sikels) اور الیمینس (Elymians) قومون نے سرزمین صقلیہ کو وقتاً فوقتاً آباد کیا، پھر فینیقیون (Phoenicians) اور یونانیون (Greeks) کا دور آیا، اس کے بعد رومیون نے اس پر جاہ وجلال کے ساتھ قدم رکھے، پھر سرزمین افریقہ سے عرب و بربر قبائل نے اپنے شمعِ تمدن سے اس سرزمین کو روشن کیا،

سیکان | سیکانیون کا دعوی ہے، کہ وہ اس مان بھوم کے حقیقی سپوت ہین، جو اسی سرزمین کے اندر سے نکلے ہین،، اس مین شک نہین کہ سب سے قدیم ترین باشندے یہی ہین لیکن یونانیون کا خیال ہے، کہ یہ اسپین سے آئے ہین اور ممکن ہے، کہ یہ یورپ کی اس غیر آرین قوم کی ایک کڑی ہون جسکی صرف ایک یادگار باسک (Basques) ابتک موجود ہے،

سیکانی سسلی مین کب اور کیونکر آئے تاریخ اس حقیقت کی نقاب کشائی نہ کرسکی، لیکن وثوق سے کہا جاتا ہے کہ سسلی کی سب سے قدیم قوم یہی ہے، جو سب سے پہلے یہان آئی ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ جب بھی آئی ہو اسکی آمد تدریجی طور پر عمل مین آئی ہے،

سیکل یا لاطینی

سیکانیون کے بعد انھی کے مشابہ نام کی ایک دوسری قوم سیکل آتی ہے، اس کی آمد کا زمانہ یونانیون سے تین سو برس قبل یعنی تقریباً گیارہوین صدی، ق، م مین تسلیم کیا جاتا ہے،

سیکل اٹلی سے سسلی آئے، اور ان کی زبان کے اشارات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اٹلی کی مشہور قوم لاطینی (LATINS) کا ایک جزو ہین، اٹلی کی لاطینی قوم تاریخ مین ایک درخشان عہد کی مالک ہے، لیکن سسلی کی اس لاطینی قوم سیکل کو یہان چندہی دن آئے ہوئے تھے کہ ان پر یونانی مظالم شروع ہوگئے، اس لئے انھین سر اوٹھانے کا موقع نہ مل سکا، البتہ یونانیون کی آمد سے پہلے اونھون نے سیکانیون سے یہان کی زمین خالی کرالی تھی، اس لئے سسلی اسوقت دو حصون مین تقسیم تھا حصہ مغربی مین سیکان آباد تھے، اور حصہ مشرقی سیکل کے قبضہ و تصرف مین تھا، اور اسی مناسبت سے صقلیہ اس عہد مین سیکانیہ بھی تھا، اور سیکالیہ بھی، مغربی حصہ سیکانیہ اور مشرقی حصہ سیکالیہ کہلاتا تھا

ایلمینس

ان دونون قومون کے علاوہ ایک تیسری قوم بھی اس جزیرہ مین آباد تھی جو ایلمینس کہی جاتی ہے، یہ لوگ شمال مغرب کے دو شہرون مین آباد تھے، اور رومیون کی طرح ان کا بھی دعوی تھا، کہ یہ ٹراوجن کی باقی ماندہ یادگار ہین، گویا وہ اپنے کو کسی خاص ملک اور کسی خاص شہر سے منسوب نہین کرتے،

تاریخ مین ان کا ایسے وقت سے پتہ چلتا ہے، جب یہ فنیقیون اور یونانیون مین ضم ہوچکا تھے اسلئے سسلی مین انکے ابتدائی عہد کا انکشاف ایک عقدۂ لاینحل رہ گیا ہے،

یہی تینون قومین سسلی کے قدیم باشندون کے لحاظ سے تاریخ مین نمایان ہین پھر فنیقی اور اسکے بعد یونانی یہان قدم رکھتے ہین،

فنیقیون کو سسلی کی تاریخ مین اس حیثیت سے نمایان جگہ مل سکتی ہے کہ سرزمین مشرق

نے سرزمین سسلی کی طرف سے پہلی مرتبہ انکی سورما بہادروں کو تینوں گذشتہ مغربی قوموں کے مقابلہ مین اپنا نمایندہ بناکر بھیجا تھا، اور مشرق کے رہنے والون مین انکی کا سب سے پہلا قدم تھا، جو فاتحانہ ارادون کے ساتھ سسلی کے ساحل پر رکھا گیا، یا دوسرے الفاظ مین صحراے عرب کا یہ پہلا شتر سوار قافلہ تھا، جو گیارہوین صدی، ق، م مین سسلی کے ساحل پر اوتر کر اہلِ مغرب کو تمدن کا درس اولین دینے آیا تھا،

امم سامیہ جنھین الہامی زبان مین قوم عاد کہا گیا ہے مقدس سرزمین عرب سے اوٹھے اور مختلف نامون اور قبائل سے موسوم ہوکر بابل، شام، مصر اور کنعان (فنیقیا) مین پھیل گئے، قوم عاد کی ابتدا ۳۰۰۰ ق م سے شروع ہوتی ہے، جزیرہ نماے عرب جنوب مغرب اور کسی قدر مشرق مین پانی سے گھرا ہوا ہے، اسلئے مہاجر قومون نے بعض مشرقی اور عموماً شمالی ممالک کی طرف سے اپنے راستے اختیار کئے، یعنی وہ وہان سے اوٹھین، اور بابل، شام اور سینا سے ایران اور شام سے بحر ابیض اور بحر روم ہوکر افریقہ و یورپ کا رخ کیا، چنانچہ وہ جس طرح بابل اور مصر پہونچین، اسی طرح شام اور فنیقیا (کنعان) ہوتے ہوئے قرطاجنہ، کریٹ اور یونان مین داخل ہوئین، اور قریب بارہوین گیارہوین صدی ق م تک ان تمام ممالک مین پہنچ چکی تھین [1]،

پھر فنیقیون کا اصل وطن لبنان اور سمندر کے درمیان کی وہ تنگ زمین قرار پایا جہان کے شہر زیڈان، ٹائر اور اراواد اپنی قدامت و شہرت مین ممتاز ہو چکے ہین، یہان سے وہ گیارہوین صدی ق م مین ابر و باد کی طرح اٹھے ہین، اور اپنے تجارتی سلسلہ سے بحر روم کے تمام مقامات پر چھا جاتے ہین، چنانچہ ایک گروہ شمالی افریقہ ہوتا ہوا اندلس پہنچتا ہے، اور اسی سلسلہ مین سسلی مین بھی وارد ہوتا ہے،

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱۳ ص ۱۲ و تاریخ یونان بیوری (مترجمہ اردو جامعہ عثمانیہ ص ۹۲ وغیرہ) اور فنیقیون کی تفصیل کیلئے دیکھو ارض القرآن ج ۱ ص ۱۰۷ سے ۱۴۶ تک،

فینقیون کا پہلا گروہ لیکن ہمین اس سے بہت پہلے کہ فینقی افریقہ کے راستہ سے سسلی مین آئین فینقیون کی ایک ایسی جماعت کا پتہ چلتا ہے، جو براہ راست زیڈان اور ٹائر سے یہان وارد ہوئی، یہ جماعت سسلی کے مشرقی حصہ مین آباد ہوئی تھی، اس لئے سسلی مین فینقیون کی آمد کا زمانہ سیکل کے بعد گیارہوین صدی ق م مین قرار پاتا ہے،

فینقیون کا دوسرا گروہ فینقیون کا دوسرا گروہ اس زمانہ مین آیا جب کہ شمالی افریقہ مین ان کی مشہور آبادی قرطاجنہ کی بنا پڑی تھی جس سے آگے چلکر حکومت قرطاجنہ کی تشکیل ہوئی، اور دنیا کی فاتحانہ تگ و دو مین یونانیون کے مقابل مین صف آرا ہوئی چنانچہ اسی سلسلہ مین فینقیون کا دوسرا گروہ ۸۰۰ھ ق م مین صقلیہ آتا ہے، اور اپنے قدیم ہم نسل و ہم وطن فینقیون سے تعارض کئے بغیر بالکل ان کے مخالف ساحل پر مغرب مین آباد ہو جاتا ہے،

فینقیون کے ساتھ بربریون کی آمد اور اسی کے ساتھ ہمین اسکو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے، کہ ان افریقی فینقیون کے ساتھ ایک کثیر تعداد ان کی ہمسایہ اور محکوم قوم بربر کی بھی آئی، جو حکومت قرطاجنہ سے اشتراک عمل رکھتی تھی،

یونانی یونانی قوم کے ابتدا سے دو حصے مانے گئے ہین، ایک ڈورین جس کے سرگروہ اہل اسپارٹہ ہوئے اور دوسرا آئی اونین جسکی نمایندگی اہل ایتھنز نے کی، اور پھر یہی سب قومین مجموعی طور پر قوم یونانی سے موسوم ہوئین[۱] یون تو یونان اور سسلی کے تعلقات گیارہوین صدی ق م سے بہت پہلے قائم ہو چکے تھے، چنانچہ اس عہد کے یونانی لٹریچر مین سسلی کی سیکل قوم کا جا بجا تذکرہ نظر آتا ہے، اور یہ بھی پتہ چلتا ہے، کہ ان دونون قومون مین غلامون کی تجارت کا سلسلہ قائم تھا، لیکن یہ تعلقات ایسی حیثیت نہین رکھتے تھے کہ وہ یونانیون

---

[۱] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱۳ و انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۵ ص ۲۰ و تاریخ یونان قدیم سید ہاشمی ص ۳۰ و تاریخ یونان بیوری ص ۲۳ وغیرہ۔

کو سسلی مین وطن پذیر ہونے کی طرف متوجہ کر سکے اور علاوہ ازین اگرچہ اٹلی کے صوبہ کیپانیا مین ایک یونانی نوآبادی ایک اتفاقی واقعہ سے گیارہوین صدی مین قائم ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود یونانی جہازون نے آٹھوین صدی ق م سے پیشتر صقلیہ کا رخ نہین کیا،

آٹھوین صدی ق م مین یونانی صقلیہ مین سب سے پہلی مرتبہ قدم رکھتے ہین، اور ۷۳۵ ق م مین ان کی پہلی نوآبادی قائم ہوتی ہے، اسکے بعد جب صقلیہ کی زرخیزی کا فسانہ یونان مین پھیلتا ہے، تو یونانیون کے مختلف خطون سے مختلف مہاجرین گروہ در گروہ، اور انبوہ در انبوہ صقلیہ کا رخ کرتے ہین، اور ایک ہی سرزمین مین مختلف خیال و اغراض کے یونانیون کا اجتماع ہو جاتا ہے، اور اسکی وجہ سے یہان مختلف ماحول اور گرد و پیش قائم ہو جاتے ہین،

اور پھر حالات کچھ ایسے پیش آتے ہین کہ صقلیہ مین یونانی باشندون کی باہمی تقسیم مین نسلی و قبائلی حیثیت کے بجائے وطنی امتیاز پیدا ہوتا ہے، اور پھر وطنی امتیازات کے لحاظ سے ایک گروہ دوسرے گروہ سے باہمی اشتراک و تعاون یا معاندت و مخالفت اختیار کرتا ہے،

اسلئے ہمین تاریخ مین صقلیہ کے یونانیون کی باہمی تقسیم ان کے وطن کے انتساب سے نظر آتی ہے،

اولاً صقلیہ کے یونانی نوآبادیات مین ہمین دو قسم کے یونانیون کا نمایان فروغ نظر آتا ہے، ان مین سے ایک صوبہ ایبویا (Eaboia) کے شہر چالکز (Chalkis) کے باشندے ہین، جو چالکیڈین، (Chalkidian) کہے جاتے ہین، اور دوسرے کارنتھ (Corinth) کے مشہور شہر ڈوریا کے باشندے ہین، جو ڈورین (Dorian) کہلاتے ہین، چنانچہ صقلیہ کی قدیم تاریخ مین یونانی اقوام مین سے انہی دونون قومون کا نمایان حصہ رہا ہے، یہی جماعتین مختلف زمانون مین صقلیہ مین آکر آباد ہوئین اور مختلف زمانون مین مختلف شہر اپنے یونانی شہرون کے نام پر یہان آباد کئے،

چالکیز صقلیہ کے شمال مشرقی علاقہ مین آباد ہوئے، اور ڈورین نے جنوب مشرقی علاقہ مین سیرا کوز کی حکومت قائم کی، ان دونوں مین ڈورین زیادہ کامیاب رہے، کیونکہ ان کی توجہ تمام تر صقلیہ پر مرکوز رہی اور چالکیز کی نوآبادی ایطالیہ مین بھی قائم تھی،

اگرچہ یونانی قومون مین انھی دونون جماعتون کو صقلیہ کے آباد کرنے والون کی حیثیت حاصل ہے، چنانچہ عام مورخین یورپ صقلیہ کی صرف انھی دونون یونانی جماعتون کا تذکرہ کرتے ہین، لیکن ان کے ساتھ بعض دوسرے یونانی شہرون کے مہاجرین بھی صقلیہ آئے، نیز بحر روم کے بعض دوسرے جزیرون کریٹ، روڈس وغیرہ کے باشندون نے بھی یہان اقامت اختیار کی لیکن یہ سب کے سب اپنے صوبہ کے لگاؤ سے یا تو چالکیز کی صف مین داخل ہوگئے، اور یا ڈورین کہلائے، ان کا کوئی مستقل وجود قائم نہین ہوا، البتہ یہین دو دوسری مختصر جماعتون کا کسی حد تک پتہ چلتا ہے، ان مین سے ایک جماعت مگارین ہے، جس نے ایسی مستقل حیثیت اختیار کی، جس سے ہم صقلیہ مین اس کو یونان کی تیسری جماعت کا لقب دیسکتے ہین، یہ یونانی شہر مگارا (Magara) سے آئے تھے اور اسی نام سے صقلیہ مین انا شہر آباد کیا تھا، اسی طرح گیلا کے پایۂ تخت روڈ کے مہاجرین کا مستقل وجود بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہین ہے، انھون نے بھی اپنے شہر کے نام پر گیلا آباد کیا تھا،

اس طرح صقلیہ مین یونانیون کی چار جماعتین قرار پائین چالکیڈین، ڈورین، مگارین، اور باشندگان گیلا،

صقلیہ کی تمام یونانی تاریخ انھی چار جماعتون کے حالات پر مشتمل ہے،

قرطاجنہ یونانیون کے بعد قرطاجنین کا دور آتا ہے، یہ قدیم فنیقی قوم کی وہ شاخ ہے جس نے شمالی افریقہ مین آباد ہو کر عالیشان حکومت قرطاجنہ کی بنیاد ڈالی تھی، قرطاجنہ کے مفہوم مین وہ بربری بھی شامل ہین، جو فنیقیون کی معیت مین یہان پہنچے، صقلیہ مین یونانی و قرطاجنی ایک ہی زمانہ مین مختلف

حصون مین آباد رہ کر معرکہ آرائیون مین مصروف رہے،

صقلیہ مین ان دونون قوتون کے تصادم کا اثر یہان کی قومیت پر جو کچھ پڑا وہ یہ تھا کہ ان دونون قومون کی جداگانہ شخصیت کے اعلان کے بعد صقلیہ کی قدیم قومین سیکان سیکل، اور ایلیمنیس مجبور ہوگیئن، کہ وہ بھی اپنے کو ان دونون مین سے کسی ایک مین ضم کردین، اور اپنی قومیت کو فنا کرکے اپنی انفرادی ہستی کی حفاظت کرین،

چنانچہ جو سیکل اور ایلیمنیس مشرقی حصہ مین آباد تھے، انھون نے تمام وکمال یونانی قومیت اختیار کرلی، صرف چند نشان قومی آپ سے آپ باقی رہ گئے، سیکانیون نے فینیقیون کے دامن مین پناہ لی اور اکثر مقام پر ان مین اور فینیقیون مین کوئی امتیاز باقی نہین رہا، لیکن چند مقام ایسے بھی رہ گئے، جنھون نے اپنے اجتماعی وجود کو قائم رکھا[۱] یہان تک کہ رومیون کی آمد سے صقلیہ کی قومیت مین ایک نئے دور کا آغاز ہوگیا،

رومی | رومی اپنے نسلی اعتبار سے کیا تھے، یہ روایت اور قصص کے پردہ مین مستور ہے، مورخین نے جہان تک نقاب کشائی کی اس لحاظ سے رومیون کے نسلی اجزا مین یورپ کی چند قومون، سیکل، یونان، اہل ٹروریا، لیگیوری، ونیٹی، اور گال کا سراغ لگتا ہے، اور اگر یونان کے تاریخی قصص کو نظر انداز کردیا جائے، تو رومی روایات کے رو سے رومیون کی اصل صرف صقلیہ کی نسل سیکل قرار پاتی ہے اور یونانی روایات کی رو سے بھی ایطالیہ وصقلیہ کی آبادیان تقریبًا متحد الاصل قرار پاتی ہین، چنانچہ ڈبلو اے ہیٹ لینڈ مولف تاریخ جمہوریۂ روما لکھتا ہے:۔

آس خیال کی تائید یونانی مبصرین کے اس قول سے بھی ہوتی ہے، کہ جزیرہ نما کی اطالی قوم اور جزیرہ سسلی کی سیکیلی قومون مین مماثلت تھی، اس کے علاوہ یونانی روایات مین

---

[۱] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱۳ ص ۴۴ تا ۴۶ و تاریخ یونان بیوری ص ۸۹، وانسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۲۱

بیان کیا گیا ہے کہ قوم سکیلی پہلے جزیرہ نما مین آباد تھی اور وہان سے ترک وطن کرکے سسلی چلی گئی[۵۱]
بہرحال وہی سکیل جنھون نے کبھی صقلیہ مین آکر اسکو آباد کیا تھا، اب جدید قوم بن کر صقلیہ کی طرف
دوبارہ رخ کرتے ہین، اور جسطرح اسوقت صقلیہ کی سکیل جماعت مختلف اجزاے نسل کو قبول کر چکی ہی، اوسی
طرح ایطالیہ کے یہ سکیل مختلف اجزا سے ترکیب پاکر رومی کہلاتے ہین،

رومی اگرچہ مختلف جماعتون اور قبیلون رامنیز، ٹی ٹی ایز، اور لکریز مین تقسیم تھے[۵۲] لیکن صقلیہ
مین وہ قیام حکومت کے بعد محض "رومی" قوم کی حیثیت سے روشناس ہوتے ہین، جس کا
امتیاز نسلی و جماعتی تفریق کے بجاے وطنی تفریق پر قائم تھا، اور انھون نے ہمیشہ اسی امتیاز کو
تقویت پہنچائی،

چنانچہ صقلیہ کے عہد رومانی مین جزیرہ مین ایک طرف رومی تھے، اور دوسری طرف
جزیرہ کے تمام باشندے، اور ان دونون گروہون کے جداگانہ حقوق و امتیاز سے مستقل دو جداگانہ
قوم کی بنا پڑ گئی، رومیون کے تمام قبیلے بغیر کسی تفریق کے رومی کہے جاتے تھے، اور قدیم باشندون مین
چونکہ یونانیون کو اکثریت حاصل تھی، اس لئے اب رومیون کے علاوہ تمام اقوام کو یونانی کا خطاب
دیدیا گیا، چنانچہ مسٹر فریمان لکھتے ہین،

"یونانی اور سکیل مین جو فرق رہ گیا تھا، وہ رفتہ رفتہ زائل ہو گیا تھا فنیقی شہر بھی یونانی ہو گئے یہان تک
کہ سرو کے عہد مین سسلی کی تمام آبادی یونانی کہی جاتی تھی"[۵۳]

رومانی عہد مین ایک جدید قوم غلامون کی تشکیل، لیکن پھر اسی عہد مین صقلیہ کے سیاسیات کے ماتحت ایک جدید قوم کو بھی فروغ
ہوتا ہے، جسکو تاریخ مین غلام کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، غلام زیادہ تر

---

۵۱ تاریخ جمہوریت روما (اردو) ج ۱ ص ۱۸، باب قومیات، ۵۲ تاریخ روما ج ۱ ص ۲۰، ۵۳ اسٹوری آف دی
نیشنس ج ۳۱ ص ۳۲۴۔

جنگون کے وہ قیدی تھے، جو مختلف ممالک سے گرفتار کرکے لائے جاتے، یا جہازون کے وہ مسافر تھے جنھین گرفتار کرکے ان کی گردن مین طوقِ غلامی ڈالدیا جاتا تھا، اور رومی مالکون کے ساتھیا اون کے ہاتھون سے صقلیہ کے یونانی زمینداروں کے ہاتھ فروخت ہوکر صقلیہ پہنچے تھے،

صقلیہ کے ان غلامون مین ایشیا، افریقہ، اور یورپ کی مختلف نسل وقوم کے افراد تھے جنھون نے صقلیہ کے ماحول مین اپنی قومیت ووطنیت کے انتساب کو ترک کرکے اپنی مخصوص جماعت کی بنیاد ڈالی اور رفتہ رفتہ اس قدر شوکت وعظمت حاصل کی، کہ جزیرہ مین حکومتِ روما کے خلاف بغاوت کرکے اپنی حکومت کا اعلان کردیا، اور ایک سے زیادہ مرتبہ ان کی حکومت کی تشکیل ہوئی،

ہمین صقلیہ کے ان غلامون کی جماعت مین شامی عرب کو فراموش نہ کرنا چاہیئے، غلامون کی بغاوت عربی خون کے گرم قطرون کی سرگرمی کا ایک مظہر تھی، یونیس (یونس؟) جس نے غلامون کی بغاوت مین حکومت کی، شام ہی کا رہنے والا تھا، اور جو باندی اس کی ملکہ کہلائی وہ بھی ایک شامی شہزادی تھی[1]

یونانیون کا رومی بنانا اس کے بعد صقلیہ مین ایک جدید طرزِ حکومت رائج کرنے سے یہان کی قومیت مین بھی ایک انقلاب رونما ہوا، اب تک رومی اور یونانی دو جداگانہ قوم تھین، لیکن اب یونانیون کا ایک حصہ رومیون کی صف مین جا ملتا ہے، حکومتِ روما نے صقلیہ کے چند شہر تارمینی، کٹانیا، تھرما اور تندارس مین خالص رومیون کو آباد کیا، اور گویا یہ شہر صقلیہ کے حکمران باشندون کے مسکن تھے، اور انھین اسی حیثیت کے حقوق وامتیاز حاصل تھے! اور پھر جب ان شہرون کا تفوق وامتیاز تسلیم کرلیا گیا، تو صقلیہ کے چند دیگر شہر مسینا وغیرہ کو جہان کہ خالص یونانی آباد تھے، انھی رومی شہرون کے ہم رتبہ تسلیم کیا گیا، اور انھین یہ حق عطا کیا گیا کہ وہ بھی اپنے کو رومی لقب سے سرفراز کرین،

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۳۲۴، ۳۲۶-۳۲۸،

اس حکمت عملی سے رفتہ رفتہ یہان کے بہت سے شہر رومی قرار پاگئے، ان کا علاقہ رومی تھا، ان کے حقوق رومی تھے، ان کے امتیازات رومی تھے، اسلئے یونانی بھی بصد فخر اپنے کو رومی تصور کرنے لگے، اور حکومت روما اور عام باشندگان صقلیہ ان کو خالص رومی سمجھنے لگے[1]،

صقلیہ مین چند جدید اقوام کا داخلہ رومیون مین عیسائیت کے فروغ کے بعد جب کہ تمام رومی عیسائی ہو چکے تھے ۴۲۶ء مین یورپ کی ایک نئی قوم صقلیہ آئی ہے، جو فرینکس ( ) کہی جاتی ہے، اور اس کے بعد مختلف زمانون مین ٹیوٹانک ( ) گال یا گاتھک ( ) اور ونڈل ( ) وغیرہ مختلف قومین، صقلیہ آئین اور انکی نسل کو بھی یہان فروغ حاصل ہوا، ان مین سے اکثر قومین رومیون کے نزدیک باربیرین یعنی بربری و وحشی قومون مین شمار کیجاتی تھین[2]،

ان قومون نے صقلیہ مین سیاسی لحاظ سے ایک جداگانہ حیثیت اختیار کر لی، اور اب صقلیہ کے یونانیون کے رومی ہوجانے کے باوجود مختلف قومون کے امتیازات کا پیدا ہوجانا ممکن تھا لیکن حکومت روما نے اس سے پہلے رومی حکومت کے قیام و بقا کیلئے رومی قومیت کے فروغ کیلئے ایک دلچسپ طرز عمل اختیار کر لیا تھا یعنی شہنشاہ ایتونینس (۱۳۸ء سے ۱۶۱ء) کے عہد حکومت مین صقلیہ مین رومی وغیر رومی کا فرق اٹھا کر سب کو رومی تسلیم کر لیا گیا، اور صقلیہ براہ راست رومی حکومت کا ایک جزو مشترک بنکر مرکزی حکومت روما مین برابر کا شریک ہوگیا،

وحدت قومیت اس لئے اگرچہ صقلیہ کے سیاسیات مین بہت سے مدوجزر آئے لیکن قومی حیثیت سے ہر باشندہ صقلیہ گو وہ کسی نسل، قوم اور وطن سے تعلق رکھتا ہو، رومی تھا اس واحد لقب سے قومون کے تمام قومی امتیازات مٹ گئے، اب سب کے لئے طغرائے امتیاز صرف ایک لقب رومی قرار پاگیا،

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۲۸۴، [2] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۷،

لیکن وحدت قومیت کا یہ شیرازہ زیادہ دنون تک قائم نہ رہ سکا اور جب صقلیہ مین عیسائیت کو فروغ ہوا تو قومی عصبیت کے بجائے مذہبی عصبیت اور مذہبی تفوق و امتیاز کا دور شروع ہو گیا، اب اگرچہ صقلیہ مین نہ سیکان تھے، نہ سیکل نہ ایلمینس تھے، نہ فنیقی، نہ یونانی تھے، اور نہ قرطاجنی، لیکن اب عیسائی وغیر عیسائی کی تقسیم شروع ہو گئی، رومی وہی تھے، جو عیسائیت کے پیرو تھے، اس لئے صقلیہ مین پھر ایک غیر رومی جماعت قائم ہو گئی، جو غیر عیسائیون پر مشتمل تھی، چنانچہ فریمان لکھتا ہے:-

"لوگ زیادہ تر کیتھولک مذہب کے پیرو عیسائی تھے چند لا مذہب تھے، کچھ یہودیت پر قائم، اور چند ایسے بھی تھے جنھون نے اب تک عیسائیت قبول نہین کی یعنی بت پرست یونانی تھے[1]"

اسرائیلی

یہی وجہ ہے کہ ہمین اس عہد مین صقلیہ مین ایک الگ قوم اسرائیلی (یہودیون) کے وجود کا پتہ چلتا ہے، اگرچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار نے یہودیون کو عہد اسلامی کے بعد نارمنون کے دور مین صقلیہ مین داخل کیا ہے[2]، اور صرف ایک امکانی شکل یہ بتائی ہے کہ یہ پہلے سے موجود ہون، لیکن یہ صحیح نہین ہے اولاً نارمنون سے پہلے عہد اسلامی مین صقلیہ مین ان کے موجود ہونے کی بکثرت شہادتین موجود ہین، اسکے علاوہ مسٹر فریمان نے پوپ گریگوری اعظم (۵۹۰ء سے ۶۰۴ء تک) کے چند ایسے خطوط کا تذکرہ کیا ہے جن سے پتہ چلتا ہے، کہ رومیون کے عہد مین صقلیہ مین یہودی آباد تھے، اور کلیساؤن پر جو جائدادین وقف تھین انکے بیشتر زمیندار یہی یہودی تھے[3]،

مسلمانون کے داخلہ کے وقت، قدیم باشندگان صقلیہ کی باہمی تقسیم

ان حالات سے اندازہ ہوا ہوگا کہ جب صقلیہ مین عربون کا ستارۂ اقبال طلوع ہوا، اس وقت باشندگان صقلیہ کی قومیت کے نسلی و وطنی امتیازات

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۱ ص از ۲۲۴ تا ۲۴۷۔ [2] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ صلی [3] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۱ ص ۳۵۱

فنا ہو چکے تھے، اور ایک ایسے دور سے گذر رہے تھے جب کہ ان مین امتیازات کا سارا دار و مدار عیسائی و غیر عیسائی پر تھا، وہ عیسائی بننے سے پیشتر رومی بن چکے تھے، اور جب حکومت روما نے عیسائیت قبول کی، تو گویا تمام رومیون نے عیسائیت قبول کرلی، اس لئے اسوقت صقلیہ کا ہر باشندہ "رومی عیسائی" یا صرف "غیر عیسائی" تھا، یہی وجہ ہے کہ عام عرب مورخین صقلیہ کے تمام قدیم باشندون کو بغیر کسی تفرق و امتیاز کے "قدیم باشندگان صقلیہ" سے موسوم کرتے ہین اور حکومت روما کی اصطلاح کی پیروی کرتے ہوئے تمام باشندگان صقلیہ کو "روم" اور "رومی" کا لقب دیتے ہین، اور اگر کبھی تفریق و امتیاز کی نوبت آتی ہے، تو عام عیسائیون کو "رومی" بت پرستون کو "یونانی" (کہ انھون نے مذہب عیسائیت قبول نہین کیا، اور اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے، اس لئے وہ رومیون کی جماعت سے بھی خارج ہوگئے، کہ ہر رومی کا عیسائی ہونا اب شرط اولین ہے،) اور یہودیون کو "یہودی" کہتے ہین، کہ اس وقت تمام قدیم باشندگان صقلیہ انھی رومی یونانی اور یہودیون پر مشتمل تھے،

مسلمان صقلیہ میں قومیت کی یہی تقسیم تھی کہ ۳۲ھ مین مسلمانون کا سب سے پہلا قافلہ معاویہ بن حدیج کی سرکردگی مین صقلیہ پہنچا، جو حجاز و عرب کے شریف قبیلون کے ممتاز افراد پر مشتمل تھا، اس جماعت مین بعض صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی ایک کثیر جماعت شامل تھی، لیکن ان مین سے کوئی یہان اقامت گزین نہین ہوا،

اس کے بعد ڈیڑھ سو برس تک عربون کے مختلف قافلے آئے، جن مین عرب کے مختلف ممتاز شریف قبائل، افریقہ کے بربر اور موالی کے افراد تھے، اور صقلیہ مین قیام کرکے صقلی کہلائے، ان کی نسلی و قبائلی تقسیم کی تفصیل جلد دوم مین آئے گی،

صقلیہ کی آبادیان

صقلیہ کی آبادیون کی تخطیط و بنا مین اس کے جغرافی و تاریخی حالات کو خاص دخل ہے تاریخ صقلیہ کی سرگذشت کا پتہ جسقدر چل سکا ہے، اس کے لحاظ سے وہ ہمیشہ دو متضاد و متخالف ملکون، قومون اور مذہبون کی آماجگاہ نظر آیا، اس کی سرزمین پر ایک ہی وقت کبھی دو کبھی تین تین قوتین اپنا سطوت و شوکت کا سکہ جمائے رہین، خصوصًا وہ مشرق و مغرب کی معرکہ آرائیون کا ایک ایسی رزم گاہ رہا ہے جہان ان دونون کی کشمکش ہمیشہ کسی نہ کسی شکل و صورت اور نام سے جاری رہی،

اور چونکہ وہ سب طاقتین اپنے عہد مین دنیا کی عظیم ترین با اقتدار طاقتین تھین، اس لئے انھون نے اس مختصر جزیرہ کی مملوکہ سرزمین کی حفاظت کے لئے ہمیشہ ایسی جنگی تیاریان رکھین، جو دنیا کے بڑے بڑے ممالک کی حفاظت و بقا کے لئے کیجاتی ہین، کیونکہ اس جزیرہ کا زوال اپنے جغرافی جائے وقوع کے لحاظ سے ہر دو حکومتون کی سلطنت کے عروج و زوال کا مقدمہ سمجھا جاتا تھا کہ اگر فینیقیون نے اس پر کامل اقتدار حاصل کر لیا، تو گویا سلطنت یونان کے تباہ و برباد کرنے کا راستہ صاف ہو گیا، اگر رومہ نے اس جزیرہ مین قرطاجنہ کو مغلوب کر لیا، تو گویا سلطنت قرطاجنہ کے زوال کا دروازہ کھل گیا، اس لئے یہ جزیرہ گویا مشرقی و مغربی حکومتون کا سرحدی مورچہ تھا، جہان ہر طاقت اپنے اپنے مورچہ کی کامل حفاظت نہایت ہوشیاری اور مستعدی کر رہی تھی،

ان وجوہ سے جزیرہ کے چپے چپے پر جا بجا بیشمار قلعے، فوجی چھاونیان اور بارکین تعمیر ہو گئین جنمین سے بعض کی آبادی مین رفتہ رفتہ اتنی ترقی ہوئی، کہ وہ قلعے اچھے خاصے شہر بن گئے، اسلئے

ہیں صقلیہ میں قدم قدم پر فوجی استحکام نظر آتے ہیں، اور وہاں مشکل سے کوئی ایسی آبادی ملیگی، جو کسی نہ کسی مستحکم قلعہ کے زیر سایہ آباد نہ ہو، اور یہی وجہ ہے کہ یہاں کی اکثر آبادیوں کو عربوں نے "حصن" "معقل" اور "قلعہ" وغیرہ کے انتسابوں سے موسوم کیا ہے،

چنانچہ صقلیہ کی عام آبادیوں میں دیہی طرز زندگی نظر نہیں آتا، لوگ عہد قدیم سے شہروں میں رہنے کے عادی ہیں، اور یہی دستور آج تک چلا آتا ہے، کیونکہ آغاز عہد سے یہاں کی آبادیاں جنگی نقطۂ نظر سے قائم کی گئیں، لوگ مستحکم قلعوں کی پناہ میں یکجا زندگی بسر کرتے، اور ایک ہی جگہ ان کی ضرورت کا تمام سامان مہیا ہوتا، قرب و جوار کی اراضی میں دن کے وقت زراعت کرتے، اور شب میں قلعوں کے دروازے بند کرکے آرام کرتے، اور جب وقت آجاتا تو ساری آبادی کی آبادی جمع ہوتی، اور فوج کا ایک دستہ مرتب ہو کر میدان جنگ میں آجاتا،

یہاں اس طرز زندگی کی ابتدا یہاں کی قدیم قوم سیکان و سیکل کے عہد سے ہوتی ہے، ان کے عہد کی تمام آبادیاں مستقل شہر کی حیثیت رکھتی تھیں، اور ان کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی تھی، کہ ان کے تمام شہر پہاڑوں کی چوٹیوں پر آباد تھے، جس کی وجہ سے وہ بری و بحری حملوں سے محفوظ رہتے تھے، ان قدیم قوموں کے یادگار شہر اوس وقت سے عہد اسلامی تک آباد رہے، اور جن میں سے بعض آج بھی آباد ہیں خصوصًا سیکل کے متعدد مقامات کا صقلیہ کی اسلامی تاریخ میں ایک خاص حصہ رہا ہے،

سیکان اور الیمنس کی یادگاریں

ہمیں سیکان اور سیکل کی یادگاروں میں سے سیکانی یادگاروں کا پہلے پتہ دینا چاہیے لیکن افسوس ہے کہ وہ کچھ زیادہ اہم نہیں ہے، سیکانی عہد کے صرف دو شہروں کا پتہ چلتا ہے اور یہی دونوں الیمنس کی عظمت رفتہ کی بھی یاد دلاتی ہیں، یہ دونوں مقام ایرکس ( ) اور سجستا ( ) ہیں، اگرچہ پہاڑوں کے یہ نام باقی رہ گئے لیکن

ان کی آبادیاں اسلامی عہدِ حکومت تک ویران ہو چکی تھیں،

سیکل کی قدیم آبادیان سیکل کی قدیم آبادیون مین ایک مشہور آبادی اگیریم (aggrion) ہے جو بعد مین سین فیلیپو (San filippo) کہلائی، اور عربون نے اسکو اپنے لب ولہجہ مین شنت فیلب کہا، اور اب سنت فلیپو اور ارگیرو (argiro) دونون کہی جاتی ہے، اسی طرح ایک دوسری آبادی سنٹوریپا (centuripa) ہے، اسی کو عہد اسلامی مین شنتورب کہتے تھے، یہ پہاڑی پر آباد ہے اور آج کل اس کو سنتوربی (Centorbi) کہا جاتا ہے،

صقلیہ کی ان دونون قدیم آبادیون کے ساتھ یہان کی قدیم دیبی کی قیام گاہ ہینا (HENNA) کا تذکرہ کرنا بھی ضروری ہے، یہ مقام زمانہ دراز تک صقلیہ کی روحانی تسکین کا ذریعہ رہا ہے، یہ پہاڑی پر ایک مستحکم قلعہ کی شکل مین آباد تھا، عربون نے "قصر" کے اضافہ کے ساتھ اس کو "قصر یانہ" سے موسوم کیا، اور اب یہی عربی نام بدل کر کسٹرم یوہنی (Castrum johanni) سے نامزد ہے، عہد اسلامی مین اسکو نمایان حیثیت حاصل رہی،

ساحلی مقامات مین سے سیکل کی اہم یادگار (Cephaloedium) تذکرہ کے قابل سمجھی جاتی ہے، عربون نے اس کو شفلودی کے نام سے موسوم کیا، اور بعض جغرافیہ نویس جفلودی بھی لکھتے ہین، اور یہی موخر الذکر نام ابھی تک شفلو (Cefalu) کے تلفظ مین باقی رہ گیا ہے، یہ ساحل پر آباد ہے، اور جہاز کا بہترین بندر ہے، اس کی فصیل کی دیوارین سمندر سے ملی ہوئی ہین،

فینقی نو آبادیان فینقیون کا جو گروہ ٹائر اور زیڈن سے آیا تھا، وہ مشرقی صقلیہ مین آباد تھا لیکن مشرقی حصہ کی ان نو آبادیون کے متعلق یہ نہین کہا جا سکتا، کہ انکی حیثیت محض تجارتی کوٹھیون کی تھی یا انھون نے متوطن ہو کر بود و باش اختیار کر لی تھی،

بہر حال وجسطور پر بھی آباد تھے یونانیون نے اس حصہ کو نسبتہً جلد خالی کرالیا، اوران کو قرطاجنی فینیقیون کی سرزمین مین چلا آنا پڑا، جو صقلیہ کے مغربی حصہ مین آباد تھے،

مغربی حصہ کی فینقی نوآبادیون مین تین مقام موٹیا (Molya) سولس (Soloeis) اور پنرمس (Panormos) اہم حیثیت رکھتے ہین،

موٹیا صقلیہ مین فینیقیون کی سب سے پہلی نوآبادی ہے صقلیہ کے فینیقیون کو یہان کی اسلامی حکومت کے مانند شمالی افریقہ سے گہرا تعلق رہا ہے، یہ صقلیہ کی ایسی سرزمین پر قائم کی گئی تھی، جو افریقہ سے سب سے قریب تر ہو سکتی تھی، یہ وہان کے مشہور مرسی علی کے شمال مین ایک مختصر جزیرہ کی صورت مین قائم تھی، اور صقلیہ اور قرطاجنہ کے تمام تعلقات کا مرکزی مقام تھی، لیکن یہ عربون کے پرچم اقبال کے بلند ہونے سے بہت پیشتر کارتھج کے عہد حکومت چوتھی صدی ق م مین ویران ہو گئی، اور اسی کے قریب جنوب مین ایک نیا شہر لیلیبان (Lilybaeum) کے نام سے آباد ہوا، جو صقلیہ کا سب سے آخری مغربی نقطہ ہے، لیلیبان اس وقت سے عربون کے عہد حکومت تک آباد رہا، عربون نے اس کو مرسی علی کے نام سے موسوم کیا، جو اب مرسلا کہا جاتا ہے، موٹیا کی فینیقی دیوارون کے کھنڈر آج بھی اپنی عظمت کو یاد دلاتے ہین،

سولس صقلیہ کے شمالی حصہ مین ایک ایسے موقع پر لب ساحل واقع ہے، جہان ساحل کا پہاڑ ایک چکر کاٹ کر گھوم جاتا ہے، اور اس سے مشرق مین ایک خلیج بن جاتی ہے، اسی خلیج کے پہلے ساحل پر ایک پہاڑی کے اندرونی حصہ مین ایک شہر آباد ہے، جو اپنی جائے وقوع کی مناسبت سے سیلا (Sela) یعنی "چٹان" کہا جاتا تھا، اور اس کا یہی نام مقدس صحیفہ زبور مین بھی آیا ہے،

پھر اس کے نام مین تغیر ہوتا گیا، اور مختلف زمانون مین سولس (SOLOUS)

سولنٹم (Soluntum) اور سولنٹو (Solunto) سے موسوم ہوا، یہ شہر فنیقی عہدِ حکومت کا نہایت مستحکم اور کارآمد قلعہ رہا ہے، سسیکل کی مدافعانہ لڑائیون اور یونانیون کے جارحانہ حملون کا اسی مین بیٹھ کر مقابلہ کیا،

پنرمس فنیقی نوآبادیون مین سب سے اہم نوآبادی ہے، جو صقلیہ کی دو تون مشرقی قومون فنیقیون اور عربون کے عہد مین سب سے بڑا مرکزی مقام اور صقلیہ کا دارالحکومت رہا ہے لیکن فنیقی ہونیکے باوجود اس کا فنیقی نام معلوم نہ ہوسکا، یونانیون کے زمانہ مین پنرمس کہا جاتا تھا، اور غالبًا اسی وجہ سے ہولم نے اسکو یونانی نوآبادی قرار دیا ہے لیکن محققین نے اس کے نظریہ کو تسلیم نہین کیا،

یہ صقلیہ کے شمالی ساحل پر اپنی جاے وقوع کے لحاظ سے نہایت دلفریب منظر رکھتا ہے، کوہ سولورس اور پیلگرمنو کے درمیان ایک زرخیز میدان ہے، جو گولڈن شلا (سنہری کوڑی) کہا جاتا ہے، یہان سمندر ایک خلیج کی شکل مین دو شاخہ ہوکر اندر کی طرف چلا آیا ہے، اور پنرمس اسی جگہ دائین بائین سمندر کے تھپیڑے کھاتا ہوا زمانہ قدیم سے صدہا طوفانِ حوادث کے حملون کے باوجود کھڑا ہوا ہے،

عربون کے عہدِ حکومت تک اسکی جغرافی حیثیت یہی قائم رہی، لیکن بعد کو حالات بدل گئے، سمندر نے اپنی دونون شاخون کو سمیٹ لیا، شہر کی آبادی بھی کچھ ہٹ گئی ہے، اور اسی لئے اس کا بندرگاہ بہ نسبت پہلے کے شہر سے کافی دور پڑگیا ہے، عربون نے اسی کو بلرم کہا اور یہی ان کا دارالحکومت تھا، جس کے مفصل حالات جلد دوم مین آئینگے،

یونانی نوآبادیان | یونانی نوآبادیون کی ابتدا ایک اتفاقی واقعہ سے شروع ہوتی ہے، آٹھوین صدی ق م مین سمندر کی موجون کا ستایا ہوا ایک جہاز صقلیہ کے ساحل سے آلگتا ہے، یونانی شہر ایوبیا کے شہر چالکی کا ایک باشندہ تھیوکلیز اوس جہاز سے اترتا ہے، اور وطن واپس جاکر اس زرخیز زمین کے حالات بیان کرکے نوآبادی قائم کرنے کا مشورہ دیتا ہے، چالکی کی شہری حکومت اسی کو سرگروہ

بنا کر ایک جہاز بھیجتی ہے، اور یہ یونانی جماعت ۷۳۵ ق م مین صقلیہ مین توطن پذیر ہونے کیلئے سب سے پہلی مرتبہ قدم رکھتی ہے،

تھیکلیز کے ہمراہی کچھ شہر چالکی اور کچھ نیکسوز کے باشندے تھے، دونون کو پاس وطن تھا، صقلیہ کی پہلی نوآبادی نیکسوز کے نام سے قرار پائی، اور اس کا دار السلطنت چالکی مقرر ہوا،

نیکسوز:- مشرقی ساحل پر ایک ایسی سرزمین پر قائم کی گئی جسنے کوہ اٹنا کے لاوے سے جزیرہ نما کی شکل اختیار کر لی تھی آبادی کے سامنے ٹاروز کی سبز پوش پہاڑی کھڑی تھی، جہان بعد مین اس کے دامن مین ٹارمنیا آباد ہوا، پھر اس سے کچھ الگ مشہور یونانی دیوتا ارکیگیٹیز (یعنی شروع اور رہنمائی کرنے والے) کی قربان گاہ کی بنا پڑی، اور یہ آبادی اسی نام سے موسوم ہوئی، یہ سب سے پہلا یونانی معبد تھا، جسکو بہت جلد تمام یونان کی مرکزی عبادتگاہ کی حیثیت حاصل ہو گئی، لیکن تین برس سے زائد نہین گذرنے پائے تھے کہ سمندر کی دیوی نے اس دیوتا کو اپنے آغوش مین لیلیا،

سیراکیوز:- صقلیہ کو یونانی سیاحون کے قدم سے اب تک فنیقیون نے بچایا تھا جنھون نے حملہ آورون کی تخویف کیلئے اس کے متعلق طرح طرح کی افواہین مشہور کر رکھی تھین لیکن جب یونانیون کی ایک نوآبادی قائم ہو گئی، تو سرزمین یونان مین اس کی سرسبزی، زرخیزی، اور بآسانی مغلوب ہو جانے کی داستانین اس کثرت سے پھیل گئین، کہ یونانی نوآبادکارون کی آمد کا ایک تانتا بندھ گیا، چنانچہ پہلی نوآبادی قائم ہونے کے دوسرے ہی سال ۷۳۴ء مین یہان ایک ایسی یونانی آبادی کی بنا پڑی، جس کو عہد تعمیر سے عہد اسلامی تک صقلیہ کی تاریخ مین ممتاز جگہ حاصل رہی،

سیراکیوز سرزمین صقلیہ سے الگ ایک مستقل جزیرہ کے نشیب مین جزیرہ ارٹیگیا کے قریب آباد کیا گیا، ان دونون جزیرون کو ایک غیر مستقل پل (Mole) کے ذریعہ ملا دیا گیا، جزیرہ کی آبادی شمال سے جنوب مین ہے، مغربی جانب جزیرہ نمائے پلیمی ریئن ہے، ارٹیگیا، اور سیراکیوز کا ایک تنگ سوہانہ بہتر مین

بندرگاہ کے کام مین لایا گیا، یہ دہانہ بحیثیت بندر کے بہت بڑا اور بحیثیت خلیج کے بہت چھوٹا ہے، پھر جزیرہ کے شمال مین ایک مختصر سا بندرگاہ ہے، اسکی وجہ سے سیراکیوز دو شاخون مین تقسیم ہو جاتا ہے، اور بندر کے کسی قدر شمال مین ایک لمبی پہاڑی مشرقی سرے پر کھڑی ہے جس کا مشرقی سر سمندر تک چلا گیا ہے، ایک دوسری خلیج شمال مین ہے، جہان جزیرہ نما زیتی نیا نظر آتا ہے، اسی طرح ایک دوسرا جزیرہ نما تھولس آباد تھا، جنوب مین جزیرہ اور پہاڑی کے درمیان ایک نشیبی قلعہ ہے، سطح زمین نشیبی اور دلدلی ہے،

سیراکیوز کی حکومت جہان تک ترقی کرتی گئی، اس کے قرب و جوار کا علاقہ اس مین داخل ہوتا ہو گیا، اور جزیرہ صقلیہ کا وسیع علاقہ اس مین شامل ہو گیا، اسکے بعد شہر کی حفاظت کے لئے اس سے کافی فاصلہ پر مختلف قلعے تعمیر ہوئے اور ان کو مذہبی عظمت دیکر ان کی حفاظت یہان کے باشندون کا ایک مذہبی شعار قرار دیدیا گیا، یہ قلعے مختلف دیوتاؤن کے نام سے موسوم کئے گئے جنھون نے قلعہ سے گذر کر مندر کی حیثیت اختیار کر لی جنکی حفاظت کرنا ہر اوہام پرست یونانی کا مذہبی فریضہ تھا،

یہ تمام قلعے اُن سڑکون کی حفاظت کیلئے تعمیر کئے گئے تھے، جو مختلف اطرافِ ملک سے سیراکیوز کو آتی تھین، لیکن سیراکیوز کی آبادی جیسے جیسے بڑھتی گئی، یہ قلعے اوس کے وسط مین داخل ہوتے گئے، یہان تک کہ بالآخر صرف ایک قلعہ لپخیا باقی رہ گیا، اور اسی کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی، سیراکیوز کو عربون نے سرقوسہ کہا،

لیونٹینیا (Leontini) اہلِ کارنتھ کی اس نو آبادی کے قائم ہوتے ہی، چالکی یونانیون نے بھی نئے شہرون کی تعمیر کی ضرورت محسوس ہوئی، اور نکسوز اور سیراکیوز کے درمیان خود نکسوز کے بانی تھیوکلیز نے ۷۲۹ء ق م مین ایک نئے شہر لیونٹینیا کی بنیاد ڈالی، یہ پہلا یونانی شہر تھا، جو سمندر سے کسی قدر ہٹ کر ملک کے اندرونی حصہ مین تعمیر ہوا، اور اسکے ساتھ صقلیہ کے سب سے زیادہ وسیع و

زرخیز میدان کا راستہ پیدا ہوگیا جو اسی کی چند پہاڑیوں کی پشت پر واقع ہے، لیونٹینا بعد مین لنتینی Lentini ہوا، اور عربون نے بھی اس کا یہی تلفظ لینتنی قائم رکھا،

کٹانیا (Catania) چالکیون کی دوسری نوآبادی ہے، یہ اگرچہ لینتنی کی طرح سمندر سے کافی فاصلہ پر نہین لیکن نیکسوزا ور سیراکیوز کی طرح بالکل سمندر پر بھی واقع نہین ہی، عربون نے اسکو قطانیہ کہا،

مگارا (Magara) اوسی وقت جب کہ چالکی اندرون ملک مین بڑھ بڑھ کے آبادیان قائم کر رہے تھے، ۲۶ ۷ ق م مین یونانی علاقہ مگارا (MAGARA) سے لامیز (Lamis) کی سرکردگی مین ایک جماعت آئی، اور جنگ وجدال کے بعد شمالی ساحل پر ایک نوآبادی قائم کی، اور اپنے آبائی وطن کے نام پر مگارا سے موسوم کیا، اسکو یونانی تاریخ مین نمایان شہرت حاصل رہی، مگر بعد کو ویران ہوگیا، اور صرف کھنڈر باقی رہ گئے،

مسینا (Messina) مگارا کی بنا کے بعد ہی ایک ایسے شہر کی بنا پڑی، جسکو اگرچہ یونانیون کے عہد حکومت مین بجز اسکے کہ وہ رومیون کے جزیرہ مین آنے کا ایک وسیلہ بنا اور کوئی ایسی اہمیت حاصل نہین ہوئی، مگر دور اسلامی مین یہ شمالی صقلیہ کا سب سے بڑا مرکزی مقام بنگیا،

یونان کے خطہ کیمی (Kyme) کے چند بحری ڈاکو جو غارتگری کرتے پھر رہے تھے، گھومتے گھومتے ساحل صقلیہ پر اوتر پڑے، اور باقاعدہ طور پر ایک بستی زنکلی (Zankle) آباد کرکے مقیم ہوگئے، پھر کچھ دنون کے بعد یہی مقام کیمی اور چالکی دونون کی مشترکہ کوششون سے ایک باقاعدہ شہر بنگیا، پھر تقریباً ایک صدی کے بعد کچھ لوگ اسی شہر مین میناسی آتے ہین، اور اس پر رونق وآباد شہر پر قابض ہوکر مسینا کے نام سے موسوم کرتے ہین، اور اس کا یہی نام عربون کے عہد حکومت تک مسینا و مسینی دونون طریق املا کے ساتھ قائم رہا،

مسینا کی آبادی آبنائے کے اوپر نہایت عمدہ موقع پر واقع ہی، اس کا بندرگاہ صقلیہ کے مشہور بندرون مین شمار کیا جاتا ہی، اسکی آبادی سے صقلیہ کے مشرقی ساحل کی یونانی نوآبادی پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتی ہے،

گیلا (Gela) اس کے بعد یونانی صقلیہ کے شمالی و جنوبی ساحل کی طرف متوجہ ہوئے جہان اب تک بحر شمالی قلعہ میلاؤ (Mylaio) کے کوئی اور آبادی قائم نہین ہوئی تھی ان لوگون نے اس سمت ۶۸۹ق م رخ کیا، اور ادھر آتے ہی سیکان اور سیکل کی نوآبادیان ان سے بہت قریب ہو گیئن،

گیلا جنوبی ساحل کی پہاڑی لنڈانی وائی پر آباد کیا گیا، دریائے گیلاس اس کے بہت قریب سے گذرتا ہے، اس کو تاریخی حیثیت سے بڑی شہرت حاصل ہوئی، کیونکہ اس کی تعمیر کے بعد ہی صقلیہ کے مشرقی و جنوبی حصون پر اقتدار قائم ہونا شروع ہوا، اور ۵۹۹ق م تک حکومت سیرا کیوز تمام مشرقی و جنوبی صقلیہ پر قابض ہو گئی،

ہمیرا کی آبادی ۶۴۸ق م مین قائم ہوئی یہ مسینا و سلوڈیم کے وسط مین آباد تھا، اسکی خونین داستانین تاریخ مین ثبت ہین، لیکن یہ صرف ۲۴۰ برس تک آباد رہ سکا،

ٹارمینی (TAORMINO) ہمیرا کا ایک محفوظ قلعہ تھا، جو شہر کی ویرانی کے بعد آباد ہو گیا ہمیرا کی تمام آبادی یہین اٹھ کر چلی آئی، ٹارمینی کو عرب طبرمین کہتے ہین، اور صقلیہ کے اسلامی دور مین اسکو نمایان جگہ حاصل رہی،

سلینوس (SELINOUS) ادھر شمال و جنوب مین یہ آبادیان قائم ہو رہی ہین، ادھر باشندگان میگارا مغرب کی طرف پیشقدمی کرتے ہین، اور فینقی آبادیون کے وسط مین سلینوس کی بنا ڈالتے ہین، جو دریائے میگارس پر یونانی نوآبادیون کو سیکل، ایلیمیس اور فینقی حملون سے بچانے مین نہایت کارآمد ثابت ہوا، اگرچہ اب یہ غیر آباد ہے لیکن اسکے آثار دور حاضر مین بھی قائم ہین،

اکراگس کی بنا ۵۹۹ق م مین سلینوس اور گیلا کے درمیان دو دریاؤن کے بیچ مین ایک پہاڑی کی وادی مین قائم ہوئی، رفتہ رفتہ اسکی آبادی بڑھتی گئی، لیکن ساحل سے دور ہونے کے باعث

اپنی ترقی کے باوجود سمندر تک نہین پہنچ سکا، اکراگس کی حکومت صقلیہ کی قدیم تاریخ مین سیراکیوزس کے بعد دوسرے درجہ پر تھی لیکن سمندر سے دور ہونے کی وجہ سے سیراکیوز جیسی بحری طاقت حاصل نہ کرسکا،

جرجنتی (GIRGENTI) امتدادِ زمانہ سے اکراگس کا اصل شہر ویران ہوگیا اور اسی کی جگہ جرجنتی آباد ہوا جسکو عرب جرجنت کہتے ہین،

اب تقریبًا تمام ساحلی مقامات پر یونانی نوآبادیان نظر آتی ہین لیکن سیکل اور فنیقی نے اپنے اپنے گوشہ کو ابھی تک خیرباد نہین کہا ہے، انھی کے پہلو بہ پہلو وہ بھی دم خم سے جمے ہوئے ہین خصوصًا ملک کا اندرونی حصہ خود مختار سیکل کے پاس ہے، اور میلاؤ اور ہیمرا کا درمیانی شمالی ساحل بھی انھین کے قبضہ مین ابتک باقی ہے،

اگرچہ اس کے بعد بھی یونانیون کے مختلف جہاز صقلیہ کی طرف آئے لیکن اکراگس کے بعد کسی قابلِ ذکر یونانی شہر کی تعمیر نہین ہوئی، ۵۸۰ ق م مین کچھ لوگ کنائی ڈوز اور رودس سے اینٹا تھولوس کی سرکردگی مین یہان پہنچے، اور فنیقی آبادی کے وسط مین لیلیبان کے قریب ایک نئے شہر کی بنا ڈالنی چاہی، لیکن قدیم باشندون نے قدم جمنے نہین دئے پھر اسی زمانہ مین سیلینوس کے یونانیون اور سجستا کے الیمیس مین جنگ چھڑ گئی، فنیقی الیمینس کے ساتھ تھے، اور نوواردین نے اپنے ہموطن یونانیون کا ساتھ دیا لیکن وہ خود اپنے سرگروہ اینٹا تھولوس کو کھو بیٹھے اور صقلیہ سے فرار ہونا پڑا،

اب یونانیون کی نظر اردگرد کے جزائر پر پڑی، افریقہ کے قریب کے جزیرے پہلے سے معمور تھے، البتہ جنوبی اٹلی اور صقلیہ کے جزیرے اپنے آبادکارون کے منتظر تھے، چنانچہ بہت ہی قریب زمانہ مین شمال مغرب کے جزائر لیپارا وغیرہ یونانیون سے آباد ہوگئے،

غرض یہ کہ اب صقلیہ کا مشرقی ساحل اور اسکے ساتھ شمال وجنوب کی تمام مشرقی سرزمین یونانی نوآبادیون سے گھر گئی، اور جنوبی اٹلی اور صقلیہ کے قریب کے جزیرے بھی یونانیون کے زیر اقتدار آگئے،

پھر ادھر صقلیہ کے بعض حصص کے ساتھ افریقیہ مین کارتھیج کا ستارۂ اقبال بلند ہے، اور افریقیہ اور صقلیہ کے قریب کے تمام جزیرون پر انھی کو کامل اقتدار حاصل ہے، اور پھر ان نوآبادیون کے قیام کے بعد سرزمین صقلیہ مین انھی دونون قومون کی تاریخ کی خونچکان داستان شروع ہوتی ہے،

لیکن یونانی نوآبادیات کا بیان ختم کرنے سے پہلے ہمیں یونانی عہد کی ایک سیکل یونانی نوآبادی کا تذکرہ کرنا ہے جب ڈلیسئیس شاہ سیکل جلاوطن کرکے یونان بھیجا گیا، تو اس نے اپنے حسن تدبیر سے بعض یونانی قومون کو ایک نئی نوآبادی قائم کرنے پر آمادہ کرلیا، اور اپنی سرکردگی مین یونانی جماعت کو ساتھ لے کر صقلیہ پہنچا، اور ایک نئے شہر کالی اکٹی کی بنیاد ڈالی، اور اسی کے بعد سیرا کیوز اور اکراگس کی باہمی عداوت کی تخم ریزی ہوئی، ۴۴۶ ق م مین نہایت اہم نتائج پر اس کا خاتمہ ہوا،

رومی نوآبادیان صقلیہ کی تاریخ مین یونانیون کے بعد رومیون کا دور آتا ہے، اس عہد حکومت مین یہان کے سیاسی حالات جو کچھ بھی رہے ہون، لیکن نوآبادیون کے لحاظ سے یہ صقلیہ کے لئے نہایت ناکام عہد ثابت ہوا ہے، یہ صحیح ہے کہ ملک مین نوآبادیان اپنے ابتدائی عہد مین قائم ہوتی ہین، لیکن بعد کی آنے والی قومون کا فرض ہے، کہ اگر ان مین مزید اضافہ نہ کرسکین، تو کم از کم آبادیون کی قدیم رونق کو توبدستور قائم رکھین، لیکن صقلیہ مین رومی عہد حکومت اس لحاظ سے بھی نہایت مایوس کن ہے،

رومی عہد حکومت مین آبادیون کے لحاظ سے اگسٹس کا زمانہ بہترین زمانہ سمجھا جاتا ہے، اس نے رومن طرز حکومت مین انقلاب کیا، اور تمام صقلیہ کو رومی نوآبادی قرار دینا چاہا، سیراکیوز جو اب تک کئی مرتبہ برباد ہوچکا تھا، نئے سرے سے تعمیر ہونا شروع ہوا، اور ایک معزز رومی آبادی کے تمام لوازم مہیا کردئے گئے، یہانتک کہ ایمفی تھیٹر کی شاندار عمارت بھی اس سرزمین پر تعمیر ہوگئی، لیکن ان سب

کے باوجود سیراکیوز کی قدیم رونق عود نہ کر سکی،

صقلیہ کی رومی نوآبادیون مین سیراکیوز کے علاوہ ٹاورنیم (TAUROMENIUM

کٹانا (CATINA) تھرما (THERMA) اور ٹنڈیرس (TYNDARIS

پیرس (NETUM) وغیرہ کو امتیازی خصوصیت حاصل ہے، اور ان کے علاوہ میسنا، ہجستا، نیوٹم

اور چند دیگر مشہور شہر اگرچہ آباد تھے، مگر سیاسی مظالم سے ایسے برباد ہو رہے تھے، کہ خود آگسٹس کے عہد کا

یونانی مورخ اسٹرابو صقلیہ کے اس عہد پر تبصرہ کرتے ہوئے صاف صاف کہہ دیتا ہے:

"اب قدیم شہر بالکل ویران ہو گئے ہین، اور ملک نہایت ردی حالت مین پڑا ہوا ہے"

صقلیہ مین حکومت روما کے بعد عہد مظلمہ کا آغاز ہوتا ہے اور تاریخ صقلیہ کے صفحات مین صقلیہ بہت کچھ زیر و زبر ہوتا ہے، مگر شہری ترقیون کا صفحہ خالی ہے، یہانتک کہ رومیون کی دوسری مشرقی شاخ بیزنطی دور حکومت کا آغاز ہوجاتا ہے[1]،

بیزنطی نوآبادیان

چند سیاسی انقلابات کے بعد ۵۵۱ء سے حکومت روما کی دوسری مشرقی شاخ بیزنطی اٹلی اور اسکے ساتھ صقلیہ مین برسر اقتدار ہو گئی، اور اس وقت یہی حکومت بیزنطی بحر روم کی تنہا مالک تھی، کہ عربی بیڑے سمندر کی تلاطم خیز موجون سے کھیلتے ہوئے افریقیہ مین لنگر انداز ہوئے اور اب اس مشرقی رومی حکومت کو جزائر بحر روم مین صقلیہ سے بہتر کوئی دوسرا محافظ قلعہ نظر نہین آیا چنانچہ افریقیہ کے تمام رومی صقلیہ مین منتقل ہو گئے، اور صقلیہ کے جنگی استحکامات شروع ہو گئے،

عربون کے داخلہ کے وقت صقلیہ کی آبادیان،

اس لئے صقلیہ مین دور اسلامی کے شروع ہونے سے پیشتر ویران صقلیہ پھر آباد ہونے لگا جزیرہ کے تمام ساحلی شہر نئے سرے سے درست ہو گئے نیلگے

---

[1] آبادیون کے یہ حالات اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱۳، انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵، تاریخ یونان بیوری، تاریخ روما پیلہم اور نزہتہ المشتاق وغیرہ سے ماخوذ ہین،

شہرون کی رونق بڑھی، لیکن شہرون کی شہری ترقی سے زیادہ ان قلعون کے استحکام پر زور صرف ہوا جو شہرون کی چوکیون پر قائم تھے،

یونانی عہد کی نوآبادیون کے سلسلہ مین اشارہ کیا جاچکا ہے، کہ اس عہد مین سِکَل، اتینیس فنیقی اور یونانی چار قومین موجود تھین، اور صقلیہ ان سب مین باہم تقسیم ہوگیا تھا، ہر شہر کی حکومت جداگانہ اور خود مختار تھی، اسلیئے شہر کی حفاظت کیلیئے ہر گوشہ پر قلعہ تعمیر ہوتے تھے، اور اس طرح ایک مختصر سے جزیرہ مین جابجا صدہا قلعے تعمیر ہوگئے تھے، اور پھر جو کچھ کمی تھی، وہ رومی عہد مین پوری ہوگئی تھی،

قلعے — اس لئے جب حکومت بیزنطی نے صقلیہ مین اپنی منتشر قوت کو جمع کرنا شروع کیا، اور صقلیہ کو ایک مرکزی فوجی چھاؤنی کی حیثیت دینا چاہی تو انھی قلعون کی تعمیر سرگرمی سے شروع ہوگئی، اور یہان عربون کے قدم رکھنے کے بیشتر غیر آباد قلعے آباد ہوچکے تھے،[۱] گو اس مین رہنے والون کی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی، اس لئے صقلیہ مین عربون کے داخلہ کے وقت کافی آبادیان قائم ہوگئی تھین، کچھ تو قدیم شہر تھے، اور کچھ وہ قلعے تھے، جو سیاسی حالات کے ماتحت اوسی وقت آباد ہوئے تھے،

لیکن امتداد زمانہ اور مختلف سیاسی انقلابات کے باعث صقلیہ کے ان شہرون مین ایسا اتار چڑھاؤ ہوتا رہا، کہ عہد اسلامی مین بعض اپنی قدیم جائے وقوع سے ہٹ کر کہین سے کہین جا پہنچے، کسی کی آبادی مین اضافہ ہوا، کسی کی آبادی مین کمی ہوگئی، بعض معمولی آبادیان پر رونق شہر بنگئین، اور بعض بسے بسائے شہر اجڑ کر ویران ہوگئے، بعض قلعے شہر بنگئے، اور بعض شہر محض فوجی چھاونیان بنکے رہ گئے،

خصوصًا اسلامی حکومت نے اپنے سیاسی مصالح کی بنا پر یہان کی آبادیون کے متعلق

---

[۱] نزہۃ المشتاق، معجم البلدان، ج ۵ ص ۳۷۴،

ایک خاص روش یہ اختیار کی، کہ ان تمام منفرد قلعون کو جا بجا اندرون ملک مین قائم تھے غیر مسلح کر کے معمولی شہری آبادی بنا دیا، جس کی وجہ سے وہ اگرچہ قلعہ کے نام سے موسوم رہے، مگر درحقیقت وہ ایک معمولی آبادی کی حیثیت مین تھے جن مین سے بعض ترقی کرتے کرتے اچھے خاصے شہر بن گئے،

عہد اسلامی مین آبادیون کی صحیح تعداد،

یہی وجہ ہے کہ جب عرب جغرافیہ نویس اسلامی عہد مین صقلیہ کی تمام آبادیون[۱] کی تعداد شمار کرنے لگے، تو ان کو تین حصون مین تقسیم کرنا پڑا، آباد شہر، فوجی قلعے، اور قلعہ اور شہر کی درمیانی آبادی، پھر مختلف اہل جغرافیہ نے اپنے فہم و ذوق کے مطابق ان آبادیون کو شہر، قلعہ، حصن اور معقل وغیرہ مین تقسیم کر کے ہر ایک کی تعداد مختلف قرار دی،

چنانچہ ادریسی نے شہر کی تعداد ۱۰۰ بتائی ہے جنمین سے ۳۵ لب ساحل آبادین، اور قلعہ اور شہر کی درمیانی آبادیون کی تعداد ۳۰ بتائی ہے[۱]،

مولف تاریخ صقلیہ فقیہہ ابو علی حسن بن یحییٰ نے قاضی ابو الفضل کے بیان کے مطابق شہر ۱۸ اور قلعے ۳۲۰ سے زیادہ قرار دئے ہین، لیکن صقلیہ کے ممتاز اہل قلم ابن القطاع الصقلی نے اس موقع پر مؤلف کے اس بیان سے اختلاف کرتے ہوئے اسی کتاب کے حاشیہ پر اپنے قلم سے چند سطرین لکھی تھین جنمین شہر کی مجموعی تعداد ۲۳ تھی، اور وہ قلعے جو شہر سے الگ قلعہ کے کام مین تھے، کل ۱۳ تھے، یاقوت حموی کی نظر سے یہ حاشیہ گذرا ہے[۲]،

اس اختلاف سے کم سے کم یہ اندازہ ہو جاتا ہے، کہ عہد اسلامی مین صقلیہ کی آبادیون کی مجموعی تعداد ۳۵۰ کے قریب ہوگی، اور ابن القطاع کی تصریح کے بموجب ان مین کم سے کم ۲۳ آبادیان ایسی ضرور تھین، جو بڑے شہر کی حیثیت رکھتی تھین، اگرچہ ابن قطاع کی یہ تحدید بھی صحیح نہین ہے،

---

[۱] نزہۃ المشتاق ص ۲۱، [۲] معجم البلدان ج ۵ ص ۳۷۲،

شہرون کا لب ساحل ہونا | گذشتہ بیان سے یہ اندازہ ہوا ہوگا کہ صقلیہ کے جغرافی حالات کی بنا پر اس کی آبادیون کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ اکثر ممتاز اور اہم شہر بالعموم ساحل پر آباد تھے، اور تاریخ کے ہر دور مین یہی حالت قائم رہی چنانچہ اسلامی عہد کے اکثر ممتاز شہر بھی ساحل ہی پر آباد رہے، اور پورے دور حکومت مین انھی ساحلی شہرون کو مرکزیت حاصل رہی، یہی تجارت کی بڑی منڈیان تھے یہین ہر قسم کی تمدنی چہل پہل، پر رونق بازار، عالیشان عمارتین، اور امرا کے سامان عیش و نشاط کی عام فراوانی نظر آتی تھی؛

ساحلی شہر | ساحل کے اہم و ممتاز شہر حسب ذیل ہین؛

(۱) بلرم (پلرمو)	(PALERMO)	(۱۲) لنتینی (〃)	LENTINI
(۲) ثرمہ (ترمینی)	TERMINI	(۱۳) سرقوسہ (سیراکیوز)	SYRACUSE
(۳) قارونیہ (کارونیہ)	CARONIA	(۱۴) شکلہ (سکلی)	SCICLI
(۴) شنت مارکو (〃)	S. MARKO	(۱۵) رغوص (رگوسا)	RAGUSA
(۵) ناصو (〃)	NASO	(۱۶) بثیرہ (بٹیرہ)	BUTERA
(۶) بفطس (پٹی)	PATTI	(۱۷) لنیاذا (لیکاٹا)	LICATA
(۷) میلاص (میلازو)	MILAZZO	(۱۸) الشاقہ (ساکا)	SEIACCA
(۸) مسینا (〃)	MESSINA	(۱۹) مازر (مزارا)	MAZARA
(۹) طبرمین (ٹارمینا)	TARMINA	(۲۰) طرابنس (ٹراپرو)	TRAPARU
(۱۰) لیاج (اکی)	ACI	(۲۱) قلعۃ ادبی (کلالوبی)	CALALUBO
(۱۱) قطانیہ (کٹانیا)	CATANIA	(۲۲) برطنیق (پارٹینیکو)	PARTINICO

اندرون ملک کے شہر | انکے علاوہ اندرون ملک کے شہرون مین سے صرف تین شہر اپنی قدیم تاریخی عظمت کے ساتھ عربون کے عہد مین زندہ رہے، وہ یہ ہین:۔

(۲۳) قصریانہ (کسٹروگیوینا) CASTROGIOUANNIA

(۲۴) جرجنت (گرگنٹی) GERGENT

(۲۵) نوطس (نوٹو) NOTO[1]

ان شہرون کی عہد اسلامی مین کیا حیثیت تھی، اس کا تفصیلی مرقع کتاب کی دوسری جلد مین نظر آئے گا، یہان صرف یہ دکھانا مدنظر ہے کہ صقلیہ کی آبادیون کے یہ تدریجی حالات تھے، کہ عربون نے یہان قدم رکھے،

صقلیہ کی زبان

قدیم زبانین صقلیہ جسطرح مختلف قومون کا آماجگاہ رہا، ویسے ہی ان قومون کی مختلف زبانین بھی یہان مدتون ملکی زبان کی حیثیت سے قائم اور زندہ رہین، صقلیہ کی قدیم قومون سِکَل؛

[1] صقلیہ کے ان شہرون کے عربی نامون کو اون کے قدیم نامون سے جو اوپر گذر چکے ملا کر دیکھین تو پتہ چلیگا کہ جسطرح جزیرہ کا اصل نام برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی، اوسی طرح شہرون کے نام بھی برقرار رکھے گئے، جو کچھ فرق ہوا، وہ صرف عربی لب و لہجہ مین ادا ہونے کے باعث پیدا ہو گیا،

صقلیہ کے ان شہرون کے یہی نام اسلامی حکومت کے زوال کے بعد بھی قائم رہے، نارمنون نے قدیم نامون کو اختیار کرنے کے بجائے عربی نامون کو اختیار کیا، چنانچہ قوسین مین ان کے جو جدید نام پیش کئے گئے ہین، اون سے اندازہ ہوتا ہی کہ جب یہ عربی نام دوبارہ لاطینی لہجہ اور رسم الخط مین منتقل ہوئے، تو وہ بھی اثر پذیر ہوئے بغیر نہین رہ سکے، اور رفتہ رفتہ لب و لہجہ کے اختلاف سے اکثر کے نامون مین ایسا تغیر ہوا کہ مشکل سے پہچانے جا سکتے ہین،

یہ نام نزہۃ المشتاق کے ایطالوی ترجمہ سے نقل کئے گئے ہین، یہ وہی نام ہین، جو آج کل ملک مین رائج ہین، ان سے یہ بھی اندازہ ہوگا، کہ ان کے قدیم اور موجودہ نامون مین اب کسقدر فرق ہو گیا ہے،

سیکان اور الیمینس کی زبان کیا تھی، یہ علم السنہ کا ایک دقیق مسئلہ ہے، لیکن جسطرح وہ رفتہ رفتہ یونانی قوم بن گئے، ویسے ہی ان کی زبان بھی یونانی زبان ہوتی گئی، اور جب تاریخ نے اپنی تحقیق و تفتیش کے دفتر کھولے، تو صقلیہ مین یونانی ہی یونانی رائج تھی، البتہ سیکن زبان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ لاطینی کے قریب قریب ہے،

ہبرو، پھر جب فنیقیون کے قدم پہنچے، تو ان کے ساتھ ان کی زبان بھی آئی، جو ہبرو تھی، ہبرو کی یادگار صقلیہ کے بعض شہرون کے نامون کی اصل حقیقت کی تحقیق مین آج بھی ملتی ہے، لیکن یونانی اقتدار کے ساتھ یونانی زبان ملک مین اس طرح چھا گئی کہ ہبرو کی یادگار صقلیہ کے بعض شہرون کے نامون کے علاوہ آج کچھ بھی موجود نہین، البتہ اس سلسلہ مین ان چند فنیقی سکون کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے جو صقلیہ سے دستیاب ہوئے ہین، اور ان پر فنیقی قصے کندہ ہین،

لاطینی و یونانی پھر صقلیہ مین یونانیون کے تسلط کے بعد یونانی زبان عام طور پر رائج ہو گئی، جسکا رومیون کی لاطینی زبان نے آکر مقابلہ کیا، اور رفتہ رفتہ لاطینی قوی تر ہوتی ہو گئی، اور یونانیون نے بھی عیسائیت کے نام پر بخوشی اسکو قبول کر لیا، اور اسلامی عہد حکومت سے پہلے ہی یہان کی دفتری زبان قرار پائی، لیکن کتابی اور بول چال کی عام زبان یونانی بھی برقرار رہی[1]،

عربی جب مسلمانون کا عہد حکومت شروع ہوا تو اسلام کی محبوب و عالمگیر زبان عربی کو بھی رسوخ حاصل ہوا، اور صقلیہ کی دفتری زبان عربی قرار پائی، جسکے علوم و آداب کا مفصل تذکرہ جلد دوم مین آئے گا،

صقلیہ کے مذاہب

قدیم مذاہب سیکان، سیکل، اور الیمنیس وثنیت کے مختلف طریقون کے پجاری تھے، صقلیہ مین سیکل کے

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنز، ج ۲ ص ۱۲ و ۲۱ لغایت ۳۰، و انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ (سسلی)

مشہور دیبی ہینا (HENNA) کو شہرت دوام حاصل ہوئی، اور اس کے نام کا شہر آج تک اس سرزمین کی زینت ہے، الیمنس کا وہ مشہور مندر جو کوہ ایرکس پر واقع ہے، الیمنس کے عہد سے رومیوں کے زمانہ تک مختلف قوموں کا مرجع بنا رہا،

اس طرح ایک ہی دیبی جو ایک خاص قوم کی مورتی تھی، مختلف قوموں کے درمیان مختلف ناموں اور نسبتوں سے قابلِ احترام سمجھی جاتی رہی، اور جب ایک ہی مندر میں دو قوموں کے پجاری یکجا ہونے لگے، تو رفتہ رفتہ قومیت کا فرق بھی جانے لگا، اور پھر سیاسی اغراض کے ماتحت جب ایک سیکل فرمانروا طلوعِ صبح صادق کے وقت یونانی دیبی کے آگے خاموشی سے سرِ نیاز جھکائے عقیدتمندانہ ہاتھ باندھے کھڑا دکھائی دیا، تو گویا اسی دن سیکل دیبیوں کی پرستش سے منہ موڑ کر یونانی دیبیوں کی پرستش کا اعلان کر دیا گیا، یہانتک کہ جب قدیم قومیں اپنی قومیت ترک کر کے یونانی اور فینقی قرار پائیں، تو قدیم دیبیوں نے بھی یونانی و فینقی نام اختیار کر لیے چنانچہ الیمنس کے مندر کی جو دیبی کوہ ایرکس پر واقع تھی، وہ فینقیوں کے یہاں اسٹورتھ (ASHTORETH) سمجھی گئی، یونانیوں نے افروڈائٹ (APHRODITE) کہا اور لاطینیوں نے وینس کے نام سے پکارا،

اور قومیت کی طرح مذہب کی تفریق بھی جاتی رہی، اور اتحادِ قومیت کے ساتھ اتحادِ مذاہب کی بنیاد بھی مستحکم ہو گئی،

مذہب فینقی فینقی اپنے قدیم شامی مذہب وثنیت کے پیرو تھے، پہاڑ کی بلند چوٹیوں پر اپنی دیبیوں کے مندر تعمیر کرتے تھے اور بعد میں کے سونے کے خوبصورت مجسمے بناتے، اور ان کی پرستش کرتے بعل کے علاوہ کنعان، بالم اور اسٹورتھ ان کے وہ بت تھے جنکی پوجا صقلیہ میں ہوتی تھی، لیکن اس کے ساتھ ان کے یہاں ایک نہایت انسانیت سوز طریقِ عبادت یہ تھا، کہ

خاص خاص موقعون پر اپنے لڑکون کو ان بتون کے نام پر آگ مین زندہ جلا کر بھینٹ چڑھایا کرتے تھے،
چنانچہ کواٹرکیس اور بیرمس کے مندرون مین صدیون تک یہ مراسم جاری رہے،

یونانی مذاہب اس کے بعد جب یونانیون کا دور آیا تو صقلیہ مین یونانی دیبون اور دیوتاؤن کی پرستش ہونے لگی، اور یونان کے دیوتاؤن و دیبون کے بت صقلیہ کے ایک ایک گھر مین نصب ہو گئے، اور صقلیہ کے بعض مندرون کو مذہبی اعتبار سے اسقدر شہرت حاصل ہوئی کہ اصل یونان کے باشندے یہان آکر پوجا کرنے لگے، اور اس زیارت گاہ کی زیارت منجملہ فرائض مذہبی کے ایک اہم فریضہ قرار پائی، اور یہان کے بعض سالانہ مذہبی تہوارون نے ایسی شہرت حاصل کی کہ دنیا کی تمام یونانی نوآبادی کے باشندے اس جگہ سال مین ایک مرتبہ جمع ہونا مذہبی فرض سمجھتے، اور دور دراز کے عقیدتمند یہان آکر مرادین مانگتے، اور کامیاب ہو کر شکرانہ مین نذرانے چڑھانے آتے صقلیہ کی یہ مذہبی خصوصیت تاریخ یونان مین نمایان طور پر بیان کی جاتی ہے،

عیسائیت یونانی وثنیت کے بعد لاطینی وثنیت کا دور آیا، اور وینس کی پوجا کے چند صدی گذرنے پائے تھے کہ سرزمین صقلیہ مین عیسائیت کا آغاز ہوا، انجیل کتاب اعمال مین ہے کہ

"پال (شاگرد مسیح ع) صقلیہ گیا اور سیراکیوز مین تین دن مقیم رہا"

انجیل کی اس عبارت کی تفسیر مین جو مذہبی قصص شہرت رکھتے ہین، ان سے پتہ چلتا ہے، کہ پال جب صقلیہ آیا، تو اس کو سیراکیوز مین ایک پادری ملا، جو مارکین کے نام سے مشہور تھا، وہ اپنے گرجے مین وعظ کہا کرتا، اور کہا جاتا ہے، کہ اوس کا قدیم گرجا ارک راڈینا کے نشیب مین واقع تھا،

قصص مین یہ بھی مشہور ہے کہ سینٹ پیٹر (شاگرد مسیح) نے اپنے شاگردون کو اینٹیاک سے صقلیہ بھیجا تھا، پیٹر کا ایک شاگرد پنیک راٹنیس تھا، جو ٹاورمینا کا باشندہ تھا، اس نے اپنا گرجا ایک مندر

مین بنایا، جواب تک طرابین کے شہر کی دیوارون کے باہر قائم ہے، پینک رائٹس نے بہت سی خبیث طاقتون" سے جنگ کی، یہ خبیث طاقتین سیکل کی یادگار بت یالیکی، لائینس اور فالکس تھے، پینک نے ان تینون بتون کو سرنگون کرکے عیسائیت کا علم بلند کیا،

سینٹ پیٹر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ خود بھی صقلیہ آیا تھا، اور رومن عہد کی ایک مدرعمارت جو قطانیہ مین قائم ہے، سینٹ پیٹر کے گرجا کے نام سے منسوب ہے، جسکو سینٹ پیٹر نے حضرت مریم کی زندگی مین گرجا بنایا تھا،

سینٹ پیٹر کے دو اور مشہور شاگرد فلپ اور سینٹ کلبرز کے افسانے صقلیہ مین مشہور ہین، اور جا بجا انکی یادگارین آجتک قائم ہین، اور مسیحیت کی اشاعت مین انکا نمایان حصہ ہے،

صقلیہ کی کنواری ننون مین سے دو ننون کو شہرت خصوصی حاصل ہے، ان مین سے ایک سینٹ اگاتھا، اور دوسری سینٹ لوسی (لوسی کے نام سے بہت سی نن گذری ہین جنمین یہ سب سے پہلی ہے) ہے، ان دونون دوشیزہ مظلومون نے مسیحیت پر اپنی زندگی قربان کی، اور اسکی اشاعت کرتے کرتے ایک نے شہنشاہ ڈی سی ایس (۲۴۹ء سے ۲۵۱ء) کے عہد مین جام شہادت نوش کیا، اور لوسی کی شہادت ڈیوکلی ٹین کے عہد مین ۳۰۵ء مین ہوئی، صقلیہ مین ان دونون کے کارنامے بہت کچھ مشہور ہین، اور ان کی شہادت کے افسانے بھی خاص شہرت رکھتے ہین، خصوصًا پاکدامن لوسی کے دامن عصمت کو داغدار بنانے کی ناکام کوشش کی گئی،

اس کے بعد صقلیہ کے مسیحیون کو نمایان رتبہ حاصل ہوا، اور ان کے پادریون اور گرجاؤن کی ایک خاص نظم و ترتیب قائم ہوئی، چنانچہ قسطنطین سوم کے عہد مین حسب ذیل مقامات پر پادری رہا کرتے تھے،

سیراکیوز (سرقوسہ)، پنرمس (بلیرم)، کٹانیا، (قطانیہ)، ایگریگنٹم، ٹرا، ڈرینم (طرابین) وغیرہ

مین ایک ایک بشپ ہوتا، اور رومن کونسل مین صقلیہ کے ان پادریون کی نمایندگی تسلیم کی گئی، اور وہ کونسل کے اجلاس مین اہالیان صقلیہ کے نمایندہ کی حیثیت سے شرکت کر کے معاملات حکومت مین برابر کے حصہ دار تسلیم کر لیئے گئے،

صقلیہ کی یہ ابتدائی مذہبی تاریخ ہے، اس کے بعد جب رومن امپائر کے سیاسی حالات مین مدو جزر آئے، اور رومن امپائر دو مختلف حصون مین تقسیم ہو گیا، تو صقلیہ مشرقی روم حکومت قسطنطنیہ کے زیر حکومت آیا، اور جب شاہ قسطنطنیہ لیو نے بعض مشرقی تعلیمات سے متاثر ہو کر مسیحیت مین مورتی پوجا کی مخالفت کی، اور عالم مسیحیت مین اس کے خلاف عالمگیر جذبہ نفرت پیدا ہو گیا، تو صقلیہ نے لیو کا ساتھ دیا، اور اس کے مذہبی اصلاحات کی پوری تائید کی، اور اس سے باشندگان صقلیہ کے اس ذہنی استعداد کا پتہ چلتا ہے جو ان مین عقیدۂ وحدانیت کے قبول کرنے کیلیئے موجود تھی،

صقلیہ کے گرجاؤن پر بڑی بڑی جائدادین وقف تھین، جنکے متولی وہان کے پادری ہوتے تھے، اور ان سب کی نگرانی پاپائے اعظم کی سینٹ کرتی تھی، چنانچہ ان جائدادون کے متعلق پوپ گریگوری اعظم (۵۹۰ء سے ۶۰۴ء) کے بہ کثرت خطوط اب تک محفوظ ہین،

پاپائے اعظم یہان کے مذہبی معاملات کی پوری نگرانی کرتا خصوصًا عیسائیت کے نشر و اشاعت اور جائدادون کے تحفظ پر خاص طور پر نظر رہتی تھی، پوپ گریگوری اعظم اپنے ایک خط مین لکھتا ہے:-

"یہودیون پر ظلم نہ کیا جائے، اور جو عیسائی ہو جائین ان کی لگان کم کر دیجائے،"

اسی کے ساتھ غیر مذاہب کے پیرؤن کے معاملات کا مرافعہ بھی پاپائے اعظم کے دربار مین ہوتا تھا، چنانچہ جب پیرمس کے پادری نے یہودیون کے عبادت خانون پر قبضہ کر کے انکو گرجا بنا دیا، تو گریگوری نے اپنے ایک خط مین لکھا:-

"یہ کام مناسب نہین ہوا ہے لیکن چونکہ یہ عمارت پاک کر لی گئی ہے، اسلیئے اب یہودیون کو واپس

نہین کی جا سکتی، مگر یہودیون کو اسکی قیمت دیجائے"۔

یہودی پوپ گریگوری کے خطوط سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہودی اس عہد مین صقلیہ مین آباد تھے، اور وہ یہان کے متمول زمیندار و سرمایہ دار کی حیثیت رکھتے تھے چنانچہ جو زمینین گرجاؤن پر وقف تھین، ان کے بیشتر زمیندار یہی یہودی تھے! ور ان کے متعلق گریگوری اعظم کے خطوط مین کافی ہدایتین موجود ہین۔[1]

مذہب اسلام کے داخلہ کے وقت یہان کے مذاہب مذہب اسلام کے داخلہ سے پہلے یہان جو مذاہب قائم تھے، وہ فریمان کے بیان کے مطابق یہ ہین:-

"لوگون کا زیادہ تر مذہب کیتھولک تھا، اور چند لا مذہب تھے، کچھ یہودی تھے، اور چند ایسے تھے جنھون نے ابتک عیسائیت قبول نہین کی تھی، اور وہ بت پرستون کا مذہب رکھتے تھے"،

صقلیہ کے یہی مذاہب تھے کہ اسلام کے قدم یہان پہنچے،

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۱ ص ۳۰۰۱۲، ۳۴۲، ۳۴۴، ۵۰ تا ۳۵۱، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۵ (سسلی)

صقلیہ کی قدیم تاریخ

اگرچہ صقلیہ کی قدیم تاریخ ہمارے موضوعِ بحث سے خارج ہے، لیکن سلسلۂ تاریخ کو قائم رکھنے کیلئے اجمالی طور پر اون حالات سے بھی روشناس کردینا ضروری ہے، جو اس جزیرہ مین عربون کے قدم رکھنے سے پیشتر پیش آچکے ہین،

سیکان سیکل اور الیمینس عہد

صقلیہ کی جغرافی تاریخ کے پڑھنے سے اندازہ ہوا ہوگا، کہ یہان جب تک قدیم باشندگانِ صقلیہ سیکان سیکل اور الیمینس قومین آباد رہین، اسوقت تک یہان سیاسی آویزشون کا سلسلہ شروع نہین ہوا تھا، یہ قومین جزیرہ کو آباد کرنے والی تھین، جزیرہ کی سرزمین ایک وسیع طول و عرض مین موجود تھی، جس قوم نے جہان چاہا نہایت آزادی سے اپنی آبادیان قائم کرکے بود و باش اختیار کی، اور اپنے وسائل معاش مین لگی رہی،

فنیقی اپنی پہلی آمد مین

اسی طرح جب گیارہوین صدی ق م مین فنیقیون کا سب سے پہلا گروہ صقلیہ آیا، تو اسکو بھی اپنی تمدنی ترقیون مین کوئی دشواری پیش نہین آئی، جس حصۂ ملک مین چاہا اقامت اختیار کی اور وہ قدیم باشندگانِ صقلیہ کے اشتراکِ عمل سے جزیرہ کی فلاح و بہبود اور حصولِ معیشت مین مصروف ہوگئے،

یونانی عہد سے رزمیہ تاریخ کی ابتدا

صقلیہ کی رزمیہ تاریخ کا اصلی دور اسوقت سے آتا ہے، جب یونانیون نے

یہاں قدم رکھا ان کے آنے کے ساتھ ہی یہاں سیاسی ہنگامہ آرائیاں شروع ہو جاتی ہیں، ملک کے مختلف حصوں میں مختلف ریاستیں قائم ہوتی ہیں قوموں میں باہمی تفریق ہوتی ہے، اور حاکم و محکوم اور راعی و رعایا کا امتیاز پیدا ہوتا ہے، اور یہیں سے مختلف ریاستوں اور ان کی مختلف باہمی آویزشوں کے عنوان سے تاریخ کے مختلف ابواب قائم ہو جاتے ہیں، لیکن ہم ان سب کو نظر انداز کر کے انکا محض ایک اجمالی خاکہ پیش کریں گے،

ریاست سیرا کیوز (سرقوسہ)

صقلیہ میں جسقدر یونانی نوآبادیاں قائم ہوئیں، ان میں سیرا کیوز (سرقوسہ) نے اپنے جغرافیانہ جائے وقوع کی خصوصیات کی بنا پر سب میں امتیاز حاصل کر لیا، اور رفتہ رفتہ اس نے مرکزی حیثیت اختیار کر لی، اور صقلیہ کی اکثر چھوٹی چھوٹی نوآبادیوں کو اپنا مطیع بنا لیا جب حکومت کی بنیاد بڑی حد تک استوار ہو گئی، تو اس نے بالآخر یونان کی اطاعت کا جوا بھی اپنے کندھے سے اُتار پھینکا، اور ۵۲۳ ق م میں ایک خود مختار ریاست قائم ہو گئی،

ریاست سیرا کیوز کا نظام حکومت

ریاست سیرا کیوز کا نظام حکومت یونانی طرز پر جمہوری تھا باشندوں کے مختلف طبقے امراء، عوام، کسان، صناع اور مزدور پیشہ وغیرہ تھے، اور ان سب کو نظام حکومت میں نمایاں نمائندگیاں حاصل تھیں، لیکن درحقیقت اس نظام میں حکومت کی اصلی باگ امراء کے ہاتھ میں تھی اور اسی لئے صقلیہ کی یونانی تاریخ بھی امراء و عوام کی آویزشوں سے خالی نہیں ہے،

امراء و عوام کی آویزش

چنانچہ جب یونان میں امراء و عوام کی آویزش شروع ہوئی اس کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد یہ فضا صقلیہ میں بھی پیدا ہو گئی، اور ۴۹۵ ق م میں عوام نے امراء سیرا کیوز کے خلاف عام بغاوت برپا کر دی، اور حصول امداد کے لئے ریاست سیرا کیوز کی حریف سلطنت گیلا کے پاس پہنچے گیلا میں اسوقت گلن فرمانروا تھا، اس نے موقع کو مغتنم سمجھا، اور کشت و خون کے بعد ریاست سیرا کیوز پر قابض ہو گیا، اور اسی انقلاب حکومت کے ساتھ صقلیہ کی حکومتوں میں عام انقلاب نظر آتا ہے،

صقلیہ مین مختلف یونانی جابر حکومتین

چنانچہ صقلیہ مین ۹ ۴ ۵ سے ۸۰ ۴ ق م کے درمیان مختلف جگہ جمہوری حکومتین مٹ مٹ کر جابرانہ حکومتین قائم ہوئین جنمین چار قابل الذکر جابر بادشاہ مختلف مقامات پر مسلط تھے، ریاست رگیوم کا حاکم اناکسی لاس ہمیرا کا ترلیوس، اور جنوب مین تھرن شاہ اکراگاس اور گلن شاہ سیراکیوز،

ریاست سیراکیوز کا تفوق،

ان سب مین گلن نے سب سے زیادہ فروغ حاصل کیا، اور صقلیہ کی عام یونانی آبادیون نے اسکی اطاعت قبول کرلی، اور جس نے سرکشی کی، فوجکشی سے فوراً اسکی گوشمالی کردیگئی، رفتہ رفتہ نہایت مستحکم بنیاد پر سیراکیوز کی ایک وسیع حکومت گلن کی بادشاہی مین قائم ہوگئی، اور اس نے اپنی وسعت و قوت مین اسقدر شہرت حاصل کی، کہ جب ۴۸۰ ق م مین ایرانیون نے یونان پر حملہ کیا ہے، اور یونان نے ریاست سیراکیوز سے استمداد کی ہے، تو وہ اس شرط پر آمادہ ہوا، کہ اس کو سارے یونانی بیڑون کا کمانڈر بنا دیا جائے، جس کو یونانی حمیت وغیرت نے قبول کرنے سے انکار کردیا،

قرطاجنیون کا صقلیہ پر پہلا حملہ

اسی اثنا مین فینقیون نے کارتھیجیا (قرطاجنہ) مین اپنی بنیادین استوار کرلین، اور مقامات پر یونانیون اور قرطاجنیون مین لڑائیان شروع ہوگئین، رفتہ رفتہ جنگ کے یہ بادل ساحل صقلیہ پر منڈلا کر آئے اور ایک اتفاقی واقعہ سے قرطاجنہ کا بیڑا ساحل صقلیہ پر آپہنچا،

حکومت ہائے صقلیہ کی باہمی آویزش قرطاجنہ کی مداخلت اور پسپائی،

وہ واقعہ یہ تھا کہ تھرن شاہ اکراگاس نے گلن کی امداد سے ترلیوس کو شہر ہمیرا سے نکال دیا، ترلیوس نے اہل قرطاجنہ سے مدد طلب کی اور قرطاجنہ کو اپنی زبردست فوج صقلیہ مین اوتارنے کا موقع ملگیا، اور آتے ہی پنرمس (پلرم) پر قبضہ کرلیا، یہ ۴۸۰ ق م کا واقعہ ہے، اس کے بعد قرطاجنیون نے آگے قدم بڑھایا، اور شہر ہمیرا کا محاصرہ کرلیا، گلن شاہ سیراکیوز نے اپنی ۵ ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادہ فوج کے ساتھ مقابلہ کیا، اور سخت خونریز لڑائیان پیش آئین

جنمین بالآخر قرطاجنہ کو شکست نصیب ہوئی، اور اسکی ٹڈی دل فوج کا ایک بڑا حصہ ہیمرا کے میدان مین برباد ہو گیا، اور اسی مین قرطاجنہ کا نامی سپہ سالار ہملکار بھی کام آیا، اور بقیۃ السیف قرطاجنیون نے نہایت خاموشی سے افریقیہ کی راہ لی، اسکے ساتھ حملہ آوری کی جرأت کرنے کی پاداش مین اسکو تاوان بھی ادا کرنا پڑا جس کے بنے ہوئے سکے عجائب خانہ مین آجتک محفوظ ہین،

گلن کے جانشین ہائرن کا عہد حکومت

گلن سرزمین صقلیہ سے قرطاجنیون کے نکالنے کے تین سال بعد خود اس دنیا سے چل بسا، اس کے بعد اس کا بھائی ہائرن اس کا بہترین جانشین ثابت ہوا، اس نے دس سال تک فرمانروائی کی، اور پوری مستعدی وہوشیاری سے حکومت سیرکوز کے ان تمام حدود کو قائم رکھا، جنکی بنیاد گلن نے ڈالی تھی، علاوہ ازین جنوبی اٹلی مین بھی فتوحات حاصل کئے، اور اٹلی کا ایک حصہ صقلیہ کے ماتحت آیا،

گلن اور ہائرن کے عہد مین علمی ترقیان

گلن اور ہائرن کا عہد حکومت صقلیہ کا عہد زرین سمجھا جاتا ہے، بڑے بڑے باکمال یونانی شعرا اس عہد مین صقلیہ مین گذرے ہین اور جابر بادشاہون کی شان مین ان کے قصائد آج تک مشہور ہین، اور اسی طرح اس عہد مین صقلیہ مین نمایان علمی ترقیان ہوئین،

ٹراسیوس جانشین ہائرن اور جابرانہ عہد حکومت کا خاتمہ

ہائرن نے ۴۶۷ ق م مین انتقال کیا، اسکے بعد اس کا کوئی بہتر جانشین نہ ملسکا ایک نالائق عیش پسند، فرمانروا ٹراسیوس، اس کا جانشین ہوا، اس نے سریرآرائے حکومت ہوتے ہی صقلیہ کا نقشہ بدل دیا، اور ایسی سخت بغاوتین برپا ہوئین کہ خود تاج و تخت چھوڑ کر صقلیہ سے مفرور ہونے پر مجبور ہوا،

جمہوری نظام حکومت کا قیام

ٹراسیوس کے خارج البلد ہوتے ہی ملک مین طوائف الملوکی قائم ہو گئی، بالآخر ۴۶۱ ق م مین مختلف شہرون کے اصحاب حل وعقد جمع ہوئے، اور ایک دستور اساسی مرتب کیا، اور ملک مین دوبارہ منظم حکومت کا دار دورہ ہوا،

صقلیہ کی یونانی حکومتون مین خانہ جنگی

اس دورِ انقلاب مین ایک جدید شہر جرجنٹی نے بھی تفوق حاصل کرلیا، اور رفتہ رفتہ اس نے اس قدر ترقی حاصل کی کہ صقلیہ مین سیراکیوز کے بعد دوسرے درجہ کی ریاست قائم ہوگئی، آگے چل کران دونون ممتاز حکومتون سیراکیوز اور جرجنٹی مین آویزش ہوگئی، اور ایک سخت مقابلہ کے بعد جرجنٹی سیراکیوز کا مفتوح ہوگیا، اور اس کے ساتھ دوسرے ممتاز شہر نیکسوز لیونٹینو، اور کٹانیا کو بھی سیراکیوز نے زیر کرلیا،

اتھنز و سسلی کے محاربات

صقلیہ کی تاریخ مین یونانیون کی اس خانہ جنگی کے باعث ایک دوسرے باب کا آغاز ہوتا ہے یعنی مفتوح شہرون نے یونان جاکر سیراکیوز کے خلاف اپنے اصل یونانی قبائل اتھنز والون سے استمداد کی اور صقلیہ کی تاریخ مین اتھنز اور سسلی کی جنگ کا آغاز ہوگیا،

اتھنز اور سسلی کے محاربات ایک طویل داستان رکھتے ہین، جو ہمارے لئے لاطائل ہین اس جنگ کا آغاز ۴۲۷ء ق م سے سرزمین صقلیہ مین ہوتا ہے، یعنی اسی سال لینٹنو نے سیراکیوز کے خلاف اتھنز سے امداد چاہی، فن خطابت کا مشہور معلم گرگیاس سفیر بن کر اتھنز پہنچا، اتھنز صقلیہ کے خلاف خود پہلے سے تیار تھا، چنانچہ لاکیس کی کمان مین ایک عظیم الشان فوج صقلیہ روانہ ہوئی، یہان اتھنز والون نے ابتداءً نمایان کامیابی حاصل کی، اور اتھنز سے متعدد مہمون کے آنے کے بعد اتھنز والے حکومتِ سیراکیوز پر قابض ہوگئے لیکن یہ غیر ملکی حکومت زیادہ دلون تک قائم نہین رہ سکی، چند ہی سال مین بغاوتین برپا ہوگئین نہایت خون ریز لڑائیان پیش آئین، اور بالآخر اہالیان سیراکیوز فتحیاب ہوئے، اور ۱۱ ستمبر ۴۱۳ء ق م مین اتھنز کا حرمان نصیب بیڑا صقلیہ سے واپس چلا گیا، اور اس ہزیمت کے سلسلہ مین اتھنز کو بہت کچھ مصائب برداشت کرنے پڑے، بلکہ اگر تاریخ کا سلسلۂ علت و معلول صحیح ہے، تو یہی ہزیمت شہرۂ آفاق حکومتِ اتھنز کی بربادی کا موجب بنی،

ہرموکراٹیس اور ڈایوکلیس

صقلیہ مین اتھینز کے زوال کے بعد پھر وہی جمہوری نظام حکومت قایم ہوا، اس عہد مین سیراکیوز کے ایک ممتاز ہیرو ہرموکراٹیس نے نام پیدا کیا، لیکن وہ ایک موقع پر اسپارٹہ کی مدد کے لئے وطن سے باہر گیا ہوا تھا، کہ اس کے حریف ڈایوکلیس نے موقع پاکر اس کے خلاف شورش برپا کی، اور سیراکیوز کا نظام حکومت اپنے ہاتھ مین لے لیا، اور ہرموکراٹیس کے لئے جلاوطنی کا حکم صادر ہو گیا،

قرطاجنیون کی صقلیہ مین دوسری آمد اور فتحمندیان

پھر اسی زمانہ سے صقلیہ کی قدیم تاریخ مین ایک اور نیا باب کھلتا ہے جو اپنی خوفناک داستانون اور خون ریز لڑائیون کے لحاظ سے پہلے تمام ابواب سے زیادہ ہیبت ناک ہے، یہ اہل قرطاجنہ اور صقلیہ کی سرزمین صقلیہ کے لئے معرکہ آرائیان ہین اس کے آغاز کا افسانہ یہ ہے کہ ۴۱۰ ق م مین سگستا اور سلینوس کی ریاستون مین باہمی خون ریزیان ہوئین، اور سگستا نے اہل قرطاجنہ سے فریاد کی، قرطاجنہ کو ۴۸۰ کی ذلت آمیز ہزیمت یاد تھی، اس کو ایک زمانہ کے بعد انتقام کا موقع ملا، اس لئے قرطاجنہ کے مشہور رہبر وہنی بال نے سگستا کی امداد کا فیصلہ کیا، یہ ہنی بال اسی شہید صقلیہ سپہ سالار ہملکار کا پوتا تھا، فوج کی کمان خود اپنے ہاتھ مین لی، اور ۴۰۹ ق م مین قرطاجنہ کے جہاز ساحل صقلیہ پر لنگر انداز ہو گئے،

ہنی بال کے کارنامے

ہنی بال سب سے پہلے سلینوس پہنچا، اور اس کو فتح کرکے ہمیرا کا رخ کیا، جہان کی سرزمین اس کے دادا ہملکار کے خون کے چھینٹون سے رنگین ہو چکی تھی ڈایوکلیس کے ماتحت سیراکیوز سے بھی فوج آگئی اور یونانیون نے اس مرتبہ بھی سخت مقابلہ کیا، لیکن ہنی بال کا علم سرنگون نہ ہو سکا، اور ہمیرا بھی ہنی بال کے زیرنگین ہو گیا،

عہد قرطاجنہ مین صقلیہ کی ترقیان

اس کے بعد مختلف زمانون مین مختلف ہمین قرطاجنہ سے ہنی بال

کی سرکردگی مین آتی رہین، اور رفتہ رفتہ اہل قرطاجنہ نے صقلیہ مین اپنی حکومت کی داغ بیل ڈال دی، اور پھر صقلیہ کا ایک وسیع رقبہ حکومت قرطاجنہ کے ماتحت آگیا، اور صقلیہ کی قدیم تاریخ مین اس کا درخشان عہد خصوصًا تمدنی ترقیون، ترویج علوم و آداب، صنعت و حرفت اور تجارت کے لحاظ سے نہایت امتیازی خصوصیات رکھتا ہے،

ڈایونی سیس صقلیہ مین قرطاجنہ کی حکومت کے قیام کے بعد یونانیون مین سے ڈایونی سیس نے اقتدار حاصل کیا، اور اس کے اور حکومت قرطاجنہ کے درمیان نہایت اہم محاربات پیش آئے، جن کی طویل خونچکان داستانون سے تاریخ کے بہت سے اوراق رنگین ہین، ان محاربات مین کبھی اہل قرطاجنہ کو شکست ہوتی، اور کبھی اہل سراکیوز کو، لیکن دونون حکومتون کی بنیادین اسقدر استوار تھین کہ ان مین سے کسی کے ہلائے کوئی حکومت اپنی جگہ سے نہین ہل سکی،

ڈایونی سیس دوم و وزیر اعظم ڈیون، ڈایونی سیس کے بعد اس کا لڑکا ڈایونی سیس ثانی تخت نشین ہوا، اور اسی کے عہد مین وزیر اعظم ڈیون نے اقتدار حاصل کیا، اور مشہور یونانی حکیم افلاطون کو صقلیہ بلا کر اس کے تیار کردہ دستور حکومت ریپبلک (جمہوریت افلاطون) کو سب سے پہلی مرتبہ صقلیہ مین نافذ کرنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہو سکا، اور اسی جرم مین جلاوطن کیا گیا، پھر مختلف ردّ و بدل کے بعد یونانی صقلیہ مین ٹیمولین پیدا ہوا، اور یونانی صقلیہ کو شخصی حکومت سے نجات دلائی اور پھر خود کمال شرافت کے ساتھ سیاسیات سے کنارہ کش ہو گیا، یہ واقعات ۳۲۳ ق م تک پیش آئے،

قرطاجنیون اور یونانیون کی آویزش اور جمہوریت روما کی مداخلت، اس اثنا مین یونانیون اور قرطاجنیون مین بھی خوب خوب معرکہ آرائیان ہوتی رہین، اور یہ دونون طاقتین اسی طرح نبرد آزما تھین، کہ ایک تیسری طاقت نے صقلیہ کی باہمی لڑائیون سے فائدہ اٹھانا چاہا، یہ جزیرہ نمائے اٹلی کی جمہوری حکومت روما تھی، جس نے اٹلی مین ۵۰۸ ق م مین جمہوری حکومت کی تشکیل کی تھی، اور اس عرصہ مین اٹلی کا چپہ چپہ اہل

حکومت کی فرمانروائی میں داخل ہوچکا تھا، اب اسکو اٹلی سے باہر قدم نکالنے کی فکر تھی کہ سرزمین صقلیہ نے خود دعوت پیش کردی[1]،

رومی بیڑے ساحل صقلیہ پر

حکومت قرطاجنہ صقلیہ نے اپنے محاربات میں جنکا تذکرہ ابھی گذرا ہے، یونانی نوآبادی مسینا پر قبضہ کرلیا تھا، اہل مسینا قرطاجنی و یونانی دونوں حکومتوں سے نالان تھے، اس لئے عاجز آکر رومیون سے مدد طلب کی جمہوریت روما موقع کی منتظر تھی، جزیرہ نمائے اٹلی سے اسقدر قریب رومی نوآبادی اور کہاں قائم ہوسکتی تھی، اہل مسینا کی دعوت فوراً قبول کرلی گئی! اور ۲۶۵ء ق م مین رومی بیڑے بندرگاہ مسینا پر لنگر انداز ہوگئے،

یونانی و قرطاجنی حکومتون مین اتحاد،

جب یونانی و قرطاجنی حکومتون نے اس تیسری طاقت کا مظاہرہ دیکھا تو باہمی اتحاد و یکجہتی کی تلاش ہوئی، اور بغیر کسی وقت کے ان دونون متحارب حکومتون نے اس تیسری طاقت کے خلاف باہم رشتۂ اتحاد قائم کرلیا، لیکن رومیون نے نہایت ہوشیاری سے تفرقہ پردازی کی کوشش شروع کردی جس مین وہ کامیاب ہوئے، اور ہیرون ثانی فرمانروائے سیراکیوز نے حکومت قرطاجنہ صقلیہ سے بدعہدی کی، اور سمندر مین رومیون کے مقابلہ مین صرف حکومت قرطاجنہ کے جنگی بیڑے باقی رہ گئے،

قرطاجنہ و روما کی معرکہ آرائیان

حکومت قرطاجنہ کی بحری طاقت اس کے لئے مایۂ صد ناز و افتخار تھی، اس نے نہایت دلیری سے رومیون کا مقابلہ شروع کردیا، اب یہ جنگ صرف صقلیہ کی نہین، بلکہ رومی

---

[1] یونانی عہد تک کے حالات تاریخ یونان (ہسٹری آف گریس) بیوری مترجمہ سید ہاشمی فریدآبادی مطبوعہ ۱۹۱۹ء حیدرآباد صفحات از ۸۸ تا ۹۹ و ۱۹۱ تا ۲۹۷ و ۲۶۵ و ۴۱۵ تا ۴۳۶، و ۵۵ تا ۷۶۵، و تاریخ یونان اڈولف ہولم مترجمہ محمد ہارون خان شروانی مطبوعہ ۱۹۲۲ء حیدرآباد د ج اول ص ۲۴۲ تا ۴۱۹ و جلد ۲ ص ۵۰۸ تا ۵۲۳ و ۷۵۲ تا ۸۴۵ و انسائیکلوپیڈیا طبع یازدہم ج ۲۵ (سسلی) وغیرہ سے ماخوذ ہین،

قرطاجنی حکومتون کی جنگ تھی، حکومت قرطاجنہ تمام سواحل بحر روم پر متصرف تھی، اور بحر روم کے چھوٹے بڑے تمام جزیرے اسی کے قبضۂ واقتدار مین تھے،

چنانچہ جمہوریت روما، اور حکومت قرطاجنہ (افریقہ) کی سب سے پہلی معرکہ آرائی جزیرہ سردانیہ مین ہوئی قرطاجنہ کے آفتاب اقبال کے جو تمام صفحۂ عالم کو منور کر چکا تھا، غروب کا وقت آیا تھا، رفتہ رفتہ دولت قرطاجنہ کو زوال آنے لگا، چنانچہ رومیون نے سب سے پہلے سردانیہ پر اپنے پرچم لہرائے، پھر دوسرے جزیرون کی باری آئی اور کورسیکا وغیرہ رومی حلقۂ اطاعت مین داخل ہو گئے،

حکومت قرطاجنہ وروما کے محاربات بھی اپنی طویل داستانین رکھتے ہین، اور انھی سے تاریخ عالم مین ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے، اور اب عہد قدیم کا صفحہ ختم ہو کر قرونِ وسطیٰ کا زمانہ آتا ہے جسکی تفسیر صرف دو لفظون "زوالِ قرطاجنہ" اور "عروجِ روما" مین کیجا سکتی ہے،

قرطاجنہ کی شکست اور مقبوضات صقلیہ سے دستبرداری

آخر قرطاجنہ نے روما کے مقابلہ مین سپر ڈال دی، معاہدۂ صلح منعقد ہوا، بحر روم کے زرخیز جزائر سردانیہ، کورسیکا، اور صقلیہ قرطاجنہ سے نکلکر جمہوریت روما کے صوبے قرار پائے، حکومت قرطاجنہ نے معاہدہ شلٹن ہیرون ثانی فرمانروائے سیراکیوز کو سیراکیوز کا جائز فرمانروا تسلیم کیا، اور ان دست برداریون کے صلہ مین جمہوریت روما نے قرطاجنہ کے دیگر مقبوضات سے تعارض نہ کرنے کا عہد کیا، اور اس طرح صقلیہ مین حکومت قرطاجنہ کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا، یہ واقعات سنہ ۲۶۲ ق م سے سنہ ۲۴۱ ق م تک پیش آئے،

صقلیہ بطور جمہوریت روما کے ایک صوبہ کے

جمہوریت روما نے سردانیہ وکورسیکا کو ایک صوبہ اور صقلیہ کو ایک جداگانہ صوبہ قرار دیا، یہ صوبے جمہوریت روما کے سب سے پہلے صوبے تھے، صوبہ کا انتظام ایک ایک گورنر کے متعلق کیا گیا، جو اپنے تمام احکام مین خود مختار اور تمام باشندگانِ ملک کا حاکمِ مطلق تھا، البتہ رومن نژاد باشندون کے حقوق اوس کے دسترس سے بالاتر رکھے گئے،

ریاست سیراکیوز کا خاتمہ اور پورے جزیرہ پر رومی تسلط

ہیرون ثانی فرمانروائے سیراکیوز ۲۱۵ ق م مین انتقال کر گیا، اسکے بعد سیراکیوز کی حکومت سنبھالنے کے لئے اس کا کوئی بہتر جانشین ثابت نہیں ہوا، حکومت جمہوریت روما نے اس موقع کو مغتنم سمجھا، اور قنصل صقلیہ مرسلوس کو ہدایت کی، کہ حکومت سیراکیوز پر قابض ہو کر اسکی مطلق العنانی کا خاتمہ کر دے، چنانچہ ۲۱۲ ق م مین سیراکیوز بھی ولایت روما صقلیہ مین داخل ہو گیا، اور اسی کے ساتھ پورا جزیرہ صقلیہ بلا شرکت غیرے رومی قبضہ و اقتدار مین آگیا، اور پورا جزیرہ رومی حکومت کا ایک صوبہ قرار پایا جو رومی گورنر قنصل کے ماتحت تھا،

صقلیہ کا رومی نظم ونسق،

حکومت روما نے صقلیہ کا باقاعدہ انتظام شروع کیا، اور یہان کی اہم خصوصیت یہی کہ مختلف مقامات پر حقوق و امتیازات سے مختلف طرز حکومت اختیار کیا گیا، اگرچہ صقلیہ کی خود مختار حکومت کا خاتمہ ہو چکا تھا، لیکن جمہوریت روما کے سنیٹر (ارکان سینٹ) کی باہمی مراعات سے صقلیہ کے رومی گورنر جو پروقونصل یا پریویٹر کہے جاتے تھے، ایک مطلق العنان فرمانروا سے کسی طرح کم رتبہ نہ تھے، اور صقلیہ کی تاریخ مین ان کے مظالم کی دردناک داستانین ثبت ہین،

صقلیہ کے مختلف شہرون کو جو حقوق و امتیازات ملے، ان حیثیات سے بعض شہر جمہوریت روما سے دوستانہ تعلقات رکھنے لگے، چنانچہ ہیرون ثانی کی حکومت کے اکثر شہر اسی حیثیت کے تھے، چند شہر ایسے بھی تھے، جو رومیون کو خراج نہیں دیتے تھے، اور بقیہ شہر ایک باج گذار مفتوح شہر کی حیثیت مین تھے،

صقلیہ کا غلہ

جمہوریت روما مین صقلیہ کی اقتصادی حیثیت بھی قابل ذکر ہے، صقلیہ غلہ کا کھیت کہا جاتا ہے، کسان مالگذاری مین غلہ دیا کرتے تھے، اور اب بھی وہ غلہ ہی نذر کرتے تھے لیکن جمہوریت روما کے قبضہ سے پہلے صقلیہ کا غلہ صقلیہ ہی مین رہتا تھا، اب صقلیہ کا غلہ اٹلی کو جانے لگا تھا،

زوال قرطاجنہ مین صقلیہ کی شرکت

رفتہ رفتہ صقلیہ نے رومائی لڑائیون مین مساویانہ حصہ لینا شروع کیا، ۱۴۶ ق م میں کارتھیجیا یعنی قرطاجنہ کا تختہ الٹ دیا گیا، اس مین اہل صقلیہ بھی شریک تھے،

اس مین صقلیہ کو جو کچھ نفع پہنچا، صرف یہ تھا کہ صقلیہ کی وہ تمام چیزین جو اہل قرطاجنہ افریقہ اوٹھالے گئے تھے، اہل صقلیہ کو واپس مل گئین،

صقلیہ مین انحطاط اور بغاوتون کا آغاز

اس کے بعد رفتہ رفتہ صقلیہ مین انحطاط شروع ہوا، اس کے شہرون کی قدیم عظمت باقی نہین رہی صقلیہ کا غلہ زیادہ سے زیادہ مقدار مین اٹلی کھینچا جانے لگا اور یہی اسباب ایسے جمع ہو گئے کہ حکومت روما کو منظم بغاوتون کا سامنا کرنا پڑا، روما کے خلاف یہ بغاوت برپا کرنے والی جماعت غلامون کی تھی، کیونکہ یہی وہ قوم تھی جو صقلیہ مین سب سے زیادہ غلہ پیدا کرتی تھی، اور یہی وہ قوم تھی جو صقلیہ مین سب سے زیادہ رومیون کے مظالم کا شکار تھی،

غلامون کی پہلی بغاوت

غلامون کی پہلی بغاوت ۱۳۴ ق م مین برپا ہوئی، ان کا لیڈر ایک شامی یونیس نامی تھا، اس کے جھنڈے کے نیچے ۷۰ ہزار فوج جمع ہو گئی، اس نے اپنا نام انٹی کیورز رکھا اور ہنا (قصر یانہ) کو دارالحکومت قرار دیکر اپنی حکومت قائم کر لی، حکومت روما نے منظم طریقہ سے بغاوت فرو کرنا شروع کیا، یہان تک کہ آخر مین صرف ہنا قبضہ مین رہ گیا، آخر ۱۳۲ ق م مین روبلیس نے اسکو بھی مغلوب کر لیا، اور وہی یہان کا گورنر مقرر ہوا، ۱۳۱ ق م مین چند قواعد و احکام منضبط کئے جس سے کچھ دنون تک امن وامان قائم رہا،

غلامون کی دوسری بغاوت

لیکن اس کے قوانین غلامون کی تمام شکایتون کے سدباب کرنے مین کامیاب نہین ہوئے، اور بالآخر دوسری بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی، جو ۱۰۳ ق م سے شروع ہوئی اور بالآخر ۹۹ ق م مین فرو ہو گئی،

بغاوتون کا نتیجہ

صقلیہ کی تاریخ مین غلامون کی ان بغاوتون کو نہایت اہم حیثیت حاصل ہے، اور اون کے نہایت تفصیلی واقعات ہین، حکومت روما نے بالآخر غلامی کو قطعًا مسدود کر دیا، اور تمام غلامون کو آزاد کر کے رومی حقوق عطا کر دیئے گئے، لیکن غلامون کے آقاؤن نے گورنرون کو رشوت

ویکر سینٹ کے احکام کو نافذ نہ ہونے دیا، غلاموں کی اس بغاوت کا خاتمہ نہایت دردناک طریقہ پر انجام پایا تھا یعنی بغاوت کے استیصال کے بعد ایمفی تھیٹر قائم کیا گیا، اور خونخوار حکام نے اسٹیج پر درندوں اور غلاموں کی کشمکش کا نظارہ کرنا چاہا لیکن غلاموں نے ان ہولناک منصوبوں کو سنکر قیدخانہ میں آپس ہی میں ایک دوسرے کو مار ڈالا،

روما کی خانہ جنگیوں میں صقلیہ کی حیثیت اور سسلی کے گورنروں کے دردناک مظالم

اس کے بعد روما میں خانہ جنگی (سول وار) شروع ہوگئی، اور صقلیہ مختلف مفرورین کی بہترین جائے پناہ ثابت ہوا، اور اسی سلسلہ میں یہاں کی حیات کی گتھی بھی الجھ گئی، اور گورنروں کے مظالم نہایت دردناک طریقوں سے شروع ہوگئے اور ۸۲ ق م سے ۷۵ ق م تک گورنر اپنے مظالم برپا کرتے رہے، سینٹ کا ممتاز رکن سسرو سینٹ میں صقلیہ کی حمایت میں آواز بلند کرتا ہے لیکن وہ صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے، ۷۴ ق م میں ایک نیکنام گورنر آتا ہے لیکن ۷۳ ق م سے پھر مظالم کا دور شروع ہوجاتا ہے، گایس ویرس مسلسل تین سال تک گورنری کے عہدہ پر فائز رہا اور ایسے ناقابل بیان مظالم کئے کہ پوری سرزمین صقلیہ تھرا اٹھی،

جمہوریت روما سے علحدگی

جب جمہوریت روما کے خاتمہ کے بعد رومن شہنشاہی میں سیزر کے عہد سے روما کی سول وار (خانہ جنگی) کا آغاز ہوا تو اس میں صقلیہ کو آگے چلکر اگسٹس سیزر کے عہد میں نمایاں حصہ لینا پڑا، سکسٹس نے اگسٹس کے خلاف جو علم بلند کیا تھا، اس میں وہ ۴۳ ق م میں صقلیہ آکر کامیاب ہوا، اور ۷ برس تک صقلیہ ایک مستقل حکومت کا پایۂ تخت رہا، جو کہ اٹلی اور رومن طاقت سے جنگ آزما تھی،

ان سات برسوں میں مختلف واقعات پیش آئے جب صقلیہ کا غلہ روما کیلئے بند ہوگیا، تو اہل روما نے اگسٹس سیزر کو صلح پر مجبور کرنا شروع کیا، اور صلح کے بعد سکسٹس کی حکومت صقلیہ میں تسلیم کرلی گئی، لیکن جنگ نے اپنے ہتھیار نہیں رکھے، اور مختلف بہانوں سے پھر معرکۂ کارزار گرم ہوگیا، کبھی سیزر کو شکست ہوئی اور کبھی سکسٹس کسی دوسرے دعویدار حکومت کے مقابلہ میں کامیاب ہوا، سکسٹس کو اگرچہ ستارہ [illegible]

کی رفاقت حاصل تھی، اور وہ دیوی نیپچون کی نسل سے اپنے کو بتارہا تھا، لیکن نیپچون نے اس کے ساتھ غداری کی، اور سنہ ۳۶ ق م میں صقلیہ کی حکومت سکسٹس کے ہاتھ نکل کر اگسٹس سیزر کے قبضہ میں آگئی، اور سنہ ۳۵ ق م میں سکسٹس کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہوگیا، اور اسکے ساتھ صقلیہ میں نیپچون کی پرستش کا بھی خاتمہ ہوگیا،

صقلیہ رومن امپائر کا ایک صوبہ،

اس کے بعد صقلیہ پھر ایک رومن امپائر کا ایک معمولی صوبہ بن گیا، اور باشندوں کے وہی حقوق و امتیازات اور اس میں وہی اوتار چڑھاؤ کے قصے پیش آئے، یہاں تک کہ سنہ ۱۲۶ء میں جب روما نے مصر فتح کرلیا، تو مصر کے غلہ کی فراوانی نے صقلیہ کی عظمت و رفعت کو نقصان پہنچایا اور اب رومن امپائر کا کھیت صقلیہ کے بجائے مصر قرار پاگیا،

اور اسی کے ساتھ ہی رومن شہنشاہی میں زوال آنا شروع ہوگیا، پھر سنہ ۳۲۳ء میں شہنشاہ قسطنطین اول نے مذہب عیسوی قبول کیا، اور رومن شہنشاہی میں نئے سرے سے جان آگئی جس کے اثرات صقلیہ میں بھی ظاہر ہوئے،

غلاموں کی تیسری بغاوت

اس کے بعد کے واقعات کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتے، البتہ سنہ ۲۶ء سے سنہ ۲۶۹ء تک صقلیہ میں غلاموں کی تیسری جنگ خاص طور پر قابل ذکر ہے، جو علمبرداران مسیحیت کے خلاف غلاموں نے انھی مظالم کے باعث برپا کی تھی، لیکن وہ پھر زیر کرلئے گئے،

صقلیہ میں ایک نئے دور کی ابتدائی علامتیں

اس کے بعد شہنشاہ پروبس (سنہ ۲۷۶، سنہ ۲۸۲) کے عہد میں صقلیہ میں ایک نئے دور کے آغاز کی ابتدائی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں یعنی یورپ کی باربرین قومیں جو آگے چلکر رومن شہنشاہی کو برباد کرنے والی ہیں صقلیہ پر حملہ آور ہوتی ہیں، اور لوٹ مار کرکے چلی جاتی ہیں، باربرین میں سب سے پہلا حملہ آور دستہ فرنیکس کا تھا، جو دراصل شمال جرمنی و شمال فرانس کے باشندے تھے،

رومن امپائر کا انقسام اور صقلیہ کا تعلق مملکت مغربیہ رومہ سے

شہنشاہ تھیوڈوسیس نے سنہ ۳۷۹ء میں رومن امپائر کو دو حصوں میں منقسم کردیا،

ایک مملکت شرقیہ تھی، اس کا پایہ تخت قسطنطنیہ قرار پایا، اور بیزنطی حکومت کے نام سے موسوم ہے، اور دوسری مملکت غربیہ تھی، جس کا پایہ تخت روما رہا، اور تھیوڈوشیش کے دو لڑکے دونوں ممالک کے عنانگیر رہے، اور صقلیہ مملکت غربیہ کا ایک حصہ رہا،

ازمنہ مظلمہ کی ابتدا اور مملکت غربیہ روما کا خاتمہ

پھر مملکت غربیہ روما پر باربرین قوموں کے بادل منڈلائے، اور اس زور شور سے آئے کہ حکومت ٹکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئی، اور بالآخر فرمانروائے روما ایک شہنشاہ ہونے کے بجائے ایک مقدس پوپ بن کر رہ گیا، اور ۴۷۶ء میں حکومت کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہوگیا،

یورپ کی تاریخ میں یہ دور ازمنہ مظلمہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جب مغربی حکومت روما کے ٹکڑے ٹکڑے الگ ہوکر مختلف ممالک انگلینڈ، فرانس، جرمنی اور اٹلی وغیرہ میں مختلف قوموں نے اپنی اپنی حکومت قائم کرلی، اسی طرح صقلیہ کی سرزمین بھی انھی نئے فاتحوں کے دست ظلم میں پہنچ گئی، اور ایسے المناک دور کا آغاز ہوا کہ جس کی نظیر تاریخ میں مشکل سے پیش کیجاتی ہے،

ازمنہ مظلمہ میں صقلیہ میں مختلف حملہ آور قومیں

اسی دور انقلاب یعنی ازمنہ مظلمہ میں صقلیہ پر مختلف باربرین قومیں مختلف زمانوں میں حملہ آور ہوئیں، اور اپنی آزاد حکومتیں قائم کیں، صقلیہ پر تین مقامات اٹلی افریقہ، اور جزائر بحر روم کی طرف سے حملے کئے گئے، اسکو سب سے پہلے دھمکی اٹلی کی طرف سے دیگئی، یہ حملہ معمولی تھا، حملہ آور گال (گاتھک فرانس کے رہنے والے) تھے، مغربی گال کے فرمانروا الیدک نے روم پر ۴۱۰ء میں قبضہ کرنے کے بعد صقلیہ اور افریقہ پر حملہ کرنا چاہا، لیکن اس کی وفات کے باعث گالتھ کو صقلیہ میں قدم جمانے کا موقع نہ ملسکا، کیونکہ دراصل ٹیوٹانکس اس کے مالک بننے والے تھے،

ونڈل قوم شاہ گیسرک نے ۴۲۹ء میں افریقہ میں ٹیوٹانکس حکومت قائم کرلی، اور صقلیہ

پر بھی قبضہ کر لیا، لیکن اپنے آخری دور حکومت یعنی ۴۷۶ء میں صقلیہ خراج کی شرط پر شاہ روما کو دیدیا گیا، روما میں اس وقت اوڈوا کر فرمانروائی کر رہا تھا، شہنشاہ قسطنطنیہ نے باضابطہ اسکی حکومت تسلیم کر لی تھی، اور برائے نام خطابِ عطا کیا تھا، اس مناسبت سے صقلیہ پھر بھی رومن امپائر کا ٹکڑا رہ گیا، اگرچہ اصل فرمانروا اوڈوا کر ہی تھے،

پھر اوڈوا کر کی جگہ مشرقی گاتھک شاہ تھیوڈورک ۴۹۳ء میں آیا، اور صقلیہ بھی اسی کے قبضہ میں رہا، لیکن صقلیہ کا غلہ روما کے بجائے گال جانے لگا، اور صقلیہ گاتھک حکومت کا ایک جزو بنگیا، جس کے آثار اب تک صقلیہ میں موجود ہیں،

مملکت شرقیہ روما (حکومت بیزنطی) کی کروٹ، اور صقلیہ کی طرف بیزنطی بیڑا

کچھ دنوں کے بعد شہنشاہ جسٹینین کے عہد میں مشرقی رومن امپائر (بیزنطی) نے کروٹ لی، اور کھوئے ہوئے اقتدار کو حاصل کرنا چاہا، چنانچہ سپہ سالار بیلیسیریس کی کمان میں ۵۳۳ء میں بیزنطی لشکر سب سے پہلے سسلی آیا اور ابتدائی فتوحات کے بعد افریقہ پر فوج کشی کی گئی، جب افریقہ بیزنطی علم کے نیچے آگیا، تو بیلیسیریس نے سسلی کا دوبارہ رُخ کیا، اور ۵۳۵ء میں سسلی کے گاتھک فرمانرواؤں سے معرکہ آرائی شروع ہو گئی،

صقلیہ حکومت بیزنطی کا ایک صوبہ،

لیکن بیزنطی لشکر کو کچھ زیادہ جدوجہد نہیں کرنی پڑی، اہل صقلیہ اپنے موجودہ فرمانروا قوم سے پہلے سے عاجز تھے، اسلئے صقلیہ کے تمام شہروں نے اپنے دروازے کھولدئے، البتہ پلرمو نے مقابلہ کیا، لیکن چھ مہینہ سے زیادہ محاصرہ کی ضرورت پیش نہیں آئی، چنانچہ ایک سال کے ختم ہونے سے پہلے پہلے پورا صقلیہ بیزنطی حکومت کے زیر اقتدار تھا، دوسرے سال بیلیسیریس اٹلی روانہ ہوا اور پورے اٹلی پر بھی اس نے اقتدار حاصل کر لیا، لیکن گاتھ اس آسانی سے ان مقبوضات سے دستبردار نہیں ہو سکتے تھے، ۵۴۹ء اور ۵۵۰ء میں شاہ ٹوٹیلا نے صقلیہ پر آخری حملہ کیا، اور گو اہم شہروں میں سے کسی پر اقتدار حاصل نہ کر سکا، مگر پورے جزیرہ کو برباد کر ڈالا، اور چار مقامات پر اپنی فوجیں چھوڑ کر یہاں سے واپس

چلا گیا، یہانتک کہ ۵۵۱ھ میں گاتھک آخری مرتبہ اس جزیرہ سے نکالے گئے، اور پورا جزیرہ حکومت بزنطی کا ایک اہم صوبہ قرار پا گیا، جس کا دار الحکومت قسطنطنیہ تھا، اور صقلیہ کا گورنر رومن امپائر کا سب سے بڑا عہدہ دار سمجھا جاتا تھا،

صقلیہ کا مذہبی حیثیت سے قسطنطنیہ کے ماتحت بننا

پھر آٹھویں صدی میں صقلیہ میں ایک اہم انقلاب پیش آیا، یعنی جب روما کے پادریوں نے شہنشاہ قسطنطنیہ کی مخالفت مورتیوں کے بارے میں کی، تو صقلیہ نے اپنے شہنشاہ کا ساتھ دیا، اور وہ مذہبی حیثیت سے بھی قسطنطنیہ کے گرجا کے ماتحت ہو گیا، اور اسکی وجہ سے صقلیہ ایک مرتبہ پھر پورے طور پر یونانی دنیا سے ملا دیا گیا، کیونکہ حکومت بزنطی قسطنطنیہ تمام تر یونانی روایات و آثار پر قائم تھی،

جنوبی اٹلی کی مختلف حکومتیں

اور آخر اسی مذہبی جنگ کی بنا پر قدیم روما سے شہنشاہ قسطنطنیہ کی عملی حکومت قطعاً اٹھ گئی، اور ۸۰۰ء میں امپائر کے اسوقت پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، جب فرینکس کے شاہ چارلس دی گریٹ کو شہنشاہیت کا تاج پہنا دیا گیا، اور اسی کے ساتھ اٹلی کا ایک بڑا حصہ قسطنطنیہ سے الگ کر لیا گیا اور ان پر لمبارڈ نے اپنا اقتدار جما لیا،

اگرچہ اب اٹلی میں متعدد حکومتیں قائم ہو گئیں، لیکن ان میں سے کسی نے بھی صقلیہ کا رخ نہیں کیا، اور جنوبی اٹلی کا ایک حصہ اب بھی حکومت بزنطی کے پاس یادگار باقی رہ گیا،

عرب و روم کی جنگ کا آغاز اور شہنشاہ قسطین دوم کی صقلیہ میں آمد اور صقلیہ کی بغاوت؛

صقلیہ اسی طرح حکومت بزنطی کے ماتحت تھا، کہ عرب و روم کی جنگ کا آغاز ہو گیا، اور اسی سلسلہ میں ۶۶۵ء میں شہنشاہ قسطین دوم صقلیہ آیا، اور ۶۶۸ء میں غسلخانہ میں قتل کر دیا گیا،

اسکی وفات کے بعد اہل صقلیہ نے مزیزیس کو صقلیہ کا بادشاہ بنایا، لیکن دوسرے سال قسطین کا لڑکا قسطنطین چہارم (صاحب اللحیہ) صقلیہ آیا، اور مزیزیس کو مغلوب کر کے سارے جزیرے پر قبضہ کر لیا،

صقلیہ پر عربوں کے حملے یہی زمانہ ہے جسمیں صقلیہ پر عربوں کے حملے شروع ہوجاتے ہین جن کا آغاز اگرچہ ساتوین صدی سے شروع ہوگیا تھا لیکن نوین صدی مین یہ حملے بڑے پیمانہ پر ہونے لگے، اور دسوین صدی کے اختتام سے پہلے پہلے عرب سارے جزیرے کے مالک بن گئے،

صقلیہ کی قدیم تاریخ مین فریمان کے اختتامی جملے مسٹر فریمان سسلی کی قدیم تاریخ کو ختم کرتے ہوئے آخری پیراان الفاظ مین لکھتے ہین :۔

"مسلمانون کی آمد سے سسلی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، آہستہ آہستہ یہ رومن امپائر سے بالکل الگ کرلیا گیا، اور اسکے ساتھ یورپ اور مسیحیت سے بھی،......"

اور اسی کے ساتھ قدیم جنگ یورپ و افریقہ یعنی یونانیون اور سامیوں کے درمیان شروع ہوگئی، اور اس مرتبہ پہلے سے زیادہ تیز تھی،......

مسلمانون کی آمد سے اس جزیرہ کی تاریخ خود اپنی تاریخ بنکر شروع ہوتی ہے اور یہ ایک نہایت طویل اور لمبی تاریخ ہے جو کسی دوسری جلد مین بیان کی جائیگی"[1]

مسٹر فریمان کی یہ دوسری جلد عالم وجود مین نہ آسکی، اور آج یہی فریضہ یہ درماندہ قلم ادا کرنے بیٹھا ہے اس لئے سسلی کی یہ ابتدائی اور قدیم سرگذشت سننے کے بعد صقلیہ مین عربون کے کارنامہ کا مرقع دیکھیے،

---

[1] عہد روما کے آغاز سے حکومت بیزنطی کے خاتمہ تک کے حالات مسٹر فریمان کی تاریخ اسٹوری آف دی نیشنس جلد (۳۱) جو مخصوص سسلی کی قدیم تاریخ پر لکھی گئی ہے، کے ص ۶۵ ۲ سے ۲ ۵ ۳ تک مسلسل ماخوذ ہے،

صقلیہ پر عربون کے ابتدائی حملے

۳۲ھ - ۱۸۴ھ
۶۵۲ء - ۸۰۰ء

ساتوین صدی عیسوی مین دنیا کی دو متحارب جماعتین روم و عرب یا عیسائی اور مسلمان

جس وقت اسلام کا آفتاب بطحا کی وادی سے طلوع ہوا، اس وقت سرزمین عرب کے ارد گرد ساسانی و رومی حکومتون کے جاہ وجلال کا ستارہ بلند تھا، اسلئے عرب جونہی اسلام کی دعوتِ اتحاد قبول کر کے ایک نقطہ پر جمع ہونے لگا، تو اس کی ان ہمسایہ حکومتون کو اپنے اپنے وجود کا خطرہ نظر آنے لگا، چنانچہ اسلام کے قدم حدودِ عرب مین پورے طور پر جمنے بھی نہین پائے تھے، کہ عرب کے دو گوشون سے دو گھنگھور گھٹائین اٹھین، کہ اس نور کی کرنون کو پھیلنے نہ دین، لیکن ریگستانِ عرب کے گرم و تیز آفتاب نے دم کے دم مین دونون طرف کے بادلون کو چھانٹ چھانٹ کے اسطرح منتشر کر دیا کہ تھوڑی ہی دیر مین ایران و شام کا مطلع صاف ہو گیا اور اسی کے ساتھ وادیِ نیل کی فضا بھی رومی گرد و غبار سے پاک ہو گئی،

تختِ کسریٰ کے الٹتے ہی ایرانی قوت کا خاتمہ ہو گیا، لیکن رومی سلطنت عہد قدیم سے قائم تھی اور رومی دنیا کی اولوالعزم قومون یونان اور قرطاجنہ وغیرہ کے جانشین تھے، دنیا کا ربعِ مسکون ان کے گھوڑون کی ٹاپ سے روندا جا چکا تھا، اگر شام و مصر ان کے ہاتھ سے نکل گئے، تو ان سے دہ چند بڑے

صوبون مین ان کا سکہ جاری تھا، بایں ہمہ شام و مصر کا زوال رومی دبدبہ سطوت کیلئے ناقابل فراموش تھا، اس لئے وہ اپنے کھوئے ہوئے صوبون کے سرنگون علم کو سربلند کرنے کیلئے منڈلا منڈلا کر شام کا مطلع غبار آلود کرتے رہتے تھے،

ادھر عربون کی شمشیر آبدار مین اسلام کی صیقل گری سے ایسا دم آگیا تھا، کہ وہ مافوق العادۃ عزم و ہمت سے رومیون کے مقابلہ مین کمربستہ ہوگئے، اور جس رومی صوبہ پر ایک مرتبہ بھی اسلامی پرچم لہرا گیا پھر اسکو ہمیشہ سربلند رکھنے کے لئے عرب کا بچہ بچہ جان نثاری کیلئے تیار تھا،

یہی کشمکش تھی جو ساتوین صدی عیسوی مین شروع ہوئی، اور اسی عہد سے دنیا کی تاریخ مین دو متحارب قومین صفحۂ عالم پر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئین، جنکو روم و عرب یا عیسائی اور مسلمان کہا جاتا ہے،

روم و عرب کی آویزش روم و عرب کی باہمی آویزش کا پہلا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ۶ھ عہد نبوت مین جب اسلام کے قاصد تبلیغی خطوط لیکر حدود شام کا سفر کر رہے تھے، تو رومی رعایا کے ہاتھ سے جو عیسائی غسانی عرب تھے، شہید ہوئے، بعد ازین اسلام کے دوسرے قاصد حارث بن عمیر بھی شامی رومی حکومت کے حدود مین قتل کئے گئے، ان شہدائے کے انتقام مین عربی تلوار نیام سے نکلی، اور ۸ھ مین غزوۂ موتہ پیش آیا، اسکے بعد سے مسلمان رومی حملہ کے ہر وقت متوقع رہتے تھے، اور رومیون کے مدینہ منورہ پر حملہ کی افواہین اڑنے لگین، آخر آنحضرت صلعم مجاہدین کے ساتھ مدافعت کیلئے خود مقام تبوک مین تشریف لے گئے، جو حدود شام مین واقع تھا، اور جنگ کے اسی سلسلہ نے پہلے شام کو اور پھر مصر کو عربون کے زیر نگین کر دیا،

جب عرب کے ہمسایہ صوبے شام و مصر اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آگئے، تو بحر روم کے سواحل انکے پاؤن کے نیچے آگئے، اور رومی ہر سال ان بحری راستون سے ان اسلامی ملکون پر تاخت کرنے لگے، یہ دیکھکر یہان کے مسلمان والیون نے دربار خلافت مین بحری پیش قدمی کی درخواست باربار پیش

کرنی شروع کی لیکن حضرت عمرؓ نے خشکی کے بہادرون کو بحری میدانون مین قدم رکھنے کی اجازت نہین دی، اور مملکت اسلامیہ کی حدبندی کرکے انکی حدود کے قائم رکھنے کی سخت تاکید فرمائی، اسلئے شام و مصر کے مفتوح ہونے کے بعد عربون کے نزدیک روم و عرب کی معرکہ آرائی گویا ختم ہوچکی تھی[۱]،

لیکن رومی اپنی قومی حمیت سے شام و مصر جیسے زرخیز صوبون سے دست بردار ہونے کیلئے تیار نہین ہوئے، اور انکے بازیافت کی پیہم کوشش شروع کردی، اور اپنی ریشہ دوانیون مین کامیاب ہوکر ابتداءً اہل مصر کو بغاوت پر آمادہ کردیا، جنھون نے اپنے رومی گورنر متوقس کی مرضی کے برخلاف علم بغاوت بلند کردیا، اور ۲۵ھ مین منوبل کی سرکردگی مین حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کے جنگی بیڑے ساحل اسکندریہ پر لنگرانداز ہوگئے[۲]،

او حضرت عمرؓ کی صلح جوئی سے روم و عرب کی آویزش کا جو سلسلہ منقطع ہوچکا تھا، پھر نئے سرے سے جاری ہوگیا،

اس رومی پیشقدمی کے جواب مین مسلمانون نے بھی طبل جنگ بجایا، اور بارگاہ خلافت سے بلاد روم کو تاخت و تاراج کرنے کا فرمان صادر ہوگیا، غیور و شجاع عرب میدان کارزار مین اوتر پڑے اور اسلامی فتوحات کا دائرہ روز بروز وسیع ہونے لگا، چنانچہ اسی زمانہ مین امیر معاویہ روم کے ایشیائی صوبون پر حملہ آور ہوئے، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح خشکی کے راستہ سے افریقیہ پہونچے، اور ان سب کو باجگذار بنالیا گیا،

اس کے ساتھ اسی موقع سے فائدہ اٹھاکر امیر معاویہ نے خلیفۂ وقت حضرت عثمانؓ سے بحری جنگ کی اجازت طلب کی، اور ۲۸ھ مین جزیرۂ قبرس کو باجگذار بنایا گیا،

غرضیکہ ۱۸ھ سے ۲۸ھ تک روم و عرب کے جو حالات رہے، ان کے نتیجہ کے طور پر دونون قومون

---

[۱] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۵۹ [۲] ابن اثیر ج ۳ ص ۶۲.

کی طرف سے ایک دوسرے کے خلاف ایسی سرگرمی شروع ہوگئی، جو تھوڑے تھوڑے وقفون کے سوا مدت ہائے دراز تک ملتوی نہین ہوئی، اور درحقیقت صقلیہ کی اسلامی تاریخ کو بھی اسی سلسلۂ جنگ کی ایک کڑی سمجھنا چاہیے، کیونکہ ان ابتدائی واقعات سے دنیا مین ایک ایسی خونریز جنگ کا سلسلہ شروع ہوگیا، جس کے شعلے صدہا سال تک بلند رہے،

صقلیہ پر اسلامی حملے کے اسباب، جزیرۂ صقلیہ سال ہجرت سے ۸۷ سال قبل ۵۳۵ء مین دوبارہ حکومت بیزنطی کے زیر اقتدار آیا، اور اس حکومت کو یہان اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی، کہ جب رومی فاتح صقلیہ بلیسریس صقلیہ پہنچا، تو یہان بجز بلرم کے تمام شہرون نے اپنے دروازے کھول دئے، اور چھ مہینے کے اندر ہی اندر بلرم بھی مفتوح ہوگیا، اور پورے جزیرہ پر بیزنطی پرچم لہرانے لگا،[۱]

صقلیہ کے اس طرح زیرنگین ہونے سے حکومت بیزنطی کو اس پر کامل اعتماد حاصل تھا، اور تمام عیسائی دنیا مین اس کی مخصوص وفاداری مسلم تھی، اس لئے جب شام و مصر اسلامی فتوحات کے دائرے مین شامل ہونے لگے، تو صقلیہ وہان کے مفرور عیسائیون کی پناہ گزینی کے لئے ایک مستحکم قلعہ ثابت ہوا، چنانچہ ۱۹ھ مین قیساریہ کے مفتوح ہونے کے بعد وہان کے رومی گورنر نے یہین آکر پناہ لی،[۲]

اسی طرح ۳۱ھ مین عربون کی پیشقدمی کے جواب مین جب قیصر روم قسطنطین دوم (۶۴۲ء تا ۶۶۸ء) پانچ چھ سو جہازون کے عظیم الشان جنگی بیڑے کے ساتھ مسلمانون پر حملہ آور ہوا، اور شدید بحری معرکہ آرائی کے بعد ہزیمت اوٹھائی تو یہان سے فرار ہوکر قسطنطنیہ واپس

---

[۱] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۲، (بیزنٹائن ایمپائر) ص ۸۸ [۲] فتوح الشام و مصر، واقدی در اماری ص ۲۰۱،

جانے کے بجائے جنگی تیاریوں کیلئے صقلیہ چلا آیا، اور یہیں بیٹھ کر شام، مصر اور افریقیہ کے اسلامی مقبوضات
مین بغاوت کرانے اور ان پر جارحانہ حملون کی تیاریان کرنے مین مصروف ہوگیا، کیونکہ یہی بیزنطی مقبوضہ
علاقہ ان اسلامی مقبوضات سے قریب واقع تھا، جہان سے ہر قسم کی خفیہ ریشہ دوانیان جاری رکھی
جاسکتی تھین[1]،

ان واقعات سے عربون کو صقلیہ کی مرکزیت کا پورے طور پر احساس ہونے لگا اور اسلامی
مقبوضات، شام و مصر، اسکندریہ اور افریقیہ کی بقا و تحفظ کیلئے صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا خیال قدرۃً پیدا
ہوگیا، کیونکہ صقلیہ مین والی قیساریہ کی پناہ گزینی شہنشاہ قسطنطینیہ کی آمد اور جنگی تیاریان، مصر اور افریقیہ
کے اسلامی مقبوضات مین منظم بغاوت کرانے اور باغیون کے کھلے بند معاون ہونے سے پے درپے
ایسے اسباب جمع ہوگئے جنکو عرب کسی طرح نظر انداز نہ کرسکے، اور قدرتی طور پر انہین صقلیہ پر حملہ آور ہونے
کی ترغیب ہوئی، کہ اگر صقلیہ اسلامی قلمرو مین شامل نہ ہوسکے، تو کم از کم اسکو خود اپنی مدافعانہ پیش بندیون
مین ایسا مشغول رکھا جائے، کہ نہ اسکو اپنے ہمسایہ اسلامی مقبوضات مین ریشہ دوانیون کا موقع مل سکے،
نہ حکومت بیزنطی یہان ایسی مرکزی فوجی طاقت قائم کرے جس سے ان اسلامی مقبوضات پر جارحانہ
حملون کی جرات پیدا ہو،

چنانچہ اسی نقطۂ نظر سے ۳۳ھ مین سب سے پہلا اسلامی بیڑا صقلیہ کی تاخت و تاراج کیلئے

---

[1] ابن اثیر ج ۳ ص ۹۲، صقلیہ پر سب سے پہلے اسلامی حملہ کی یہ تعیین کسی قدر تشریح طلب ہے کیونکہ اولاً عام مورخین
نے ان ابتدائی حملون کا تذکرہ سرے سے نظر انداز کردیا ہے اور اس کا آغاز اوس سنہ سے کرتے ہین، جب اسلامی
بیڑا اغالبہ کے دور حکومت مین ۲۱۲ھ مین صقلیہ کو اسلامی قلمرو مین شامل کرنے کے لئے افریقیہ سے روانہ ہوا، اور ساحل
پر اوتر کر واپسی کے جہازون کو نذر آتش کردیا، چنانچہ عرب مورخین مین سے ابن اثیر اور یورپ کے عام مورخین گبن وغیرہ
نے صقلیہ پر اسلامی حملہ اسی عہد سے شروع کیا ہے، اور جن عرب مورخین نے اسلامی حملون کا آغاز دور اغالبہ کے

روانہ ہوا، اور مسلمانوں نے سب سے پہلی مرتبہ سرزمین صقلیہ پر قدم رکھا، اور صقلیہ پر مسلمانوں کے ابتدائی حملوں کا آغاز ہوگیا، جن کا سلسلہ ۱۲۵ھ تک سو سال سے زیادہ قائم رہتا ہے،

سب سے پہلا حملہ — صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا خیال، واقدی کی روایت کے بموجب سب سے پہلے امیر معاویہ کو پیدا ہوا،

(بقیہ حاشیہ ص ۷۴) پیشتر دکھایا ہے، ان کے بھی دو بیان ہوگئے ہیں، ایک کے روسے اموی عہد یعنی ۴۶ھ سے ابتدا ہوتی ہے، اور دوسری روایت کے بموجب خلافت راشدہ ہی میں اس کا آغاز ہو جاتا ہے، لیکن دوسری روایت اسقدر مجہول رہی ہے کہ اب تک زمانہ حال کے مورخین میں سے جن لوگوں نے عربوں کے ان ابتدائی حملوں کا تذکرہ کیا ہے، وہ بلا استثنا اسکی ابتدا اسی ۴۶ھ سے شروع کرتے ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے آخری تحریر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (سسلی طبع اول) کی ہے، اس نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، لیکن ان پر اعتماد کرنے سے پیشتر مناسب ہے کہ جن عرب مورخین نے عربوں کے ان ابتدائی حملوں کا تذکرہ کیا ہے، ان کا ایک عام جائزہ لیا جائے،

ان ابتدائی حملوں کے متعلق عرب مورخین کی مختلف روایتیں ہیں،

(۱) پہلی روایت بلاذری و دیگر مورخین کی ہے جس کے روسے صقلیہ پر سب سے پہلا حملہ اموی عہد میں امیر معاویہ کے حکم سے معاویہ بن حدیج کی سرکردگی میں ۴۶ھ میں ہوا، یہ بیڑا افریقہ سے آیا تھا، اور مال غنیمت ساتھ لے کر واپس گیا،

دور حاضر میں جن مختلف اہل قلم نے صقلیہ کے ابتدائی حملوں کا تذکرہ کیا ہے انھوں نے بالعموم اسی روایت کو قبول کیا ہے،

(۲) دوسری روایت ایک غیر معتبر راوی یعنی واقدی کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے، کہ صقلیہ پر سب سے پہلا حملہ خلافت راشدہ کے دور میں عہد عثمانی میں ہوا، واقدی کا بیان اگرچہ نہایت مفصل ہے، جس کی تفصیل کی کوئی تائید کسی دوسری روایت سے نہیں ہوتی، مگر اس روایت میں کسی سنہ کی تعیین نہیں کیگئی ہے،

(۳) تیسرا بیان ابن عذاری کا ہے، یہ صقلیہ پر سب سے پہلا حملہ ۳۲ھ میں قرار دیتا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

۳۲ھ اغزی معاویۃ بن حدیج جیشا فی البحر الی صقلیہ فی مایۃ مرکب	۳۲ھ میں معاویہ بن حدیج نے ایک بحری فوج صقلیہ بھیجی، جو سو جہازوں میں تھی، اس نے

چنانچہ لکھتا ہے :-

امیر معاویہ والی شام نے خلیفہ وقت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صقلیہ پر فوجکشی

(بقیہ حاشیہ ص ۷۵) فسبوا وغنموا واقاموا شهرا — قیدی گرفتار کئے، مال غنیمت حاصل کیا، اور
(البیان المغرب در اماری ص ۲۵۲) — ایک مہینہ قیام پذیر رہی،

اگر یہ عبارت یہیں ختم ہو جاتی تو واقدی کے بیان کی پوری تائید ہوتی، لیکن البیان المغرب کا یہ نسخہ ناقص ہے، اور پھر یہی شائع بھی ہوا ہے، اس میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد چند سطریں غائب ہیں، پھر نصف سطر کی عبارت میں بعض ایسے واقعات کا تذکرہ آیا ہے، جو سنہ ۴۶ھ میں پیش آئے اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ جو سطریں ضائع ہو گئی ہیں، ان میں سنہ ۳۳ھ کے حملہ کے دیگر حالات کے بعد سنہ ۴۶ کے حملہ کا تذکرہ کیا گیا تھا، یا سنہ ۴۶ھ کے حملے کے واقعات بھی اسی سنہ ۳۳ کے ضمن میں درج کر دیئے گئے ہیں، جس سے یہ شبہ ہو سکتا ہے، کہ اس نے سنہ ۴۶ھ کے واقعہ کو سنہ ۳۳ میں قرار دیدیا ہے۔

لیکن ابن عذاری آگے چل کر سنہ ۴۶ھ کے واقعہ کو بھی مستقل طور پر بلاذری کے حوالے سے نقل کرتا ہے (البیان المغرب در اماری ص ۲۵۲) اس سے قیاس ہوتا ہے کہ اسکو دو روایتیں ملی ہیں ایک سنہ ۳۳ کے حملہ کی، اور دوسری سنہ ۴۶ھ کے واقعہ کی، اور اس نے دونوں کو اپنے اپنے موقع پر جگہ دی، اسلئے اسکی روایت کے رو سے پہلا حملہ سنہ ۳۳ھ میں قرار دیا جا سکتا ہے،

(۴) چوتھی روایت ایسے مورخین کی ہے جنہوں نے حملہ کا سب سے پہلا سال سنہ ۳۳ھ کو قرار دیا ہے، اور اس کے تحت میں دوسرے حملہ ۴۶ھ کے واقعات درج کئے ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں نویری کی نہایۃ الارب میں ایک دلچسپ مسامحت ہو گئی ہے یعنی جب اسکو صقلیہ کے حملے کا سب سے پہلا سال سنہ ۳۳ھ معلوم ہوا، اور حملہ کے تفصیلی واقعات سنہ ۴۶ھ کے ملے تو اس نے ان دونوں کی آمیزش سے ایک مرتب واقعہ قلمبند کر لیا جس سے اغلاط کی ایک عجیب داستان تیار ہو گئی، لکھتا ہے:-

سنة ۳۳ھ ذکر اول من غزا جزیرۃ صقلیۃ فی الاسلام وهو عبد الله بن قیس الفزاری

سب سے پہلا حملہ جو جزیرہ صقلیہ پر مسلمانوں کی طرف سے کیا گیا، وہ سنہ ۳۳ھ میں عبد اللہ بن قیس الفزاری کا تھا

کی اجازت لیکر تین سو جنگی جہازون کا ایک بیڑا صقلیہ روانہ کیا[۱]

(بقیہ حاشیہ ص ۷۶)

من قبل معاویۃ بن حدیج وکان قد بعثہ	جو معاویہ بن حدیج کے حکم سے کیا گیا تھا، اور
من افریقیۃ وذالک فی خلافۃ معاویۃ بن	اس کو افریقیہ سے بھیجا تھا، اور یہ معاویہ بن ابی
ابی سفیان ففتحہ.... (نہایۃ الارب درانماری ص ۴۲۵)	سفیان کی خلافت کے عہد مین پیش آیا،

نویری کی یہ مسامحت روشن ہے، اولاً یہ واقعات ۴۶ھ مین پیش آئے، پھر ۳۳ھ تو خلافت راشدہ کا دور تھا جب کہ عہد عثمانی کا دور فتن بھی نہین شروع ہوا تھا، پھر "خلافت معاویہ" کے کیا معنی؟

اسی قسم کی غلطی ابن ابی دینار صاحب کتاب المونس سے سرزد ہوئی ہے، اس نے بھی ۴۶ھ کے واقعہ کو ۳۳ھ مین درج کرکے صقلیہ کے حملہ کا پہلا سال ۳۳ھ کو قرار دیا ہے،

اب ان تمام مختلف بیانون مین یہ امر قابل لحاظ ہے، کہ ابن عذاری، نویری، اور ابن ابی دینار کے ان غلط بیانون مین بھی قدر مشترک نکلتی ہے کہ عربون کا سب سے پہلا حملہ ۳۳ھ مین ہوا، اسلئے یہ لوگ ۳۳ھ کی تعیین مین باہم بالکل متفق ہین، البتہ یہ سوالات رہ جاتے ہین کہ حملہ آور بیڑا کہان سے آیا، کس کی تحریک سے یہ واقعہ وقوع پذیر ہوا، جو مال غنیمت حاصل ہوا، اس کا خمس کس فرمانروا کے پاس گیا، بلاشبہہ یہ تینون مورخین بہ اتفاق یہی بتاتے ہین، کہ حملہ آور بیڑا افریقیہ سے معاویہ بن حدیج کی تحریک سے آیا، اور مال غنیمت کا خمس امیر معاویہ کے پاس بطور خلیفہ بھیجا گیا،

اس لئے ان تینون روایتون مین دو متضاد امور جمع ہین، اگر یہ واقعہ ۳۳ھ مین پیش آیا، تو یہ تفصیلات صحیح نہین، اور اگر اس واقعہ کی یہ تفصیلات صحیح ہین، تو یہ واقعہ ۳۳ھ کے بعد عہد اموی کا ہے، اسلئے سال کی تعیین صحیح نہین، اور ہمین اصولاً یہی آخری صورت اختیار کرکے اس سنہ کی تعیین کو مسامحت پر محمول کرلینا چاہئے جیسا کہ ایسے موقعون پر بالعموم یہی روش اختیار کیجاتی ہے،

لیکن چند در چند وجوہ ایسے جمع ہوگئے ہین، جن سے تعیین سنہ کو مسامحت پر محمول کرنا صحیح نظر نہین آتا، کیونکہ اولاً اس تعیین سنہ کو ہم صرف اس لئے نظر انداز نہین کرسکتے کہ عام مورخین نے اس کا تذکرہ نہین کیا، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ مین بحر روم پر جسقدر اسلامی حملے ہوئے، ان کے حالات سے ہمارے مورخین

اگرچہ صقلیہ کی رومی حکومت کو افریقیہ کے عیسائیون نے مسلمانون کے اس ارادہ سے باخبر کردیا تھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷) بڑی حد تک بے خبر رہے، اور نہ ان کے نقطہ نظر سے ان کی کوئی ایسی اہمیت تھی، کہ وہ ان کو بصورت خصوصیت سے درج کرتے، البتہ وہ اجمالی طور پر ان حملون کے وقوع پذیر ہونے سے باخبر تھے، چنانچہ ابن اثیر ۲۸ھ مین فتح قبرس کا تذکرہ کرکے بحر روم کے ان حملون کے متعلق اجمالی طور پر صرف یہ لکھ دیتا ہے:۔

وبقی عبد اللہ بن القیس الجاسی علی البحر — اور عبد اللہ بن القیس کے حملے جاری رہے،

فغزا خمسین غزاۃ من بین شاتیۃ وصائفۃ — اور اس نے موسم گرما وسرما کے پچاس بری

فی البر والبحر (ابن اثیر ج ۳ ص ۷۵) — وبحری حملے کئے،

معاویہ بن حدیج کی سرکردگی مین ۴۶ھ مین افریقیہ پر ایک حملہ ہوا تھا لیکن عام مورخین عرب اس سے ناواقف تھے، ابو العرب اس جنگ کا تذکرہ کرکے لکھتا ہے:۔

وکانت تلک الغزوۃ لا یعرفہا کثیر من — اور ان حملون کو بہت سے لوگ نہین

الناس (معالم الایمان ج ۱ ص ۱۴) — جانتے ہین،

پھر اگر صقلیہ کے ۳۳ھ کے حملہ کا سنہ اور اس کے واقعات عام طور پر لوگون کو معلوم نہین ہوئے تو کیا جائے حیرت ہے، آخر ۲۸ھ کے قریب سالون مین عبد اللہ بن قیس کے وہ سب بحری حملے کب اور کہان ہوئے، اس لئے اگر اس عام تاریخی مین کسی جگہ صرف حملہ کا سنہ ملتا ہے، اور اس کے واقعات غلط ہین، تو یہ کوئی تعجب خیز اور ایسا ناقابل وثوق امر نہین ہوگا، کہ اس زمانہ کے بحر روم کے حملون سے لوگ عام طور پر ناواقف تھے،

علاوہ ازین جیسا کہ تذکرہ کیا جا چکا ہے، ابن عذاری نے ان واقعات کو ۴۳ھ/۵۲ھ مین درج کرنے کے بعد ۴۶ھ کے واقعہ کو جداگانہ حیثیت سے پیش کیا ہے، اس لئے اس کے نزدیک یہ دونون واقعے جداگانہ طور پر دو سالون مین پیش آئے، اور اگر کتاب کا مکمل نسخہ موجود ہوتا، تو عجب کیا ہے، کہ ۳۳ھ کے مستند واقعات ہمین مل جاتے،

لیکن جب ابن عذاری کا بیان موجود نہین تو قدرۃً ہمارے پیش نظر واقدی کا وہ بیان آتا ہے،

لیکن حکومت صقلیہ نے مدافعت کی کوئی تیاری نہین کی، اور مسلمانون کے تین سو جنگی جہاز ساحل صقلیہ پر یکایک آکر لنگر انداز ہوگئے، رومی گورنر اسلامی فوج کے جائزہ کے لئے قلعہ پر چڑھ گیا، پھر نیچے اوتر کر سابق

(بقیہ حاشیہ ص ۷۸) جسمین اگرچہ کوئی سنہ مذکور نہین لیکن اُس کی تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خلافت راشدہ کے عہد سے متعلق ہے، اور ہمارے پاس صرف یہی ایک ایسی روایت ہے، جو ۳۳ھ کے حملہ کی نسبت کہی جاسکتی ہے کیونکہ یہ حملہ غزوۃ الصواری کے بعد بیان کیا جاتا ہے، اور غزوۃ الصواری مستند روایت کے روسے ۳۱ھ مین پیش آیا، اسلئے عہد عثمانی مین ۳۱ھ کے بعد یہ حملہ ثابت ہوتا ہے، پھر دوسری طرف عہد عثمانی مین ۳۴ھ سے فتنون کا دور شروع ہوجاتا ہے جسکے بعد تمام اسلامی بحری و بری پیش قدمیان موقوف ہوجاتی ہین اور فتوحات کا سلسلہ رک جاتا ہے، ان وجوہ سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا، کہ صقلیہ کا سب سے پہلا حملہ ۳۱ھ ۶۵۱ع کے بعد اور ۳۴ھ ۶۵۴ع سے پہلے وقوع پذیر ہوا اور پھر ہم ابن عذاری، نویری، اور ابن ابی دینار کی تصریح کی روشنی مین ۳۳ھ کو قطعی طور پر متعین کر سکتے ہین،

ہم ان مورخین کے ان بیانون کی روشنی مین یہان تک پہنچے تھے، کہ ہمین اس کی تائید مین ایک نئی روایت سے آگاہی ہوئی، جس سے مذکورۂ بالا بیان کی مزید تصدیق ہوتی ہے، یہ روایت لسان الدین الخطیب کی کتاب "اعمال الاعلام فی من بویع قبل الاحتلام من ملوک الاسلام" کی ہے، اس نے اپنی اس کتاب مین صقلیہ کے متعلق ایک مختصر باب شمالی افریقہ کی تاریخ کے ضمیمہ کے طور پر اضافہ کیا ہے، وہ صقلیہ کے اسلامی حملون کو جس ترتیب سے لکھتا ہے، اس سے سب سے پہلا حملہ خلافت راشدہ ہی مین قرار پاتا ہے، چنانچہ لکھتا ہے۔

قال ارباب التواریخ کان اول من غزا جزیرۃ صقلیہ من امراء افریقیۃ الموجھین الیھا من قبل الخلیفہ عثمانؓ ثم معاویہ بعدہ الامیر معاویہ بن حدیج الکندی فلم تزل تغزی بعد ذالک (دریاد گاری مضامین ج ۲ ص ۶۲)	ارباب تاریخ کا بیان ہے، کہ سب سے پہلے جزیرہ صقلیہ پر اُن امرائے افریقہ مین سے کسی نے حملہ کیا جنکو خلیفہ عثمان نے افریقہ مین متعین کیا، پھر امیر معاذ نے حملہ کیا، اور اس کے بعد معاویہ بن حدیج نے کیا، اس کے بعد اس پر ہمیشہ حملے جاری رہے،

اور اسی طرح انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار (سسلی) نے بھی صقلیہ پر پہلا اسلامی حملہ دمشق سے بتایا ہے، اور اس نے ۶۵۵ع کی تعیین کی ہے، جس کے روسے سال ہجری ۳۵ھ قرار پاتا ہے، (طبع یازدہم، ج ۲۵ ص ۳۱) لیکن یہ دور

والیِ قیسارنیہ کو مشورہ کے لئے طلب کیا،

والیِ قیسارنیہ (شام) قیسارنیہ کے مفتوح ہونیکے بعد یہین آکر پناہ گزین تھا، وہ مسلمانون کی جنگی کارگذاریون سے آگاہ تھا، اور مختلف میدانون مین شکست کھاکر مجاہدین کے صبر و استقلال اور مافوق العادت جنگی عزم و ارادے کے سامنے ہتیار ڈال کر اپنا زیرِ حکومت علاقہ ان کے سپرد کرچکا تھا، اسلئے اس نے مشورہ کے وقت ابتدا مصر و شام کے واقعات دُہرائے، مسلمانون کی پامردی وجوانمردی کے مختلف واقعات سناکر مشورہ دیا، کہ ان کو کچھ دے دلاکر واپس کردیا جائے، لیکن رومی گورنرِ صقلیہ نے اس کے مشورہ کو نہایت حقارت سے رد کردیا، اور مدافعانہ تیاریون مین مصروف ہوگیا، جب اسکی جنگی تیاریان مکمل ہوگئین، تو قدیم طریقۂ جنگ کے مطابق اس نے اسلامی فوج مین ایک ایلچی روانہ کیا، کہ وہ مسلمانون کی حملہ آوری کے اغراض دریافت کرے، مسلمانون نے بھی اپنا نمایندہ ایک ترجمان کے ساتھ گورنرِ صقلیہ کے پاس بھیجدیا،

اسلامی نمایندہ نے گورنرِ صقلیہ کے بعض سوالون کے جواب مین بعثتِ نبوی، فضائلِ نبوی، اسلام کی عالمگیر اشاعت، اور اسلامی فتوحات کی وسعت وغیرہ کے حالات تفصیل سے سنائے، پھر صقلیہ پر حملہ آور ہونے کا سبب ان الفاظ مین ظاہر کیا۔

"سرزمینِ شام مین جو واقعات گذرچکے ہین، ان سے تم واقف ہوگے، اور تم اس حقیقت سے بھی آگاہ ہوگے، کہ ہم نے اپنی بے مایہ اور کمزور فوجی طاقت کے باوجود ہرقل کو فاش شکست دی،

(حاشیہ ص ۷۹) فتن تھا، اسلئے درحقیقت اسکی اصل بھی ۳۲ھ ہی ہے، ان تمام حالات مین بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے، کہ صقلیہ پر سب سے پہلا حملہ ۳۲ھ مین کیا گیا،، ۵۱ (حاشیہ صفحہ،،) اگرچہ جنگ کے یہ منفصل واقعات مستند نہین کہے جاسکتے لیکن تصحیح وتغلیط سے قطع نظر کرکے محض ضمنی طور پر بطور تفریح درج کئے جاتے ہین، واقدی نے امیر لشکر کا نام نہین لیا ہے لیکن ابن اثیر نے عبداللہ بن قیس الجاسی کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اوسکی بناپر عجب کیا کہ صقلیہ پر پہلا حملہ انھی کی سرکردگی مین انجام پایا ہو،

اور وہ مسلمانون سے خوف زدہ ہو کر قسطنطینیہ بھاگ گیا، اور اسکو اپنی ذلت و ناکامی کا ایسا صدمہ جانگداز ہوا کہ اس سے پھر جانبر نہ ہو سکا، او ناکام و نامراد اس دنیا سے چل بسا،

ہرقل کے بعد اُس کے لڑکے قسطنطین[1] نے جگہ لی، قسطنطین اور اس کی فوج پر جو کچھ گذری اوس سے بھی تم واقف ہو کہ طوفان حوادث نے اس کو مع لشکر جرار کے ایسا تھپیڑا دیا کہ وہ پھر ہماری طرف رُخ نہ کر سکا، اور اب صقلیہ مین آکر پناہ گزین ہوا ہے،

اس کے بعد سب سے آخر مین اسلامی نمایندہ نے اپنے عمومی مطالبہ کو ان الفاظ مین پیش کیا :-

"اب دو ہی صورتین ہین، یا تو تم لوگ دین اسلام مین داخل ہو جاؤ، اور یا تم ہماری ذمہ واری مین آجاؤ، اور اس کے معاوضہ مین وہ ٹیکس (جزیہ) ادا کرو، جو ذمی ممالک مین لیا جاتا ہے، اس کے بعد ہم تمھاری حفاظت کے پورے ذمہ دار ہون گے، اپنے ملک مین امن و امان کی زندگی بسر کرو، ورنہ پھر آخری فیصلہ تلوار سے ہوگا،

جب اسلامی نمایندہ کی پوری تقریر ختم ہو گئی، تو صقلیہ کے گورنر نے سلسلۂ کلام جاری کر کے کہا :-

"اپنے سالار فوج سے کہدو، کہ صقلیہ روم کے شہر نہین جنھین تم نے بآسانی مغلوب کر لیا، جزیرہ صقلیہ ایک محفوظ و مامون قلعہ ہے، اور درحقیقت اب جب تم نے ہماری تربیت یافتہ ٹڈی دل فوج اور بہترین فوجی طاقت کا بچشم خود مشاہدہ کر لیا ہے، تو تم اپنے کردار پر خود پشیمان ہو گے کہ بحیرۂ روم کے عبور کی کیون زحمت گوارا کی،

---

[1] اکثر عرب مورخین ابن اثیر وغیرہ اس عہد کے قیصر روم قسطین دوم (CONSTANS II) (۶۴۲ء تا ۶۶۸ء) کو قسطنطین بن قسطیل کہتے ہین، حالانکہ قسطین بن ہرقل ہونا چاہیے،

کیا تم واقف نہین کہ جس نے ہم پر حملہ آوری کی جرأت کی، اوسے نہایت ذلیل وخوار

ہوکر واپس جانا پڑا، بلکہ ہم تو یہ قصد رکھتے ہین، کہ تمھارے تمام مفتوحہ ممالک پر حملہ آور ہوکر

تمھارے ہم مذہب لوگون کو شکست دین، اور نہایت ذلت سے گرفتار کرکے پابزنجیر

جزیرہ مین لائین،

اور تبدیلی مذہب کے متعلق جو کچھ تم نے کہا، وہ خام خیالی ہے ہم اپنے آبا، واجداد کے مذہب

پر ہین، جو کبھی ترک نہین ہوسکتا، اور جس جزیہ کا حوالہ دے رہے ہو وہ تو تمھین خود ادا کرنا چاہئے کہ

ہم تم پر حملہ آوری سے باز رہین،،

گورنر کے جواب مین اسلامی نمایندہ نے آخری بیان دینا شروع کیا:۔

،،ہم وہ لوگ ہین جو جنگ وجدال سے رسوا نہین ہوتے، ہمارے نزدیک موت کوئی باعث

ننگ وعار نہین، دنیا کی اس ناپائدار زندگی سے قتل ہوجانا زیادہ بہتر سمجھتے ہین،.........،،

گفتگو یہین تک پہنچی تھی، کہ ایک بطریق مذہبی جوش سے دیوانہ وار اوٹھا، اور اسلامی نمایندہ

کو مخاطب کرکے کہنے لگا،:۔

،،اے عرب! ہم سے کون مبارزہ کرتا ہے؟،،

اسلامی نمایندہ نے جواب دیا،:۔

،،تمھارے مقابلہ کے لئے ہم مین کا ضعیف ترین شخص تیار ہے،،

بطریق یہ جواب سنتے ہی غضب آلود ہوکر ہاتھ مین ننگی تلوار سونتے ہوئے محل سے باہر نکل

آیا، اور اسلامی فوج کے سامنے جاکر دعوت مبارزت دی، ایک افریقی نومسلم نے دعوت قبول کی؛

اور چشم زدن مین بطریق کا سر لئے ہوئے، اپنی جگہ واپس آگیا، اور باشندگان صقلیہ کو باواز بلند مقابلہ

کی دعوت دی،

گورنر صقلیہ یہ تمام تماشہ دیکھتا رہا، افریقی کی جرأت وشجاعت سے محو حیرت تھا، سوال کیا، "کیا یہ عرب ہے" جواب ملا "نہیں یہ افریقیہ کا ایک معمولی باشندہ ہے، جو دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا ہے اور اوس کی یہ شجاعت قبول اسلام کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے" یہ خبر اوس کیلئے اور روح فرسا تھی، وہ پریشان ہو کر محل مین لوٹ آیا،

اس کے بعد مسلمانون نے عام حملہ کا انتظام کیا، موقع جنگ درست کر کے منجنیق[۱] وغیرہ نصب کر دئے رومی فوج بھی مقابلہ مین صف آرا ہو گئی، اور طبل جنگ بجتے ہی حملے شروع ہو گئے، مسلمانون نے پہلے منجنیق سے پتھر برسائے، جس سے رومی فوج اور وہان کی عمارتون کو کافی نقصان پہنچا، رومیون نے منجنیق کے مقابلہ مین عرادات (پتھر پھینکنے کے چھوٹے آلات) سے کام لیا لیکن اس سے کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل نہین ہوا،

اس کے بعد دست بدست لڑائی کی نوبت آئی، فوج کو قدیم اصول جنگ کے مطابق میمنہ، میسرہ اور قلب مین تقسیم کر دیا گیا تھا، آغاز جنگ کے ساتھ ہی اسلامی فوج کے میسرہ پر رومیون کے قدم اکھڑ گئے، میسرہ کی فوج آگے بڑھتے چلی گئی، اور پورے ایک گھنٹہ تک رومیون کو تلوار کے گھاٹ اُتارتی رہی جب رومی بہت پیچھے ہٹ گئے تو جانباز مجاہدین اپنی جگہ میسرہ پر دوبارہ واپس آگئے،

سرزمین صقلیہ پر روم وعرب یا مسیحیت و اسلام کی یہ پہلی معرکہ آرائی شام تک جاری رہی، آخر رات کی تاریکی نے ایک دوسرے کو جدا کیا، اور جب فوج کا بادل پھٹا، تو میدان کارزار مین دونون طرف کے کشتے خاصی تعداد مین پڑے دکھائی دئے،

---

[۱] منجنیق کی اصل مینگنک ہے جس کے معنی آلہ کے ہین، پرانے زمانہ مین یہ ایک قسم کا آلہ تھا جس مین بڑے بڑے پتھر رکھ کر اون کو جکڑ دیکر دشمنون پر پھینکتے تھے، اور قلعون کی دیوارون اور جہازون کے تختون کو مارتے تھے۔

اب دستور کے مطابق دونون فریق کو آرام و سکون سے رات بسر کرنی تھی، لیکن جانباز مجاہدین نچلے نہ بیٹھ سکے، انھین ابھی اپنے رسد کا سامان کرنا تھا، رات کی پچھلی پہر اوٹھے، اور قرب و جوار کے مواضع پر چھاپا مارا، جہان بہت کافی مال غنیمت دستیاب ہوا جسکو بحفاظت اپنے پاس رکھکر وہ مدتون کے لئے سامان رسد سے بے فکر ہو کر جنگ جاری رکھ سکتے تھے،

یہ لڑائیان کچھ دنون تک اسی طرح جاری رہین، اس درمیان مین صقلیہ کے رومی گورنر نے اپنی مرکزی حکومت بیزنطی قسطنطینیہ سے امداد طلب کی لیکن وہان کچھ شنوائی نہ ہوئی، تو قیسارنیہ کے سابق والی نے مشورہ دیا، کہ اسلامی امیر لشکر سے استدعا کی جائے، کہ چند روز کے لئے جنگ موقوف کر دیجائے کہ صلح کے معاملات پر غور کیا جا سکے، اور اس درمیان مین ایک وفد قسطنطینیہ بھیجا جائے، جو مرکزی حکومت کو صحیح حالات سے باخبر کرے، لیکن خود رومی گورنر نے اس مشورہ کو مسترد کر دیا، اور جنگ بدستور جاری رہی،

جنگ کا یہ سلسلہ مدتون قائم رہا، اس مین چند اہم معرکہ آرائیان پیش آئین، جن مین مسلمانون کو غلبہ حاصل رہا، اور رفتہ رفتہ اون کے پاس مال غنیمت کا ایک انبار لگ گیا، اور صقلیہ کی فوج کی ایک کثیر تعداد موت کے گھاٹ اتر گئی،

جنگ کا یہ سلسلہ قائم تھا کہ حکومت بیزنطی قسطنطینیہ نے صقلیہ کی طرف توجہ کی، اور چھ سو جنگی جہازون کا بیڑا تیار کر کے صقلیہ کی حفاظت کے لئے روانہ کیا، اسلامی فوج مدت سے اپنی اسی طاقت کے ساتھ برسر پیکار تھی، ذخائر جنگ کا کافی حصہ اب تک خرچ ہو چکا تھا، افریقیہ، مصر و شام سے کسی امدادی فوج کے جلد آنے کی کوئی توقع بھی نہین تھی، اس لئے اگر اسلامی فوج رکی رہتی، تو ایک طرف صقلیہ کی فوجی طاقت سے مقابلہ رہتا، اور دوسری طرف رومی تازہ دم فوج کی مدافعت کرنی پڑتی نیز مسلمانون کا مقصد صقلیہ کو قلمرو اسلامی مین داخل کرنا بھی نہ تھا، وہ جو کچھ چاہتے تھے، وہ حاصل ہو چکا تھا، اسلئے وہ شب

کی تاریکی میں ساحلِ صقلیہ سے لنگر اٹھا کر شام کی طرف روانہ ہوگئے،

امیرِ لشکر اپنی پوری فوج کے ساتھ مالِ غنیمت اور قیدیوں کو ساتھ لئے ہوئے دمشق پہنچا، امیر معاویہ نے جو ان دنوں والیٔ شام تھے، فوج کی کامیابی و کامرانی اور ان حالات میں واپسی کی پوری داستان سنی، اور امیرِ لشکر کے طرزِ عمل کو عاقبت بینی پر محمول کرکے نظرِ استحسان سے دیکھا، اور پھر تمام واقعات کی مفصل روداد حضرت عثمانؓ کے پاس دار الخلافت بھیجدی گئی، حضرت عثمانؓ نے بھی امیرِ لشکر کے طرزِ عمل کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا، اور صقلیہ کی یہ پہلی مہم بایں طور انجام کو پہنچی،[۱]

رومیوں کا جوابی حملہ

مسلمانوں کی یہ حملہ آور جماعت لوٹ کر سرزمین شام میں واپس گئی تھی، اسلئے صقلیہ کے اس اسلامی حملہ اور نیز ۲۴ھ میں افریقیہ پر اسلامی تاخت[۲] کے جواب میں شہنشاہ قسطنطنیہ نے اپنی جنگی تیاریاں شروع کردیں، اور ۳۵ھ میں ایک دوسرے عظیم الشان جنگی بیڑے کے ساتھ شام کی حملہ آوری کے لئے روانہ ہوا لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا، رومی بیڑا سمندر کے متلاطم خیز طوفان کے نذر ہو کر منتشر ہوگیا، اور اگر عرب مورخین کی روایت صحیح ہو، تو قسطین: دوم پھر صقلیہ میں آکر پناہ گزین ہوا[۳]،

عرب و روم کی عارضی صلح اور صقلیہ پر اسلامی حملہ کا التوا

رومی پھر جنگی تیاریوں میں مصروف ہوگئے، لیکن ادھر عرب میں خود خانہ جنگی کا آغاز ہوگیا، اور امیر معاویہ والیٔ شام نے خلیفۂ وقت حضرت علیؓ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کردیا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہیں رومیوں سے بھی نپٹ لینا پڑا، کیونکہ وہ شام اور بحر روم کے شمالی ساحل پر قابض تھے، اور رومیوں کے بیشتر حملے انہیں کی ولایت پر ہوتے رہتے تھے، جنکی مدافعت اور جارحانہ پیشقدمیوں کا سارا نظام انہی کے ہاتھ میں تھا، اسلئے جب مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی کا آغاز ہوا، تو امیر معاویہ کو دو طرفہ معرکہ آرائیاں پیش آئیں، ایک طرف انہیں خلیفۂ وقت کی فوج سے خشکی پر معرکہ آرا ہونا تھا اور دوسری طرف

[۱] فتوح الشام و مصر واقدی در اماری از ۲۰۰ تا ۲۰۵ [۲] معالم الایمان ابن ناجی قیروانی ج ۱ ص ۴۱ [۳] تاریخ طبری ج ۱، ص ۲۸۶۷ قسطین کی صقلیہ میں آمد اور موت کی تفصیل آگے آئیگی،

الگ بحری حملوں کی تیاریاں کر رہے تھے، اس لئے انھوں نے اپنے سیاسی مشیر کار عمرو بن العاص کے مشورہ سے رومیوں سے صلح کی سلسلہ جنبانی کی، اور دونوں میں ایک عارضی صلح ہوگئی[1] جس سے صقلیہ پر اسلامی تاخت معرض التوا میں آگئی،

اثنائے صلح میں رومیوں کی جنگی تیاریاں اور صقلیہ کا فوجی استحکام

اس عارضی صلح سے رومیوں کو بڑی تقویت پہنچی، حکومت بیزنطی کا نظام حکومت نئے سرے سے مرتب ہونے لگا، تمام صوبے دوبارہ تقسیم کی رو سے قائم کئے گئے، جابجا فوجی مرکز بنائے گئے، اور صرف چند سال میں حکومت بیزنطی ایک مستحکم و مضبوط طاقتور حکومت بن گئی، چنانچہ مسٹر سی وائی سی اومن کے بیان سے پتہ چلتا ہے، کہ حکومت بیزنطی نے پہلے تمام ممالک محروسہ کی حدبندی کی، پھر پوری مملکت بیزنطی کو مختلف صوبوں میں تقسیم کیا، اور ہر صوبہ کا نیا نظام قائم کرنے کے علاوہ جدا جدا نئے نام بھی تجویز کئے گئے، صوبوں کی تقسیم مشرقی و مغربی نقطۂ نظر سے کی، چھ صوبے یعنی آرمینا اور اناطولیہ وغیرہ مشرقی مملکت میں اور اسی طرح چھ صوبے یعنی تھریس تھیسولونیکا، اور افریقہ وغیرہ مغربی حصہ میں قائم ہوئے، اور انھی مغربی صوبوں میں سے ایک اہم صوبہ سسلی بھی قرار پایا،

صوبوں کی یہ تقسیم خالص فوجی نقطۂ نظر سے عمل میں آئی تھی، کہ یہ انتظامی صوبے ہونے کے بجائے حکومت بیزنطی کے الگ الگ فوجی مرکز قائم ہوجائیں چنانچہ اس جدید تقسیم سے پیشتر صوبوں میں انتظامی و فوجی شعبے الگ الگ تھے لیکن اب صوبوں کی انتظامی حیثیت نظرانداز کردی گئی، اب ہر صوبہ کا افسر اعلےٰ وہاں کا سب سے بڑا سپہ سالار بھی تھا چنانچہ مسٹر اومن بہ تصریح لکھتے ہیں :۔

"ان میں سے ہر ایک صوبہ ایک مستقل فوجی چھاونی تھا جس میں سے ہر ایک کو تھیم (THEME) سے موسوم کیا گیا، اور فوج ہی کا افسر اعلیٰ صوبہ کا گورنر بھی تھا،"

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۴۸، یورپ کے مورخین نے اس صلح کے واقعات کو ایسی رنگ آمیزی سے پیش کیا ہے کہ امیر معاویہ نے رومیوں کا باجگذار بننا قبول کرلیا، لیکن یہ صحیح نہیں، اسٹوری آف دی نیشنس ج ۲۰ (بیزنٹائن ایمپائر اومن)

حکومت بیزنطی کے اس عہد کے طریق سیاست سے پتہ چلتا ہے، کہ اوس نے ان تمام صوبون مین صوبہ صقلیہ کو فوجی نقطۂ نظر سے سب سے زیادہ اہمیت دی، اگر عرب مورخین کی روایتین صحیح ہین، تو قسطین ذوم قیصر روم متعدد بار صقلیہ آیا، ورنہ مغربی مورخین کے بیان کے مطابق یون کہنا چاہیے کہ وہ عربون سے جنگ آزما ہونے کے لئے اپنی زندگی کے آخری دور مین صقلیہ چلا آیا، کیونکہ یہان اسکو ایسی فوجی طاقت اوران صوبون سے ایسی گہری دلچسپی پیدا ہو گئی تھی، کہ اسکو روما کی عظمت رفتہ یاد آگئی، اور مقدس شہر روم کو لمبارڈ کے وجود سے پاک کرنے کیلئے ۶۶۳ء مین یہین سے کوچ کرکے روم پر حملہ آور ہوا، چنانچہ مسٹر اومن کا بیان ہے:-

"باشندگان قسطنطنیہ کو اسقدر خطرہ ہونے لگا، کہ اب وہ روم کو یا صقلیہ کے دار الحکومت سیرکیوز کو اپنا پایۂ تخت بنانے والا ہے"[1]

کیونکہ وہ عربون کے حملہ سے صقلیہ کو محفوظ رکھنے کے علاوہ یہان سے افریقہ، مصر اور شام کی بازیافت کی کوشش کر سکتا تھا، اور غالباً یہی اسباب تھے جنکی بنا پر اس نے صقلیہ کے فوجی استحکام کی طرف خاص توجہ کی، چنانچہ مسٹر جان بری پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی نے اپنے ایک مقالہ "سلطنت روما کی بحری حکمت عملی" مین اس حقیقت کو جابجا تسلیم کیا ہے، کہ قسطین کے قیام صقلیہ کا واحد مقصد مسلمانون کے خلاف ایک بحری مرکز قائم کرنا تھا، چنانچہ ایک موقع پر لکھتے ہین:-

قسطین دوم ۶۶۲ء مین صقلیہ آیا، اور ۶۶۸ء تک وہین رہا، اس نے افریقہ وغیرہ پر اسلامی اقتدار کے استحکام کے برخلاف صقلیہ مین ایک بحری مرکز قائم کیا، کیونکہ اسکو افریقہ کے اسلامی اقتدار سے خطرہ تھا، کہ صقلیہ، جنوبی اٹلی اور یونانی علاقہ ان کی زد مین ہوگا، اور بحر ایڈریاٹک کے دروازے اون پر کھل جائینگے اور ڈلمیشیا اور ایکزارکیٹ اون کے رحم وکرم پر ہون گے،

انھی وجوہ سے اس نے صقلیہ اور جنوبی اٹلی مین بحری قوت کو مضبوط کرنا چاہا، لیکن رومیون کی

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ (بیزنطائن امپائر) ص ۱۶۸،

حکمت کے باعث کامیاب نہ ہو سکا، اور انھی کوششوں مین مصروف تھا، کہ ۶۶۸ء مین قتل کر دیا گیا،

مسٹر جان بری نے اگرچہ اس فوجی بحری مرکز کا سبب صقلیہ اور جنوبی اٹلی کا صرف تحفظ بتایا ہے لیکن یہ بآسانی سمجھا جا سکتا ہے، کہ اگر حکومت بیزنطی کا بحری مرکز اسلامی حکومت افریقیہ کے اسقدر قریب قائم ہو جاتا، تو خود اس کے لئے کیا کم خطرات تھے، اور نیز قسطین کو بحر شامی مین پے در پے جو زخم لگے تھے، وہ اسقدر جلد مندمل ہو جاتے کہ وہ شام و مصر کے زرخیز اسلامی علاقون پر بھی حملہ آور نہ ہوتا،

لیکن اولاً تو قضا و قدر کو یہ سب منظور نہ تھا، قسطین صقلیہ ہی مین خود اپنی وفادار رعایا کے خنجر خونچکان کا نشانہ بن گیا، اور پھر اس کے بعد خواہ جیسا کہ مسٹر جان بری کا خیال ہے، اس کے جانشینون نے یہ نکتہ فراموش کر دیا، اور یا اسلامی بیڑے کا بروقت حملہ خود قسطین کے ارادون مین مزاحم ہوا، اور صقلیہ کو بحری مرکز بننے کا موقع نہ مل سکا، اور عین اسوقت جبکہ قسطین صقلیہ کو بحری مرکز بنانے کا منصوبہ پورا کر رہا تھا، اسلامی حکومت افریقیہ نے صقلیہ مین حکومت بیزنطی کی ان فوجی تیاریون کے روک تھام کیلئے افریقیہ سے ایک زبردست اسلامی بیڑا روانہ کیا، جو یہان ایک مہینہ تک صقلیہ کی تازہ دم فوج سے نبرد آزما رہکر اپنی فوجی قوتون کی نمایش کر کے واپس چلا گیا،

دوسرا حملہ عربون کا یہ دوسرا حملہ ۴۶ھ/۶۶۶ء مین ہوا جبکہ قسطین بذات خود صقلیہ مین مقیم تھا، اس حملہ کے بانی معاویہؓ ابن حدیج الکندی والی افریقیہ تھے، انھون نے عبداللہ بن قیس کی سرگردگی مین دو سو جنگی جہازون

---

[1] یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۴ ، ۲ معاویہ بن حدیج الکندی نوجوان صحابی تھے، یہ عثمانی تھے، اور اسی لئے امیر معاویہ کے نہایت معتمد علیہ کارکنون مین شمار کئے جاتے تھے، طبری مین ہے کہ جب عمرو بن العاص نے اپنی حکمت عملی سے حضرت ابو موسیٰ اشعری کی زبان سے حضرت علیؓ کے معزول ہونے کا اعلان کرایا، اور پھر خود عمرو بن العاص نے امیر معاویہ کے حق مین خلافت کا فیصلہ کیا، تو عبدالرحمن بن ابی بکر کے بیان کے مطابق اسوقت معاویہ بن حدیج ہی پہلے شخص تھے جنھون نے امیر معاویہ سے بیعت کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا، اور بیعت خلافت کی، اور پھر انھی نے محمد بن ابی بکر قاتل عثمان کو تہ تیغ کیا (دیکھو ص ۸۹)

کا بیڑا صقلیہ روانہ کیا، عبداللہ بن قیس کو بحر روم کی لڑائیون کا کافی تجربہ تھا، اسلئے صقلیہ کے اس حملہ مین بھی اسکو نمایان کامیابی حاصل ہوئی، اور یہ بیڑا ایک مہینہ تک کامیاب معرکہ آرائیون کے بعد کثیر مال غنیمت کے ساتھ افریقیہ واپس آگیا،

معاویہ بن حدیج نے حکومت اسلامی کے اصول وقوانین کے مطابق واپسی کے بعد فوجیون مین مال غنیمت کو تقسیم کیا، اور اس کا پانچوان حصہ مرکزی حکومت کے بیت المال کیلئے امیر معاویہ بن ابی سفیان کی خدمت مین روانہ کردیا، صقلیہ کے اس مال غنیمت مین زر وجواہر سے مرصع سونے چاندی کے مجسمے بھی دستیاب ہوئے تھے، جو امیر معاویہ کے پاس بھیج دئے گئے تھے،

امیر معاویہ نے ان بتون کے سونے چاندی کی مالیت کے علاوہ ان کی صنعت سے بھی فائدہ اٹھانا چاہا، اور مذہبی نقطۂ نظر کو نظر انداز کرکے ان کو فروخت کرنے کیلئے ہندوستان بھیجنا چاہا، لیکن مورخین کا بیان ہے کہ امیر معاویہ کے اس طرز عمل کو عام مسلمانون نے ناپسند کیا، اور نویری کے بیان کے مطابق اس اختلاف کی وجہ سے امیر معاویہ اپنی اس تجویز پر عمل نہ کرسکے لیکن ابن عذاری کی روایت ہے کہ اس احتجاج کے باوجود وہ ہندوستان بھیج دئے گئے،

چنانچہ بلاذری اور بیرونی نے بھی ان کے ہندوستان بھیجے جانے کی تصریح کی ہے، اور بیرونی نے ان کے سندھ کے فرمانرواؤن کے یہان فروخت ہونے کا ضمنی تذکرہ کرکے امیر معاویہ کے طرز عمل کی توجیہ بھی کی ہے،

اس کے علاوہ امیر معاویہ نے اسی مال غنیمت سے ٹونس مین کنوئین بھی کھدوائے جو آباد

اس لئے امیر معاویہ کے دور فرمانروائی مین یہ ممتاز عہدون پر سرفراز ہوئے، مختلف ولایتون کے والی مقرر ہوئے، ۵۰ھ مین افریقیہ کی ولایت پر آئے، اور اس سے پیشتر بھی کئی مرتبہ مختلف فوج کے ساتھ افریقیہ آچکے تھے، ۵۰ھ تک افریقیہ مین رہے پھر امیر معاویہ نے انھین عبداللہ بن عمرو بن العاص کے بجائے مصر کا والی مقرر کردیا، (طبری ج ۷، ص ۸۴، حوادث ۵۰ھ)

حدیج کے نام سے موسوم ہوئے،[۱]

اس حملہ کا اثر صقلیہ کی سیاسیات پر

مسلمانون کے اس حملہ کا صقلیہ کی سیاسیات پر نہایت گہرا اثر پڑا، کیونکہ صقلیہ کی رومی رعایا مین سے ایک طبقہ اپنے مذہبی منافشون کی بنا پر قسطین سے پہلے ہی سے بدظن تھا، پھر وہ عربون کے خلاف صقلیہ مین جو کچھ تیاریان کر رہا تھا، اس کا خمیازہ خود اس کی موجودگی مین اہل صقلیہ کو بھگتنا پڑا، اس لئے یہ اور اسی قسم کے مختلف اسباب ایسے جمع ہوگئے، کہ خود قسطین کے برخلاف ایک منظم سازش کیگئی، اور بالآخر اسکو غسلخانہ مین تہ تیغ کردیا گیا،[۲]

قسطین کے قتل ہونے کے بعد صقلیہ کے سیاسیات مین بھی انقلاب ہوگیا، اور دوسری طرف عرب فاتح بھی اپنی دوسری مشغولیتون مین مصروف ہوگئے، اب حکومت بنی امیہ کی ساری توجہ مغربی ممالک مین سے صرف افریقہ کے معاملات کی طرف مبذول رہی، کیونکہ اگرچہ افریقہ کے چند مقامات مفتوح ہوچکے تھے، اور یہان اسلامی حکومت کا باقاعدہ نظام قائم تھا، مگر ابھی تک شمالی افریقہ مین حکومت قرطاجنہ کا علم بھی بلند تھا، اور جس کے سرنگون کئے بغیر بحر روم کے اسلامی ممالک کو اقتصادی و تجارتی آزادی نصیب نہین ہوسکتی تھی، کہ بحر روم کے اسلامی تجارتی جہاز کو فوجون کے سایہ مین سفر کرنا پڑتا تھا،

چنانچہ تقریباً ربع صدی سے زیادہ زمانہ گذر گیا، اور صقلیہ کے رومیون اور اسلامی جہازون مین کوئی آویزش نہین ہوئی لیکن اسی اثناء مین صقلیہ کے داخلی حالات نے بھی پلٹا کھایا، حکومت بیزنطی کے خلاف

۱؎ فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۵، کتاب البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۲۱، کتاب المونس فی اخبار افریقہ و تونس ابن ابی دینار ص ۲۵ و دیوان صلۃ السمط ابن شیاط دراماری ص ۲۱۱، معالم الایمان ج ۱ ص ۴۱، نہایۃ الارب نویری دراماری و کتاب الہند بیرونی ص ۶۰، ۲؎ اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳ بیزنطائن امپائر ص ۱۶۹، قسطین کے مقتول ہونے کے سنہ مین عرب اور یورپ کے مورخین کے متضاد بیان ہین، یورپ کے مورخین ۶۶۸ء قرار دیتے ہین، ہم نے حکومت بیزنطی کی مسلسل تاریخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے یورپ کے مورخین کے بیان کو قبول کیا ہے، اس رو سے سال ہجری ۴۸ھ قرار پاتا ہے،

جو بغاوتین برپا ہوئی تھین، وہ فرو ہوگئین، جن باغیون نے سر اوٹھایا، ان کی سرکوبی ہوئی، اور اس اختلال سے یہان کی فوجی اور خصوصًا بحری طاقت مین جو اضمحلال آگیا تھا، وہ بھی رفتہ رفتہ دور ہوا، اور حکومت صقلیہ ایک مرتبہ پھر اپنے دم خم سے میدان مین اوتری، صقلیہ کے جنگی جہاز بحر روم مین منڈلاتے دکھائی دینے لگے، اور پھر جب زیادہ جرأت پیدا ہوئی، تو ہمت کر کے اسلامی جہازون پر جارحانہ پیشقدمیان اور غارتگریان بھی شروع ہوگئین، اور اس سلسلہ مین سنہ ۶۹ھ مین سب سے پہلا واقعہ پیش آیا،

یہ عبد الملک بن مروان کے دور خلافت کا واقعہ ہے، اس نے افریقہ مین عقبہ بن نافع کی شہادت کے بعد بعض باغیون کی سرکوبی کے لئے زہیر بن قیس بلوی کو ۶۲ھ (۶۸۱ء) مین افریقہ کے عہدۂ ولایت پر سرفراز کیا، وہ عقبہ کی شہادت کے بعد سے برقہ مین مقیم تھے، یہان سے مرکزی حکومت کی امدادی فوج کو ساتھ لیکر قیروان روانہ ہوئے، اور اپنے مقصد مین کامیاب ہونے کے بعد ۶۹ھ (۶۸۸ء) مین مصر واپس جارہے تھے، کہ راستہ مین یہ اندوہناک واقعہ پیش آیا، ابن اثیر کا بیان ہے، کہ جب شہنشاہ قسطنطنیہ کو برقہ سے زہیر کی روانگی کا حال معلوم ہوا، تو اس موقع کو مغتنم سمجھ کر حکومت بیزنطی نے برقہ پر حملہ آوری کا ارادہ کیا، چنانچہ اس کا لشکر جرار صقلیہ پہنچا، اور صقلیہ کی امدادی فوجی کی معیت مین برقہ پر چھاپا مارا، اہل برقہ بے سروسامان تھے، اس لئے رومیون نے خوب خوب حوصلے نکالے، سو، اتفاق کہ زہیر اسی موقع پر قیروان سے واپس جارہے تھے، رومیون نے انکے جہاز کو بھی گھیر کر سب کو شہید کرڈالا چنانچہ ابن اثیر پوری تفصیل سے یون لکھتا ہے:-

"رومیون کو کسیلہ باغی کی سرکوبی کے لئے زہیر کے برقہ سے افریقہ جانے کی اطلاع قسطنطنیہ مین مل چکی تھی انھون نے برقہ کے خالی ہونے کے موقع کو غنیمت سمجھا، اور بہت سے جہازون مین عظیم الشان طاقت کے ساتھ جزیرہ صقلیہ سے نکل کر برقہ پر غارت گری کی، اور بہت سے قیدیون کو گرفتار کرلیا، لوگون کو تہ تیغ کیا، اور عام لوٹ مار مچائی، عجب اتفاق کہ جس وقت رومیون کے غارتگر جہاز ساحل برقہ پر نمودار ہوئے، اسی وقت زہیر بھی قیروان سے مصر جاتے ہوئے، برقہ مین داخل ہوئے اور اسلامی فوج کو رومیون کے مقابلہ کرنے کی

پوری ہدایت کرکے خود اپنے ساتھیون کے ساتھ اپنے راستہ پر ہولئے لیکن رومی ایک انبوہ کثیر کے ساتھ حملہ آور ہوئے تھے، اہل برقہ نے زہیر کو دیکھ کر داد و فریاد شروع کی، اور زہیر کا سفر ناممکن ہوگیا، آخر جنگ مین خود شریک ہوگئے، نہایت گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی، رومیون کو غلبہ حاصل ہوا، اور انھون نے زہیر اور ان کے تمام ساتھیون کو قتل کردیا، ان مین سے ایک آدمی بھی سلامت نہین بچا، اور رومی اپنے مال غنیمت سمیت قسطنطنیہ واپس چلے گئے۔[۱]

حکومت صقلیہ کی اس جارحانہ پیشقدمی سے اولاً وہ تمام خطرات پورے ہوگئے، جو آج سے ربع صدی پیشتر اسلامی حکومت کو صقلیہ کے فوجی مرکز قائم ہوجانے سے پیدا ہوئے تھے، علاوہ ازین زہیر کو ایک عام نمایان شہرت حاصل تھی، اس لئے ان کی شہادت سے دار الخلافت مین ایک کہرام مچ گیا، "یا لثار زہیر" کی صدا در در سے آنے لگی، معزز و ذی وقار اہل شہر کا ایک وفد خلیفہ عبد الملک کی خدمت مین حاضر ہوا، اور زہیر کے واقعۂ ہائلہ پر عنان توجہ منعطف کرائی، اور خود عبد الملک بھی حد سے زیادہ متاثر اور جوابی کارروائیون کیلئے ہمہ تن مصروف تھا،

قرطاجنہ پر حملہ ابھی تک افریقہ کا صرف ایک حصہ اسلامی قلمرو مین داخل ہوا تھا، ورنہ قرطاجنہ کی رومی حکومت اپنے پوری جاہ و جلال سے شمالی افریقہ مین حکمران تھی، اسلئے حکومت بیزنطی کو قرطاجنہ اور سیراکیوز مین بیٹھ کر اسلامی حکومت افریقہ کے خلاف سازشین کرکے مسلمانون کو تباہ و برباد کرنے کا ابھی تک پورا موقع حاصل تھا،

عبد الملک کے پیش نظر یہ تمام صورت حال تھی، اسی اثنا مین معزز مسلمانان دمشق کا ایک وفد عبد الملک کی خدمت مین باریاب ہوا، اور اسکو افریقہ کے مسلمانون کے جان و مال کی حفاظت کی طرف توجہ دلائی چنانچہ صاحب ریاض النفوس لکھتا ہے:۔

"معزز مسلمانون نے عبد الملک سے درخواست کی کہ وہ اصل افریقیہ (حکومت قرطاجنہ) کی طرف توجہ کرے

[۱] ابن اثیر ج ۴ ص ۹۲؛

کرے اور مسلمانان افریقیہ کو ان کے دشمن سے نجات دے، اور ان کی امداد کے لئے لشکر روانہ کر دیا جائے[۱]"

عبد الملک نے ان تمام معاملات پر غور کر کے افریقیہ کی ولایت کے لئے حسان بن نعمان کو منتخب کیا،

اور چالیس[۴] ہزار سپاہی اور خزانہ مصر کی کنجی اس کے ہاتھ مین دیدی[۲]،

عبد الملک نے حسان کو افریقیہ مین سب سے پہلے ایک دار الصناعۃ کے قائم کرنے کا حکم دیا، جسمین جنگی جہاز

اور دوسرے بحری آلات حرب تیار کئے جائین، تاکہ اسلامی حکومت افریقیہ کی بحری طاقت اسقدر مستحکم ہو جائے کہ وہ

بحر روم پر اپنا اقتدار قائم کر سکے[۳]،

اس موقع پر دار الصناعۃ کی تعمیر کی اصل غایت بحری تیاری تھی، لیکن حسان کو یہان پہنچ کر حکومت

قرطاجنہ (کارتھیجیا) کی اہمیت کا اندازہ ہوا، اور بحری مہم شروع کرنے سے پیشتر حکومت قرطاجنہ کا چراغ گل

کرنا چاہا، کہ اگر بحر روم کے جزائر حکومت اسلامی کے زیر اقتدار آکر باجگذار ہو بھی گئے، تو بھی اسلامی

حکومت افریقیہ کے لئے حکومت قرطاجنہ ایک مستقل خطرہ کی صورت مین باقی رہے گی، چنانچہ صاحب ریاض

النفوس لکھتا ہے:-

"حسان افریقیہ روانہ ہوا، وہان پہنچ کر سب سے اہم حکومت کے متعلق دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حکومت

قرطاجنہ سب مین طاقتور ہے، اسی لئے اُس نے اس طرف رُخ کیا[۴]"

قرطاجنہ پر حملہ حکومت قرطاجنہ (کارتھیجیا) اسوقت شمالی افریقیہ مین ہر حیثیت سے سب سے بڑی طاقت تھی جہان

حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کی طرف سے گورنر آیا کرتے تھے، اور اب جدید دستور کے بموجب وہی صوبہ کے سب سے بڑے

سپہ سالار بھی ہوتے تھے، حکومت قرطاجنہ نے اسلامی حکومت کے خلاف بربریون سے اشتراک عمل کر لیا تھا،

اسلئے جب حسان ساحل قرطاجنہ پر لنگر انداز ہوا، تو رومیون اور بربریون کی مشترکہ طاقت مسلمانون کے

---

[۱] ریاض النفوس در امارمی ص ۷۶ ا، [۲] کتاب المونس ص ۳۱ [۳] ابن خلدون ج ا ص ۲۱۱ [۴] ریاض النفوس

در امارمی ص ۱۷۶،

خلاف صف آرا ہوئی، ایک فیصلہ کن خونریز جنگ کے بعد رومی پرچم سرنگون ہوا، اور حسان قرطاجنہ مین سب سے پہلی مرتبہ فاتحانہ داخل ہوا،

زوال قرطاجنہ کے بعد رومیون کی ایک کافی جماعت قرطاجنہ سے ہجرت کرکے اپنے محفوظ قلعہ صقلیہ اور اندلس کی طرف روانہ ہوگئی[1]، اور اس طرح حکومت بزنطی کی وہ دو جداگانہ قوتین جو قرطاجنہ اور صقلیہ مین منقسم تھین، اب باہم یکجا ہوگئین،

لیکن ابھی قرطاجنہ رومیون سے خالی نہین ہوا تھا۔ حسان نے انھین اس شرط پر امان دی تھی، کہ شہر کو غیر مسلح کرکے یہان کے تمام فوجی استحکامات منہدم کردئے جائین گے، چنانچہ وہ رومیون سے یہی شرائط طے کرکے کسی دوسری طرف روانہ ہوگیا، لیکن اس اثنا مین صقلیہ اور قسطنطنیہ وغیرہ سے فوجین آگئین، اور قرطاجنہ کے رومیون نے بغاوت کا اعلان کردیا، اور اس مین وہان کے بربریون کو بھی شریک عمل بنالیا، چنانچہ وہ قرطاجنہ کی سمت واپس آرہا تھا، کہ صف آرا فوج سامنے دکھائی دی، اور پھر ایک خونریز جنگ کے بعد رومیون نے دوبارہ صلح کی درخواست پیش کی،

بربریون کا اسلامی لشکر مین داخلہ

لیکن حسان نے رومیون سے کوئی خطاب کرنے کے بجائے بربریون کی طرف توجہ کی، کیونکہ حسان کو رومیون کی ساری طاقت انھی بربریون کی فوجی تنظیم مین نظر آئی، اس زمانہ مین بربریون کی سیادت ایک ہوشمند عورت کے ہاتھ مین تھی، جو کاہنہ کے لقب سے مشہور تھی، حسان نے اس کاہنہ کو مغلوب کرکے مطیع کیا، اس کاہنہ کے دو اولوالعزم لڑکون کے ہاتھ مین بربریون کی کمان تھی، حسان نے انھین قبول اسلام کے بعد چھ چھ ہزار بربریون کا سردار بناکر اسلامی لشکر مین داخل کرلیا،

بربریون کا اسلامی لشکر مین داخلہ چند شرائط کے ساتھ طے پایا تھا، جنمین اہم شرطین یہ تھین، کہ فوج مین ان کو عربون کے مساوی حقوق حاصل ہون گے، یہ لوگ فتح افریقہ حکومت بزنطی سے معرکہ آرائی اور

---

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۳۰۰ و ریاض النفوس در امارى ص ۱۷۷،

غیر مطیع بربریون سے جنگ آزما ہونے کیلئے عربون کے دوش بدوش میدان جنگ مین شریک ہون گے،

اس طرح بربریون سے مصالحت ہوجانے سے افریقیہ کے سیاسی حالات مین نہایت اہم انقلاب برپا ہوگیا، ایک طرف افریقیہ کے غیر مفتوح علاقون کے سر ہونے مین آسانیان پیدا ہوگئین، دوسری طرف بحر روم کی دوسری مہمون خصوصًا حملۂ صقلیہ مین افریقیہ سے ایسی امداد حاصل ہوگئی جس سے ان مہمون کی اہم مشکلات کا خاتمہ ہوگیا، کیونکہ بربری افریقیہ کی اصل قوت تھے، اور ان مین کی یہ نمایان جماعت افریقیہ مین اسلامی حکومت کے قیام و استحکام کے لئے کافی تھی، بلکہ اگر صرف عربی فوج افریقیہ کی بغاوتون سے مطمئن ہوکر صقلیہ کی فوج کشی مین مصروف ہوتی، تو کچھ زیادہ دشواریان نہ تھین مزید برآن بربریون کی شرکت نے اور آسانیان پیدا کر دین،

زوال قرطاجنہ چنانچہ حسان نے ان بربریون کے معاہدہ کے بعد ایک ہی فیصلہ کن جنگ کے بعد حکومت قرطاجنہ کا تختہ الٹ دیا، اور رومیون کی بار بار کی بدعہدی کے باوجود سالانہ خراج کی ادائی کی شرط قبول کرکے امان دیدی، مگر رومیون کی یہ بھی ایک چال تھی، وہ قرطاجنہ کی حفاظت سے مایوس ہوچکے تھے، اور شہر کی پشت کے دروازے پر قطار در قطار جہاز کھڑے ہوئے ان کے انتظار مین تھے، اور جب کہ فاتحین عرب شب کی تاریک چادر مین منہ لپیٹے غفلت کی نیند سو رہے تھے، رومی شہر کو ویران اور سنسان چھوڑ کر مفرور ہونے کی تیاریان کر رہے تھے،

قرطاجنہ کی ویرانی سے صقلیہ کی آبادی قرطاجنہ عظمت رفتہ کی یادگار تھا، متعدد باعظمت حکومتون فینقیا، قرطاجنہ، روما، اور حکومت بزنطی کا دار الحکومت رہ چکا تھا، اگرچہ اسکو حوادث کے سینکڑون تھپیڑے لگے اور بار بار لوٹا گیا، خود عربون نے اسکو پائمال کرکے اس کی دولت و ثروت کا ایسا انبار خلیفہ عبد الملک کے دربار مین لگایا، کہ نگاہین خیرہ ہوکر رہ گئین، تاہم، وہ دنیا کی چار عظیم الشان حکومتون کا دار السلطنت تھا، وہ ہر مرتبہ برباد کیا گیا، مگر ویران اور سنسان نہین ہوا کسی نے اسکو اس قصد سے نہین لوٹا کہ اس تاریخی شہر کا خاتمہ ہونے والا ہے اگر غارتگری کی تو حملہ آورون نے، خود یہان کے باشندون نے اسکو اس قصد سے کبھی برباد نہین کیا کہ وہ اس

شہر کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہنے والے ہین، اور اسکی چپہ چپہ مین دولت و ثروت کے جو انبار اور تہ خانون مین زر و جواہر کے جو ڈھیر پڑے تھے، اور کوئن مین حملہ آورون کے خوف سے جو دفینہ تہ آب تھا، وہ سب کے سب حملہ آورون کے دسترس سے باہر انھی کے قبضہ مین تھا،

لیکن آج یہ تمام مدفون خزائن اس لئے نکال لئے گئے کہ اس شہر کو ویران چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے خالی کر دینا ہے، چنانچہ قرطاجنہ کے تمام لاؤلشکر، سامان جنگ، سامان رسد، اور مویشیون کے علاوہ شہر کے تمام قیمتی ذخائر سیم وزر، دولت وثروت کا سب انبار فاتح عربون کی نگاہ سے اوجھل جہازون پر بار ہوتا ہی اور پھر شہر کا ایک ایک متنفس جہاز پر سوار ہوتا ہے، بیزنطی پرچم، پر عظمت و پر شوکت تاریخی شہر قرطاجنہ کے کے احترام مین آخری سلام کرتے ہوئے جھکتا ہے، اور شب کی تاریکی مین جہازون کے لنگر اٹھائے جاتے ہین، اور بحر روم کی تلاطم خیز موجون کو چیرتے ہوئے صقلیہ کے ساحل پر آکر لنگر انداز ہو جاتے ہین،

سرزمین صقلیہ نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا، افریقیہ اور صقلیہ کی متفرق رومی و مسیحی طاقت مجتمع ہو گئی جس کا مقصد ایک متحدہ محاذ بنا کر ان دشمنان دین و ملک عرب کو افریقیہ سے خارج کرنا تھا، چند جہاز اندلس بھی گئے، لیکن وہ معدودے چند تھے،

جب حسان صبح کو شہر مین داخل ہوا، تو سنسان پڑا تھا، اسلامی دارالحکومت قیروان کی بنا پڑ چکی تھی قرطاجنہ کی گلی گلی مین خاک اوڑ رہی تھی، حسان سے جذبہ غضب مین کچھ نہ بنا، شہر کو تباہ و برباد کر ڈالا، اور شہر کی یادگار کے طور پر ایک مسجد تعمیر کر دی[۱]،

---

[۱] تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۴ ص ۳۰۲، کتاب المونس ص ۳۲، تاریخ ابن عذاری ص ۴۶، و ریاض النفوس دراماری ص ۱۷۷، و معرکہ مذہب و سائنس ڈریپر ص ۱۳۸ وغیرہ واقعات کی تفصیل مین کسی قدر اضطراب ہے، جو سب روایتون کو سامنے رکھنے سے دور ہو جاتا ہی ہم نے زوال قرطاجنہ کے حالات سے صرف وہی چیزین اخذ کر لین، جو صقلیہ سے متعلق تھین، کہ دیگر امور کی تفصیل یا تطبیق ہمارے دائرہ بحث سے خارج ہے،

قرطاجنہ کی اس جنگ میں صقلیہ نے نمایاں حصہ لیا، اولاً فتحِ قرطاجنہ کے بعد جب اہل قرطاجنہ نے دوبارہ سر اٹھایا، اور اس موقع پر رومیوں کی جو فوج حسان سے صف آرا ہو کر لڑی اس میں صقلیہ کے جانباز سپاہی بھی تھے، علاوہ ازیں اب زوالِ قرطاجنہ کے بعد صقلیہ بحرِ روم کے رومیوں کا متحدہ مرکز بنگیا لیکن حسان کو زوال قرطاجنہ کے بعد افریقیہ کے معاملات سے فرصت نہ مل سکی، کہ صقلیہ کی طرف توجہ کرتا، البتہ اس کے عہدِ حکومت میں صقلیہ کی مہم کے سلسلہ میں چند اہم کام انجام پاگئے، اولاً ٹیونس میں دار الصناعۃ کی بنیاد پڑی، دوسرے بربریوں کی آزمودہ فوج بحری حملوں کے لئے اسلامی لشکر میں داخل ہوئی، اور تیسرے یہ کہ قرطاجنہ کے زوال سے اولاً افریقیہ کی اسلامی حکومت مضبوط ہوگئی، اور اس کے علاوہ اسلامی لشکر کی توجہ اب بری حملوں کے بجائے زیادہ تر بحری حملوں کی طرف مبذول ہوگئی،

لیکن قرطاجنہ کی مہم سر ہونے کے بعد قبل اس کے کہ حسان ٹیونس کے دار الصناعۃ کی تکمیل کرکے صقلیہ کی مہم کا آغاز کرے، بعض سیاسی حالات پیش آجانے کے باعث اس کا افریقیہ کا زمانہ ولایت ختم ہوگیا اور اسکے بجائے یورپ کا مشہور فاتح موسیٰ بن نصیر اس عہدہ پر سرفراز کیا گیا،

دار الصناعۃ کی تکمیل جب موسیٰ بن نصیر کو افریقیہ کی لڑائیوں کی طرف سے جمیعت خاطر ہوئی تو انھوں نے بحری تیاری کے لئے ٹیونس کے دار الصناعۃ کی طرف توجہ کی اور اس کام کو وسیع پیانہ پر جاری کیا، اسوقت ٹیونس کی اصل آبادی بحرِ روم سے ۱۲ میل کی دوری پر تھی، موسیٰ نے سب سے پہلے اسی دوری کو دور کیا، اور سمندر کی موجیں ٹیونس کی دیواروں سے ٹکرانے لگیں، پھر دار الصناعۃ کی تکمیل کے بعد ۸۴ھ میں جہاز سازی شروع ہوئی اور سو جہازوں کی تیاری کا حکم صادر کر دیا گیا،[۱]

---

[۱] ریاض النفوس درامادی ص ۷۷، او کتاب المونس ص ۲۳، ابن خلدون نے دار الصناعۃ کی تعمیر کو حسان کی طرف منسوب کیا ہے اور ریاض النفوس میں موسیٰ بن نصیر کی طرف منسوب ہے ہم نے دونوں کی تطبیق یوں دی ہی کہ حسان نے اس کا آغاز کیا اور موسیٰ کے ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہنچا، کتاب المونس میں قبل، کہکر اسکو موسیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہی۔

تیسرا اور چوتھا حملہ بہ عہد موسیٰ بن نصیر

موسیٰ نے دار الصناعۃ کی تکمیل کے بعد ۸۵ھ میں صقلیہ کی طرف ایک اسلامی بیڑا اپنے لڑکے عبد اللہ کی سرکردگی میں روانہ کیا، جو ساحلی شہر کو تاراج کرکے واپس آگیا[۱]، پھر چند ہی ماہ بعد ۸۶ھ میں عیاش بن اخیل کی سرکردگی میں صقلیہ پر حملہ آوری کے لئے دوسری فوج روانہ ہوئی، عیاش نے براہِ راست صقلیہ کے دار الحکومت سرقوسہ کا رخ کیا، اور معرکہ آرائی کے بعد مالِ غنیمت کے ساتھ واپس آگیا[۲]،

موسیٰ نے ۸۵ھ اور ۸۶ھ کے یہ دونوں حملے چھوٹی چھوٹی مہمیں بھیج کر آزمائشی طور پر کئے تھے، کیونکہ موسیٰ کے پیش نظر کچھ اور منصوبے تھے جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، لیکن مشیت ایزدی کو کچھ اور منظور تھا موسیٰ کے گرد و پیش بعض ایسے حالات جمع ہوگئے کہ اندلس کی مہم کو نامکمل چھوڑ کر افریقیہ واپس آگیا، اور بارگاہِ خلافت میں حاضری دینے کے قصد سے دمشق روانہ ہوا، خلیفہ ولید اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہا تھا، اس کے جانشین سلیمان بن عبد الملک اور موسیٰ بن نصیر میں بعض اسباب کی بنا پر باہمی شکررنجی ہوئی، اور سلیمان نے موسیٰ کے استیصال کا پورا فیصلہ کرلیا، اور اس کے تمام اعزاز و مناصب چھین لئے[۳] اور موسیٰ کے عہدۂ ولایت کے زوال کیساتھ ہی اسکے وہ تمام منصوبے بھی خاک میں مل گئے، اور اسی سے صقلیہ کی مہم بھی ناتمام رہ گئی،

پانچواں حملہ بہ عہد یزید بن ابی مسلم

موسیٰ کے معزول ہونے کے بعد افریقیہ کے سیاسی حالات میں مختلف مد و جزر آئے، اسی سلسلہ میں یزید بن ابی مسلم کاتب حجاج ثقفی ولایت افریقیہ پر سرفراز ہو کر آیا، اس وقت افریقیہ کے حالات کچھ پرسکون تھے، اسلئے اسکو صقلیہ کی مہم یاد آئی، اور ۱۰۲ھ میں محمد بن اوس انصاری

۱؎ دیوان صلۃ السمط درامارى ۲۱۱، کتاب المونس صفحہ ۳۳ ۲؎ البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو) صفحہ ۴۷، ونہایۃ الارب درامارى صفحہ ۴۲۵، دیوان صلۃ السمط درامارى ۲۱۱
۳؎ ابن اثیر ج ۵ ص ۴۴۵، ۴۴۹،

کی سرکردگی میں ایک بیڑا روانہ کیا لیکن ادھر یہ لشکر روانہ ہوا، اور ادھر والی افریقیہ اپنے بعض نا روا طرزِ عمل کی پاداش میں قتل کر دیا گیا، اسلئے محمد بن اوس کو عارضی طور پر افریقیہ کی زمامِ حکومت سنبھالنے کیلئے صقلیہ سے واپس چلا آنا پڑا، اس کے قلیل زمانۂ قیامِ صقلیہ میں ایک دو لڑائیاں پیش آئیں، اور کچھ مالِ غنیمت بھی ہاتھ آیا،[1]

چھٹا حملہ بہ عہد بشیر بن صفوان | چھٹا حملہ بشیر بن صفوان کلبی کی سرکردگی میں پیش آیا، وہ ۱۰۲ھ میں افریقیہ کی ولایت پر آیا، اور صقلیہ کی مہم خود اپنے ہاتھ میں لی، ۱۰۹ھ میں بذاتِ خود صقلیہ پر حملہ آور ہوا، اور کثیر مالِ غنیمت کے ساتھ قیروان واپس آیا[2]

ساتواں حملہ بہ عہد عبیدہ بن عبدالرحمٰن | بشیر بن صفوان کے بجائے ۱۱۰ھ میں عبیدہ بن عبدالرحمٰن السلمی ولایت افریقیہ پر سرفراز کیا گیا اسکے عہدِ حکومت میں صقلیہ پر متعدد حملے ہوئے، اس نے سب سے پہلے اسی سال عثمان بن ابی عبیدہ بن عقبہ کی سرکردگی میں ایک بیڑا روانہ کیا، پھر اس کے بعد سات جہازوں کا ایک مختصر بیڑا حبیب بن ابی عبیدہ کی معیت میں روانہ کیا، ان دونوں نے ملکر صقلیہ پر یورش کی، دشمن پسپا ہوئے اور بیڑا کامیاب واپس آگیا،[3]

آٹھواں حملہ | عبیدہ کے عہدِ حکومت میں اس ابتدائی حملہ کے بعد صقلیہ کی مہم کیلئے ایک عظیم الشان بیڑا ترتیب دیا گیا، جو ۱۸۰ جہازوں پر مشتمل تھا، بیڑے کی کمان مستنیر بن الحجاب الحرشی[4] کے سپرد ہوئی، اور یہ بیڑا نہایت جاہ وجلال سے صقلیہ روانہ ہو گیا،

افریقیہ کے یہ تمام بیڑے محض عارضی وہنگامی طور پر بھیجے جاتے تھے، کہ اسلامی مملکت کی متحارب حکومتوں کے ممالکِ محروسہ میں وقتاً فوقتاً عام یورش کی جائے، تاآنکہ وہ عاجز آکر دل سے موافقین میں داخل ہو جائیں اور مستنیر کا یہ بیڑا بھی اسی غرض سے بھیجا گیا تھا، لیکن مستنیر نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے اپنے حملوں کو طول دیدیا

---

[1] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۵۶ و نہایۃ الارب نویری در اماری ۲/۴۲۴ [2] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۰۸، البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۵۷، نہایۃ الارب در اماری ۲/۴۲۴ [3] کتاب المقفیٰ مقریزی در اماری ص ۲۶۱ [4] کتاب المقفیٰ مقریزی میں جو خود مصنف کے قلم کا نسخہ ہے یہی نام ہے اور کتاب المونس کے مطبوعہ نسخہ میں مستنیر بن الحارث ہے،

اور صقلیہ مین ایک طویل مدت تک ٹھہر گیا، اسی اثنا مین جاڑون کا ایسا موسم آگیا جس مین بادبانی اور پالدار جہازون کا سفر مشکل سے ہو سکتا تھا،

لیکن مستنیر نے بحر روم کے سفر کی مشکلات کو نظر انداز کر دیا، اور اسی زمانہ مین جہازون کا لنگر اوٹھا دیا، اور جب وسط سمندر مین پہنچا، تو سمندر کے تلاطم خیز طوفان کا مقابلہ نہ کر سکا، اور موجون کے تھپیڑون سے پورا بیڑا غرقاب ہو گیا، ۸۰ جہازون مین سے صرف ۷ جہاز افتان وخیزان کسی طرح ساحل سے آلگے، اور انھی مین سالار بحر مستنیر کا جہاز بھی تھا، جو طرابلس الغرب کے ساحل سے جا لگا تھا،

والی افریقیہ عبیدہ بن عبدالرحمن السلمی پر یہ واقعہ نہایت شاق گذرا، کیونکہ اولاً تو پورا اسلامی بیڑا تباہ وبرباد ہو گیا، اسکے علاوہ اس واقعہ سے سارے افریقیہ مین ایک کہرام مچ گیا، کہ مستنیر کی اس غلطی سے صدہا جانین ضائع ہوگئین،

چنانچہ مستنیر اسی الزام مین گرفتار کر لیا گیا، اور حاکم طرابلس یزید بن مسلم کندی نے والی افریقیہ کے ایما سے محافظون کے ساتھ اسکو دارالحکومت قیروان بھیج دیا جہان اوسے اس جرم مین سزاے تازیانہ اور حبس دوام کی سزا ملی، کہ وہ حکومت کے ہدایات کے برخلاف صقلیہ مین زیادہ دنون تک ٹھہر گیا، اور باوجودیکہ جاڑون کا موسم آچکا تھا، اور اس زمانہ مین سمندر کا راستہ نہایت پرخطر تھا، لیکن وہ انھی حالات مین پوری فوج کو لیکر وہان سے روانہ ہو گیا، اور سارا بیڑا تباہ وبرباد کر ڈالا، اور نیز باشندگان قیروان کے جذبات ٹھنڈے کرنے کیلئے اسکی پاداش مین قیروان مین اسکی تشہیر کیگئی، اور بڑی بڑی سڑکون پر اسکو پا بجولان گشت کرایا گیا، اور پھر اس سخت سزا کے بعد عمر بھر کیلئے قید خانہ مین ڈالدیا گیا،[۱]

نوان حملہ — اس کے بعد عبیدہ کے عہد حکومت مین صقلیہ پر چند اور حملے ہوئے، ۱۱۲ھ مین ثابت بن خثیم اردنی

---

[۱] کتاب المقفی مقریزی ورا ارس ص ۱۶۱، وکتاب المونس ص ۲۰، مستنیر عبیدہ کے عہد ولایت تک جیل مین پڑا رہا پھر اس کے جانشین والی نے اسکی سزا مین تخفیف کر کے اسکو رہا کر دیا،

کی سرکردگی مین ایک بیڑا روانہ کیا گیا، جو فائز المرام ہو کر مال غنیمت اور قیدیون کو لئے ہوئے صحیح و سالم واپس آگیا۔[1]

دسوان حملہ

اسی اثنا مین خلیفہ ہشام بن عبد الملک نے بحر روم کی طرف توجہ کی، اور یہان کے جزائر پر حملہ آوری کیلئے ایک تجربہ کار قائد عبد الملک بن قطن کو مامور کیا،[2] وہ دار الخلافت دمشق سے افریقیہ آیا، اور یہان سے ۱۱۴ھ مین صقلیہ روانہ ہوا، اوس کو بھی خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی، اور وہان سے افریقیہ لوٹ آیا،

گیارہوان حملہ برعہد عقبہ بن قدامہ

اسی طرح ۱۱۵ھ مین بکر بن سوید کی سپہ سالاری مین ایک بیڑا صقلیہ بھیجا گیا، لیکن اس مرتبہ رومی پہلے سے تیار بیٹھے تھے، جم کے مقابلہ کیا، اسلامی بیڑے پر منجنیقون سے آگ برسائی، اور اس کو پسپا ہونا پڑا، بالآخر وہ ناکام و نامراد افریقیہ واپس چلا آیا،[3]

۱۱۵ھ کی یہ مہم ایسے وقت صقلیہ روانہ ہوئی تھی جب عبیدہ ولایت افریقیہ سے معزول ہو کر دمشق روانہ ہو چکا تھا، اور اس کے بجائے عقبہ بن قدامہ تجیبی بطور قائم مقام والی خدمات انجام دے رہا تھا، اس لئے ۱۱۵ھ کی اس ناکامی کے جواب مین کوئی فوری پیشقدمی نہین کیگئی، لیکن ۱۱۰ھ سے ۱۱۵ھ تک جو پے درپے حملے ہوئے، وہ خود اس کی خبر دے رہے تھے، کہ صقلیہ کی مہم کا کوئی نہ کوئی اصلی حل عنقریب ظہور پذیر ہونے والا ہے،

بارہوان حملہ بعہد عبید اللہ بن الحجاب

چنانچہ جب ۱۱۶ھ مین عبیدہ بن عبد الرحمن کے بجائے عبید اللہ بن الحجاب عہدۂ ولایت پر مقرر ہو کر افریقیہ پہنچا، تو اس نے سب سے پہلے دار الصناعۂ تیونس کی طرف توجہ کی،[4] اور اپنا بحری مرکز درست کر کے فوجکشی کی تیاریان کرنے لگا،

---

[1] کتاب المقفی مقریزی در اماری ص ۶۶۲، [2] کتاب المسالک و الممالک ابی عبید البکری در اماری ص ۱۳۱، [3] کتاب المقفی مقریزی در اماری ص ۶۶۲، [4] البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۶۰،

چنانچہ اس نے سب سے پہلے اسی سال ۱۱۶ھ ۷۳۴ء میں ایک عظیم الشان لشکر ترتیب دیکر صقلیہ روانہ کیا، یہ لشکر ابھی راستہ ہی مین تھا کہ ایک رومی بیڑے سے مڈبھیڑ ہوگئی، اور وسطِ سمندر مین دونون مین خونریز جنگ برپا ہوگئی، رومیون نے شکست کھائی، اور ان کے بہت سے آدمی کام آئے اور پسپا ہوکر واپس لوٹ گئے، لیکن اتفاق سے واپسی مین مسلمانون کی ایک جماعت ان کے ہاتھ آگئی تھی، اس کو گرفتار کرکے اپنے ساتھ لیتے گئے، انھی مین عبدالرحمن بن ابی زیاد بھی تھے جو رومیون کے یہان ۱۲۱ھ ۷۳۸ء تک مقید رہے[1]،

تیرھوان حملہ اور فتح سیراکوز

عبید اللہ والی افریقہ نے اس بحری جنگ کے بعد صقلیہ کی مہم کیلئے پھر ایک عظیم الشان لشکر تیار کیا، جسکی کمان افریقہ کے ایک مشہور قائد حبیب بن ابی عبیدہ کے سپرد ہوئی، حبیب عقبہ بن نافع فہری کے خاندان کا چشم و چراغ تھا، اور اس سے پہلے اہم مہمین سرانجام دے چکا تھا، لشکر مین حبیب کا نوجوان لڑکا عبدالرحمن بھی تھا،

یہ لشکر ۱۲۲ھ ۷۳۹ء مین افریقہ سے روانہ ہوا، اور صقلیہ کے تمام شہرون کو چھوڑ کر اسکے دارالحکومت سیراکوز کے ساحل پر لنگرانداز ہوگیا، حبیب کے جوانمرد لڑکے عبدالرحمن نے فوج کا ایک دستہ ساتھ لیا، اور جہاز سے اُتر کر خشکی پر قدم رکھا، رومیون نے بڑھ کر مقابلہ کیا، اور دونون فوجون مین پے درپے لڑائی ہوتی گئی، اور عبدالرحمن ہر معرکہ مین کامیاب و کامران آگے بڑھتا گیا، یہان تک کہ شہر پناہ کا پھاٹک سامنے آگیا، رومی پسپا ہوکر محصور ہوگئے، عبدالرحمن نے حیدر کرار کی سنت تازہ کی، اور پھاٹک پر اپنی شمشیر آبدار سے ایسا بھرپور وار کیا، کہ وہ دو ٹکڑے ہوکر الگ جا گرا، اور اسلامی لشکر جوش و خروش سے شہر مین فاتحانہ داخل ہوگیا،

سیراکوز کا باجگذار بننا،

رومیون نے ہتھیار ڈالدیئے، اور اسلامی سپہ سالار کے سامنے سرِ اطاعت خم کرکے طالب امان ہوئے، اور اسی کے ساتھ آج صقلیہ کی تمام حملون کا اصلی مقصد سامنے آگیا، اور جو ہم ۲۱۲ھ ۸۲۷ء

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۲۷،

سے شروع ہوئی تھی، آج ۲۲۲ھ مین اس کا ایک حصہ انجام کو پہنچا، عبدالرحمن فاتح سرقوسہ نے جزیہ کی ایک رقم متعین کی، حکومت صقلیہ نے اس کی ادائی کا وعدہ کیا، اور اسی تاریخ سے حکومت صقلیہ اسلامی حکومت کے دول متوافقین مین شامل ہوکر مسلمانون کی باجگذار بنی،

سیراکیوز کے قبول جزیہ کے باوجود صقلیہ کے دوسرے شہرونکا سرکش رہنا

سرقوسہ (سیراکیوز) حکومت بیزنطی صقلیہ کا دارالحکومت تھا، اسلئے اسکی اطاعت کے معنی اصولاً جزیرہ صقلیہ کی اطاعت کے ہین، لیکن اس زمانہ مین یورپ کی حکومتون اور ان کے مقبوضہ شہرون کے تعلقات دورِ حاضر سے بڑی حد تک مختلف تھے، اس زمانہ مین عہد قدیم کی طرح ہر ایک شہر انفرادی حیثیت سے بھی آزاد ہوتا، اس کا مستقل فوجی نظام ہوتا، الگ مستحکم قلعے ہوتے، جداگانہ نظام خراج ہوتا، اور ہر ایک شہر کو اپنی حفاظت کا پورا سامان خود بہم پہنچانا ہوتا، اس لئے ضروری نہ تھا کہ مرکزی حکومت نے جو معاہدہ کسی فریق سے کر لیا ہو اس کی پابندی تمام شہرون پر عائد ہو جائے،

خصوصاً جس زمانہ مین سرقوسہ نے اسلامی حکومت افریقہ کے سامنے سر اطاعت خم کیا، سرزمین صقلیہ اسی قسم کے ابتر حالات مین مبتلا ہو گئی تھی، چنانچہ وہان کی حکومت بیزنطی کا مرکزی نظام حکومت قائم تھا، قسطنطین دوم نے وہان جو اصلاحات رائج کی تھین وہ شاہان بیزنطی کی غفلت شعاری سے مٹ چکی تھین صرف برائے نام مرکزی حکومت کی ایک شکل قائم تھی، ورنہ ہر ایک شہر کو جداگانہ آزادی و خود مختاری حاصل تھی، مثلاً اکثر ایسا ہوتا کہ جنوبی اٹلی کی کسی ایک حکومت اور صقلیہ کے کسی ایک شہر سے معاہدہ ہو جاتا، اور دونون کے دوستانہ مراسم قائم ہوتے، اس کے باوجود جنوبی اٹلی کی وہی حکومت صقلیہ کے کسی دوسرے شہر پر حملہ آور ہو کر جنگ آزمائی مین مصروف ہوتی،

اس لئے درحقیقت اسلامی حکومت کیلئے سرقوسہ کی مہم سرانجام پا جانے سے صقلیہ کی اصل مہم تکمیل کو نہین پہنچی تھی، کیونکہ یہ ضروری نہ تھا کہ سرقوسہ کے معاہدۂ ادائے جزیہ کو صقلیہ کے دوسرے شہر بھی قبول کر لین، یا جزیہ کی اس رقم مین اولاً حسب رسدی شرکت کرین، اور جزیہ کی ادائی سے جو ذمہ داریان

اور شرطین دونون حکومتون پر عائد ہوتی ہین، ان کی پابندی کرین،

صقلیہ کے دوسرے شہرون کو مطیع کرنے کے منصوبے

اس لئے اطاعت سیراکیوز کے باوجود صقلیہ کی مہم انجام کو نہین پہنچی تھی اگرچہ اب سرقوسہ کے مطیع ہوجانے سے جزیرہ پر انھین ایسے مواقع حاصل ہوگئے، کہ وہ خشکی پر مزید پیشقدمی کا اہتمام کرین، اور دوسرے شہرون کو بآسانی مغلوب کرلین، اور علاوہ ازین یہ امر واقعہ ضرور تھا، کہ جب جزیرہ کا صدر مقام حلقۂ اطاعت مین داخل ہوچکا تھا، تو دوسرے شہرون کو زیر کرنے مین دشواریون کا زیادہ سامنا نہ تھا،

افریقیہ مین بغاوت کا پھیلنا اور صقلیہ سے اسلامی لشکر کی واپسی

چنانچہ مورخین متفقہ طور پر لکھتے ہین کہ اسلامی فوج کے سپہ سالار حبیب نے اسی قصد سے سرقوسہ مین قیام کیا، کہ وہ جزیرہ کو پورے طور پر مطیع کرکے افریقیہ واپس جائے لیکن مشیت ایزدی کو یہ منظور نہ تھا، اسی زمانہ مین جب وہ صقلیہ کے دوسرے شہرون کو مغلوب کرنے کی فکر مین تھا کہ افریقیہ سے بغاوت کے پھیلنے کی خبر آئی،

افریقیہ کی اس بغاوت کا ایک بڑا سبب صقلیہ کی یہ مہم بھی تھی، کیونکہ اسوقت فوج کے چیدہ افراد اور اسلامی لشکر کا معتدبہ حصہ صقلیہ کی مہم مین مصروف تھا، اتفاق سے اہل طنجہ عبیداللہ بن الحجاب والی افریقیہ سے ناراض بیٹھے تھے، موقع کو مغتنم سمجھا، اور علم بغاوت بلند کردیا، اور یہ بغاوت نہ صرف والی افریقیہ کے برخلاف تھی، بلکہ خلیفہ اموی کے مقابلہ مین میسرہ نامی ایک سقہ کو امیرالمومنین کا خطاب دیکر خلیفہ بنا دیا گیا،

اور اس بنا پر میسرہ کے مقابلہ کے لئے ابن الحجاب نے صقلیہ سے حبیب کو واپس بلالیا،

چنانچہ ابن اثیر لکھتا ہے :-

> جب بربر نے حبیب بن ابی عبیدہ کے صقلیہ کی فوجکشی کا حال سنا تو طمع مین آگئے، اور ابن الحجاب کے معاہدہ کو توڑدیا، اور میسرہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرلی اور اسکو امیرالمومنین کا لقب دیدیا، اس لئے ابن الحجاب نے

حبیب کے پاس صقلیہ پیغام بھیجا، اور میسرہ سقہ کے مقابلہ کے لئے اس کو واپس بلالیا، کیونکہ یہ واقعہ نہایت عظیم الشان پیش آگیا تھا،

چنانچہ حبیب کے تمام منصوبے خاک مین مل گئے، اور وہ اپنا ارادہ ملتوی کرکے افریقیہ لوٹ آیا،[1] اس کے بعد افریقیہ کے سیاسی حالات مین ایسا دور فتن آیا، کہ کچھ دنون کے لیئے اس قسم کی تمام پیشقدمیان آپسے آپ موقوف ہوگئین،

افریقیہ مین دور اختلال اور اسکا اثر صقلیہ کی مہمون پر سنہ ۱۲۲ تا سنہ ۱۸۴ھ

صقلیہ کی اس آخری مہم کے ساتھ افریقیہ مین بغاوت کا جو علم بلند ہوا، اسکو حبیب بن ابی عبیدہ بھی اپنی واپسی سے سرنگون نہ کرسکا، بلکہ باغی روز بروز قوت پکڑتے گئے، چنانچہ سنہ ۱۲۳ھ مین جب عبید اللہ بن الحجاب بغاوت فرد کرنے سے عاجز آگیا، تو اسکے بجائے کلثوم بن عیاض القشیری بربریون کی سرکوبی کیلئے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ افریقیہ آیا، لیکن وہ بھی میدان جنگ مین قتل کیا گیا، اور اس کے ساتھ حبیب بن ابی عبیدہ فاتح صقلیہ بھی کام آیا،

اس کے بعد سنہ ۱۲۴ھ مین حنظلہ بن صفوان الکلبی ولایت افریقیہ پر آیا، اور وہ صوبہ مین امن و امان قائم کرنے مین بڑی حد تک کامیاب ہوچکا تھا، کہ خود خلفای بنی امیہ کا ستارۂ اقبال ڈوبنے لگا، حکومت کا تختہ الٹنے کی جو منظم کوششین تھین، وہ کامیاب ہوتی ہوئی نظر آئین، ممالک محروسہ کے چپہ چپہ مین علم بغاوت بلند ہوگیا، اور خود خاندان بنی امیہ کے دعویداران خلافت کی باہمی کشمکش سے اس کا رہا سہا اعتماد بھی زائل ہونے لگا، چنانچہ ابھی دمشق مین خلافت امویہ کا علمبردار اپنی آخری سانسین لے رہا تھا، کہ افریقیہ نے خلافت امویہ کا جوا اوتار کر پھینک دیا، اور فاتح سرقوسہ عبدالرحمٰن بن حبیب بن ابی عبیدہ نے افریقیہ پر چڑھائی کرکے حنظلہ بن صفوان کو معزول کیا، اور اپنی خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا،

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۴۱، ۲۴۲، ۲۴۶، حوادث سنہ ۱۲۲ھ، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۸۹، کتاب المونس ص ۹، ۳۵، نہایۃ الارب نویری در اماری البیان المغرب ابن عذاری در اماری ۵۲، ان سب بیانات کو سامنے رکھ کر واقعہ کو مرتب شکل مین پیش کیا گیا ہے،

لیکن اسوقت عبدالرحمن کا مقصود بنوامیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا نہ تھا، بلکہ محض ولایت افریقیہ پر اپنا قبضہ واقتدار قائم کرنا تھا، عبدالرحمن نے اگرچہ اپنی حکومت کا اعلان کردیا تھا لیکن ابھی خود اسکی بنیاد ایسی مستحکم نہ تھی، کہ افریقیہ کی داخلی بغاوتون کے ساتھ بیفائدہ مرکزی اسلامی حکومت کو بھی اپنا دشمن بنالے، چنانچہ جب چند ہی دن کے بعد اسی سال دولت بنی امیہ کو زوال آیا، اوران کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بھی ہمیشہ کے لئے گل ہوگیا، اوران کے جانشین خلفائے عباسی سریرآرائے خلافت ہوئے، تو عبدالرحمن نے نہایت خاموشی سے اطاعت وانقیاد کی نام نہاد رسم اداکردی، اور خلیفہ عباسی سفاح کا نام رسمی طور پر خطبہ مین جاری کردیا،

اسوقت عبدالرحمن کی ساری توجہ ممالک مغرب کے مطیع وزیرنگین کرنے پر مرکوز تھی، چنانچہ جب اسکو سرزمین افریقیہ مین پوری کامیابی حاصل ہوگئی، اور شمالی افریقیہ کی اسلامی مملکت کے چپہ چپہ نے اطاعت قبول کرلی، تو اسکو اپنا مفتوح جزیرہ صقلیہ یاد آیا،

سیراکیوز کا ادائے جزیہ سے انکار کرنا، اورصقلیہ پر دوبارہ حملہ

افریقیہ مین ۱۲۲ھ ۷۴۰ء سے جو حالات پیدا ہوگئے تھے ان سے حکومت صقلیہ نے فائدہ اوٹھاکر اپنے جزیہ کی موعودہ رقم ارسال نہین کی جو اس پر واجب الاداتھی اسلئے عبدالرحمن فاتح سرقوسہ نے افریقیہ مین قیام امن کے بعد ۱۳۵ھ ۷۵۲ء مین صقلیہ پر حملہ کیا، جو نہایت کامیاب ہوا اور ابن اثیر اور نویری وغیرہ کے بیان کے مطابق یہ صقلیہ کی ایسی کامیاب مہم تھی جسکی اس کے ابتدائی حملون مین کوئی نظیر نہین ملتی، اور جب وہ افریقیہ لوٹا ہے تو مال غنیمت اور قیدیون کی ایک کثیر تعداد اسکے ساتھ تھی،

حکومت صقلیہ کا جزیہ قبول کرنا

عبدالرحمن نے اس مہم مین حکومت صقلیہ کو ادائے جزیہ پر پھر مجبور کردیا، اور انھی شرائط پر وہان سے واپس آیا،

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۲۲، ۱۲۷

سردانیہ کا جزیہ قبول کرنا

پھر عبدالرحمن نے ۱۳۵ھ میں حکومت بیزنطی کے دوسرے بحری مرکز سردانیہ پر فوجکشی کی اور وہان بھی جزیہ کی ادائی پر مصالحت ہوگئی،[1]

عہد عباسیہ میں صقلیہ و سردانیہ پر یہ سب سے پہلا حملہ تھا جس نے ان جزیرون کو اصولاً حکومت عباسیہ کا باجگذار بنا دیا، اور اگر افریقہ کے سیاسی حالات مین پھر کوئی نیا انقلاب نہ ہوتا، تو کوئی وجہ نہ تھی، کہ یہ جزیرے اپنی باجگذاری پر برابر ثابت قدم نہ رہتے،

افریقہ مین بغاوتین اور حکومت کے مختلف انقلابات

مگر ان دنون افریقہ کے سیاسی حالات کچھ ایسے ہو رہے تھے کہ چند سال بھی کوئی یکسان نظام قائم نہ رہ سکا، اولاً جب منصور خلیفہ عباسی کا دور آیا، تو اس نے بھی عبدالرحمن کو بدستور ولایت پر قائم رکھا، لیکن پھر دونون مین بعض وجوہ کی بنا پر ایسے اختلافات پیدا ہوگئے کہ عبدالرحمن نے اسکی اطاعت سے انحراف کرکے اپنی خود مختاری کا اعلان کردیا، چنانچہ ۱۴۴ھ تک افریقہ مین عبدالرحمن کے خاندان کی حکومت قائم رہی، پھر اس کے خاندان کا استیصال ہوا، اور تمام طوائف الملوکی پھیل گئی،

یہان تک کہ جب خلافت عباسیہ کو اپنے مشرقی معاملات سے فرصت ملی تو اس طرف بھی توجہ کیگئی، اور ایک دو سال کی معرکہ آرائی کے بعد ۱۴۳ھ / ۷۶۰ء مین محمد بن اشعث خزاعی افریقہ آیا اور ۱۴۴ھ / ۷۶۱ء تک تمام خارجیون اور بربریون کا قلع قمع کرکے کامل امن و امان قائم کردیا، لیکن ابھی وہ افریقہ کے معاملات کو روبہ اصلاح لانے مین مصروف تھا، کہ اسکو بعض سیاسی غلطی کی پاداش مین ولایت افریقہ سے دستبردار ہونا پڑا، اور اواخر ۱۴۸ھ / ۷۶۵ء مین افریقہ سے دارالخلافت کو روانہ ہوگیا، اور یہان کی زمام

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۳۴۹، ۳ ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۰، نہایۃ الارب نویری در اماری ص ۴۲۶، ابن عذاری ترجمہ ص ۸۱، اس موقع پر ابن اثیر مین عبدالرحمن کے بجائے عبداللہ ہے، جو مسامحت پر مبنی ہے، نیز نویری نے حملہ کا سال ۱۳۰ھ لکھا ہے، یہ بھی صحیح نہین،

حکومت عارضی طور پر عیسیٰ بن موسیٰ الخراسانی نے اپنے ہاتھ میں لی، اس کے بعد ربیع الاول ۱۴۸ھ / ۷۶۵ء میں بارگاہ خلافت سے اغلب التمیمی ولایت افریقیہ پر سرفراز ہو کر یہاں داخل ہوا، اور زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی، لیکن شعبان ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء میں ایک بغاوت کو فرو کرتے ہوئے میدان جنگ میں یہ بھی کام آگیا،

اغلب کی وفات کے بعد اسکے اہل وعیال نے افریقیہ میں سکونت اختیار کر لی، لیکن ان میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اسکی جانشینی کے بار گران کو سنبھال سکتا، اس لئے خلیفۂ وقت کی طرف سے دوسرا والی مقرر ہو کر آیا، لیکن افریقہ کی بغاوت وبدامنی بدستور جاری رہی، مرکزی حکومت نے امن وامان کی قیام کی بہترین صورتیں اختیار کیں، اور ایک مستقل خاندان آل مہلب کو یہاں کی حکومت تفویض کر دی، مگر پھر بھی ۱۵۱ھ / ۷۶۸ء سے ۱۸۳ھ / ۷۹۹ء تک مختلف سالوں میں سات ولاۃ مقرر ہوئے، اور ان میں سے اکثر کو بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا، اور بعض کو اپنی قیمتی جان بھی نذر کرنی پڑی،

چنانچہ ۱۸۳ھ / ۷۹۹ء میں جسوقت کہ محمد بن مقاتل العکی افریقہ کا والی تھا، ایک باغی سردار تمام بن تمیم التمیمی نے ایسی یورش کی کہ دارالحکومت قیروان پر قابض ہو گیا، محمد بن مقاتل افریقہ کی ولایت سے دستبردار ہو کر اوس باغی سے طالب امان ہو کر جان بخشی کرائی، اور پورے افریقہ میں نہایت ابتری پھیل گئی،

اسی زمانہ میں اغلب کا بڑا لڑکا ابراہیم زاب کا حاکم تھا، قیروان کے یہ حالات دیکھ کر فوج لیکر آگے بڑھا، تمام سے قیروان خالی کرایا، پھر پورے صوبہ کو زیر نگین کیا، اس کے بعد کمال دیانت داری ودانائی وفرزانگی سے افریقہ کی زمام حکومت سابق والی افریقہ محمد بن مقاتل کے ہاتھ میں دیدی، اور تمام افریقہ میں امن وامان قائم ہو گیا،

لیکن محمد بن مقاتل کچھ زیادہ دنوں افریقہ میں قیام نہ کر سکا، اور سیاسی صورت حال ایسی پیش آگئی، کہ وہ بارگاہ خلافت میں طلب کر لیا گیا، اور خلیفہ ہارون رشید نے ۱۸۴ھ / ۸۰۰ء میں افریقہ کی زمام

حکومت ابراہیم بن اغلب کے حسن خدمت کے اعتراف میں اسی کے سپرد کر دی گئی،[۱]

افریقیہ کی بغاوتوں کے زمانہ میں صقلیہ کی جنگی تیاریاں

۱۳۵ھ سے ۱۸۴ھ تک جو سیاسی ہیجان رہا، اس سے صقلیہ کے حالات میں بھی ایک نیا انقلاب برپا ہو گیا، کیونکہ افریقیہ کا یہ مختصر دورِ فتن حکومت صقلیہ کیلئے نہایت کارآمد ثابت ہوا، اور اسی مختصر زمانہ میں صقلیہ نے اپنے وہ تمام منصوبے نہایت حسن وخوبی سے پورے کرلئے جن کی قسطنطین دوم نے یہاں داغ بیل ڈالی تھی لیکن مسلمانوں کے پے درپے حملوں سے صقلیہ کو سر اٹھانے کا موقع نہیں ملتا تھا، کہ وہ قسطنطین کی حکمت عملی کو پورا کرنے کی کوشش کرتا،

چنانچہ افریقیہ کے اسی دورِ اختلال میں حکومت صقلیہ نے اپنی مکمل حفاظتی تدبیریں انجام دیں، فوجوں کا مرتب نظام قائم ہوا، شہروں کے شہر پناہ اور جہازوں کے بندرگاہ کی درستی کے ساتھ قلعوں کو نئے سرے سے مستحکم کیا گیا، اور حفاظت کی تمام صورتیں اختیار کرکے ان کی نہایت مستعدی سے نگہداشت شروع ہوئی، اور پھر ہر سال جہاز پر سوار ہو کر جزیرہ کے گرداگرد گشت لگانے، اور اپنے تمام استحکام کی دیکھ بھال کرنے کا خاص اہتمام کیا گیا، اسی طرح اندرون جزیرہ کو پوری طرح مسلح کرلیا گیا، صقلیہ میں قلعوں کی کمی نہیں تھی، قدم قدم پر سر بفلک قلعے کھڑے تھے، لیکن آبادی کی کمی کے باعث اور نیز حکومت کی غفلت شعاری سے غیر آباد پڑے تھے، اگرچہ ان میں سے چند قلعے مسلمانوں کے فتح افریقیہ کے وقت بھی آباد ہو چکے تھے،[۲] تاہم ابھی ایسے قلعوں کی کثیر تعداد تھی، جو ویران اور سنسان پڑے تھے، چنانچہ اب اس موقع پر ان کے آباد ہونے کی باری آئی، اور ایک ایک قلعہ آباد کر دیا گیا، علاوہ ازیں جابجا جنگی ضرورتوں سے قلعے بھی تعمیر کئے گئے، یہاں تک مشکل سے صقلیہ کی کوئی ایسی پہاڑی باقی رہ گئی ہو، جس پر قلعہ کی سر بفلک دیوار کھڑی نہ کر دی گئی ہو، چنانچہ نویری مسلمانوں کے ۱۳۵ھ کے حملہ کا تذکرہ کرکے افریقیہ کے دورِ فتن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

---

[۱] ان واقعات کی تفصیل کیلئے دیکھو ابن اثیر ج ۶ ص ۹۲ تا ۹۶، کتاب المونس ص ۴۴، البیان المغرب ابن عذاری ترجمہ ص ۱۰۱ تا ۱۰۲، معجم البلدان ج ۵ ص ۴۷۳،

ان استحکامات کا یون ذکر کرتا ہے:-

"اور افریقیہ کے ولاۃ اون فتنہ وفساد کے دور کرنے مین لگ گئے جن کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہین، اس طرح باشندگان جزیرہ صقلیہ مامون ومحفوظ ہوگئے، اور اس کو ہر چہار جانب سے مستحکم کرلیا اور قلعے پر قلعے تعمیر کرلئے، یہان تک کہ ایسی کوئی پہاڑی باقی نہ چھوڑی جس پر قلعہ تعمیر کرلیا ہو[۱]"

صقلیہ کے ان جدید استحکامات کے بعد رومیون کو مزید حوصلہ ہوا، اور انھون نے اپنی حفاظت سے تجاوز کرکے بحر روم مین غارت گری شروع کردی، مسلمانون کے تجارتی جہاز اب ان کے رحم وکرم پر تھے، وہ آزادی سے اون پر چھاپے مارتے، اور جہازون کے جہاز لوٹ لیتے، ابن اثیر صقلیہ کے استحکام کو ان الفاظ مین بیان کرتے ہوئے اون کی غارت گری کی طرف یون اشارہ کرتا ہے:-

"اور افریقیہ کے ولاۃ بربر کے فتنہ وفساد مین مصروف ہوگئے تو صقلیہ محفوظ ہوگیا، اور رومیون نے اوس کو ہر طرف سے مستحکم کرلیا، اور اس مین قلعے اور شہر پناہ تعمیر کرلئے، اور اب ہر سال جہازون پر سوار ہو کر نکلتے، اور جزیرہ کے چارون طرف گھوم کر فوجی نقطۂ نظر سے جہان کمزوریان دیکھتے دور کردیتے، اور جب مسلمان تاجرون کے جہاز دیکھ لیتے تو انھین گرفتار کرلیتے[۲]"

چنانچہ رفتہ رفتہ صقلیہ کے رومی بیڑون کو بحر روم مین نمایان تفوق حاصل ہوگیا، اور اب وہ ایک طرف افریقیہ کی اسلامی آبادی پر چھاپے مارتے، تو دوسری طرف یورپ کے دوسرے علاقون مین بھی غارتگری کرتے، اور اسلامی مرکزی حکومت بغداد کے جنگی بیڑون کے پہلو بہ پہلو مساویانہ طور پر بحر روم مین گشت کرتے، اور یورپ کے ایسے ممالک پر جن سے خلافت عباسیہ اور صقلیہ کی رومی حکومت

---

[۱] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۲۶، [۲] ابن اثیر جلد ۵ ص ۱۳۳۔

دونون کو اختلاف تھا، متفقہ حملے بھی کرتے، چنانچہ ۱۹۴ھ/۸۰۹ء کے موسم سرما مین مرکزی حکومت بغداد کا ایک بیڑا اسلیمان بن راشد (جو ہارون رشید کے عہد مین محکمہ خراج کا افسر اعلےٰ تھا) کی سرکردگی مین بحر روم مین گشت کر رہا تھا، صقلیہ کے رومی بیڑے نے اس سے متحد ہو کر یورپ کے بعض دوسرے علاقہ پر غارت گری کی۔[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۱۰۰، ۱۴۸۔

دولتِ اغالبہ افریقیہ

۱۸۴ھ تا ۲۹۶ھ — ۸۰۰ء تا ۹۰۸ء

ابراہیم بن اغلب

۱۸۴ھ تا ۱۹۶ھ — ۸۰۰ء تا ۸۱۱ء

افریقیہ مین حکومتِ اغلبیہ کا قیام

دولتِ اغالبہ افریقیہ کے بانی ابراہیم بن اغلب نے ۱۸۴ھ/۸۰۰ء مین افریقیہ کی زمامِ حکومت اپنے ہاتھ مین لی، اور ملکی نظم ونسق مین مصروف ہوگیا، اسکی حکومت کے قیام کے بعد سے افریقیہ کی ایک جدید تاریخ شروع ہوتی ہے، اور اسی کے ماتحت صقلیہ کی اسلامی تاریخ ہے، اس لئے یہان اولاً افریقیہ کی دولتِ اغالبہ کا سمجھ لینا ضروری ہے، قیامِ دولتِ اغالبہ کے پیشتر تک خلفائے عباسیہ کو افریقیہ کی اسلامی حکومت سے کسی قسم کا کوئی مالی انتفاع حاصل نہ تھا، بلکہ خود اس صوبہ کو جس پر صرف مصر کی سرحد کی حفاظت کے لئے اقتدار قائم رکھنا ضروری سمجھا جاتا تھا، خزانۂ مصر سے سالانہ ایک لاکھ دینار ادا کئے جاتے تھے جن سے یہان امن وامان قائم رکھا جاتا تھا،

ابراہیم اغلبی نے افریقیہ کو ایک آزاد صوبہ کی حیثیت مین لانے کیلئے اس رسم کو ترک کرنا چاہا، اور عہدۂ ولایت کا انتظام ہاتھ مین لینے سے پیشتر ہی خلیفہ ہارون رشید سے خزانۂ مصر سے اس رقم کے بند کرا دینے، مزید بران حکومتِ افریقیہ سے سالانہ چالیس ہزار دینار قبول کرنے کی استدعا کی، ہارون رشید

نے یہ تجویز خوشی سے منظور کرلی[1] اور اس پر عملدرآمد جاری ہوگیا، اسلئے درحقیقت افریقیہ کی مستقل اسلامی حکومت کی بنیاد اسی ابراہیم اغلبی کے ہاتھوں قائم ہوتی ہے،

ابراہیم عہدۂ ولایت قبول کرنے کے بعد ہی اپنی دانائی و خوش تدبیری سے افریقیہ مین ایک مستقل جداگانہ نظامِ حکومت قائم کرنے مین کامیاب ہوگیا، اور اپنے پورے دورِ حکومت مین افریقیہ کے نظم و نسق مین مصروف رہا، یہان تک کہ ۱۹۶ھ مین اس نے وفات پائی، اور اس کے بجائے اس کا لڑکا ابوالعباس عبداللہ اس کا جانشین قرار پایا، کیونکہ خلافت عباسیہ نے ابراہیم کی خدمات کے صلہ مین افریقیہ کی حکومت اسکے خاندان کیلئے موروثی قرار دیدی تھی،

اغالبہ کا عروج　یہ وجہ تھی کہ افریقیہ کے یہ اغلبی ولاۃ رفتہ رفتہ اس قدر مطلق العنان فرمانروا ثابت ہوئے کہ بظاہر اس کے آزاد و خودمختار حکومت ہونے مین کوئی شبہہ نہ رہا، اگرچہ اغالبہ نے کبھی بھی اپنی خودمختاری کا اعلان نہین کیا، لیکن معنًا یہان انکی خودمختار حکومت قائم تھی، جسکو اپنے داخلی و خارجی نظامِ سیاست مین پوری آزادی حاصل تھی، صرف تخت نشینی کے بعد خلیفہ عباسی سے ضابطہ کی منظوری حاصل کیجاتی، اور اغالبہ کے پورے دورِ حکومت مین بجز چند مخصوص موقعون کے کبھی بھی ایسا نہین ہوا، کہ عباسی خلیفہ یہان کے معاملات مین مداخلت کرتے، وہ صرف خانوادہ کے باہمی تصفیہ سے فرمانروایان اغالبہ کے تخت نشین ہوجانے کے بعد ان کے عزل و نصب کی تصدیق کر دیتے، اور انھین وہ سالانہ خراج برابر ادا کیا جاتا جو دارالخلافت کیلئے مقرر ہوچکا تھا، اس کے ساتھ اغالبہ کے تمام ممالک محروسہ مین خطبہ مین خلیفہ عباسی کے نام کے پہلو بہ پہلو تاجدار اغلبی کا نام بھی شامل ہوتا، اور خطبہ مین یکے بعد دیگرے دونون نام لئے جاتے تھے،

اغالبہ نے افریقیہ مین ۱۸۴ھ سے ۲۹۶ھ تک فرمانروائی کی، اور اپنی حکومت سے سرزمین افریقیہ مین جو فتنہ و فساد کا جولانگاہ تھی، امن و امان قائم کرکے، اس کو ہر قسم کی ترقیون سے معراجِ کمال

---

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۶؛

پر پہونچا دیا، موسیو سدیو نے مختصر الفاظ میں ان کے دور حکومت پر ایک اجمالی تبصرہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں :-

"اس کے بعد ان کے امیر اغلب نے کوشش کی اور تمام بربریوں کو خلیفہ منصور کی اطاعت و انقیاد کے لئے مجبور کیا، پھر بربریوں نے مہدی اور رشید کے زمانہ میں کئی مرتبہ بغاوت کی جس میں عباسیوں کو بڑے بڑے نقصانات اٹھانے پڑے، یہانتک کہ ۸۰۰ء میں رشید نے مصمم ارادہ کرلیا، کہ ابراہیم بن الاغلب کو دریائے مغربی کی حکومت مستقل طور پر دیدے،

چنانچہ اغلبیہ خاندان اسی سنہ سے ۹۱۱ء (۲۹۸ھ) تک وہاں خود مختار حاکم رہا، اس خاندان نے ازدواج و مناکحت کے ذریعہ سے عرب اور بربر دونوں کے خون کو باہم مخلوط و ممزوج کردیا، اور اب ان کا اخلاق اور ان کا دین بھی متحد ہو گیا، اور غیریت کی وجہ سے ان میں جو بغض و حسد اور منافرت تھی، وہ سب جاتی رہی،

ابراہیم بن اغلب کے زیر حکومت وہ تمام ملک تھا، جو ساحل بحر اوقیانوس سے لیکر حدود دریائے مصر یعنی برقہ تک چلا گیا ہے، اور اس وسیع مملکت کے خطبوں میں خلیفہ عباسی کے نام کے ساتھ اس کا بھی نام لیا جاتا تھا،

عباسی خلفاء اور اغلبی حکام دونوں نے بہت سخت کوشش کی کہ مغرب اقصیٰ سے ادریسیوں کی حکومت کو زائل اور برباد کردیں، مگر ان سے کچھ بھی نہ ہو سکا، اب اغلبیہ خاندان والے صرف بلاد مغرب وسطے اور بلاد افریقیہ کی حمایت و حفاظت کرنے لگے، انھوں نے ان عیسائی ممالک پر جو ساحل بحر روم پر واقع تھے، چڑھائیاں کیں، یہاں انھیں فتح و نصرت حاصل ہوئی"،

اسکے بعد ان کے تہذیب و تمدن کا تذکرہ یوں کرتے ہیں :-

"اسکے سوا اقلیم افریقیہ کو انھوں نے مہذب بنایا، جو اسلامی تمدن شام اور عراق میں جاری تھا

وہی انھون نے وہان بھی جاری کیا، قصر قدیم، اور رصادہ (رقادہ) دو نئے شہر آباد کئے، وہ کبھی ٹیونس کبھی قیروان، اور کبھی طرابلس مین رہنے لگے، جس سے یہ سب شہر ایسی عمارتون سے معمور ہوگئے، جن مین حادہ قوسین بنائی جاتی تھین، اور بڑے بڑے آراستہ و پیراستہ ستون قائم کئے جاتے تھے اور جو رومانی طرز تعمیر پر ہوتے تھے اور ایسی ندیون پر جہان بارش کی وجہ سے تیز رو سیلاب جاری ہوجاتے تھے، انھون نے پل بنوائے، (بند بندھوائے؟)

غرض ان لوگون کے سبب سے تمام ملک مین تہذیب پھیلی، انھون نے علوم و فنون صنعت و حرفت اور تجارت و فلاحت کی ترقی مین بڑی کوشش کی، جگہ جگہ تجارت کی منڈیان قائم کین، جس سے صحرائی قومون اور سواحل کے باشندون کے مابین آمد و رفت کی سہولت ہوگئی، نئی نئی سڑکین نکالین، ان مین امن و امان کا بڑا بندوبست کیا، ڈاک کے راستون اور مقامون کی نگرانی شہرون کے عمائد و اعیان کے سپرد کی، نیز ان مقامات پر خاص نگران مقرر کئے، جن مین پیدل ہرکارے اور سوار قاصد ڈاک لیجایا کرتے تھے، اور ڈاک حدود مغرب کی ابتدا، سے مملکت مصر کے حدود تک برابر آتی جاتی تھی علاوہ برین اغلبیون نے بڑی کشتیون کا بیڑا بھی تیار کیا، جس کے ذریعے سے بحر متوسط پر حکومت کرتے تھے،،[۱]

عبداللہ بن ابراہیم والی افریقہ،

سنہ ۱۹۶ھ - سنہ ۲۰۱ھ
۸۱۱ء - ۸۱۶ء

عبداللہ بن ابراہیم نے اپنے باپ کی وفات کے بعد سنہ ۱۹۶ھ ۸۱۱ء مین عنان حکومت سنبھالی، اس کے عہد حکومت مین ہمارے لئے جو اہم ترین واقعہ قابل ذکر ہوسکتا ہے، وہ حکومت افریقیہ اور حکومت صقلیہ

[۱] تاریخ عرب موسیو سدیو (ترجمہ اردو) ص ۲۳۹ لغایت ۲۴۱ طبع اول،

کا معاہدہ صلح ہے، اور یہ صلحنامہ ان دونوں حکومتوں کے مستحکم اور دونوں کے تساوی و متوازن حالت میں ہونے کا ایک قدرتی نتیجہ تھا، کیونکہ ابراہیم نے اپنے عہد حکومت میں افریقہ کی تمام چولیں درست کر دی تھیں، اور صقلیہ نے افریقہ کے دور اختلال سے فائدہ اوٹھا کر پوری قوت بہم پہنچالی تھی، عرب مورخین نے افریقہ اور صقلیہ کے اس معاہدہ کا کوئی مستقل تذکرہ نہیں کیا ہے، انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں صرف اس قدر ہے کہ ۸۱۳ء (۱۹۷ھ) میں مجاہدین اسلام اور صقلیہ کے عیسائیوں میں دس سال کیلئے صلح ہو گئی[۱] لیکن عربی تاریخوں میں مختلف واقعات کے حوالوں میں اس کا ذکر آجاتا ہے، جن سے چند شرائط کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، اس معاہدہ کی غالباً سب سے اہم شرط یہ تھی کہ صقلیہ میں اگر کوئی مسلمان قیدی پہنچ جائے، تو فوراً افریقہ لوٹا دیا جائے گا، معاہدہ کی اس شرط سے حکومت صقلیہ کی ان بحری غارتگریوں کا بھی سدباب ہوتا ہے، جو وہ اکثر اسلامی جہازوں پر کرتے رہتے تھے، نیز سواحل افریقہ پر بھی ان کی جو تاخت کبھی کبھی ہوتی تھی، اس معاہدہ کے روسے اس کا بھی انسداد ہوتا ہے، اسی کے ساتھ حکومت افریقہ کی ان دھاووں کا بھی خاتمہ ہونا چاہیے، جو وہ اکثر اپنے مطمئن ماحول کے دوران میں صقلیہ پر روانہ کیا کرتی تھی[۲]،

[۱] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۵ ص ۱۰۳ طبع یازدہم، [۲] صاحب کتاب الحلۃ السیراء (در اماری ص ۲۲۷) نے عام مورخین کے برخلاف ۲۰۰ھ میں محمد بن عبداللہ اغلبی کی سرکردگی میں صقلیہ پر ایک بحری حملہ کا تذکرہ کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوس نے ۲۰۶ھ کے بحری حملہ کو جو سردانیہ پر ہوا تھا صقلیہ کیطرف منسوب کر دیا، کیونکہ اولاً الحلۃ السیراء کے علاوہ کسی نے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے بلکہ اس کے بجائے ابن عذاری وغیرہ نے ۲۰۶ھ کے حملہ سردانیہ کا تذکرہ کیا ہے جسکو ہم نے متن میں بھی دیدیا ہے، علاوہ ازیں جیسا کہ آئندہ معلوم ہو گا جب ۲۱۲ھ میں صقلیہ پر اسلامی حملہ کا سوال حکومت افریقہ کے سامنے آیا، تو اسی معاہدہ کی بنا پر اس میں خود زیادۃ اللہ کو پس وپیش ہوا، اور اسکے علاوہ افریقہ کے اعیان و فقہاء نے اسی بنا پر سخت مخالفت کی، اور پھر حملہ صقلیہ کا یہ مسئلہ بالآخر قاضی القضاۃ افریقہ کے سامنے بطور مذہبی استفتاء کے پیش ہوا، اور اس کا جو کچھ فیصلہ جن دلائل سے ہوا، اس کی تفصیل آگے آئے گی، ان حالات میں الحلۃ السیراء کی وہ مشتبہ روایت قابل یقین نہیں ہے، جبکہ اس معاہدہ کے متعلق معلوم ہے کہ وہ عبداللہ بن ابراہیم کے عہد میں ہوا، اس لئے

لیکن ابو العباس کا عہدِ حکومت محض چند روزہ تھا، اس نے ۲۰۱ھ/۸۱۶ء میں وفات پائی، اور اسکے بجائے اس کا چھوٹا بھائی زیادۃ اللہ بن ابراہیم سریر حکومت پر جلوہ آرا ہوا۔

زیادۃ اللہ بن ابراہیم والی افریقیہ

۲۰۱ھ/۸۱۶ء تا ۲۲۳ھ/۸۳۷ء

ابو محمد زیادۃ اللہ بن ابراہیم بن اغلب ایک نہایت بیدار مغز فرمانروا ثابت ہوا، یہ ۲۲ ذی الحجہ ۲۰۱ھ کو تختِ حکومت پر بیٹھا، اور سریر آرائے حکومت ہوتے ہی اسکو بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا، اور اسلئے وہ ابتداءً افریقیہ کے معاملات اور ملکی نظام میں الجھا رہا، جب افریقیہ کے معاملات سے مطمئن ہوا، تو بحری قوت کی طرف توجہ کی، اور جہازوں کے بڑے تیار کئے، لیکن اس کے باوجود اس نے صقلیہ کے معاہدہ کا احترام کیا، اور جب بحری پیشقدمی کی ضرورت محسوس ہوئی تو ۲۰۶ھ/۸۲۱ء میں سردانیہ کی طرف توجہ کی، کیونکہ وہ بھی اس سے پہلے باجگذار ہو چکا تھا، جس کا سلسلہ افریقیہ کے دورِ اختلال میں منقطع ہو گیا تھا، یہ حملہ محمد بن عبد اللہ التمیمی کی سرکردگی میں انجام پایا، اور طرفین نے نقصانات اوٹھائے[1]

افریقیہ میں بغاوت لیکن زیادۃ اللہ کے عہدِ حکومت کے چند سال گذرے تھے، کہ اتفاق سے ۲۰۹ھ/۸۲۴ء میں افریقیہ میں ایک شخص منصور طنبذی نے علمِ بغاوت بلند کیا، جسمیں رفتہ رفتہ اسکو کامیابی ہوتی گئی، اور آخر میں زیادۃ اللہ اس درجہ مجبور ہو گیا، کہ اس کے پاس تمام افریقیہ کے علاقہ میں صرف چند مقامات باقی رہ گئے

(بقیہ حاشیہ ص ۱۱۶) ۲۰۲ھ سے پہلے وہ معاہدہ موجود تھا، اور اگر زیادۃ اللہ نے ۲۱۲ھ کے معمولی حملہ کے لئے اس کی خلاف ورزی کی اور افریقیہ کے علماء واعیان بھی خاموش رہے تو پھر ۲۱۲ھ میں کیا اسباب ہو سکتے ہیں، کہ خود والی افریقیہ اور اس کے اعیان و مشیر کار معاہدہ کی خلاف ورزی سے بہ شدت احتراز کریں [1] البیان المغرب (ترجمہ) ص ۱۲۹ و ابن اثیر ج ۶ ص ۲۶۹ وغیرہ،

ان کے علاوہ پورے افریقیہ میں منصور کا سکہ روان ہوگیا[1]

صقلیہ کی طرف سے معاہدہ شکنی اور سواحل افریقیہ پر حملہ

حکومت صقلیہ نے معاہدہ کو بالائے طاق رکھ کر افریقیہ کے ان حالات سے فائدہ اوٹھانا چاہا چنانچہ اتفاق سے اسی زمانہ یعنی ۲۱۱ھ/۸۲۶ء میں میکائل دوم شہنشاہ قسطنطنیہ (۸۲۰ء تا ۸۲۹ء) نے ایک بطریق قسطنطین نامی کو جسکو عرب مورخین "سودہ" کے لقب سے بھی موسوم کرتے ہین صقلیہ کی گورنری پر بھیجا تھا، اس نووارد گورنر نے اپنی ہمسایہ حکومت افریقیہ کے ادن حالات کا مطالعہ کیا، صقلیہ کی بحری و بری فوج پہلے سے تیار تھی، اس نے زمام حکومت سنبھالتے ہی جنگی بیڑا مرتب کیا، اور صقلیہ کے ایک قائدِ اعظم فیمی (AUPHAMIUS) کو حکومت افریقیہ کے ساحلی مقامات پر حملہ آوری کے لئے روانہ کردیا، فیمی جنگی جہازون کے ساتھ ساحل پر اوترا، اور کئی مقامات پر غارت گری کی، افریقیہ اسوقت اپنے جھگڑون مین اوجھا ہوا تھا، اس رومی حملہ کا کیا جواب دیتا، فیمی جہانتک لوٹ مار کر سکتا تھا، کرتا رہا، اور ایک مدت تک اسی سلسلہ مین وہ افریقیہ مین مقیم رہا[2]

ابن عذاری کی تصریح کے مطابق افریقیہ کا ساحلی علاقہ زیادۃ اللہ کا مطیع تھا، اسلئے یہ حملہ براہ راست اغلبی حکومت کے برخلاف تھا، اور اگر اصولی نقطہ نظر سے دیکھا جاسے تو اوسی حملہ سے اوس معاہدہ کی تنسیخ ہوگئی جو ابو العباس عبد اللہ کے عہد مین کیا گیا تھا، اور پھر اس کے بعد ہی حکومت صقلیہ نے ایک قدم اور آگے بڑھایا، اور معاہدہ کی شکست کا عملاً دوسرا ثبوت بہم پہنچانا چاہا یعنی اوس نے نہایت بیباکی سے بحر روم کے اسلامی جہازون پر چھاپے مارنا شروع کر دئے، مسافر اگر مقابلہ کرتے، تو تہ تیغ ہوتے ورنہ غلام بنا کر صقلیہ پہنچائے جاتے، اور جو مال و اسباب ان پر موجود ہوتا، اس پر مال غنیمت کے طور پر قبضہ کر لیتے، اور جزیرہ مین واپس آجاتے،

چنانچہ یزید بن محمد الجمحی جو افریقیہ کے ایک نہایت ثقہ اور رئیس محدث تھے ۲۱۲ھ مین افریقیہ

---

[1] البیان المغرب (ترجمہ) ص ۱۲۴ و ۱۲۵ [2] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۲۵، و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۸، وغیرہ

سے شہر سیسہ کیطرف ایک لشکر کے ساتھ جا رہے تھے، صقلیہ کے رومی بیڑے نکل پڑے، اور ان جہازوں پر حملہ آور ہوئے، فوج کی ایک مختصر جماعت زبردست جنگی بیڑے کا کیا مقابلہ کرتی، چنانچہ دوسرے مسلمانوں کے تہ تیغ ہونے کے علاوہ حجی جیسی مقدس و مقتدر ہستی نے بھی جام شہادت نوش کیا،

حجی کو افریقہ مین جو علمی و مذہبی مرتبہ حاصل تھا، وہ ان کے شیوخ و تلامذہ کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے، انھین حضرت امام مالک رحہ سے شرف تلمذ حاصل تھا، نیز ابراہیم بن محمد مدنی، اور ابوبکر بن عیاش کوفی احمد بن یزید اور اسی طرح، مدینہ کوفہ، شام، اور بصرہ کے کبار محدثین ان کے شیوخ کی فہرست مین ہین، اور تلامذہ کے حلقہ مین موسیٰ بن معاویہ صمادحی وغیرہ جیسے جلیل القدر بزرگ ہین[۱]،

اس لئے حجی کا واقعۂ شہادت سارے افریقہ مین آگ لگا دیتا لیکن وہان خود بغاوت کی آگ سلگ رہی تھی، اور سب کے سب اسی کے بجھانے مین لگے ہوئے تھے، کسے فرصت تھی اور کس مین صلاحیت تھی کہ حکومت صقلیہ کی ان حرکتون پر بازپرس کرتا،

لیکن حکومت افریقہ نے اس پر اگرچہ بازپرس نہین کی اور اسکو فسخ معاہدہ کا سبب نہین قرار دیا، تاہم ایک غیر جانبدار مورخ صاحب ریاض النفوس حجی رح کے واقعۂ شہادت پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ ابو عبداللہ اجدانی کا یہ بیان نقل کرتا ہے:۔

و قال الشیخ ابو عبد اللہ	اور شیخ ابو عبداللہ اجدانی فرماتے ہین کہ (حجی کا)
الاجدانی فدل ذلک علی ان	(واقعۂ شہادت) اس امر پر دلالت کرتا ہے، کہ
اہل صقلیہ لم یکن بینھم و بین	اس زمانہ مین مسلمانون اور باشندگان صقلیہ کے
المسلمین ھدنۃ۔	درمیان کوئی معاہدۂ صلح قائم نہین تھا،

[۱] ابوالعرب دریادگاری مضامین ج ۱ ص ۲۹۴، و ریاض النفوس در امار ی ص ۱۸۰،

صقلیہ مین حکومت بزنطی سے بغاوت اور باغیون کی خود مختار حکومت

اگرچہ حکومت افریقیہ نے رومیون کی اس ساحلی تاخت اور اس واقعہ شہادت پر اپنی پر آشوب بغاوتون کے باعث حکومت صقلیہ سے کوئی بازپرس نہین کی، تاہم ساحل افریقیہ کے بیگناہ مظلومون اور یزید بن محمد الجحی کا خون ناحق رنگ لایا، اور خود صقلیہ مین ایک سخت بغاوت برپا ہوگئی، جسکی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہی امیر البحر فیمی جو اسوقت سواحل افریقیہ پر تاخت کررہا تھا، کسی گرجا سے ایک نوجوان نن کو بھگا لایا، اور اس کی خبر میکائل شہنشاہ قسطنطنیہ کو ملی جس نے اسکے قتل اور بروایت گبن زبان تراش لینے کا حکم بھیجا، فیمی اسوقت تک سواحل افریقیہ کی اسلامی بستیون پر چھاپے مار رہا تھا، صقلیہ کی فوج کا ایک معتدبہ حصہ اس کے ساتھ تھا، اس وحشیانہ سزا کو سن کر بغاوت پر آمادہ ہوا، لشکر نے اسکی معاونت پر آمادگی ظاہر کی اور اسکو صقلیہ پر قبضہ کرلینے کا مشورہ دیا، چنانچہ فیمی نے دار الحکومت سرقوسہ کا رخ کیا، اور اس پر قبضہ کربیٹھا، قسطنطین والی صقلیہ قطانیہ مین پناہ گزین ہوا، فیمی نے اسکو وہان بھی چین نہ لینے دیا، شاہی فوج اور باغیون مین سخت مقابلہ ہوا، والی صقلیہ نے ہزیمت اوٹھائی، اور خود بھی جان سے مارا گیا، اسکے بعد فیمی نے ساری جزیرہ مین گشت لگاکر تمام شہرون کو مطیع کیا، اور اپنی خود مختار حکومت قائم کرلی، اور شاہ صقلیہ کا لقب اختیار کیا، اور جزیرہ کے مختلف مقامات مین اپنے گورنر مقرر کردیئے،

فیمی کے خلاف بغاوت

لیکن فیمی کی حکومت چند روزہ ثابت ہوئی، حکومت بزنطی قسطنطنیہ کے ایماء سے اس کے ایک گورنر بلاطہ نامی نے اسکے خلاف علم بغاوت بلند کیا، اور اسکی امداد کیلئے قسطنطنیہ سے ایک عظیم الشان لشکر آیا بلاطہ کا چچازاد بھائی میکائل بلرم مین گورنر تھا، اس نے اسکو بھی اپنا ہمنوا بنایا، اور بلاطہ اپنے عظیم الشان لشکر کے ساتھ آگے بڑھا، اور دوسری طرف سے میکائل والی بلرم آیا، اور دونون بھائیون نے ملکر سرقوسہ پر ایک ساتھ چڑھائی کی، فیمی اس مشترکہ طاقت کا مقابلہ نہ کرسکا، اور ایک معرکہ کے بعد شکست کھائی، اور جان بچاکر صقلیہ سے فرار ہونے پر مجبور ہوا، اور صقلیہ دوبارہ حکومت بزنطی کے

زیر علم آگیا،

فیمی کا حکومت افریقہ سے استمداد

فیمی کی یہ شکست صقلیہ کے دار الاسلام بننے کا بظاہر ایک سبب بنی، فیمی کے زیر علم جو کچھ فوج تھی، اس کا ایک حصہ قسطنطین کو زیر کرنے مین صرف ہو چکا تھا، پھر ایک بڑی تعداد بلاطہ سے مقابلہ کرنے مین کام آئی، اب اسکو اپنی کامیابی کے آثار دکھائی نہین دئے، لیکن امید کی آخری جھلک اسکو افریقیہ مین نظر آئی، اسی سال کے دوران مین سنہ ۲۱۱ھ سے سنہ ۲۱۲ھ تک افریقیہ اور صقلیہ کے تعلقات مین جو کشیدگی رہی، وہ سب اسکی نگاہ مین تھی، اس لئے اس نے اپنے اس آخری حربہ کو بھی استعمال کرنا چاہا، اور اپنی باقی ماندہ فوج کو ساتھ لیا، اور سیدھے دربار قیروان مین حاضر ہوا،

اس نے قیروان مین سب سے پہلے اپنی اس پچھلی پیشقدمی پر زیادۃ اللہ کے سامنے افسوس ظاہر کیا، اور پھر صقلیہ کے تمام حالات بیان کر کے اسلامی فوج کشی کی خواہش ظاہر کی،

ایسے موقع پر سب سے پہلے جو سوال جو پیش آتا وہ یہی تھا کہ حکومت افریقیہ نے اگر فوجکشی کی، تو اسکی حیثیت کیا ہوگی، کیا وہ فیمی کی امداد و معاونت ہوگی یا مسلمانون کا کوئی مستقل حملہ، لیکن فیمی خود ہوشیار تھا، اس نے ابتدا ہی مین تصریح کر دی کہ وہ تاج و تخت سے دستبردار ہو چکا ہے، لیکن صرف بلاطہ سے انتقام لینے کے لئے اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ حملہ مین شریک ہوگا، فتح و نصرت کے بعد اسکو صقلیہ سے کوئی سروکار نہ ہوگا،

زیادۃ اللہ نے اس مسئلہ پر غور کرنے کا وعدہ کیا، اور فیمی دربار حکومت سے واپس آگیا، اسی اثنا مین ادھر گورنر صقلیہ کا حکومت بیزنطی کی جانب سے پیغام آیا، کہ ایک باغی کو پناہ دیکر دونون حکومتون کی دوستی مین فرق نہ ڈالا جائے، جو پچھلے معاہدہ کی روسے قائم ہے، اور ایک باغی کی مدد کر کے ایک معاہد حکومت کے حدود مین بغاوت نہ پھیلائی جائے۔[۱]

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۲۵، ۲۲۶، و نہایۃ الارب در اماری ص ۲۲۴، اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ (بیزنطائن ایمپائر)

زیادۃ اللہ کی توجہ صقلیہ کی طرف

رومی حکومت صقلیہ کو اب اپنے معاہدہ کا خیال آیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ افریقیہ کے دورِ اختلال اور دولتِ اغالبہ کے اس ابتدائی دور میں افریقیہ کے ساتھ صقلیہ کی جو معاندانہ روش رہی وہ خود بخود یہ سوال پیش کرتی تھی کہ آخر افریقیہ اور صقلیہ کے مسئلہ کا آخری حل کیا ہوگا، کیونکہ ان دونوں کی جو جغرافیانہ حیثیت تھی، اس کا قدرتی اقتضا یہی تھا، کہ یا تو دونوں مقامات کسی ایک ہی حکومت کے سلسلہ کی دو کڑیاں ہوں، یا دونوں میں ایسا رابطۂ اتحاد قائم ہو کہ دونوں ملک کے باشندوں کو معاشرتی اقتصادی اور تجارتی آزادی حاصل ہو، اور دونوں ملکوں کی قومیں مساویانہ طور پر بحرِ روم میں آزادی آمد و رفت قائم رکھ سکیں،

یہی وجہ تھی کہ دولت اسلامیہ افریقیہ نے روزِ اول سے صقلیہ کے مسئلہ کو سامنے رکھا، اور ابتداءً یہ کوشش کی، کہ اس جزیرہ کو اپنے دولِ متوافقین کی جماعت میں شامل کر کے افریقیہ کی بحری آزادی حاصل کیجائے، چنانچہ اس میں ابتدائی کامیابی بھی حاصل ہو گئی، لیکن اچانک افریقیہ میں دورِ اختلال شروع ہو گیا، اور صقلیہ کو اپنے جنگی استحکامات کا موقع مل گیا، اسلئے جب عہدِ اغالبہ کی ابتدا ہوئی تو ابو العباس عبد اللہ والیٔ افریقیہ نے شریفانہ شرائط کے ساتھ صلح کی سلسلہ جنبانی کی، اور دونوں ملکوں میں معاہدۂ صلح مرتب ہوا، اور افریقیہ نے اپنی دانست میں صقلیہ کے مسئلہ کا آسان حل دریافت کر لیا لیکن میکائل شہنشاہِ قسطنطنیہ کے سریر آرائے حکومت ہوتے ہی جب مختلف ملکوں میں نئے گورنر گئے، اور صقلیہ کے لئے قسطنطین کا انتخاب عمل میں آیا، تو صلح کی وہ شرطیں کالعدم ہو گئیں، اور جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے، اس نے زمامِ حکومت سنبھالتے ہی افریقیہ کے ساحل پر لوٹ مار شروع کر دی، اور بحرِ روم میں مسلمانوں کے تجارتی جہازوں کو جو آسانی حاصل ہو گئی تھی، وہ بھی مفقود ہو گئی، اور افریقیہ کا غارت گر بیڑا مدت مدید تک اپنی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۲۱) مولفہ اون ص ۲۰۸، ہسٹری آف دی ڈکلائن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر ایڈورڈ گبن ج ۵ ص ۴۲۱ و اخبار اندلس ج ۲ ص ۱۱،

غارت گری میں مصروف رہا، اس کے بعد ہی یزید بن محمد الجمحیؒ جیسے ثقہ و سن رسیدہ محدث کو ایک کثیر جماعت کے ساتھ تہ تیغ کیا گیا،

اسلئے صقلیہ کا مسئلہ حکومت اغالبہ کے سامنے قدرۃً آگیا تھا، کہ اسی اثنا میں فیمی نے اپنی تحریک سے فرمانروا کی توجہ منعطف کردی، جس سے اگر کوئی فرق پیدا ہوا تو صرف یہ کہ زیادۃ اللہ نے اس پر فوری توجہ مبذول کردی ورنہ وہ ابھی افریقیہ کے بعض معاملات کی طرف مشغول رہتا، اور پھر انہیں طے کرکے صقلیہ کی مہم سامنے آتی،

حملۂ صقلیہ کیلئے مجلس مشاورت لیکن ان حالات کے باوجود جب کہ معاہدۂ صلح معنیً منسوخ ہو چکا تھا، زیادۃ اللہ نے حکومت صقلیہ کے پیغام کا احترام کیا، اور اس کا تصفیہ کہ وہ معاہدہ قائم ہے یا نہیں اپنی مجلس مشاورت کی مرضی پر موقوف رکھا، زیادۃ اللہ کی جو مجلس مشاورت تھی، اس میں مختلف اعیان ملک کے علاوہ ملک کے ممتاز فقہا، وعلما بھی شامل تھے اس لئے جب تک ان کے سامنے اس کی تنسیخ کا باضابطہ ثبوت فراہم نہ کیا جاتا، وہ شرعی حیثیت سے صقلیہ کے حملہ کی اجازت دینے کیلئے تیار نہ تھے، چنانچہ اسی بنا پر زیادۃ اللہ نے صقلیہ کی مہم کے متعلق نہ فیمی کو کوئی جواب دیا، اور نہ رومی حکومت صقلیہ کو،

مجلس مشاورت کے مباحث مجلس مشاورت میں مسئلہ صقلیہ کے متعلق دو اہم مباحث زیر بحث آئے،

اوّل یہ کہ وہ معاہدۂ صلح اب تک قائم ہے یا نہیں، اگر قائم ہے تو اسوقت صقلیہ پر حملہ کرنا اسلامی اصول کے خلاف ہے، اور اسلامی حکومت پر غداری کا الزام عائد ہوتا ہے، اور اگر وہ قائم نہیں ہے، تو اس کے ثبوت میں شہادت، اور دلائل کیا ہیں؟

دوئم یہ کہ اگر صقلیہ پر حملہ ہو تو کس نقطۂ نظر سے آیا وہاں کی موجودہ حکومت کو برقرار رکھ کر صرف جزیہ اداکیا جائے، یا حکومت بیزنطی کا تختہ الٹ کے اسلامی حکومت قائم کی جائے، اور اس کو

دارالاسلام قرار دیا جائے،

معاہدۂ صلح کی تنسیخ کا ثبوت حکومت صقلیہ کے طرزعمل سے

مجلس مشاورت مین انھی دونون مسائل پر بحث جاری رہی، معاہدۂ صلح کی تنسیخ کا جہان تک حقیقی طور پر تعلق ہے، وہ اسباب بالا کی بنا پر منسوخ ہوچکا تھا چنانچہ مختلف مورخین نے بہ تصریح اس کا تذکرہ کیا ہے، اور درحقیقت زیادۃ اللہ سیاسی طور پر انھی وجوہ سے صقلیہ پر حملہ آور ہونا چاہتا تھا، چنانچہ ابن اثیر زیادۃ اللہ کے اس حملہ کا جہان تذکرہ کرتا ہے، انھی واقعات کو اس کا سبب قرار دیتا ہے؛ وہ لکھتا ہے:

"۲۱۲ھ مین زیادۃ اللہ نے ایک بحری لشکر بھیجا... اور اسکے بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ قیصر روم قسطنطنیہ نے جزیرہ صقلیہ پر ایک بطریق قسطنطین نامی کو ۲۱۱ھ مین والی بنایا، اور اس نے ایک رومی فیمی نامی کو امیرالاسطول بنایا، جو نہایت بہادر اور شجاع تھا، اور اس نے افریقیہ پر حملہ کیا، اور اس کے سواحل سے تاجرون کو پکڑ لیا، اور یہان ایک مدت تک ٹھہرا رہا"[1]

اسی طرح جمجی جرجے کے واقعہ شہادت پر مستند مورخین کی یہ رائے اس سے پہلے پیش کی جاچکی ہے کہ

"اور اس سے معلوم ہوا کہ اہل صقلیہ اور مسلمانون مین کوئی معاہدہ قائم نہین تھا"[2]

علاوہ ازین ایک امر یہان پر خاص طور سے قابل لحاظ ہے یعنی افریقیہ وصقلیہ کے درمیان جو معاہدہ طے پایا تھا، وہ خود یورپین مورخین کے بیان سے صرف دس سال کیلئے نافذ تھا، معاہدہ کا سال ۲۰۳ھ ۸۱۳ء ہے اسلئے ۲۱۳ھ مین ختم ہوجاتا ہے، عجب کیا ہے کہ حکومت صقلیہ نے اسلامی جہازون پر چھاپے مارنے اور ساحلی مقامات پر پیشقدمی کرنے کا سلسلہ اسی لئے چھیڑ دیا ہو کہ معاہدہ کی مدت ختم ہوچکی ہے،

لیکن صقلیہ کی ان تمام جارحانہ کارروائیون کے باوجود افریقیہ کی مجلس مشاورت کے بعض فقہاء وقضاۃ اس مسئلہ کو دوسرے نقطۂ نظر سے دیکھ رہے تھے، اسلئے

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۲۵ [2] ریاض النفوس در امارۃ ۱۸۰،

زیادۃ اللہ نے ان کے سامنے اس مسئلہ کو ایک دوسرے اسلوب مین پیش کیا، اور رومیون پر شرعی نقطہ نظر سے یہ الزام عائد کیا کہ انھون نے مسلمان قیدیون کو گرفتار کرکے اپنے یہان رکھا، اور اس لئے وہ ناقض عہد ٹھہرے، کیونکہ معاہدہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو مسلمان صقلیہ پہنچے، اور وہ واپس چلا آنا چاہے، تو اسکو واپس کرنا رومیون پر فرض ہوگا، لیکن انھون نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور مسلمانون کو اپنے یہان روک لیا، اس لئے وہ معاہدہ قائم نہین رہا، جو عبد اللہ سے طے پایا تھا، اور اب حکومت افریقیہ اس معاہدہ کی پابند نہین رہی،

زیادۃ اللہ کے اس بیان سے مجلس مین فقہاء کے درمیان دو نقطہ نظر پیدا ہوگئے، فقہاے افریقیہ مین قاضی ابو محرز اور قاضی اسد بن فرات زیادہ نمایان تھے، اور دونون افریقیہ کے قاضی القضاۃ تھے، اور اسد اسوقت اس عہدہ پر فائز تھے، ان دونون نے اس مسئلہ مین ایک دوسرے سے مخالف رای اختیار کی، قاضی ابو محرز نے عام فقہاء کا ساتھ دیا، اور نام نہاد معاہدہ کو برقرار رکھنا چاہا، لیکن قاضی اسد بن فرات نے معاہدہ کو کالعدم تصور کیا، اور نقض عہد کا الزام رومیون کے سر عائد کیا، قاضی ابو محرز اور اسد کے درمیان زیادۃ اللہ کے روبرو اسکے بیان کے بعد حسب ذیل گفتگو ہوئی،

ابو محرز:- ہمین اس مسئلہ پر (یعنی زیادۃ اللہ کے اس بیان پر کہ رومیون نے معاہدہ توڑ دیا ہی) اچھی طرح ابھی غور کرلینا چاہیئے،

قاضی اسد:" اس مسئلہ پر انھی رومیون کے ایلچیون سے دریافت کرنا چاہیئے،" (یعنی مسلمان صقلیہ مین مقید ہین کہ نہین)

ابو محرز:" قاصدون کا بیان رومیون کے مورد الزام قرار دینے یا اون کی صفائی قبول کرنے مین کیونکر معتبر ہوسکتا ہے"،

قاضی اسد:" انھی قاصدون کے ذریعہ ہم نے ان سے معاہدہ کیا تھا، اور انھی کے ذریعہ اونھین

ہم ناقضِ عہد قرار دین گے"

چنانچہ جب زیادۃ اللہ نے ان ایلچیون سے دریافت کیا، تو معلوم ہوا کہ وہان مسلمان قیدی ابھی تک موجود ہین، اور ان قاصدون مین بھی ایک مسلمان موجود ہے،

اور بالآخر زیادۃ اللہ نے انھی بنیادون پر رومیون کو عہد شکن قرار دیا، اور صقلیہ پر حملہ آوری کا اعلان کر دیا، اگرچہ یہ فیصلہ مشاورت کے بعد انجام پایا تھا، لیکن افریقہ کے عام علماء و فقہاء نے اسکو ناپسند کیا، اور ان کی رائے مین ان تمام وجوہ و اسباب کے باوجود وہ اب تک قائم تھا، چنانچہ ابن ناجی اور صاحب ریاض النفوس لکھتے ہین:-

"احمد بن ابی سلیمان کا بیان ہے کہ علماء افریقہ نے حملۂ صقلیہ کو ناپسند کیا، کیونکہ ان کے خیال مین وہ معاہدہ قائم تھا، اور ان کے نزدیک ان کے نقضِ عہد کا ثبوت بہم نہین پہنچا تھا"[۱]

بعض یورپی مورخین بھی اس موقع پر مسلمانون پر معاہدہ کی خلاف ورزی کا الزام لگاتے ہین، لیکن زیادۃ اللہ کے بیان کا جو خلاصہ اوپر درج کیا گیا، اور پھر دس سال کی مدت کے ختم ہونے کے بعد حکومت صقلیہ کی طرف سے جہازون پر چھاپے مارنے اور ساحلی مقامات کے لوٹنے کا جو سلسلہ قائم ہو گیا تھا، کیا یہ امور حکومت صقلیہ کی طرف سے شکستِ عہد کا اعلان نہین بن سکتے؟

مجلس مشاورت مین صقلیہ کے باجگذار یا دارالاسلام بنانے کا مسئلہ اور ارکان مجلس کا باہمی اختلاف

حملہ آوری کے فیصلہ کے بعد مجلس مشاورت مین دوسرا مسئلہ یہ زیر بحث آیا، کہ صقلیہ کو صرف باجگذار بنایا جائے، یا مستقل طور پر قابض ہو کر اوس کو دارالاسلام بنا لیا جائے، ارکانِ مجلس مین اس موضوع پر بھی اختلاف قائم ہوا، یہ بحث جاری تھی کہ سحنون بن قادم نے جو اعیان قیروان مین نہایت باوقار تھے، اہلِ مجلس کو خطاب کر کے سوال کیا،

---

[۱] معالم الایمان ج ۲ ص ۱۴ و ریاض النفوس ورا ماری ص ۱۸۰،

"صقلیہ اور بلاد روم (اٹلی) کے درمیان کتنے دنون کا راستہ ہی"؟

جواب ملا:- "بلاد روم (اٹلی) سے صقلیہ دن بھر مین دو تین مرتبہ آجا سکتے ہین"

پھر پوچھا:- "اور افریقیہ سے"؟

کہا گیا:- "ایک دن کا راستہ"

اس کے بعد انھون نے ان الفاظ مین اپنا مفہوم ادا کیا،

"اگر مین پرند ہوتا تو بھی اس پر پرواز نہ کرتا"

صقلیہ کو دارالاسلام بنانے کا فیصلہ، لیکن قیروان کے اعیان، امراء و فقہا، کو صقلیہ کے متعلق صدیون کا جو تجربہ حاصل تھا، اس کی بنا پر مجلس مشاورت کی اکثریت نے اُس کے دارالاسلام بنانے کا فیصلہ صادر کیا،

رومی قاصدون کی واپسی جب افریقیہ مین صقلیہ پر حملہ آوری کا آخری فیصلہ صادر ہوگیا تو حکومت صقلیہ کے ایلچی ناکام واپس لوٹ گئے اور وہان مدافعانہ تیاریان شروع ہوگئین،

صقلیہ پر حملہ آوری اس کے بعد زیادۃ اللہ نے سب سے پہلے اس فیصلہ کی اطلاع فہمی کو دی، اور کہلا بھیجا، کہ سوسہ مین اسلامی بیڑے کا انتظار کرے، اس کے بعد خود زیادۃ اللہ جنگی بیڑے کے نظم و ترتیب مین مصروف ہوگیا،

سالار فوج کا انتخاب جب فوج تیار ہوگئی، تو اسکی سپہ سالاری کے انتخاب کا مسئلہ آیا، اور اس اہم خدمت کے لئے زیادۃ اللہ کی نظر انتخاب قاضی القضاۃ ابو عبداللہ اسد بن فرات بن سنان پر پڑی، کیونکہ مجلس شوریٰ مین دراصل انھی کی آخری رائے سے صقلیہ کا حملہ طے پایا تھا، اس لئے اسکی کامیابی مین انھین جو انہماک ہوتا، وہ کسی دوسرے سے ممکن نہ تھا،

---

۵۱ نہایۃ الارب، ر رماری ص ۴۲۷،

۲۱۲ھ - ۲۹۶ھ
۸۲۷ء - ۹۰۸ء

صقلیہ کی اسلامی حکومت کا بانی اسد بن فرات

۲۱۲ھ - ۲۱۳ھ
۸۲۷ء - ۸۲۸ء

قاضی اسد بن فرات افریقیہ کے نہایت ممتاز اہل علم ، اور امام مالکؒ، قاضی ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ جیسے مشاہیر محدثین وفقہاء کے ارشد تلامذہ میں تھے، فقہ مالکی کی مستند ترین کتاب المدونہ کا اصل متن انھی کی تصنیف تھا، اور جیسا کہ ابھی تذکرہ کیا جا چکا ہے، وہ اس وقت افریقیہ کے عہدۂ قاضی القضاۃ پر فائز تھے[1]

جب قاضی اسد کو اپنے عہدۂ امارت صقلیہ کی خبر ملی تو انھیں اس کے قبول کرنے میں کسی قدر پس و پیش ہوا، کیونکہ انھوں نے مسند قضا و افتاء کو چھوڑ کر ملک کی ولایت اور فوج کی امارت کو پسند نہیں کیا، اس لئے زیادۃ اللہ کو مخاطب کر کے عرض کیا،

"مجھے منصب قضاء جیسے دینی منصب سے الگ کر کے فوج کی امارت سپرد کیجاتی ہے؟"

زیادۃ اللہ نے ان الفاظ میں اس کا جواب دیا:-

"تم عہدۂ قضاء پر بھی فائز ہو اور لشکر کی امارت بھی تمہارے سپرد کیجاتی ہے، جو اپنے اعزاز اور رتبہ

[1] اسد کے سوانح حیات جلد دوم میں تفصیل سے آئیں گے؛

مین عہدۂ قضاء سے زیادہ بلند ہے، مین تمھارے لئے قضاء کا انتساب بھی باقی رکھتا ہون، وتھین "قاضی امیر سے خطاب کیا جائے گا،،

اسکے بعد زیادۃ اللہ نے عہدۂ امارتِ فوج و منصب قضاء کی سند لکھ کر اسد کے حوالہ کی، اور اس موقع پر اسد کے سوانح نگار فخریہ لکھتے ہین کہ "یہ ایک تاریخی حقیقت ہے، کہ افریقیہ مین اس سے پیشتر ان دو جلیل القدر عہدون پر کوئی شخص بیک وقت فائز نہین ہوا تھا"[1]

معززین اہل علم کی فوج مین شمولیت

اسد بن فرات جیسے ذی علم کے عہدۂ سپہ سالاری پر تقرر کے باعث افریقیہ کے معزز اہلِ علم ان کی ہمرکابی کا شرف حاصل کرنے کیلئے فوج مین شریک ہونے لگے اور اس مین ایک معتدبہ حصہ ممتاز و معزز اہل علم کا شامل ہو گیا، یہان تک کہ صرف اسد کی جامع شخصیت کی کشش سے افریقیہ کے مقدس و عزلت گزین صوفیہ بھی اپنے حجرون سے نکل آئے،

ان مین ابو محمد عبد الرحیم بن عبد ربہ ربعی افریقیہ کے ایک نہایت زاہد و پاکباز و عبادتگزار بزرگ تھے، انھین قاضی اسد اور امام سحنون سے شرفِ تلمذ حاصل تھا، امام سحنون ان کے متعلق خود فرماتے ہین "مین نے ابن القاسم، اشہب، ابن وہب، علی بن زیاد اور بہلول بن راشد وغیرہ جیسے بزرگون کو دیکھا لیکن مین نے ان مین سے کسی کو عبد الرحیم کا ہم پایہ نہین پایا، مین ان کے ظاہر و باطن دونون سے آگاہ ہون، اور ان لوگون کا صرف ظاہر جانتا ہون،، عبد الرحیم قیروان کے شیوخ حدیث مین تھے، قاضی اسد سے دلی عقیدت رکھتے تھے، جب انکو اسد کے غزوۂ صقلیہ کی اطلاع ملی، تو خود بھی شرکت جنگ کیلئے آمادہ ہو گئے، اور امام سحنون سے مشورہ طلب کیا،

لیکن امام سحنون نے ان کے روانگی صقلیہ سے قیروان کی موجودگی کو زیادہ ضروری قرار دیا، اور بتایا کہ وہ افریقیہ ہی مین رہ کر اپنے خدمتِ جہاد کا شوق پورا کرنے کے لئے ایک جنگی قلعہ قصر زیاد کی

[1] معالم الایمان ج ۲ ص ۱۴ اور ریاض النفوس، دراسات ص ۱۸۳، ۱۸۶،

تعمیر اور درستی مین مصروف ہو سکتے ہین، اور یہ خدمت اوس سے زیادہ اہم ہوگی، جسقدر وہ صقلیہ کی فتح مین شرکت کر کے انجام دے سکتے ہین، کیونکہ اس قلعہ سے افریقیہ کے فوجی استحکام مین بہت کچھ اضافہ کے توقعات وابستہ تھے،

شیخ عبد الرحیمؒ نے امام سحنون کے یہ خیالات قاضی اسد سے بیان کئے، انھون نے بھی اس رائے کو پسند کیا، پھر زیادۃ اللہ کے سامنے یہ پیش کیا گیا، اور اس نے بھی اس کی تائید کی، چنانچہ جسوقت قاضی اسد کو صقلیہ کی ولایت کا فرمان سپرد ہوا، شیخ عبد الرحیم کو ایک فرمان کے ذریعہ سے قصر زیاد کی اصلاح و تعمیر کی خدمت سپرد کیگئی، اور اس بنا پر سرزمین صقلیہ ان کے ورود سے مشرف نہ ہوسکی[1]

لشکر کی روانگی اور معززین شہر و اعیان حکومت کی مشایعت اس کے بعد زیادۃ اللہ نے افریقیہ کے ساحلی شہر سوسہ کی طرف لشکر کی روانگی کا حکم دیا، اسکے ساتھ معززین شہر اور تمام ارکان حکومت مین یہ اعلان کر دیا، کہ ان مین کا ہر شخص امیر فوج کی مشایعت کیلئے لشکر کے ساتھ ساتھ سوسہ تک جائے، چنانچہ یہ عظیم الشان لشکر بڑے کروفر اور ساز و سامان سے قیروان سے روانہ ہوا، اور امیر فوج کی مشایعت کیلئے قیروان کے اعیان، معززین اور اہل علم کی ایک بڑی جماعت فوج کے ساتھ ہمرکاب ہوئی، اور پھر فرمان شاہی کی بجا آوری کے لئے ارکان حکومت مین سے ہر متنفس امیر لشکر کے ہمراہ تھا، اور عام باشندگان کا ایک بڑا مجمع بھی جوش و خروش سے نعرے لگاتا ہوا ساتھ ساتھ جا رہا تھا، یہان تک کہ دس ہزار چیدہ سپاہیون کا یہ لشکر اسی مرتب جلوس کی شکل مین سوسہ پہنچا،

لشکر کی روانگی جب جہازون کے لنگر اوٹھانے کا وقت آیا، تو جوش و خروش کا ایک عجیب عالم پیدا ہوگیا، فوجی باجے بجنے لگے، جہازون کے پھریرے کھول دیے گئے، جو ہوا مین لہرانے لگے، دس ہزار سر بکف جانباز مجاہدین عزو شان کے ساتھ عرشۂ جہاز پر کھڑے اپنی آبدار تلوارون کو بار بار جنبش دیتے ہین، ساحل پر امرا و اعیان حکومت اپنے زرق برق ملبوسات مین ایستادہ کھڑے ہین، اور عوام کا انبوہ کثیر

[1] ریاض النفوس در امارہی ص ۱۸۵، ۱۸۶،

اپنے فلک شگاف نعرے مار رہا ہے، اور فتح صقلیہ کی دعا بار بار زبانون پر آرہی ہے یہی خیرہ کن نظارہ نگاہون کے سامنے تھا، کہ اسی جوش و خروش کے عالم مین امیر فوج عرشہ جہاز کے سامنے آیا، اور ایک الوداعی تقریر کی، جو فخر و غرور، اور شان و شوکت کے اظہار کے بجائے عجز و نیاز، اور پند و نصائح سے لبریز تھی،

اس تقریر کا ایک حصہ بعض مورخین نے نقل کیا ہی جسمین حمد و ثنا کے بعد یہ الفاظ ہین :-

"یا معشر الناس! میرے آباؤ اجداد آج تک کبھی والی مقرر نہین ہوئے، انھین کبھی یہ سرفرازی نصیب نہین ہوئی، اور مین بھی اس منصب جلیلہ پر فائز نہ کیا جاتا، اگر علم کو اپنا زیور نہ بناتا، اسلئے علم کی تحصیل و تدوین مین سعی و کوشش کرو اسی مین جانفشانی کرو اور اسی کے ہو رہو اس راہ مین مصائب و مشکلات کا سامنا ہوتا ہے تمھین ہلکان نہ ہونا چاہئے، مردانہ وار مقابلہ کرو، اسی سے تم دین و دنیا دونون مین سربلند ہو سکتے ہو[1]"

الوداعی تقریر کے بعد جہازون نے لنگر اوٹھایا، اور یوم شنبہ ۱۵ ربیع الاول ۲۱۲ھ ۸۲۷ء کو یہ اسلامی بیڑا صقلیہ کو دارالاسلام بنانے کیلئے روانہ ہو گیا،

یہ بیڑا تقریبًا سو جنگی جہازون پر مشتمل تھا جنمین سات سو سوار اور دس ہزار پیادہ فوج تھی، اسلامی بیڑے کے پیچھے پیچھے فیمی کے باقی ماندہ جہاز بھی اپنے قوم و ملک سے اپنی غداری کا آخری ثبوت بہم پہنچانیکے لئے افریقہ سے صقلیہ چل کھڑے ہوئے[2]

ساحل صقلیہ پر فوج کی آمد اور مازر پر بلا مزاحمت قبضہ

اب تک افریقہ سے جس قدر اسلامی بیڑے جاتے تھے، وہ زیادہ تر دارالحکومت سرقوسہ پر حملہ آور ہوتے تھے، اسد نے یہ پامال راستہ اختیار نہین کیا، اور اپنی

---

[1] معالم الایمان ج ۲ ص ۱۵، و ریاض النفوس در اماری ص ۱۸۴، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۵، البیان المغرب (ترجمہ) ص ۱۳۷

[2] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۲۸، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶ وغیرہ،

حکمت عملی سے ایک ایسے شہر کا رُخ کیا، جو بلا مزاحمت قبضہ میں آگیا، چنانچہ اسلامی بیڑا سوسہ سے تین دن کا راستہ طے کر کے یوم سہ شنبہ ۱۸ ربیع الاول ۲۱۲ھ مطابق ۱۲ جون ۸۲۷ء کو ساحلی شہر مازر میں لنگر انداز ہوگیا۔[۱]

اسلامی لشکر پورے جوش و خروش سے ساحل پر اُترا، اور شہر پر بغیر مزاحمت قابض ہوگیا اس کے بعد اسد بن فرات نے مازر میں اپنی مورچہ بندی کی، اور یہیں بیٹھ کر دشمنوں کا انتظار کرنے لگا، تین دن اسی انتظار میں گذر گئے، سامنے سے فوج کا ایک چھوٹا سا دستہ آتا دکھائی دیا، لوگ سمجھے کہ رومیوں کا مقدمۃ الجیش آپہنچا، جوش و خروش سے ہتھیار سنبھال لئے، اور حملہ آوری کے لئے پر تول رہے تھے کہ معلوم ہوا کہ یہ فیمی کا کوئی وفادار معاون دستہ ہے،

پیشقدمی

مجاہدین اسلام نے بیتابانہ شوقِ جہاد میں تین دن مازر میں گذار دئے، معلوم ہوا کہ رومی اس شہر کو چھوڑ کر کسی اور جگہ مورچہ جمائیں گے، آخر اسد نے شہر کے قلعہ پر اسلامی پرچم بلند کر دیا، اور ابو زکی کنانی کو مازر کا گورنر مقرر کیا، اور یہاں اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈال کے مزید فتوحات کے لئے پیشقدمی کی، اسلامی لشکر کوچ کرتا ہوا مقام مرج میں پہنچا، تو دشمنوں کی فوج سامنے دکھائی دی، اور مجاہدین بھی وہیں خیمہ زن ہوگئے،[۲]

حکومت صقلیہ کی مدافعانہ تیاریاں

جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ صقلیہ میں فیمی کے خلاف بلاطہ کی فوجکشی خود بلاطہ کی قوت بازو پر مشتمل نہ تھی، بلکہ حکومت بیزنطی کی ہر قسم کی امداد شامل تھی، اور اسی کے ایما سے اس نے اسکے خلاف خروج کر کے جزیرہ پر قبضہ کیا تھا، اور پھر بیزنطی علم کو جزیرہ میں سربلند کر دیا تھا اور خود ایک گورنر کی حیثیت سے زمام حکومت سنبھال لی تھی،

---

[۱] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۱۳۱ [۲] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶، نہایۃ الارب درامار ی ص ۴۲۴ [۳] نہایۃ الارب درامار ی ص ۴۲۸ ۱

اسلئے جب اس کو اسلامی لشکر کی حملہ آوری کی اطلاعین ملین، تو اس نے تمام حالات کی روداد قسطنطنیہ بھیج دی، اور اسلامی فوجکشی کے مقابلہ کیلئے امداد طلب کی[1]،

لیکن حکومت بیزنطی اسوقت اپنے داخلی مشکلات مین گھری ہوئی تھی، شہنشاہ مائیکل کے خلاف جو قسطنطین ششم کی لڑکی سے شادی کرکے تختِ حکومت پر غاصبانہ قابض ہوا تھا، جابجا بغاوتین برپا تھین[2]، اس کے باوجود اوس نے صقلیہ کی طرف فوری توجہ کی، اور جہان تک خود اس کی استطاعت مین تھا، ایک رومی بیڑا مرتب کرکے قسطنطنیہ سے صقلیہ روانہ کیا[3]، لیکن وہ اسلامی فوج کا مقابلہ کرنے کیلئے کافی نہ تھا، اس لئے اس نے حکومت وینس سے مدد طلب کی، اور دونون کے جہازون کا مشترک بیڑا ۲۱۲ھ مین صقلیہ پہنچا[4]، اور اس طریقہ سے تین تین حکومتون قسطنطنیہ، وینس اور صقلیہ کا مشترکہ عظیم الشان لشکر اسلامی لشکر کے مقابلہ کیلئے مقام مرج پر ڈیرے ڈالے ہوئے تھا،

مرج مین ان تینون حکومتون کی فوج کی تعداد ایک لاکھ پچاس ہزار تھی، جس کی کمان بلاطہ کے ہاتھ مین تھی، اور ان کے مقابلہ مین اسلامی امیرِ فوج کے پاس صرف دس ہزار سپاہی تھے[5]،

فیمی کی اسلامی لشکر سے علیحدگی

اس لئے اس موقع پر فیمی کی مختصر سی جمعیت بھی اسلامی لشکر کیلئے معاون ثابت ہوئی، لیکن فیمی اگرچہ دربارِ حکومت افریقیہ مین اپنے تاج وتخت سے دستبردار ہوچکا تھا، مگر درپردہ اوس کے دل مین تاج وتخت کی ہوس باقی تھی، اور وہ ابھی تک اسی امید موہوم مین اسلامی فوج کے ہمرکاب تھا،

---

[1] ابن اثیر، ج ۶ ص ۲۳۶، وابن خلدون ج ۴، ص ۱۹۸، [2] اسٹوری آف دی بیزنٹنس، ج ۳۰، (بیزنٹائن ایمپائر) ص ۲۰۸، [3] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶، وابن خلدون ج ۴ ص ۹۸، [4] مقالہ جان بری در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۲۶، [5] ریاض النفوس درلاماری ص ۲۴۸، ونہایۃ الارب درلاماری ص ۴۴۹، تاریخ تونس حسین بن محمد درلاماری ص ۴۱۵، کتاب المونس ص ۴۸،

اگرچہ افریقیہ مین وصقلیہ کے دارالاسلام بنائے جانے کی تجویز کی وجہ سے پہلے کسی قدر مایوس ہوچکا تھا، تاہم اوسکو امید تھی کہ ممکن ہے قسمت کا آخری پانسہ پلٹ جائے، اور شاید بلاطہ کے شکست کھانے کے بعد اہل جزیرہ کی مدد سے وہ اسلامی لشکر کو شکست دیسکے، لیکن جب وہ مقام مرج مین پہنچا، اور رومیون کی عظیم الشان فوج سامنے نظر آئی، تو اسکی وہ رہی سہی امید بھی جاتی رہی، کیونکہ وہ ایک مدت دراز تک حکومت بیزنطی کے ایک ملازم کے طور پر کام کرچکا تھا، اس لئے رومی حکومت کی ہیبت وعظمت اوسکے دل ودماغ پر چھائی ہوئی تھی، جسکی وجہ سے وہ یہ تصور نہ کرسکتا تھا، کہ رومیون کے اس عظیم الشان لشکر کے مقابلہ مین مسلمانون کی مختصر سی دس ہزار فوج میدان جیت لیگی، اسلئے اس کے تاج وتخت کے تمام منصوبے خواب پریشان ثابت ہوئے اور مسلمانون کے دوش بدوش میدان جنگ مین اوترنا اوسکو باعث ہلاکت نظر آیا، اور اسی نقطہ نظر کے جنگ کی شرکت اوسے بے سود نظر آنے لگی،

فیمی کی یہ کنارہ کشی اسلامی لشکر کے لئے اور زیادہ نازک صورت حال پیدا کررہی تھی، لیکن اگر وہ میدان جنگ مین شریک ہوتا، اور عین موقع پر غداری کرکے بزدلی دکھاتا، تو یہ زیادہ خطرناک ہوتا، اسلئے اسدنے اس صورت حال پر غور کرکے اس کے متعلق ایک مختتم فیصلہ کرلینا چاہا، چنانچہ اسدنے اسلامی لشکر سے فیمی کی جمعیت کی علحدگی کا فیصلہ کیا جسکو اُسنے بھی غنیمت خیال کیا، اور بخوشی منظور کرلیا،

لیکن اب اس جماعت کیلئے دوسری دشواری یہ پیش آئی، کہ کہان جائے اور کیا کرے، اسدنے اسکو اسلامی خیمہ مین رہنے کی اجازت دیدی، لیکن ساتھ ساتھ یہ ہدایت کردی کہ بطور امتیاز اپنے سرون پر حشیش لگالین، کہ شاید کوئی مجاہدان مین سے کسی سپاہی پر شب کی تاریکی مین دشمن کا آدمی سمجھ کر حملہ کر بیٹھے، چنانچہ اسی فیصلہ کے بموجب فیمی کے سپاہیون نے ایک امتیازی نشان اپنے سرون پر لگالیا،[1]

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶، معالم الایمان ج ۲ ص ۱۵، ریاض النفوس ورا ماری ص ۱۸۴، نہایۃ الارب درا ماری ص ۴۲۰،

صقلیہ کا پہلا میدان پھر اسد نے اسلامی لشکر کی صف بندی کی، لوائے جنگ خود اپنے ہاتھ مین لیکر آگے بڑھے، مسلمان سپاہی رومیون کے ٹڈی دل فوج سے لرزہ براندام تھے، ایک طرف ڈیڑھ لاکھ فوج کا سیلاب امنڈ رہا تھا، دوسری طرف دس ہزار بے وطن سپاہی صف در صف کھڑے تھے، اسد کو اس کا اندازہ ہوا، تو وہ جوش وخروش سے سامنے آئے، بلند آواز سے سورۂ یٰسین تلاوت کی، اور پھر اپنے مجاہدین کو خطاب کیا، اور ایسا برمحل اور ہمت افزا خطاب کیا، کہ اسلامی فوج کی ہمت وشجاعت مین غیر معمولی اضافہ ہوگیا، اور انھین نظر آنے لگا کہ یہ وہی لوگ ہین جو افریقیہ سے چھپ چھپا کر بھاگ آئے، اور مجاہدین کی تشنہ تلوارین اپنی پیاس بجھانے کے لئے ادھر ادھر انھین تلاش کرتی رہین، جو آج اتفاق سے سب کے سب یکجا مل گئے ہین، اسلئے آج ان تلوارون کو اپنی خون آشامیون کا خوب موقع ملیگا، اسد کے وہ برمحل جملے یہ تھے:-

"مجاہدو! یہ ساحل کے وہی عجم ہین، جو روپوش ہوکے یہان جمع ہوگئے، یہ تو تمھارے بھاگے ہوے غلام ہین، ان سے کہین خائف نہ ہوجانا،"

اسد اس فقرے کو تمام کرتے ہی گنگناتے ہوے آگے بڑھے اور رجز خوانی کرتے رومیون پر ٹوٹ پڑے، مجاہدین نے بھی تلوارین سنبھالین، اور فوج کے اس جنگل مین گھس گئے اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگی، رومیون نے سارا زور اسد پر صرف کیا، اور انھین پے در پے حملے کرتے گئے، جس کا وہ بھی پامردی سے جواب دیتے رہے، اور گو زخمون سے چور چور ہوگئے، مگر لوائے جنگ ہاتھ سے نہ چھوٹا، یہان تک کہ جس ہاتھ مین جھنڈا تھا، وہ خون سے تر ہوگیا، مگر اسد نے اس کو سرنگون نہ ہونے دیا،

آخر رومیون کے پاے ثبات مین لغزش آئی، ٹڈی دل فوج درہم برہم ہونے لگی، اور خیمہ وخرگاہ چھوڑ کر بھاگنے لگے، اور صقلیہ کا یہ پہلا میدان مسلمانون کے ہاتھ آیا، رومی فوج کا ایک کثیر

حصہ کام آگیا، میدان کارزار مین بہت سے رومی پڑے دم توڑتے نظر آئے، بہت سے قیدی گرفتار ہوئے، بیشمار مال غنیمت جسمین مویشیون اور سامان رسد کا وافر حصہ تھا، اسلامی لشکر کے ہاتھ آیا، اور صقلیہ کی پہلی معرکہ آرائی مسلمانون کے لئے بطور فال نیک انجام کو پہنچی،

اس پہلی معرکہ آرائی مین سب سے نمایان کارنامہ خود امیر لشکر اسد کا تھا، میدان جنگ کا وہ مذکورہ بالا نقشہ اتفاق سے اس جنگ کے ایک چشم دید راوی ابن ابی الفضل کی زبانی تاریخون مین مذکور ہے جو خود اس جنگ مین شریک تھے،[1]

زیادۃ اللہ نے اسد کے فتح وظفر کا مژدہ خلیفۂ وقت مامون کو بھیجا، اور اسکی شہرت تمام عالم اسلامی مین پھیل گئی،

رومیون کی فوجی طاقت مین ابتری

رومی اپنی ڈیڑھ لاکھ کی جمعیت لیکر آگے بڑھے تھے، اور انھین یقین کامل تھا، کہ مٹھی بھر اسلامی لشکر کو اپنے گھوڑون کی ٹاپ سے کچل دین گے، اور وہ اپنے اسی غرور پندار مین پورے ساز وسامان اور مکمل فوجی طاقت سے پہلے ہی معرکہ آرائی مین میدان جنگ مین اتر پڑے تھے، اس لئے جب انھین اسمین شکست نصیب ہوئی، تو یہ کسی ایک معرکہ مین شکست نہین تھی بلکہ رومیون کی پوری فوجی قوت کی تباہی وبربادی تھی، یہانتک کہ گورنر صقلیہ بلاطہ اسی جنگ سے دل برداشتہ ہو کر سرزمین صقلیہ چھوڑ بیٹھا، اور قلوریہ جا کر پناہ گزین ہوا، اور سرقوسہ کی زمام حکومت یہان کے مذہبی پیشوا بطارقہ کے ہاتھ مین آگئی، اور صقلیہ کی حفاظت خود اہل صقلیہ کو کرنی پڑی،

اسلامی لشکر کی پیشقدمی

دوسری طرف اسلامی لشکر پیشقدمی کرتا ہوا امرج سے، کیلہ فیمی پہنچا، لیکن یہان کوئی جماعت مقابلہ کے لئے نہین نکلی، اس لئے اسلامی لشکر نے فتوحات کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے کنیسہ مسلقین مین آکر ڈیرے ڈالے،

---

[1] معالم الایمان ابن ناجی ج ۲ ص ۱۵،

جزیہ کی ادائی پر صلح

یہین اہل صقلیہ کی ایک بہت بڑی جماعت جسکے سرخیل بطارقہ تھے قلعہ کراث سے نکلکر اسد کی خدمت مین حاضر ہوکر طالب امان ہوئی، اسد نے جزیہ کی ایک رقم متعین کی، اوسکو اون لوگون نے برضا و رغبت قبول کیا، اور مامون ہوکر واپس چلے گئے،

اسد جن مقامات کو بزور شمشیر فتح کر چکے تھے انھین کے حدود مین ٹھہر گئے، کیونکہ کراث سرقوسہ کا محافظتی قلعہ تھا، اور یہان کی نمایندہ جماعت حکومت سرقوسہ کی نمایندہ تھی، اسلئے اسلامی اصول جنگ کے مطابق اس جزیہ کی ادائی کے بعد اسلامی حملون کا سلسلہ موقوف ہوگیا، اہل سرقوسہ بھی اسلامی حکومت افریقیہ کے قریب ہونے کی وجہ سے اسلامی اصول و احکام سے واقف تھے، اب وہ پورے طور پر مطمئن تھے، کہ دنیا کی کوئی طاقت ان پر حملہ آور نہین ہو سکتی[1]

فیمی کی سازش اہل سرقوسہ سے

لیکن یہ صلح زیادہ دنون تک قائم نہ رہ سکی، کیونکہ ارمنی نژاد فیمی یہان اسلامی حکومت کے قیام و استحکام کے قطعی خلاف تھا، اسلئے اس کے خلاف خفیہ سازشون مین مصروف ہوگیا اور باشندگان کراث کو خفیہ طور پر اسلامی حکومت کے خلاف برانگیختہ کرکے آمادۂ جنگ کرنے لگا،

شکست صلح

فیمی کو اہل صقلیہ مین اگرچہ اب کوئی رسوخ حاصل نہ تھا، لیکن اسوقت اہل صقلیہ کا کوئی صحیح رہنما نہ تھا، اسلئے انھون نے فیمی کے مشورہ کو قبول کرلیا، اور جنگی تیاریون مین مصروف ہوگئے، قلعہ کو ہر چہار طرف سے مستحکم کیا، پھر قرب و جوار کے تمام گرجون کے زر و جواہر سمیٹ کر قلعہ مین محفوظ کرلئے اور قلعہ بند ہوکر مقابلہ کرنے کیلئے مضافات شہر سے رسد کا کافی سامان بہم پہنچا لیا، اور اسطرح کراث کی وہ صلح محض چند روزہ ثابت ہوئی[2]

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۶، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، نہایۃ الارب درامار ی ص ۴۲۸ [2] نہایۃ الارب درامار ی ص ۴۲۹، اس واقعہ کو متعدد مورخین نے لکھا ہے، اور سب کے بیان مین کسی قدر جزئی اختلاف بھی ہے، ابن خلدون

اسد، اہل جزیرہ کی عہد شکنی اور جنگی تیاریون سے غافل نہ تھا انکو دشمنون کی تمام نقل وحرکت کی اطلاع ملی لیکن مصلحت کا خیال کرکے فیمی کو چھیڑنا مناسب نہ سمجھا، اور خود اپنی پیشقدمی شروع کردی اور سب سے پہلے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے ملک کے اطراف وجوانب مین بھیج دئے، اور خود بڑھکر سرقوسہ کا محاصرہ کرلیا، لیکن اہل جزیرہ اپنی مکمل تیاریون کے بعد پہلے ہی قلعہ بند ہوچکے تھے[۱]

سرقوسہ کا محاصرہ لشکر اسلام سرقوسہ کے قرب وجوار پر قبضہ کرتا ہوا، اسکے شہر پناہ کے نیچے پہنچا، سرقوسہ جغرافیانہ حیثیت سے گویا ایک مستحکم قلعہ تھا، تین طرف سے سمندر سے گھرا ہوا تھا، اور اسکا شمالی حصہ خشکی سے ملا ہوا تھا، اور صدر دروازہ اسی جانب تھا، اسد نے اسکی جغرافیانہ حیثیت ملحوظ رکھی، اور اسکو دونون طرف سے گھیر لیا، خود صدر دروازہ کی طرف ڈیرے ڈال دئے اور فوج کا ایک حصہ سمندر کیطرف بھیجدیا، اور اسلامی بیڑے ہر طرف متعین کردئے،

حسن اتفاق سے اسی اثنار مین افریقیہ سے امدادی فوج آگئی، اس کمک سے محاصرین کو بڑی تقویت حاصل ہوئی، لیکن دوسری طرف محصورین کی امدادی فوج بھی بلرم سے آپہنچی، اب نقشہ جنگ اس طرح قائم ہوا کہ اسد کو ایک طرف محصورین کو شکست دیکر شہر مین داخل ہونا تھا، یا یون کہا جائے کہ

(بقیہ حاشیہ ص نہ ۱۳۷) صرف اسی قدر لکھتا ہے کہ اہل جزیرہ نے مکر وفریب سے صلح کی، پھر محاصرہ کی تیاریان کین، اور جزیہ دینے سے انکار کردیا، اس بیان مین فیمی کا کوئی ذکر نہیں ہے، ابن اثیر اس کو اس اسلوب مین لکھتا ہے کہ اہل جزیرہ نے مکروفریب سے صلح کی، اسی اثنار مین فیمی نے ان کو ورغلایا (ج ۶، ص ۲۳۶) گویا اہل جزیرہ کو اس ارادہ مین فیمی کی حرکت سے مزید تقویت پہنچی، لیکن نہایۃ الارب نے اس واقعہ کو دوسرے اسلوب مین پیش کیا ہے، اور ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے، کیونکہ ان روایتون مین کوئی ایسا اختلاف نہیں پایا جاتا، مآل سب کا یہی ہو کہ فیمی نے مسلمانون سے بدعہدی کی لیکن باشندگان جزیرہ نے آیا پہلے سچائی سے صلح کی تھی کہ وہان ایسی ابتری پیدا ہوگئی تھی جسکی وجہ سے وہ صلح پر مجبور تھے، اور پھر فیمی کی برانگیختگی سے جنگ پر آمادہ ہوئے اور یا وہ ایک عارضی صلح سے مہلت حاصل کرنا چاہتے تھے، اور اسد نے صلح کرنے مین غلطی کی نویری اول الذکر صورت کو اختیار کرتا ہی، اور حالات کی جو رفتار رہی بظاہر ان سے اسی کی تائید ہوتی ہو، اسلیے یہان یہی صورت اختیار کیگئی، [۱] نہایۃ الارب درامار ی ص ۴۲۸، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹،

ایک طرف محصورین کی منجنیقون کی زد پڑتی، دوسری طرف بلرم کی رومی فوج اسد کو گھیرے ہوئے تھی، اسد نے موقعِ جنگ کا اندازہ کر کے اپنے گرداگرد ایک وسیع خندق کھدوائی، اور اس سے آگے بڑھ کے ایک بہت بڑی کھائی تیار کرائی،

اسد کی اس حکمت عملی سے بلرم کی حملہ آور رومی فوج کا کامیابی سے راستہ رک گیا، اس نے کھائی اور خندق کے عبور کرنے کی متعدد ناکام کوششین کین، لیکن ہر مرتبہ ناکامی ہوئی، اور ان کوششون مین بہت سے رومی کھائی مین گر گر کے ضائع ہوتے گئے، اور بالآخر اسی طریقہ سے اس حملہ آور جماعت کی قوت ٹوٹ گئی،

جب رومیون کی حملہ آور جماعت کی قوت ٹوٹ چکی تو اسد نے محاصرہ مین اور زیادہ سختی برتی اور زچ ہو کر محصورین کو طالبِ امان ہونا پڑا، اسد اس استدعا کے قبول کر لینے پر مائل ہو چکے تھے لیکن اسلامی لشکر کے دیگر اصحابِ حل وعقد نے اہل سرقوسہ کی پہلی غداری کو پیشِ نظر رکھا، اور اس قسم کی صلح کی سخت ممانعت کی اور سرقوسہ پر فاتحانہ قبضہ کرنے کو ترجیح دی، مجبوراً اسد نے مذاکرۂ صلح کو موقوف کر دیا، اور سلسلۂ محاصرہ بدستور جاری رہا،

لیکن جب محاصرہ طویل ہوا، تو محصورین کے ساتھ محاصرین بھی مشکلات مین گھر گئے، کیونکہ محاصرہ کے میدان کا جو نقشہ تھا، وہ بلرم کے رومی لشکر کے ضعیف ہو جانے کے باوجود بھی قائم تھا، رومی لشکر اب اگرچہ حملہ آوری کی قوت نہین رکھتا تھا، تاہم محاصرین کا محاصرہ اب بھی کر رہا تھا، اور نیز اسلامی لشکر اس وقت اپنے تمام مفتوحہ علاقہ سے الگ تھا، ان سے اس کو کوئی امداد حاصل نہین ہو رہی تھی، لشکر کے ساتھ جسقدر سامانِ رسد تھا، رفتہ رفتہ اس مین کمی ہوتی گئی، اور کھانے کے لئے گھوڑے ذبح کرنے کی نوبت آگئی،

اس صورتِ حال سے اسلامی لشکر مین بددلی پیدا ہوئی، اور ایک جماعت اس قدر دل برداشتہ ہوئی کہ اد ملکو

افریقیہ کی واپسی کا خیال پیدا ہو گیا چنانچہ ایک ممتاز اہل علم ابن قادم کو نمایندہ بنا کر اسد کے پاس بھیجا گیا، اور انھوں نے پرزور طریقہ سے اپنا مطالبہ پیش کیا،

یہ موقع اسد کے لئے نہایت نازک تھا، اگر مطالبہ منظور نہ کیا جائے تو اسلامی لشکر مین فتنہ انگیزیان ہوتی ہین، اور اگر مطالبہ قبول کر لیا جاتا ہے تو جزیرہ مین مسلمانون کی تمام جانفشانیون کا خاتمہ ہو جاتا ہے علاوہ ازین محاصرہ اس قدر طول پکڑ گیا تھا، کہ محصورین بھی بڑی حد تک عاجز آ گئے تھے، اور اسی لئے انھون نے صلح کی خواہش بھی ظاہر کی تھی، اس لئے اس موقع پر محاصرہ کا اوٹھا لینا دانشمندی کے سراسر خلاف تھا، اس بنا پر اسد نے اس جماعت کے فتنہ کو دبانا چاہا، اور ابن قادم کو جواب دیا:-

"مین مسلمانون کی جنگی خدمت کو نقصان نہین پہنچانا چاہتا، حالات ایسے نہین کہ واپسی کا قصد کیا جائے ابھی اسلامی لشکر مین بہت کچھ خیر و برکت باقی ہے"

اسد کا یہ خشک جواب ابن قادم کی جماعت کو مطمئن نہ کر سکا، اور وہ لوگ اپنے اصرار پر قائم رہے، جب اس جماعت کا اصرار زیادہ بڑھا، تو اسد نے جہازون کے جلا دینے کی دھمکی دی، اس پر سرخیل جماعت ابن قادم نے اسد سے گستاخانہ طرز خطاب اختیار کیا، اور کہا:-

"اس سے بہت چھوٹے معاملہ پر عثمان بن عفان قتل کر دیے گئے تھے"

ابن قادم کے یہ الفاظ اسلامی لشکر مین فتنہ عظیم برپا کر دیتے لیکن اسد نے اس کا فوری تدارک کیا، اور ابن قادم کو گرفتار کر کے پاداش جرم مین چند کوڑے لگوائے، یہ سزا ے تازیانہ موثر ثابت ہوئی، شورش رفع ہوئی، اور ہر شخص اطاعت و انقیاد سے اپنا فرض انجام دینے لگا، اور محاصرہ بدستور جاری رہا[۱]،

غرض سرقوسہ کا محاصرہ یونہی قائم رہا، محاصرین اپنے سامان رسد کی وجہ سے پریشانیون مین مبتلا تھے

---

[۱] معالم الایمان ج ۲ ص ۱۵، و ریاض النفوس در اماری ص ۱۸۵،

اور محصورین محاصرہ کی سختیان برداشت کرتے کرتے عاجز آچکے تھے، موقع موقع پر لڑائیون کا سلسلہ جاری تھا، چند تیر ادھر سے آجاتے، اور چند ادھر پھینک دئے جاتے، اور کبھی کبھی دست بدست لڑائی کی نوبت بھی آجاتی،

حالت محاصرہ مین اسد کی وفات،

محاصرہ کے یہی حالات قائم تھے، کہ اسلامی لشکر پر ایک ناگہانی افتاد آپڑی، لڑائیون کا جو سلسلہ قائم تھا، اسی مین اتفاق سے امیر لشکر اسد بھی زخمی ہوگئے، زخم اتنا کاری تھا، کہ اس سے جانبر نہ ہو سکے، اور انھی زخمون سے حالت محاصرہ ہی مین بماہ ربیع الآخر ۲۱۳ھ ۸۲۸ء مین انتقال ہوگیا، اور فاتح صقلیہ اسی سرزمین مین تہ خاک ہوا، جسکو وہ اپنے فتوی اور فتحمندی سے دارالاسلام قرار دیچکا تھا،

مسلمانون نے یادگار کے طور پر قبر پر ایک مسجد تعمیر کرادی،

اسد کی وفات سے افریقہ مین بھی گھر گھر صف ماتم بچھ گئی تھی، خود زیادۃ اللہ کو اس کا نہایت غم ہوا، قیروان مین بطور یادگار ایک مسجد تعمیر کیگئی، اور وہ قدیم شکستہ حال نشانی آج تک کھڑی ہوئی ہے، اس پر "اسد بن فرات" کندہ ہے، اس کی تصویر میری نظر سے گذری ہے، مسجد کا طرز تعمیر نہایت سادہ ہے[۱]،

---

[۱] ریاض النفوس درامارِی ص ۱۸۱ و معالم الایمان ج ۲ ص ۱۷، و مقالہ محمد بن ابی شنب دریادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۹۳، اسد بن فرات کی وفات کے متعلق مورخین مین باہم شدید اختلاف ہے، ہم نے سبکو سامنے رکھکران ہی لوگون کے بیان کو قبول کرلیا ہے کیونکہ مجموعی طور پر دیگر ممتاز مورخین کے بیانات سے بھی انھی کی تائید ہوتی ہے، اسد کی وفات کے سلسلہ مین یہ اختلاف تین چیزون مین ہے، پہلا مہینہ کی تعیین مین، دوسرا مقام وفات مین، اور تیسرا اختلاف مرض الموت مین ہے، مہینہ کے اختلاف کے متعلق نقشہ یہ ہے،

نہایۃ الارب نویری ، ماہ شعبان

اسد کا زمانۂ ولایت

اسد کا زمانۂ ولایت اگرچہ صرف ایک سال اور چند دن رہا لیکن واقعات ونتائج کے اعتبار سے نہایت اہم تھا، ان کے زمانۂ ولایت میں مازر کو دار الحکومت قرار دے کر اسلامی حکومت کی تشکیل کی گئی، حدودِ حکومت میں مازر اور اس کے مضافات داخل تھے، علاوہ ازیں مازر سے سرقوسہ تک کا جس قدر دیہی علاقہ تھا، اور اس میں جو جو ممتاز اور اہم قلعے تھے، وہ سب سرِ اطاعت خم کر چکے تھے،

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۱) البیان المغرب ابن عذاری - رجب

تاریخ تونس، - ربیع الثانی

کتاب المونس، " "

چونکہ نویری اور ابن عذاری کا بیان اپنے اپنے طور پر منفرد تھا، اور موخر الذکر دونوں روایتوں سے ریاض النفوس اور معالم کی تائید ہوتی ہے، اسلئے اسی کو قبول کیا گیا،

اور مرض الموت کے بیان میں ایک طرف ابن اثیر ہے، اور دوسری طرف دیگر مورخین ہیں، واقعہ یہ ہے کہ اسد کی وفات کے بعد ہی اسلامی لشکر میں وبا پھیل گئی، اور دونوں کا زمانہ اسقدر قریب ہے کہ ابن اثیر کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ اسد کا انتقال بھی اسی وبا میں ہوا، اور اس نے اونکی وفات کے متعلق یہ فقرہ لکھا،

"هلك فيه امير العسكر" اسی وبا میں امیرِ لشکر کا انتقال ہوا،

لیکن ابن اثیر کے اس بیان کے خلاف ایک طرف ابن عذاری کی یہ تصریح ہے کہ اسلامی لشکر میں وبا اسد کی وفات کے بعد پھیلی ہے، ان دونوں بیانوں میں موخر الذکر اسلئے مستند ہے کہ ابن اثیر نے اپنی الکامل میں صقلیہ کے یہ واقعات ضمناً درج کئے ہیں، اور ابن عذاری نے مخصوص مغرب کے حالات میں کتاب لکھی ہے، وہ خود افریقیہ کا رہنے والا ہے، اور اسکے ماخذ میں ایسی کتابیں ہیں جو مخصوص افریقیہ ہی کے متعلق لکھی گئیں، اسلئے اس معاملہ میں بالعموم اسی کی روایت صحیح ترسمجھی جائیگی،

اور پھر اوس کی مزید تائید ریاض النفوس اور معالم الایمان سے ہوتی ہے، جو بہ تصریح وتعیین یہی کہتے

اسد بن فرات ہی کی شخصیت تھی جس نے ابن قادم کے اٹھائے ہوئے فتنہ کو اپنے عزم و قوت سے دبا دیا، ورنہ صقلیہ کی تاریخ کسی اور رنگ مین ہوتی،

اسد نے اسلامی حکومت کی تشکیل کے بعد فتوحات کے متعلق وہی روش اختیار کی، جو تمام ممالک مفتوحہ مین مسلمانون کی عام روش تھی، یعنی جزیرہ صقلیہ مین قیام حکومت کے بعد پورے جزیرہ کو زیر اطاعت لانا، جسکی دو شکلین تھین، جو مقامات صلح و آشتی سے مفتوح ہوتے وہ اسلامی حکومت کے

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۲) ہین کہ وہ زخمون سے جانبر نہ ہو سکے، اور اسی سے ان کی وفات ہوئی، ان کا بیان یہ ہے :-

وتوفی من جراحات اصابتہ شدیدۃ ان سخت زخمون سے جو انھین محاصرۂ سرقوسہ

وھو محاصر لسرقوسہ، مین لگے انھون نے وفات پائی،

اس موقع پر یہ بھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ ابن اثیر کا موضوع بحث عام تاریخ ہے، جسمین کسی شخص کی وفات ضمنی طور پر درج ہوگی، اور موخر الذکر دونون کتابین مخصوص علمائے افریقیہ کے سوانح حیات مین لکھی گئی ہین، اس لئے اسد بن فرات قاضی القضاۃ افریقیہ کی وفات کا زیادہ مستند حال انھی مین ہو سکتا ہے،

تیسرا اختلاف مقام دفن یا مقام موت مین ہے، اس اختلاف مین ایک طرف ابن خلدون ہے، اور دوسری طرف تمام مورخین مثلاً ابن اثیر، نویری، ابن عذاری، ابن الآبار قضاعی، ابن ابی دینار قیروانی، حسین بن محمد بن داوران اور ابو عبد اللہ المالکی وغیرہ ہین،

ابن خلدون اسد کا مقام وفات یا مقام دفن شہر بلرم کو قرار دیتا ہے، اور یہ تمام مورخین نواحی سرقوسہ لکھتے ہین لیکن اس موقع پر ابن خلدون کو ایک دلچسپ غلط فہمی ہوئی، اور اسکی بنیاد اور بھی زیادہ پر لطف ہے،

ابن خلدون نے صقلیہ کے حالات زیادہ تر ابن اثیر سے لئے ہین، اور اسکی وجہ سے دونون کی عبارتین بھی اکثر جگہ ملتی جلتی ہین، اس موقع پر ابن خلدون کی غلط فہمی کی بنیاد صرف ابن اثیر کی ایک عبارت پر ہے، اور اس عبارت مین ایک لفظ کو غلطی سے دوسرے معنے مین پڑھ لینے کی وجہ سے غلطیون کی ایک عظیم الشان عمارت کھڑی ہوگئی، ابن اثیر سرقوسہ کے محاصرہ کے متعلق لکھتا ہے :-

زیر حمایت تھے، اور ان کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جاتا تھا جو جزیہ ادا کرنے والی قوموں کے ساتھ کیا جاتا ہے، لیکن جو مقامات جنگ پر اوتر آئین، اور انھین بزور شمشیر فتح کیا جائے، تو وہ اسلامی حکومت کے دائرۂ حکومت مین داخل ہون گے، اور بطور اسلامی حکومت کی رعایا کے ان کو حقوق عطا کئے جائین گے،

اسد خود فقہ کے مدون تھے، اور ایک مدت تک عہدۂ قضاء پر فائز رہ چکے تھے، اسلئے فطرۃً

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۶) وحاصروا سرقوسہ براً و بحراً ولحقتہ الامداد من افریقیۃ فساد الیھم "والی" بلرم فی عساکر کثیرۃ فخندق المسلمون علیھم حفیراً خارج الخندق حفراً کثیراً فحمل الروم علیھم (ج ۶ ص ۱۲۷)

اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانون نے سرقوسہ کا بری و بحری محاصرہ کر لیا، اسی اثنار مین انھین افریقہ سے کمک پہونچی، اس کے بعد بلرم کا گورنر "والی" ایک کثیر فوج کے ساتھ مسلمانون کی طرف چلا، مسلمانون نے مدافعت کے لئے ایک خندق کھودی۔ اور پھر اس خندق کے آگے ایک کھائی تیار کی، اسکے بعد رومیون نے حملہ کیا،

لیکن ابن خلدون اس عبارت مین سے لفظ "والی" کو جسکو ہم نے واوین مین دیا ہی، اور جس سے ابن اثیر کی مراد بلرم کا رومی گورنر ہے، "والی"، کے معنی مین لینے کے بجائے والی کے حرف "واو" کو واو عاطفہ سمجھا، اور پھر والی کے دوسرے ٹکڑے "الی"، کو حرف جار سمجھا، اور اس تجزیہ کے بعد افریقہ سے جو کمک آئی تھی، اسکو دو حصون مین منقسم کیا، ایک کو سرقوسہ بھیجا، اور دوسرے کو بلرم "کی طرف" روانہ کر دیا، اور پھر ابن اثیر کے آخری فقرے فحمل الروم علیھم کی بنیاد پر رومیون کی کوئی دوسری جمعیت محاصرین سرقوسہ کے سر پر لا کر کھڑی کر دی، میرے ان قیاسات کی تائید ابن خلدون کے اون جملون سے ہوتی ہے جنھین اوس نے ابن اثیر سے ان بنیادون پر واقعات اخذ کر کے ان کو اپنے پیرایہ بیان مین ادا کیا ہے، چنانچہ لکھا ہی، :-

وحاصروا سرقوسہ براً و بحراً ولحقتہ الامداد من افریقیہ وحاصروا بلرم وزحف الروم الی المسلمین وھم یحاصرون سرقوسہ

ہان یہ بھی ممکن ہی، کہ ابن خلدون کے اس بیان پر الگ سے اعتماد کیا جائے، اور بلرم کا محاصرہ اسد کے دور ولایت

صلح پسند طبیعت پائی تھی، اوران کی خواہش تھی کہ جزیرہ کے تمام مقامات صلح و آشتی سے زیر کئے جائیں اور سب قبول جزیہ کی شرط منظور کرلین، اسی بنا پر انھون نے اہل مرج کی پہلی صلح بآسانی منظور کرلی، اور جب اہل سرقوسہ نے محاصرہ سے زچ ہونے کے بعد صلح کی دوبارہ درخواست کی، تو اس کے قبول کرنے پر فوراً آمادہ ہوگئے، لیکن دیگر اصحاب حل وعقد کی مخالفت کی وجہ سے باز آنا پڑا،

اسد نے جزیرہ مین جس طریقہ پر صلح وجنگ کی بنیاد قائم کردی تھی، ایک زمانہ دراز تک وہی قائم رہی، چنانچہ ہمیشہ یہی ہوتا رہا، کہ جو مقامات جزیہ کی ادائی منظور کرلین، وہ آزاد اور اسلامی

(بقیہ حاشیہ ص ۱۴۴) مین تسلیم کرلیا جائے، لیکن یہ پھر بلا استثنا تمام عرب و یورپین مورخین کے بیان کے مخالف ہوگا اور اس لئے اسکو قطعی نظر انداز کرنا پڑے گا، تمام مورخین نے بلرم کا محاصرہ اسد کی وفات کے بعد لکھا ہے،

اس موقع پر ایک شبہہ کا ازالہ بھی ضروری ہے، وہ یہ کہ ابن خلدون کا یہ مصری مطبوعہ نسخہ نہایت ناقص ہے، اس مین اسد کی وفات کے متعلق یون مذکور ہے:-

"ومات اسد بن فرات امیرھم ودفن بمدینۃ قصریانہ"

اس سے یہ دھوکا نہ ہو کہ ابن خلدون نے اس کا مدفن قصریانہ بتایا ہے، بلکہ یہان پر طباعت کی غلطی ہے اور ایک مستقل عبارت درج ہونے سے رہ گئی ہے، ابن خلدون کے صحیح نسخہ مین "دفن بمدینۃ" کے بعد یون ہے،

"بلرم وولی علی المسلمین بعدہ محمد بن ابی الجواری ووصل اسطول الروم من القسطنطنیہ فاعترضھم المسلمون علی الاقلاع الی افریقیہ فاعترضھم اسطول الروم فرجعوا واحرقوا المراکب واستماتوا وحاصروا مدینۃ المادر (میناؤ؟) ثلثۃ ایام فملکوھا ثم حصن کرکنت کذلک ثم ساروا الی مدینہ "قصریانہ"

یہی "قصریانہ" ہے جو مطبوعہ نسخہ مین درمیان کی مذکورہ عبارت متروک ہوکر "دفن بمدینۃ" سے ملحق ہوگیا ہے، چنانچہ اس کے بعد ہی مطبوعہ نسخہ مین یہ عبارت ملیگی،

"ومعھم القائد الذی جاءہ یستنجد ھم فخادعہ اہل قصریانہ (ج ۴ ص ۱۹۹)

حکومت کے دائرہ سے باہر سمجھے جائیں، اور جو مقامات بزور شمشیر فتح ہوں، وہ اسلامی دائرہ حکومت میں داخل کر لئے جائیں،

اگرچہ اسی نظام کی بدولت اسلامی حکومت صقلیہ کو ہمیشہ بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا جس کی تفصیل آیندہ آئیگی، تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نوع انسانی کی فلاح وبہبود کیلئے یہی طریقہ مناسب تھا، اور اسی میں خونریزی کے امکانات کم تھے،

اسد کی جانشینی اسد کی وفات کے بعد امیر محمد بن ابی الجواری کو اسلامی لشکر نے بہ اتفاق اپنا امیر منتخب کر لیا اور اسی نے حکومت اور فوج سنبھال لی[1]

محمد بن ابی الجواری جانشین اسد

سنہ ۲۱۳ھ ۸۲۸ء - سنہ ۲۱۴ھ ۸۲۹ء

اسلامی لشکر میں ابتری امیر محمد بن ابی الجواری کا انتخاب اصحاب حل وعقد اور عام اسلامی لشکر کے اتفاق سے عمل میں آیا تھا، ابن ابی الجواری نہایت خوش تدبیری سے محاصرہ کے کامیاب بنانے میں معروف ہو گیا، اور ایسی ساعت آپہنچی کہ اہل سرقوسہ سخت پریشان حال ہو گئے اور محاصرہ کی سختیاں ان کے لئے ناقابل برداشت ہو گئیں، لیکن بخت واتفاق کہ اسلامی لشکر میں خونچیں شروع ہوئی، اور ایسا اختلال وانتشار پھیلا کہ ابن ابی الجواری کیلئے اس کا مقابلہ نہایت دشوار ہو گیا[2]، کیونکہ اسد کی وفات سے فوج میں ایسی ابتری پیدا ہو گئی تھی کہ اس کا سارا نظام درہم برہم ہو گیا تھا، اور وہ اپنے مشاغل سے ایسی غافل ہو گئی تھی، کہ مفتوحہ شہروں کے وہ تمام معززین وامرا وسپہ سالار جو اسلامی لشکر میں بطور یرغمال نظر بند تھے، موقع پا کر فرار ہو گئے[3]، اور اسلامی لشکر کی بد نظمی وانتشار کا چرچا ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گیا،

---

[1] ریاض النفوس در اماری ص ۱۸۱ وغیرہ [2] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۲۹ [3] البیان المغرب ترجمہ ص ۱۳۹،

اور اتنے دنوں میں جو کچھ رعب و داب اور اثر پیدا ہوا تھا، وہ بالکل زائل ہو گیا،

اسلامی لشکر میں وبا — اسی اثنا میں اسلامی لشکر ایک دوسری مصیبت میں مبتلا ہوا، اسد نے بلرم کی حملہ آور فوج کی بربادی کے لئے جو کھائی کھدوائی تھی، وہ رومیوں کی لاشوں سے پٹ گئی تھی، اور پھر ان کے سڑنے کی وجہ سے آب و ہوا خراب ہو گئی جس سے اسلامی لشکر میں سخت وبا پھیل گئی جس سے مجاہدین اور آزمودہ کار افسروں کی نہایت عزیز جانیں تلف ہو گئیں،

حکومت بیزنطی کی امدادی فوج — اسلامی لشکر ابھی اپنی انہی پریشانیوں میں مبتلا تھا کہ اوسے یہ وحشت انگیز خبر پہنچی کہ حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا ایک نہایت عظیم الشان لشکر جو متعدد جنگی بیڑوں اور آزمودہ کار بڑی فوجوں پر مشتمل ہے مسلمانوں سے جزیرہ کو خالی کرانے کیلئے یہاں آپہنچا ہے، اور وہ عنقریب اسلامی لشکر پر ٹوٹ پڑنے والا ہے، ان سب واقعات نے ملکر مسلمانوں کو دل شکستہ کر دیا اور ان میں افریقہ کی واپسی کا پھر خیال پیدا ہو گیا، اور فیمی نے پھر اپنے ساز دیا ز سے انہیں پورے طور پر افریقہ کی واپسی پر آمادہ کر لیا،

مجاہدین کی مایوسی اور افریقہ کی روانگی کا قصد — ابن ابی الجواری اس نئے فتنے کا مقابلہ نہ کر سکا، اور خود اس کے پیش نظر بھی یہ سب خطرات موجود تھے، آخر وہ سرقوسہ کا محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور ہو گیا، اور افریقہ کے قصد سے ساحل کی طرف روانہ ہو گیا، جہاں اسلامی جہاز انتظار میں کھڑے ہوئے تھے، یہاں پہنچکر حسرت نصیب لشکر جہازوں پر سوار ہوا، اور نہایت خاموشی سے بادبان کھول کے جہازوں کا رخ افریقہ کی طرف پھیر دیا گیا،

مجاہدین کا اپنے جہازوں کو جلا دینا اور مرنے مارنے پر تیار ہو جانا — لیکن ابھی لنگر اوٹھائے جا رہے تھے، کہ بیزنطی جہاز سامنے سے نمودار ہوئے اور مجاہدین کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے، اور اس صورت حال سے ان کے لئے بجز موت کے کوئی دوسرا راستہ باقی نہ رہا، اور یہ واقعہ ان کے لئے ایک تازیانۂ عبرت ثابت

ہوا، اور ذلت و رسوائی کا ایسا احساس ہوا کہ یکایک ایک حیات تازہ پیدا ہوئی اور تمام مجاہدین جوش و خروش سے دیوانہ وار جہازوں سے کود پڑے، اب انھیں حیات و ممات کا مستقل فیصلہ کرنا تھا، چنانچہ چند لمحہ توقف کے بعد نہایت گرمجوشی سے آگے بڑھے اور اپنے جہازوں پر جھپٹ پڑے، اور اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے تمام جہازوں مین آگ لگادی،[۱]

یہ واقعہ اسلامی تاریخ صقلیہ کا یادگار واقعہ ہے، جہازوں کے شعلہ زن تختے سمندر مین ادھر اودھر تیر رہے تھے، اور ساحل پر مجاہدین اور سطح سمندر پر رومی کھڑے ہوئے اس نظارہ کو دیکھ رہے تھے، مجاہدین صقلیہ نہایت خاموشی سے جہاز کے ایک ایک تختہ کی بربادی کا تماشہ دیکھتے جاتے اور افریقیہ کی واپسی کی آخری سے آخری موہوم امید کو منقطع کرتے جاتے، یہانتک کہ ساحل کا ایک ایک اسلامی جہاز غرقاب ہوگیا، اور افریقیہ کے مجاہدین مرنے مارنے پر تیار ہوکر صقلیہ کو مادرِ وطن سمجھ کر اوس کے آغوش مین بیٹھ گئے، اب یہ جزیرہ نہ رومی و بیزنطی تھا، اور نہ اصطلاحی طور پر دارالاسلام بلکہ حقیقی معنون مین ایک اسلامی جزیرہ تھا، اس کی حفاظت وطن کی حفاظت تھی، اسکی ترقی وطن کی ترقی تھی، اسکی فلاح وطن کی فلاح تھی، اور اوسکی بہبودی وطن کی بہبودی تھی، افریقیہ کی مجلسِ مشاورت نے اس کو دارالاسلام بنانے کا فیصلہ کیا تھا، وہ اصحابِ حل و عقد کا فیصلہ تھا، اور صقلیہ مین اگران جانفروشون نے وطن بنانے کا فیصلہ کیا، یہ بسنے والون کا اپنے گھر کے متعلق فیصلہ تھا، اب یہ چند نفوس مسلمانان عرب و افریقیہ نہین بلکہ صقلیہ کے مسلمان تھے، اور حقیقی معنون مین آج کی تاریخ سے وہ صحیح طور پر مسلمانان صقلیہ کے نام سے موسوم کئے جائین گے،

میناؤ و جرجنت پر قبضہ اس کے بعد مجاہدین نے فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کیلئے فوری پیشقدمی شروع کردی، اور ساحل سے اسی جوش و خروش مین شہر میناؤ (MINE UN) کی طرف کوچ

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷، ابن خلدون در اماری ص ۴۸۰، و نہایۃ الارب در اماری ص ۴۲۶، و تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۳،

کیا، اور پہونچتے ہی تین دن کی معمولی لڑائی کے بعد قلعہ پر قبضہ کرلیا،

اس کے بعد فوج کا ایک بڑا دستہ جرجنت روانہ ہوا، یہان بھی معمولی لڑائی کے بعد تسلط ہوگیا، اور مسلمانون نے ان دونون شہرون مین سکونت اختیار کرلی، گویا اسوقت صقلیہ کے بڑے شہرون مین سے تین اہم شہر مازر، جرجنت اور مینا ؤ مین اسلامی آبادیان قائم ہوگئین[1]،

قصریانہ کا محاصرہ

اسلامی لشکران شہرون پر تسلط حاصل کرکے آگے بڑھا، اور صقلیہ کے مشہور و مستحکم قلعہ نما شہر قصریانہ کی دیوار کے نیچے ڈیرے ڈال دیئے، قصریانہ کو فوجی نقطۂ نظر سے جو اہمیت حاصل تھی، اس کا تذکرہ جغرافی حالات مین گذر چکا ہے، اسلئے اسی بے سروسامانی مین قصریانہ کی تاخت مسلمانون کی عدیم النظیر اولوالعزمی کا پتہ دیتی ہے،

فیمی کا قتل اور اس کی تفصیلات

مجاہدین اسلام اپنے حملہ کی تیاریون مین مصروف تھے، کہ اسی مہم کے سلسلہ مین ایک اہم واقعہ پیش آگیا، اور وہ ارمنی نژاد فیمی کا قتل ہے،

فیمی کے قتل کی تفصیلات اسکی کردار و سیرت کی طرح کچھ کم عبرت انگیز نہین، وہ جہازون کے نذر آتش ہونے سے پیشتر تک اپنی اسی حکمت عملی پر گامزن اور مسلمانون کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیون مین اوسی طرح مصروف تھا، کیونکہ اس کے اصل حریف بلاطہ کی شکست کے بعد اہل جزیرہ مین ایسا صاحب اقتدار شخص موجود نہ تھا، جو اس کا ہمسر مقابل ہوتا، اسکی کامیابی کی راہ مین صرف اسلامی لشکر حائل تھا، اس لئے اس کے خلاف اس نے اپنی خفیہ ریشہ دوانیان شروع کردی تھین، لیکن جب حکومت بیزنطی قسطنطنیہ سے عظیم الشان لشکر آپہنچا، تو اس کے تمام منصوبے پھر ایک مرتبہ خاک مین مل گئے، اس لئے اس جدید صورت حال سے متاثر ہوکر اوس نے اپنی روش بدل دی، اور اب اس کو اپنی فلاح اسی مین نظر آئی، کہ مسلمانون سے اشتراک عمل کرے، اور حکومت بیزنطی کے صقلیہ کی بازیافت کی کوششون

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷ و نہایۃ الارب در امارنی ص ۴۲۲،

کو کامیاب نہ ہونے دے کہ اگر مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوئی تو ممکن ہے اسی وسیلہ سے اس کو صقلیہ کے کسی صوبہ کی گورنری مل جائے، اور دوسری طرف ابن ابی الجواری نے بھی اسلامی لشکر کے موجودہ حالات کا اندازہ لگا کر اس کو سابق والی صقلیہ کی حکمت عملی کے خلاف اپنی معیت میں لے لیا چنانچہ قصریانہ کی اس مہم میں وہ بھی ساتھ ساتھ موجود تھا، اور اسکی اس روش سے صقلیہ کے عیسائی اسکے دشمن ہوگئے، چنانچہ جب وہ قصریانہ پہنچا تو اسکے خلاف اہل شہر نے ایک ایسی سازش تیار کی جس سے اسکی زندگی کا خاتمہ ہوگیا، وہ لوگ اس کے اصل جذبات سے آگاہ تھے، اسلئے اوس کو کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے ایسا راستہ اختیار کیا جس پر اسکو اعتماد ہوسکے چنانچہ وہ لوگ اس مقصد کیلئے نہایت پوشیدہ طریقہ پر اوس کے پاس آئے اور زمین بوس ہوکر آداب شاہی بجالائے اور پھر گفتگو و بحث کے بعد اس کو اپنی اطاعت وانقیاد کا یقین دلایا، اور پھر خفیہ معاہدہ ہوا کہ پہلے اس جزیرہ کو حکومت بزنطی سے آزاد کرایا جائے، پھر عربوں سے آیندہ سمجھ لیا جائے گا فیمی کو اس خفیہ معاہدہ سے پھر اپنی خود مختار حکومت کے سبز باغ نظر آنے لگے، اور تجویز کو پورے طور پر عملی جامہ پہنانے کیلئے مشاورت کا دوسرا دن مقرر ہوا، اور اس مرتبہ خود فیمی کو چند آدمیوں کے ہمراہ شہر میں بلایا گیا چنانچہ وہ حسب تجویز شہر میں پہنچا، باشندگان شہر بطور اظہار عقیدت پھر زمین بوس ہوگئے، وہ جوش مسرت سے آگے بڑھا، اس وقت بے نیام ننگی تلواروں نے یکبارگی چمک کر استقبال کیا، اور ایک ہی وار میں اس کا سر تن سے جدا ہوگیا،

فیمی کے قتل سے ایک طرف اہل شہر کا جوش انتقام ٹھنڈا ہوا، اور دوسری طرف اسلامی لشکر کو اپنے مار آستین سے نجات ملی، وہ جس قسم کی سازشوں سے اسلامی لشکر میں رہ کر مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتا تھا، خود انھی سازشوں کا شکار ہوگیا،[1]

میدان قصریانہ میں ایک خونریز معرکہ آرائی

اسلامی لشکر قصریانہ کی پہاڑی کے دامن میں خیمہ زن تھا کہ قسطنطنیہ کا امدادی بزنطی لشکر اسکے تعاقب میں یہاں آپہنچا، یہ ایک عظیم الشان لشکر تھا، کیونکہ میکائیل ثانی نے اہتمام سے اسکو تیار

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷، نہایۃ الارب در اماری ص ۴۲۲ ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹۔

کیا تھا، اور اسمین رومیون کے علاوہ ارمنیون اور حکومت وینس کی امدادی فوجین بھی شامل تھین[۱]

بیزنطی لشکر کی کمان ایک مشہور جنگ آزما بطریق تھیوڈوٹس (جسکو عرب تودطا لکھتے ہین) کے سپرد تھی، علاوہ ازین بہت سے مشہور بطریق وراہب اپنی اپنی تلوارین سنبھال کے میدان مین اوتر آئے تھے،

رومیون کی شکست فاش تھیوڈوٹس قصریانہ کے سامنے آتے ہی صف آرا ہوگیا اور فوراً جنگ کا سلسلہ شروع ہوگیا، بیزنطی لشکر اگرچہ بڑے ساز وسامان اور دم خم سے بھیجا گیا تھا لیکن قصریانہ کا یہ پہلا میدان مسلمانون کے ہاتھ رہا، مجاہدین جوش وخروش سے آگے بڑھے، اور چشم زدن مین رومی کشتون کے پشتے لگادئے، رومی اس مقابلہ کی تاب نہ لاسکے، اور میدان جنگ مین بہت سے لاشے تڑپتے چھوڑ کر فرار ہوگئے، اور اسی عالم فرار مین مسلمانون کے ہاتھ بہت سے قیدی آئے جنمین نوے کی تعداد مین صرف بطارقہ تھے،

قصریانہ کا محاصرہ اور مضافات شہر مین اسلامی حکومت کا قیام اس شکست کے بعد بیزنطی لشکر کے باقی ماندہ حصہ نے قصریانہ کی چہار دیواری مین محصور ہوکر دروازے بند کرلئے، اور اسلامی لشکر نے اس کے جواب مین قصریانہ کی پہاڑی کے دامن مین پختہ مکانات بنالئے، اور مال غنیمت کے خمس سے خاندان اغلبیہ کے سکے بنوا کر رائج کردئے، مجاہدین نے قصریانہ مین بود وباش اختیار کرکے ایک طرف اسکی فتح کے منصوبون مین لگے رہے، اور دوسری طرف اس شہر کو اس تمام علاقہ سے بے تعلق کرکے سب کو اسلامی اقتدار کے ماتحت لانے کیلئے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے مضافات مین بھیجتے رہے،[۲]

امیر لشکر ابن ابی الجواری کی وفات لیکن افسوس ہے کہ قصریانہ کی مہم ابھی یونہی ناتمام تھی، اور مجاہدین جو اسد بن فرات کی جدائی کو ابھی نہین بھولے تھے، کہ دست اجل نے ان کے قائم مقام محمد بن ابی الجواری کو بھی

---

[۱] نہایۃ الارب درامارسی ص ۴۳۰، ویادگاری مضامین مقالہ جان بری ج ۲ ص ۲۷ [۲] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۴۷ و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، ونہایۃ الارب درامارسی ص ۴۳۰، واخبار الاندلس ج ۲ ص ۱۱۹

اوائل ۲۱۴ھ/۸۲۹ء مین ان سے چھین لیا، اور اسلامی لشکر نے اس کی وفات کے بعد زہیر بن غوث کو اپنا امیر مقرر کیا،

زہیر بن غوث جانشین ابن ابی الجواری،

۲۱۴ھ/۸۲۹ء تا ۲۱۷ھ/۸۳۲ء

مسلمانون کا دور ابتلا

زہیر بن غوث آزمودہ کار افسرون مین تھا اوس نے عنان امارت سنبھال کر ابن ابی الجواری کے نقش قدم پر چلنا چاہا، لیکن امارت کے بدلتے ہی گردونواح کے حالات بھی بدل گئے تھے، بیزنطی سپہ سالار تھیوڈوٹس نے ابن ابی الجواری کی وفات سے پورا فائدہ اوٹھایا اور موقع پاکر قصریانہ سے نہایت خاموشی اور حکمت عملی سے نکل آیا، اور مجاہدین کے عقب مین ڈیرے ڈال دئے، زہیر اس واقعہ سے قطعاً نابلد تھا چنانچہ قدیم روش کے مطابق قصریانہ کے مضافات پر اقتدار جمانے اور سامان رسد فراہم کرنے کے لئے ایک چھوٹا سا دستہ روانہ کیا، یہ ابھی اثنائے راہ مین تھا کہ سامنے سے عظیم الشان بیزنطی لشکر نمودار ہوا، اور دونون مین اچانک مڈبھیڑ ہوگئی، اسلامی دستہ نے پامردی سے مقابلہ کیا، لیکن ایک مختصر دستہ پوری فوج کا کیا مقابلہ کرتا، نہایت فاش شکست کھائی، اور دوسرے دن بقیۃ السیف حصہ قصریانہ واپس آگیا، اس کے بعد جنگ کا نقشہ بدل گیا، تھیوڈوٹس اپنی فوج لئے آگے بڑھا، زہیر نے بھی اپنی فوج کو آگے بڑھایا، اور دونون فوجین آمنے سامنے صف آرا ہوگئین، تھوڑے ہی وقفہ مین گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی، اور مسلمانون کو اپنی شومی قسمت سے شکست اوٹھانی پڑی، اور رومیون نے اپنی پچھلی شکست کا پورا پورا بدلہ لیلیا، اور تقریباً ایک ہزار مجاہدین اس جنگ مین شہید ہوگئے[1]،

مجاہدین کا محصور ہونا

شکست خوردہ اسلامی فوج قصریانہ کی چھاؤنی مین واپس آئی، رومیون نے موقع کو مغتنم سمجھا،

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۷، نہایۃ الارب درامارتی ص ۴۲۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹،

اور تعاقب کیا، اب زہیر کے سامنے دو صورتین تھین، یا تو قصریانہ کی چھاؤنی مین محصور ہو جائے، یا جرجنت وغیرہ مین سے ایسے مقام کی طرف کوچ کرے، جہان مسلمانون کی تازہ دم فوج کی امداد حاصل ہو سکے، لیکن دوسری صورت اختیار کرنے مین قصریانہ کے مضافات کی تمام فتوحات ہاتھ سے جاتی تھین اور محاذ جنگ جرجنت وغیرہ ہنچ جاتا تھا، اسلئے اس نے پہلی صورت کو ترجیح دیا، اور تن بہ تقدیر محصور ہو کے بیٹھ رہا، اس وقت اسلامی لشکر کا پڑاو کھلے میدان مین تھا، صرف سکونت کے لئے پختہ مکان تعمیر کر لئے گئے تھے، وہ قلعے نہ تھے کہ قلعہ بند ہونے کا امکان ہوتا، اسلئے زہیر نے اس پورے رقبہ کا احاطہ کرکے گرداگرد خندق کھود لی،

لیکن اس کا یہ طرز عمل کسی طرح دانشمندانہ نہین کہا جا سکتا، اس نے اس موقع پر اسد کے طرز عمل کی پیروی کی تھی، لیکن اسد اور زہیر کی فوج اور سامان رسد مین زمین و آسمان کا فرق تھا، اسد تازہ دم تھے، اور محاصرہ کی پوری تیاریون کے ساتھ محاصر تھے خصوصاً سامان رسد کا وافر حصہ ان کے پاس تھا لیکن زہیر کا لشکر ایک زمانہ سے محاصرہ کئے ہوئے تھا، سامان رسد مضافات سے حاصل ہوتا تھا، محصور ہونے کے بعد یہ سلسلہ باقی نہین رہ سکا، پھر علاوہ ازین اسوقت رومیون کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے، وہ دو لڑائیون مین اسلامی لشکر کو زیر کر چکے تھے اور اسد کا لشکر مظفر و منصور محاصر و محصور تھا، اور زہیر کو مفتوح و مغلوب ہو کر محصور ہونا پڑا،

چنانچہ رومیون نے ہر چہار طرف سے گھیر لیا، حالانکہ زہیر کے خیال مین جرجنت کی سمت محفوظ تھی، اور وہ وہین سے سامان رسد کی لو لگائے بیٹھا تھا، امید کی یہ آخری شعاع بھی جاتی رہی، اور چند ہی دن مین گھوڑے ذبح کر کر کے کھانے کی نوبت آگئی،[۱]

بسپائی | جب مجاہدین کے آلام و مصائب انتہا کو پہنچ گئے، تو ایک دن جان پر کھیل کر شبخون مارنے کا

---

[۱] نہایۃ الارب در اماری ص ۳۰، ۳۰ ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸،

فیصلہ کیا بخت واتفاق کہ رومیون کو اسکی بھی پہلے سے خبر لگ گئی، اور وقت مقررہ سے پہلے اپنے تمام خیمہ وخرگاہ تنہا چھوڑ کے قرب وجوار مین جا چھپے، اسلامی لشکر وقت مقررہ پر پورے جوش سے خندق کے پار ہوا، اور مجاہدین تکبیر کا غلغلہ بلند کرتے ہوئے ایک ہی جست مین ان کے خیمون مین جا گھسے مگر وہان سب خالی پڑے تھے، مجاہدین اس واقعہ سے حیران وششدر تھے کہ رومی کمین گاہون سے نکل کر ٹوٹ پڑے، اور دم کے دم مین سینکڑون لاشین گرا دین، اور لشکر کا بہت بڑا حصہ ضائع ہو گیا، جو کچھ بچے کھچے سپاہی تھے انھون نے بیناؤ کا راستہ پکڑا اور اسی قلعہ مین جا کر دم لیا، [۱]

قصریانہ کی یہ شکست عام مسلمانان صقلیہ کے لئے نہایت دردانگیز تھی، کیونکہ مازر جرجنت اور بیناؤ وغیرہ مین جو اسلامی آبادیان تھین وہ اسی لشکر جرار کے دم سے قائم تھین، اس لئے اس شکست سے ان تمام مقامات پر عام تہلکہ مچگیا،

چنانچہ بیزنطی لشکر نے ان مفرور سپاہیون کے نقش قدم پر کوچ کیا، اور بیناؤ پہنچ کے شہر کا نہایت سختی سے محاصرہ کیا، اب مسلمانان بیناؤ کو امداد کی جو کچھ توقع تھی، وہ مسلمانان جرجنت سے تھی؛ کہ وہی ان کے قریب تر تھے ورنہ خود ان کی مختصر جمعیت رومی محاصرین کا مقابلہ کرنے سے عاجز تھی لیکن مسلمانان جرجنت کیلئے بقول ابن خلدون اپنی امکانی کوششون کے باوجود قلعہ بیناؤ کے مسلمان محصورین تک پہنچنا دشوار تھا اسلئے ان لوگون نے ایک دوسری تدبیر اختیار کی، اور قصریانہ کے واقعات سنتے ہی جرجنت کے تمام فوجی استحکامات منہدم کر دئے، اور خود شہر چھوڑ کر مسلمانان مازر سے جا ملے، کہ مسلمانان صقلیہ کی جمعیت پریشان کسی قدر یکجا ہو جائے، کیونکہ جرجنت بہ نسبت دیگر مقامات کے بیناؤ سے قریب تھا، اور رومیون کے لئے بہ خوبی ممکن تھا، کہ بیناؤ کے محاصرہ کو مکمل کر کے جرجنت کو بھی گھیر لیتے، اور اس وقت جرجنت کی مختصر جمعیت بھی مقابلہ سے عاجز رہتی، [۲]

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸، [۲] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸، وابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، ابن اثیر کے الفاظ یہ ہین،

ان حالات مین مسلمانان بیناؤ سخت مشکلات مین گھر گئے، امداد کی جو کچھ توقع تھی، ہر طرف سے منقطع ہوگئی، خود انکی جمعیت ایسی نہ تھی، کہ کھل کے مقابلہ کرسکتے، پھر شہر کے عیسائیون سے الگ خطرات تھے،

رفتہ رفتہ سامان رسد مین کمی ہوتی گئی، پہلے شہر مین جو کچھ اندوختہ تھا، صرف کرتے رہے، پھر مویشیون کو ذبح کرکے کھاتے رہے، اور جب یہ سب کچھ ختم ہوگیا، تو شہر کے کتون کو پکڑ پکڑ کے کھانا شروع کیا، مگر پھر بھی فاقہ کشی سے نجات نہین ملی، اور اسی آزمائش مین بہت سے مجاہدین نے تڑپ تڑپ کے جان دیدی، ان تمام آلام و مصائب کے باوجود پائے ثبات مین لغزش نہ آئی اور اسلامی غیرت

(بقیہ حاشیہ ص ۱۵۴) وسار والی مازر ولم یقدر ا علی نصرۃ اخوانہم (مازر چلے گئے، اور اپنے بھائیون کی مدد کے لئے نہین پہنچ سکے،) اور ابن خلدون لکھتا ہے، وتعذر علیہما الوصول الی اخوانہم (اپنے بھائیون تک پہنچنا، ان کے لئے ناممکن ہوگیا،) لیکن مسٹر اسکاٹ اس واقعہ کو دوسرے رنگ مین لکھتے ہین کہ" جو چھوٹے چھوٹے قلعے مسلمان جاتے وقت فتح کرکے اپنے قبضہ مین کرگئے تھے، وہان کے باشندون نے غدر کرکے ان دستون کو جو حفاظت کے لئے رکھے گئے تھے قتل کرڈالا، یہ کیفیت تھی، کہ اگر کوئی عمامہ بند کہین نظر آجاتا، تو تمام علاقہ غیظ و غضب مین آجاتا تھا، اور لڑنے بھڑنے پر تیار ہوجاتے تھے" یہ صحیح ہے کہ سرزمین صقلیہ اس وقت مسلمانون کے لئے نہایت تنگ ہورہی تھی، اور یہ بھی صحیح ہے کہ جرجنت مسلمانون کے ہاتھ سے نکل گیا، اور اس کے ساتھ اس کے قلعے بھی جاتے رہے، لیکن وہان کے باشندون نے "غدر" نہین کیا، اور نہ وہان اسلامی دستے تہ تیغ کئے گئے،

جرجنت کو مسلمانون نے حفظ ماتقدم کے طور پر خود خالی کردیا تھا، اگر باشندگان جرجنت غدر کرتے، اور مسلمانون کی جان کے لالے پڑجاتے، تو وہ سراسیمہ ہوکر فرار ہوتے، غدر و ہنگامہ مین یہ کیونکر ممکن ہے، کہ شکست خوردہ فریق شہر کے استحکام کو ویران و مسمار کردے، اس کو تو پہلے اپنی جانین بچانے کی فکر ہوگی،

جمیعت نے اجازت نہ دی، کہ سپر ڈال کر رومیوں سے طالب امان ہوں،

تائید غیبی مسلمانان بینا ؤ اسی دور ابتلا میں موت کا مردانہ وار مقابلہ کر رہے تھے، کہ دریای رحمت جوش میں آیا، اور دو مختلف سمتوں سے مجاہدین کی دو جماعتیں ساحل صقلیہ پر اوتریں، اور مسلمانان صقلیہ کے لئے تائید غیبی ثابت ہوئیں، ان دونوں جماعتوں میں سے ایک مجاہدین اندلس کی جمیعت تھی، جو سرفروشانہ جہاد کے لئے نکلی تھی، اور دوسری جماعت زیادۃ اللہ کی فرستادہ امدادی فوج پر مشتمل تھی،

اندلسی بیڑا صقلیہ میں اندلس میں اسوقت اموی حکومت کا جاہ وجلال تھا، اور تخت حکومت پر عبدالرحمن ثانی جلوہ افروز تھا، اس کی بحری قوت نہایت مستحکم تھی، اور اس کے جہاز ہر سال خاص خاص موسموں میں بحر روم کا چکر لگاتے تھے، حسن اتفاق کہ انہی میں کا ایک بیڑا اصبغ بن وکیل المعروف بہ فرغلوش کی سرکردگی میں صقلیہ کے ساحل پر ٹھیر گیا، اس کے جہازوں کی تعداد ابن عذاری کے بیان کے مطابق تقریبا ۳۰۰ تھی، اور اواخر ۲۱۴ھ ۸۲۹ء میں صقلیہ پہنچا تھا،

افریقیہ کی کمک دوسری طرف انہی دنوں امیر زیادۃ اللہ کو افریقیہ کی بغاوتوں سے کلیۃً نجات مل گئی، اور اس کو بھی مسلمانان صقلیہ کی زبون حالت کی طرف توجہ کرنے کا موقع ملگیا، چنانچہ اس نے ایک کمک سلیمان بن عافیہ طرطوسی کی سرکردگی میں صقلیہ روانہ کی، یہ بیڑا جمادی الاخری ۲۱۵ھ ۸۳۰ء میں صقلیہ پہنچا، مسٹر اسکاٹ اس بیڑے کے متعلق لکھتے ہیں :-

"امیر زیادۃ اللہ .... نے تین سو جہازوں کا ایک زبردست بیڑا، اور بیس ۲۰ ہزار آدمی اس طرف روانہ کئے، یہ بیڑا ۸۳۰ء میں افریقیہ کے بندر سے چلا تھا، ایسا بہت کم اتفاق ہوا ہوگا کہ اتنی بڑی فوج نے جسمیں اتنے مختلف قبائل کے آدمی جمع ہوں، ایک ہی سپہ سالار کے ماتحت کام کیا ہو (؟) دریائے نیل سے لیکر بحر اوقیانوس تک کے وحشی بربری، اپنی فطری وحشت وخونخواری کے ساتھ اس میں

موجود تھے، یمن کے جلاوطن، ایران کے پناہ گزین، یونان کے مفرورین اور ہر قبیلے کے اندلسی اس بیڑے میں اپنے جزیرہ نما کو خیر باد کہکر داخل ہو گئے تھے، ادمیر زیادۃ اللہ نے اپنی غیر معمولی حکمت عملیوں سے امیدوں کے سبز باغ دکھا کر باشندگان ٹیونس کو بھی اس فوج میں داخل کر لیا تھا، حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جو چند روز پیشتر ان کے مقابلہ میں شمشیر بکف تھے،

اندلسی امیر البحر بطور اسلامی سپہ سالار صقلیہ

اس وقت مسلمانان صقلیہ کی سب سے اہم ضرورت محصورین مینا ؤ کی امداد کر کے ان کو مصیبتوں سے نجات دلانا تھا، اندلسی جمعیت نے اس میں اس شرط پر شرکت منظور کی، کہ حملہ آور لشکر کی کمان اندلسی سپہ سالار فرغلوش کے ہاتھ میں دیجائے، مسلمانان افریقیہ نے اسکو قبول کر لیا، اور افریقیہ و اندلس کی مشترکہ فوج فرغلوش کی سرداری میں مینا ؤ روانہ ہو گئی،

محصورین مینا ؤ کی امداد کے لئے فوج کی روانگی اور ملک میں غارتگری

اثنائے راہ میں جس قدر قلعے اور فوجی چھاؤنیاں ملتی گئیں، مجاہدین سب پر چھاپے مارتے، اور لوٹ مار مچاتے مینا ؤ پہنچے، اور محاصرین سے مقابلہ شروع ہو گیا، رومیوں کے لئے یہ ایک ناگہانی افتاد تھی، تھیوڈوٹس نے بڑھ کر مقابلہ کیا، اور خود جان سے مارا گیا، اور بچے کچھے بیزنطی سپاہی ادھر ادھر منتشر ہو گئے، مینا ؤ کے رومی باشندوں نے محصورین کو کافی اذیتیں پہنچائی تھیں، مجاہدین نے جوش انتقام میں شہر میں آگ لگا دی، اور پورا قلعہ مسمار کر دیا، اور جس طرح پچھلے دو سال مسلمانوں کے لئے نہایت سخت گذرے، ویسے ہی یہ وقت رومیوں کے لئے سخت دور ابتلا ہو رہا تھا، اور اندلس اور افریقیہ کے سپاہیوں نے چند ہی دن میں ان تمام مظالم کا بدلہ لے لیا، جو رومی مسلمانوں پر اب تک کر چکے تھے، اور علاوہ ازیں اسوقت فوج کی کمان بھی فرغلوش کے ہاتھ میں تھی جسکا مقصد لوٹ مار، اور غارت گری کے علاوہ اور کچھ نہ تھا، اس لئے اس وقت مازرسے مینا ؤ تک کا علاقہ مجاہدین کا جولانگاہ تھا، اور چند ہی دنوں میں سخت تباہی و بربادی پھیل گئی،

فتح غلولیہ

جب لوٹ مار سے کچھ فرصت ملی تو پیشقدمی کا سلسلہ شروع ہوا، اور مجاہدین مینا ؤ کو زیر کر کے

سب سے پہلے غلولیہ میں آکر خیمہ زن ہوئے، اور محاصرہ کے بعد بزور شمشیر اس پر قابض ہوگئے،

اسلامی لشکر میں وبا — لیکن غلولیہ پہنچ کر حوادث کا پھر ایک جھونکا آیا، اور پیش قدمی کا سلسلہ عارضی طور پر ملتوی ہوگیا، چنانچہ غلولیہ آئے ہوئے ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ اسلامی لشکر میں وبا پھوٹ پڑی، اور سالار فوج اصبغ بن وکیل و دیگر کارآزمودہ قائدین اس کے نذر ہوگئے،

ایک جماعت کی پسپائی — اس واقعہ سے مسلمانوں میں پھر بددلی پیدا ہوگئی، جو لوگ فوج میں محض مال غنیمت کے حرص میں شریک ہوگئے تھے، ان کی ہمتیں پست ہوگئیں، اور جان بچانے کیلئے فرار ہوئے، اسی سراسیمگی میں رومیوں کا ایک دستہ عقب سے نکل آیا، اور ان مفرورین پر ٹوٹ پڑا جس سے بہت سے سپاہی ضائع ہوگئے اور بقیۃ السیف نے افریقیہ واندلس کی راہ لی،

محاصرۂ بلرم — جب فوج میں کچھ سکون پیدا ہوا، تو پیشقدمی کا سلسلہ پھر شروع ہوگیا، اس مرتبہ صقلیہ کے ایک اہم شہر بلرم کا رخ کیا گیا، جو صقلیہ کا مشرقی دارالحکومت تھا، لشکر اسلام غلولیہ سے اواخر جمادی الاخری ۲۱۵ھ میں روانہ ہوا، اور مشرقی دارالحکومت بلرم کا محاصرہ کرلیا، بلرم صقلیہ کا کوئی معمولی شہر نہ تھا، اس پر زمانہ قبل تاریخ سے دور حاضر تک مختلف دور گذر چکے تھے، اور ہر دور میں اس کو نمایاں حیثیت حاصل رہی تھی، کبھی یہ صوبہ کا دارالحکومت رہا، اور کبھی مرکزی حکومت کا پایہ تخت بنایا گیا، اسلئے شہر کے تمام جنگی استحکامات مکمل تھے، اس لئے اسی قدر اس کا محاصرہ دشوار تھا،

چنانچہ مجاہدین کو بھی اس کے محاصرہ میں دشواری پیش آئی، اور اسی حالت میں ایک طویل زمانہ گذر گیا، لیکن ان لوگوں نے نہایت ہمت و استقلال سے محاصرہ کو قائم رکھا، اور عزم و استقلال کا ایسا نمایاں جوہر دکھایا کہ محصورین روز بروز کمزور ہوتے گئے،

اگرچہ یہ بھی امر واقعہ تھا کہ اس وقت جزیرہ کی بزنطی حکومت بے دست و پا ہو رہی تھی، میکائیل ثانی شہنشاہ قسطنطنیہ جو صقلیہ کی مہموں کی خبر رکھتا، اور حسب ضرورت امداد کرتا رہتا تھا، انتقال کرچکا تھا

اوراس کا جانشین تھیوفلس (۸۲۹ء تا ۸۴۲ء) عیش وعشرت مین مصروف تھا، اورخود صقلیہ مین جوبیزنطی فوج تھی، وہ برباد ہوچکی تھی، اس لئے گورنر بلرم کوکسی طرف سے کوئی امداد نہین ملی، لیکن اس کے باوجود شہر خود اس قدر مستحکم، اور وہان سامانِ رسد کی اس قدر فراوانی تھی، کہ گورنر نے کامل ایک سال تک جم کے مقابلہ کیا،

فتح بلرم | لیکن جب محصورین کی تمام قوتین صرف ہوگئین، اور گرسنگی وفاقہ کشی سے صدہا جانین تلف ہوگئین، اوراس کے ساتھ مجاہدین کسی طرح محاصرہ سے دستبردار ہونے پرآمادہ نظر نہین آئے، تو ایک دن اچانک بلرم کا صدر دروازہ کھلا، اور گورنر دست التجا بڑھائے اسلامی سپہ سالار کی خدمت مین حاضر ہوا، اور شرائطِ صلح پیش کین، جو درحقیقت صلح کی درخواست کے بجائے محاصرین کی فتح وظفر کا اعتراف اور محصورین کیلئے رحم وکرم کی درخواست تھی، چنانچہ گورنر کی درخواست کے بموجب حسب ذیل امور منظور کئے گئے،

(۱) گورنر اور اس کے اہل وعیال کی جان بخشی کی گئی،

(۲) گورنر کو اپنی دولت وثروت یہان سے منتقل کرنے کی اجازت دیگئی،

(۳) فوج کے سپاہیون کو گرفتار کرنے کے بجائے یہان سے چلے جانے کی اجازت دی گئی،

ان شرائط کی تکمیل کے بعد مجاہدین فتح وظفر کے شادیانے بجاتے بلرم مین داخل ہوئے،

بلرم کی بے رونقی | لیکن جب مسلمان شہر مین پہنچے، تو شہر کی آبادی کا تقریبًا خاتمہ ہوچکا تھا، چنانچہ جسوقت مسلمانون نے اس کا محاصرہ کیا تھا، اسکی آبادی ستر ہزار تھی لیکن جب مسلمان شہر مین داخل ہوئے، تو تین ہزار آدمیون سے بھی کم تھے، عرب مورخین کا خیال تو یہ ہے کہ صرف ایک سال کے محاصرہ مین سب کی سب جانین ضائع ہوگئین لیکن اس موقع پر مسٹر اسکاٹ کا یہ بیان زیادہ قابلِ قبول ہو کہ اکثر باشندے گورنر بلرم کے ساتھ قسطنطنیہ روانہ ہوگئے، مسٹر اسکاٹ بلرم کی فتح پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہین :-

بلرمو کے قبضے مین آجانے سے چونکہ موقع جنگ اچھا مل گیا اس لئے مسلمانون کی حالت مین روز افزون ترقی ہونے لگی، اب اُن کو یہ ضرورت باقی نہ رہ گئی تھی، کہ وہ چھوٹے چھوٹے کمزور قلعون اور پوردون مین اپنا سر چھپاتے پھرتے، قطع نظر اس کے اب وہ بندر ان کے قبضہ مین تھا جس کو ہر فاتح قوم ترقی دیتی چلی آئی ہے، اس بندر پر قابض ہوجانے مین وہ فائدہ تھا جو تمام فوائد پر فوقیت رکھتا تھا اسکی وجہ سے افریقیہ کے ساتھ رسل و رسائل مین آسانی اور سرعت پیدا ہوگئی قسطنطنیہ سے اتنی جلد امداد نہین آسکتی تھی جتنی کہ افریقیہ سے سامان رسد اور کمک پہنچ سکتی تھی،

اس نئی فتح سے ایسا بہتر علاقہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا تھا کہ اگر مکمل طریقۂ زراعت بھی اختیار کیا جاتا، تو بادنی محنت ایسی فصلین اٹھائی جاسکتی تھین، کہ اچھی خاصی فوج کیلئے کافی تھین علاوہ اور فوائد کے جو فی نفسہ کچھ کم نہ تھے یہی اثر کیا کم تھا کہ بلرمو جیسا مقام مسلمانون کے قبضہ مین آیا تھا، سواحل بحر روم پر اس شہر سے زیادہ کوئی شہر مشہور نہ تھا، اہالی فونیشیا نے اس کی بنیاد رکھی تھی، زمانۂ قدیم کا سب سے بڑا بازار یہی تھا اگر زمانۂ قدیم و قرون وسطیٰ کے تمام تجارتی شہرون پر اسکو فوقیت دیجاتی تو بالکل بجا تھا، اس کی جائے وقوع ایسی تھی، کہ جس قوم کے ہاتھ مین یہ مقام ہوتا، اس کے لئے تمام صقلیہ پر قبضہ کرلینا آسان تھا"

تشکیل حکومت کا خیال بلرم کی اسی جغرافی و تاریخی اہمیت سے اسکی فتح مسلمانون کے لئے نمایان نتائج پیدا کرنے کا ذریعہ بنی، کیونکہ اولاً اسکے زیر اقتدار آجانے سے مازر وغیرہ کا علاقہ ملاکر مسلمانون کے حدود حکومت مین اس قدر رقبہ آگیا جو کسی زمانہ مین قرطاجنہ وغیرہ کی حکومت صقلیہ کے زیر اقتدار تھا، اور اس کی وجہ سے حکومت بزنطی کو بھی صقلیہ مین اسلامی حکومت کے قیام و وجود کو تسلیم کرنا پڑا، اور اسی کے بعد رومیون کی آیندہ جو کوششین ہوئین، وہ صقلیہ سے اسلامی حکومت کے استیصال کی نہین، بلکہ مزید فتوحات کے روکنے کیلئے، اور اسی کے ساتھ اب مسلمانون کے لئے بھی وہ وقت آپہنچا کہ صقلیہ کی اسلامی حکومت

کی باضابطہ تشکیل کی جائے، اور فتوحات میں اضافہ کرنے کے علاوہ ملکی نظم و نسق کا سلسلہ بھی قائم کر دیا جائے، چنانچہ فوج کے اصحابِ حل و عقد اس مرحلہ کے طے کرنے میں مصروف ہو گئے،

افریقیوں اور اندلسیوں میں نزاع باہمی

جب تشکیلِ حکومت کا وقت آیا، اور وقتی طور پر گورنر کا انتخاب ہونے لگا، تو بدقسمتی سے خود اسلامی لشکر میں اختلاف رونما ہو گیا، یہ باہمی نزاع افریقیوں اور اندلسیوں کے درمیان پیدا ہوئی، کیونکہ فوج میں اوس اندلسی جماعت کی کافی تعداد ابھی تک موجود تھی، جو اصبغ بن وکیل کی سرکردگی میں آئی تھی، اور جس نے محصورینِ میناؤ کی مصائب کے خاتمہ میں افریقیہ کی فوج کے دوش بدوش خدمات انجام دئے تھے، اور چونکہ میناؤ اور غلولیہ کا معرکہ اصبغ بن وکیل کی سرکردگی میں سر ہوا تھا، اور اسکے بعد بلرم کی فتح ظہور پذیر ہوئی، اس لئے یہ جماعت یہ تمام کارنامے اسی طرف منسوب کرتی تھی، اور صقلیہ کی اسلامی حکومت کو حکومتِ امویہ اندلس کا ایک جزو بنانا چاہتی تھی، اس لئے اس موقع پر اگر اغلبی تاجدار زیادۃ اللہ کے ان نثاروں میں سخت برہمی پیدا ہو گئی تو یہ کچھ خلافِ توقع نہ تھا، کیونکہ افریقیوں کو جزیرہ میں نہ صرف غلبہ حاصل تھا، بلکہ اغلبی حکومت ہی نے فتوحات کی ابتدا کی تھی، ہزاروں افریقی اسی راہ میں شہید ہوئے تھے، اغلبی سکہ یہاں رواں ہو چکا تھا، اور فتح بلرم میں بھی افریقیوں کو غلبہ حاصل تھا،

اس لئے اندلسیوں کے اون احسانات کے باوجود افریقی اس پر کسی طرح آمادہ نہ ہو سکتے تھے کہ وہ صقلیہ کی حکومت سے دستبردار ہو جائیں، لیکن حسن اتفاق کہ یہ باہمی نزاع صرف باتوں تک محدود رہی، اور بالآخر رفتہ رفتہ اندلسیوں کو اپنے دعوی سے دستکش ہونا پڑا،

اور اسکے بعد زیادۃ اللہ نے شاہی خانوادۂ اغلبیہ کے ایک ممتاز رکن محمد بن عبداللہ بن الاغلب کو صقلیہ کے لئے نائب السلطان مقرر کیا جس نے صقلیہ پہنچ کر زمام ولایت سنبھالی[۱]

---

[۱] نہایۃ الارب ویلماری ص ۴۳۲، ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، البیان المغرب (ترجمہ اردو)

محمد بن عبداللہ بن الاغلب والی صقلیہ اول

سنہ ۲۱۷ھ ۸۳۲ء تا ۲۲۱ھ ۸۳۵ء

محمد بن عبداللہ پہلا اغلبی شاہزادہ ہے، جو سنہ ۲۱۷ھ ۸۳۲ء کے اوائل مین صقلیہ پہنچا، یہ ابراہیم بانی دولت اغلبیہ کا پوتا اور زیادۃ اللہ موجودہ فرمانروائے وقت کا سگا بھتیجا تھا، افریقیہ مین خانوادۂ اغالبہ کی کامیابی کا اصل راز تمام افرادِ خاندان کا نظامِ حکومت سے وابستہ رہنا تھا، اگر اغلبیون کی ایک شاخ اورنگِ حکومت پر تھی تو کوئی دوسری عہدۂ سپہ سالاری پر، اور اسی طرح مختلف سلسلۂ خاندان مختلف اہم صوبون کی ولایت کے اہتمام پر مامور تھے، اور اسی سلسلہ مین محمد بن عبداللہ کے ولایت صقلیہ پر مامور ہونے سے اغالبہ کی ایک شاخ کے سپرد صقلیہ کی ولایت بھی ہو گئی، چنانچہ اسی وجہ سے ابن الابار صاحب الحلۃ السیرا کا بیان ہے کہ اغالبہ مین سے بنو عبداللہ صقلیہ کی ولایت پر مامور تھے[1]، چنانچہ عبداللہ کے ساتھ ساتھ اس کا پورا خاندان صقلیہ مین آکر سکونت پذیر ہو گیا،

صقلیہ مین بنو عبداللہ کے برسرِ اقتدار آجانے کے بعد ایک اہم تغیر یہ ہوا، کہ صقلیہ کا والی بہ نسبت پہلے کے خود مختار ہو گیا، اور اس کا تعلق افریقیہ سے گویا محض ایک رسمی طور پر باقی رہ گیا، ورنہ درحقیقت اب یہ سمجھا جانے لگا کہ جسطرح ابراہیم کے ایک لڑکے کو افریقیہ مین حقِ فرمانروائی حاصل ہے، اسی طرح اس کے دوسرے لڑکون کو صقلیہ پر حقِ فرمانروائی عطا کیا گیا ہے،

اس لئے صقلیہ مین بنو عبداللہ کے عہدِ حکومت کے آغاز سے صقلیہ کی تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، ابو عبداللہ اسد بن فرات سے زہیر بن غوث تک اگرچہ تین والی گذر چکے تھے، لیکن

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶۱) ص ۱۳۹، و تاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری ص ۱۶۶، اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۰ تا ۲۳ والحلۃ السیراء در اماری ص ۳۲۷ [1] الحلۃ السیراء در اماری ص ۳۲۷،

یہاں مسنون ہین صقلیہ کا سب سے پہلا والی ہو کہ اسی کے عہد حکومت سے صقلیہ مین تشکیل حکومت کے بعد اسلامی حکومت کا نظم ونسق جاری ہوا اور اسی لئے ہم نے اسکو والی صقلیہ اول کا خطاب دیا ہی،

صقلیہ مین اسلامی نظام حکومت کی تشکیل

بلرم کے مفتوح ہونے کے بعد زیادۃ اللہ نے کچھ دنون کے لئے فتوحات کا مزید سلسلہ روک دیا، اور عمال حکومت کی تمام قوتون کو حکومت کے نظم ونسق مین صرف کرنے کا حکم دیا، چنانچہ محمد بن عبد اللہ کے عہد حکومت سے صقلیہ مین سب سے اہم تغیر جو پیش آیا، وہ یہ تھا کہ اب صقلیہ مین سول اور فوجی نظام کے دو جداگانہ صیغے قائم کر دئے گئے، حکومت کا نظم ونسق والی کے سپرد ہوا، اور فوج کی نگرانی امیر لشکر کو دی گئی، جو والی صقلیہ کے ماتحت تھا،

اس کے دور حکومت کے آغاز کے ساتھ ہی بلرم اسلامی حکومت کا پایہ تخت قرار پایا، اس لئے والی صقلیہ کا یہی مستقل مستقر بن گیا، بلرم کے ماتحت ایک نہایت زرخیز وسیع علاقہ تھا، وہ سب اس وقت اسلامی حکومت کے ماتحت تھا، اسی طرح مازر اور اس کے مضافات پر بھی اسلامی اقتدار تھا، اب اسلامی حکومت کے قیام وبقا مین انھی دونون مقامات کے زرخیز علاقے معاون ثابت ہوئے، والی صقلیہ نے قدیم اصول کے ماتحت یہ پورا علاقہ مجاہدین اور قائدین فوج کو دے دیا، فوج کے قائد اور سپاہی اسکی زمینداریون اور کاشتکاریون کے مالک بن گئے، اور یہی ان کی فوجی خدمت کا صلہ قرار پایا، یعنی ان کی تنخواہین بصورت زر ادا کرنے کے بجائے بصورت زمین دی گئین اور جب فوجی خدمت کی ضرورت پیش آتی، قائدین لشکر اپنی اپنی حیثیت کے مطابق فوجین لئے ہوئے دار الحکومت مین حاضر ہو جاتے،

چنانچہ صقلیہ مین جب تک اسلامی حکومت قائم رہی، فوجی تنخواہون کی ادائی اور حسب ضرورت فوج جمع ہو جانے کا یہی طریقہ جاری رہا،

دار الحکومت کی تمدنی ترقی

والی صقلیہ کے پیش نظر اس فوجی نظم ونسق کے ماسوا اسلامی دار الحکومت کی

تمدنی ترقی بھی تھی، چنانچہ بلرم جب سے دار الحکومت قرار دیا گیا، اس کی آبادی مین بھی نمایان تغیر ہوتا گیا، بلرم اسلامی دور حکومت مین جس شان و شوکت کا عظیم الشان شہر تھا، اس کا نقشہ دوسری جلد مین تفصیل سے آئے گا، سردست ہم یہان پر مسٹر اسکاٹ کے ایک بیان کو نقل کرتے ہین جسمین اختصار و جامعیت سے ان تبدیلیون کا خوش اسلوبی سے تذکرہ کیا گیا، وہ لکھتے ہین:-

"مسلمانون نے اپنی رسم کے مطابق ہر ایک مذہب والون کے لئے الگ الگ محلے مخصوص کر دیئے اور مختلف قسم کی تجارت کے لئے بازار جدا جدا کر دئے، یہ معلوم ہوتا تھا، کہ بلرمو یورپ کا شہر نہین ایشیا کا ہے، اٹلی اور بربر نطی بے ڈھنگے بدصورت لباس کی جگہ ڈھیلے ڈھالے ہوا مین اڑتے ہوئے لباس اور اونچے اونچے عمامے نظر آنے لگے، حرم سراؤن کی برقعہ پوش خواتین پر تکلف لباس پہنے ہوئے خواجہ سراؤن کے ساتھ بازارون مین چلتی پھرتی دکھائی دیتی تھین، یا جھروکون مین سے نہایت شرمگین آنکھون سے جھانکتی نظر پڑ جاتی تھین، وہ بارکش جانور جو صرف ایشیا ہی مین نظر آتے تھے، قطار در قطار شہر مین گذرتے دکھائی دیتے تھے، اور صحرا کے قافلون کا نظارہ پیش کرتے تھے، یہ نظارے اب کچھ ایسے عام ہو گئے تھے کہ کوئی ان کی طرف اعتنا بھی نہ کرتا تھا، ہر جگہ نہرین، پل، فوارے پھیل گئے، کھجورون کے درخت اتنے بڑھ گئے، کہ بلرمو کے مضافات وادی نیل و فرات کی تصویرین بن گئے، افسران فوج کے مکانات اور دولتمند تاجرون کے محلات، اور پائین باغون کو دیکھ دمشق و اشبیلیہ یاد آجاتے تھے، عربی جوہر قابل کو اپنی تہذیب پھیلانے اور اپنی قابلیت دکھانے کیلئے بلرمو سے بہتر کوئی میدان نہین ملتا تھا،

چند مہینون کے قبضے کے بعد یہ معلوم ہوتا تھا، کہ بلرمو ہمیشہ ہی سے مسلمانون کے قبضہ مین چلا آتا ہے، وقت و موقع کے لحاظ سے بلرمو ایک طاقتور اسلامی دار السلطنت بننے کے لئے نہایت موزون تھا، یہین ایسی سلطنت کی داغ بیل پڑی کہ جس سے زمانہ آئندہ مین دنیائے مسیحی کی سب سے بڑی سلطنتون کی تہذیب متاثر و مستفیض ہونے والی تھی، (ج ۲ ص ۲۴)

فوجی پیشقدمیون کا آغاز اور میدانِ قصریانہ کی معرکہ آرائیان

محمد بن عبد اللہ والیِ صقلیہ کامل دو سال تک تشکیلِ حکومت اور ملکی نظم ونسق مین مصروف رہا جب حکومت کی تمام چولین اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئین تو پھر فوجی پیشقدمیون کے سلسلہ کا آغاز ہوا،

مسلمانون کی پچھلی ہزیمت کا سلسلہ قصریانہ سے شروع ہوا تھا، اور شدید محاصرہ کے باوجود وہ مفتوح نہ ہوسکا تھا، علاوہ ازین اس وقت اسلامی حدودِ حکومت سے صقلیہ کے اہم شہرون مین سب سے قریب مرکزی شہر بھی تھا، اس لئے فوجی پیشقدمی کا آغاز بھی یہین سے کیا گیا، اور ۲۱۹ھ/۸۳۴ء مین اسلامی لشکر قصریانہ پہنچا رومیون نے شہر سے نکل کر قصریانہ کے سامنے میدان مین صف آرائی کی، اس وقت دونون فوجین کامل دو سال تک آرام کرنے کے بعد میدان مین اوتری تھین، اس لئے دل کھول کے لڑین، بالآخر نہایت سخت کشت وخون کے بعد رومیون کو پسپا ہونا پڑا، اور ہزیمت خوردہ فوج قلعہ مین پناہ گزین ہوگئی اور شہر کے دروازے بند ہوگئے.

مسلمانون نے شہر کا محاصرہ کرلیا، قصریانہ کے قدرتی فوجی استحکام ایسے نہ تھے کہ محاصرین انھین نقصان پہنچا کر شہر پر قبضہ کرسکتے، ایک زمانہ تک محاصرہ کئے ہوے پڑے رہے جب فصلِ بہار آئی تو رومیون نے خود پیشقدمی کی اور شہر سے نکل کر میدان مین صفین جمائین، دونون مین دوبارہ مقابلہ ہوا اور اس مین بھی مسلمان ہی فتحیاب ہوئے،[1]

اس جنگ کے بعد غالبًا اسلامی لشکر بلرم لوٹ آیا، اور اس کے بعد ہی دوسرے سال ۲۲۰ھ/۸۳۵ء مین پھر ایک عظیم الشان لشکر قصریانہ روانہ ہوا اس کی کمان خود والیِ صقلیہ محمد بن عبد اللہ کے ہاتھ مین تھی، رومی بھی اوسی حیثیت کے ساز وسامان کے ساتھ باہر نکلے، دونون فوجین صف آرا ہوگئین، اور ایک خونریز جنگ کے بعد رومیون کو اس مرتبہ بھی پسپا ہونا پڑا، اسی گھمسان کی جنگ مین مجاہدین رومیون

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۸،

کے لشکر گاہ تک پہنچ گئے، وہ بدحواس ہو کے قلعہ میں بھاگے، لشکر گاہ کا سارا خیمہ و خرگاہ و ساز و سامان مجاہدین کے ہاتھ آیا، اور اتفاق سے اسی دار و گیر میں قصریانہ کے کسی معزز بطریق کی بیوی اپنے بچے سمیت مسلمانوں کے ہاتھ اسیر ہو گئی، اور لشکر بلرم واپس چلا آیا[۱]

اس عہد میں رومی صقلیہ کی حالت اور مسلمانوں کے نقشۂ جنگ میں تبدیلی،

والیِ صقلیہ کو قصریانہ کی ان تاختوں سے ایک اہم تجربہ حاصل ہوا، وہ یہ کہ اب صقلیہ کی اسلامی حکومت کو اسقدر استحکام حاصل ہو گیا تھا، کہ یہاں کوئی دوسری ایسی منظم طاقت باقی نہیں رہ سکتی، جو اپنا نظام قائم رکھ کر کسی چھوٹے سے علاقہ کو بھی حدودِ حکومت قرار دے سکے، اور کسی باضابطہ قانونی حکومت کا سکہ رواں رکھے، کیونکہ اب صورتِ حال یہ پیدا ہو گئی کہ صقلیہ کے ہر بڑے شہر میں ایک حکومت قائم تھی اور ہر شہر اپنی اپنی حفاظت کا واحد ذمہ دار تھا، صرف دارالحکومت سرقوسہ میں حکومت بیزنطی برائے نام قائم تھی اور رومی گورنر وہیں قیام پذیر تھا، لیکن یہاں کے ہر ایک شہر میں کچھ قدرتی حفاظت کے سامان اور کچھ مختلف فاتح قوموں کے جنگی استحکامات ایسے تھے کہ رومی سالہا سال تک قلعہ بند رہ کر منظم سے منظم طاقت کا مقابلہ کر سکتے تھے، اسلئے اس صورتِ حال کے قائم ہو جانے کے باوجود شہروں کا مفتوح ہونا آسان نہ تھا جب مسلمانوں نے یہ حالت دیکھی تو اپنے نقشۂ جنگ میں تبدیلی پیدا کی، اور ایک جدید حکمتِ عملی اختیار کی، کہ وہ اپنی بے پناہ فوج کو پورے جزیرہ میں مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک جہاں چاہتے بھیج دیتے، اور جس شہر کا محاصرہ کرنا چاہتے کر لیتے، جب جنگ کا یہ نقشہ قائم ہوا تو لشکرِ اسلام کے سامنے پورے جزیرہ میں بجز اتفاقی حوادث کے کوئی قوت سدِ راہ نہیں ہوتی، وہ جہاں چاہتے چلے جاتے، اور جس علاقہ کو چاہتے زیر کرتے، لیکن جب کسی شہر کے محاصرہ کی نوبت آتی، تو وہاں کے رومی باشندے قلعہ سے نکل کے جم کر مقابلہ کرتے،

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۲۸، و تاریخ مغرب ابن عذاری ترجمہ ص ۱۴۱،

چنانچہ محمد بن عبد اللہ والیِ صقلیہ اسی حکمت عملی پر گامزن ہو گیا، گویا بہ الفاظ دیگر صقلیہ کے تمام زرخیز علاقے اس کے دسترس مین تھے، تمام وہی آبادیان اسکے زیر حکم تھین جن پر وہ اپنی معمولی تاختون کے بعد سالانہ خراج بھی آسانی سے وصول کر لیتا،

چنانچہ صقلیہ مین اس کے بعد یہی صورت حال قائم ہو گئی، کہ اسلامی حدود حکومت کے باہر جا بجا مختلف سمتون مین فوجی دستے روانہ کئے جاتے، اگر وہ جزیہ بطور خراج دینا منظور کرتے تو انھین امان ملتی، اور اگر مقابلہ کرتے، تو بزور شمشیر زیر نگین کئے جاتے، اسی کے ساتھ اگر کسی شہر کا محاصرہ کیا جاتا، اور شہر مفتوح ہو جاتا، لیکن اثنائے فتح مین زیادہ دشواریان پیش آتین تو حسب ضرورت شہر کے فوجی استحکامات کو منہدم کر دیا جاتا، اور باشندگان شہر کو پرامن شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جاتا،

چنانچہ محمد بن عبد اللہ کے عہد حکومت سے اسی قسم کا سلسلہ تقریباً ربع صدی تک جاری رہا، اور آیندہ صفحات مین اسی کی تفصیل نظر آئے گی،

نواح طبرمین پر فوج کشی، اسی حکمت عملی کے بموجب محمد بن عبد اللہ نے ۲۲۴ھ؁ مین قصریانہ سے مراجعت کے بعد بلرم سے دور افتادہ ایک اہم شہر طبرمین کے مضافات پر تاخت کرنے کیلئے ایک لشکر مرتب کیا، سپہ سالاری کے عہدہ پر محمد بن سالم سرفراز تھا، اور اسی کی کمان مین یہ لشکر طبرمین کے نواح مین روانہ کیا گیا، طبرمین کے متعلق بتایا جا چکا ہے، کہ یہ صقلیہ کے مشرقی ساحل پر لب سمندر آباد تھا، اس کے آس پاس کی سرزمین نہایت زرخیز تھی، اور نہایت اچھی زراعت ہوتی تھی، امیر محمد بن سالم کی تاخت اسی نواح مین جاری ہوئی، اور اسکو ان تمام مہمون مین نہایت اچھی کامیابی حاصل ہوئی، اور مال غنیمت کا وافر حصہ اسلامی لشکر مین جمع ہو گیا،

اسلامی سپہ سالار کا قتل لیکن امیر محمد بن سالم کی مہمین جاری تھین کہ اسلامی لشکر مین اختلاف برپا ہو گیا، اور ایک جماعت سپہ سالار کی مخالفت پر آمادہ ہو گئی، اور موقع پا کر اس کو قتل کر ڈالا اتفاق سے

کی یہ نامناسب حرکت خود درجہ قابلِ گرفت تھی، پھر اس شوریدہ سر جماعت سے اس سے بھی زیادہ ننگ اسلام حرکت یہ سرزد ہوئی کہ پاداشِ عمل کے خوف سے اسلامی لشکر کے خیمہ سے فرار ہوگئی، اور رومیوں کے کیمپ میں پناہ لیلی[۱]،

افریقیہ سے سپہ سالار کی آمد

جب محمد بن سالم کی شہادت کی خبر افریقیہ پہنچی۔ تو زیادۃ اللہ والیِ افریقیہ نے اس کے بجائے فضل بن یعقوب کو اس عہدہ پر سرفراز کر کے ایک لشکر کے ساتھ صقلیہ روانہ کیا[۲]

نواحِ سرقوسہ پر متعدد فوج کشیاں

فضل بن یعقوب کو آتے ہی نواحِ سرقوسہ کی مہم سپرد ہوئی، وہاں پہنچ کے اس کے قرب و جوار میں مختلف مقامات پر چھاپے مارے، اور کثیر مالِ غنیمت لیکر پلرم واپس آگیا،

لشکر کی مراجعت کے بعد اسی سال ۲۲۲ھ ۸۳۵ء میں ایک دوسرا لشکر اسی نواح میں روانہ ہوا اس کی کمان خود والیِ صقلیہ محمد بن عبداللہ کے ہاتھ میں تھی، چنانچہ یہ لشکر سرقوسہ کے نواح میں پہنچا اور اس کے قرب و جوار کے متعدد قلعوں پر چھاپے مارے، اور جو کچھ ملا مالِ غنیمت کے طور پر قبضہ کر لیا،

باشندگانِ سرقوسہ کا جوابی حملہ

نواحِ سرقوسہ میں مسلمانوں کے ان دونوں پے در پے حملوں نے اس علاقہ میں عام تباہی

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۹، مسٹر اسکاٹ نے غلطی سے اس واقعۂ قتل کو محمد بن سالم کے بجائے ابو فہر محمد بن عبداللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے، یہ صحیح نہیں ہے، ابن اثیر کے اصل الفاظ یہ ہیں، ثم سیر محمد بن عبد اللہ عسکرا الی ناحیۃ طبرمین، علیھم محمد بن سالم۔

[۲] ہم اس سے پیشتر سول و فوجی صیغوں کے جداگانہ نظام قائم ہونے کا تذکرہ کر آئے ہیں، کہ اب سپہ سالار کا تقرر بھی بالعموم افریقیہ ہی سے ہونے لگا، چنانچہ محمد بن سالم کی وفات کے بعد فضل بن یعقوب کا یہ تقرر اسی حیثیت سے عمل میں آیا، ابن اثیر کے اصل الفاظ یہ ہیں، فقتلوہ ولحقوا بالروم فارسل زیادۃ اللہ من افریقیۃ فضل بن یعقوب عوضاً منہ،

پھیل گئی اور سرقوسہ کی شہری فوج مجبور ہو کے میدان مین نکل آئی، چنانچہ جب مجاہدین مال غنیمت سے لدے پھندے بلرم واپس جا رہے تھے، تو دوسری طرف سے رومی لشکر نمودار ہوا، اسکی کمان خود بطریق صقلیہ کے ہاتھ مین تھی، جو حکومت بزنطی کی طرف سے والی صقلیہ تھا،

مسلمانون کی ایک کامیاب جنگی حکمت عملی،

مسلمانون نے اس موقع پر ایک جنگی حکمت عملی اختیار کی، اتفاق وقت سے دونون فوجون کا آمنا سامنا ایسے مقام پر ہوا کہ مسلمانون کے سامنے ایک وسیع رقبہ مین گھنا جنگل لگا ہوا تھا، مسلمان اسی جنگل مین گھس کے روپوش ہو گئے، یہ جنگل اسقدر گنجان اور گھنا تھا کہ رومیون کے لئے یہ قطعًا ناممکن تھا کہ وہ اس مین گھس کے مسلمانون سے فردًا فردًا برد آزما ہوتے، اسلئے رومیون نے وہین پر انتظار مین ڈیرے ڈالدئے،

اسی انتظار مین شام کا وقت آپہنچا، آخر پوری فوج کی فوج کبتک مسلح رہ سکتی تھی، رومی گورنر نے سہپر کے وقت اپنی فوج کو کمر کھولنے کی اجازت دیدی، اور سب لوگ غیر مسلح ہو کے ادھر ادھر پڑ رہے،

ادھر مجاہدین رومیون کی نقل و حرکت کی پوری دیکھ بھال کر رہے تھے، موقع تاک کے نہایت جوش و خروش سے یکبارگی جنگل سے ٹڈی دل کی طرح رومی لشکرگاہ پر ٹوٹ پڑے، ان کے لئے یہ ناگہانی مصیبت تھی، اتنا وقفہ نہ تھا کہ مسلح ہوتے، اسی سراسیمگی مین عام بھگدڑ پڑ گئی تشنہ لب عربی تلوارون کی سیرابی کا موقع آیا، ہزارون سورما سپاہی قتل کئے گئے، اسی اثنا مین رومی گورنر فرار ہونے کیلئے اپنے گھوڑے پر سوار ہوتا دکھائی دیا، اور ابھی چند ہی قدم جانے پایا تھا کہ نیزہ باز مجاہدین نے آلیا، اور ایسا تاک کے نشانہ لگایا کہ زخم کھا کر گھوڑے سے نیچے گرا، مسلمان جھپٹنے ہی والے تھے کہ چند جانباز رومی پیشقدمی کر گئے، اور مسلمانون پر کھیل کر گورنر کی جان بچالی، اور اسکو گھوڑے پر لاد کے فرار ہو گئے، اور جنگل کے سامنے فوج کا جو نیا جنگل آباد ہو گیا تھا، وہ دم کے دم مین صاف ہو گیا،

اسلامی لشکر مظفر و منصور بلرم واپس آیا، رومی لشکرگاہ کے تمام خیمہ و خرگاہ اور آلات جنگ مسلمانوں کے ہاتھ آئے، عرب مورخین اس واقعہ کو نہایت اہمیت دیتے ہین، اور اسکو "واقعۂ عظیمہ" سے تعبیر کرتے ہین[۱]

امیر محمد بن عبداللہ کی معزولی اور اس کی جانشینی

لیکن اسکے بعد ہی محمد بن عبداللہ والی صقلیہ کو اپنے عہدہ سے دستکش ہونا پڑا، مگر اوس نے یہ جگہ کسی غیر کے لئے نہین خود اپنے حقیقی بھائی ابوالاغلب ابراہیم کے لئے خالی کی تھی، محمد کے معزول ہونے کا سبب عرب مورخین نہین بتاتے، لیکن غالبًا مسٹر اسکاٹ کا یہ بیان صحیح ہوگا، کہ صقلیہ مین قبائل کی باہمی کشمکش شروع ہوگئی تھی[۲]، خصوصًا امیر محمد بن سالم کا واقعۂ قتل، اس کا کچھ کم ثبوت نہین ہے، اس لئے اس وقت صقلیہ مین کسی آزمودہ تجربہ کار شخصیت کی ضرورت تھی، اور اسوقت افریقیہ مین ابوالاغلب سے زیادہ موزون کوئی دوسری شخصیت موجود نہ تھی، اس لئے اسی کا انتخاب عمل مین آیا،[۳]

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۳۹، ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹ [۲] اخبار اندلس ج ۲ ص ۲۵ [۳] مسٹر اسکاٹ نے ابوالاغلب کو فضل بن یعقوب کے بجائے بتایا ہے، کیونکہ ان کے خیال مین محمد بن سالم کے بجائے محمد بن عبداللہ والی صقلیہ قتل کیا گیا تھا، فضل اسی کی جگہ پر افریقیہ سے آیا تھا، مسٹر اسکاٹ کے اس بیان کی تغلیط ہم اس سے پیشتر کر چکے ہین، فضل ابوالاغلب کے عہد مین بھی سپہ سالاری کے عہدے پر بدستور سرفراز رہا، چنانچہ متعدد مہین اس عہد مین بھی اسکی سرکردگی مین انجام پائین، ہماری عرب مورخین کو محمد بن عبداللہ اور ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ کی شخصیتون مین کافی التباس ہو گیا ہے، اور بجز جنید کے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ عجیب غلطی ہوگئی ہے،

ابن اثیر اور اس کے متبعین ابن خلدون اور ابوالفدا وغیرہ نے اگرچہ ۲۲۰ھ مین ابوالاغلب کے عہدۂ ولایت پر مقرر ہونے کا تذکرہ کیا ہے، لیکن جب صقلیہ مین اس کی وفات ہوتی ہے اور اس کا زمانۂ ولایت ختم ہوتا ہے تو اس کے نام کے بجائے محمد بن عبداللہ سابق والی کا نام لیتے ہین، گویا اس بیان سے محمد بن عبداللہ ۲۱۶ھ یا ۲۱۷ھ سے ۲۳۶ھ یا ۲۳۷ھ تک والی رہا، ان کا یہ دونون متناقض بیان یہ ہے، ابن اثیر ۲۲۰ھ

ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ بن الاغلب والی صقلیہ (۲)

۲۲۱ھ ۸۳۵ء - ۲۳۶ھ ۸۵۰ء

افریقیہ سے ابوالاغلب کی روانگی اور ایک رومی بیڑے کا اچانک حملہ

ابوالاغلب ابراہیم سابق والی صقلیہ محمد کا حقیقی بھائی تھا، یہ رمضان ۲۲۱ھ ۸۳۵ء میں افریقیہ سے روانہ ہوا، ابھی اثنائے راہ میں تھا، کہ مشکلات سے اس کو دوچار ہونا پڑا، اولاً سمندر میں اتفاقاً ایک سخت طوفان آگیا، اور اس کے جہاز کے ٹکڑے ٹکڑے اڑگئے اور دوسرا جہاز بدلنا پڑا، اور پھر اس مصیبت سے پوری طرح نجات حاصل نہیں ہوئی تھی، کہ دوسری ناگہانی افتاد آپڑی، اور اس کے بیڑے کو رومی قزاقوں کے ایک بیڑے نے اچانک آکر گھیر لیا، اور

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۰) کے سلسلہ میں لکھتا ہے:-

ثم سار واسنۃ عشرین ومأتین و امیرھم محمد بن عبد اللہ الی قصریانہ — پھر ۲۲۰ھ میں یہ لشکر قصریانہ روانہ ہوا، اور اس کا امیر محمد بن عبداللہ تھا،

اس کے بعد لکھتا ہے،

وسیر زیادۃ اللہ من افریقیۃ الی صقلیۃ ابا الاغلب ابراھیم بن عبد اللہ امیرا علیھا (ج ۶ ص ۲۲۹) — اور زیادۃ اللہ نے افریقیہ سے ابراہیم بن عبداللہ کو صقلیہ کا امیر بنا کے بھیجا،

اور پھر والی صقلیہ کی وفات کے متعلق لکھتا ہے:-

وکان الامیر علی صقلیۃ للمسلمین محمد بن عبد اللہ بن الاغلب فتوفی فی رجب سنۃ ست ثلاثین ومأتین فکان مقیما بمدینۃ بلرم لم یخرج منھا انما کان اخرج الجیوش والسرایا (ج ۷ ص ۱۲) — اور صقلیہ کی امارت پر محمد بن عبداللہ بن اغلب سرفراز تھا، اس نے رجب ۲۳۶ھ میں وفات پائی، یہ برابر شہر بلرم میں مقیم رہا، خود کبھی فوج کے ساتھ نہیں نکلا، لشکر اور فوجی دستے برابر بھیجتا رہتا تھا،

اس کے چند جہاز جلا ڈالے، اس نے ان حملہ آوروں کا مقابلہ کیا، اور اس کے ایک فوجی افسر محمد بن سندی نے رومی بیڑے کا تعاقب کیا، اور رومی قزاق جان بچا کر فرار ہوگئے، محمد بن سندی ان کے تعاقب مین دور تک چلا گیا، آخر جب شب کی سیاہ چادر درمیان مین حائل ہوگئی، تو یہ سلسلہ ختم ہوا، اور والیِ صقلیہ کا بیڑا بخیر وخوبی پلرم پہنچا،

ابوالاغلب کی خودمختاری ابوالاغلب ابراہیم نہایت ہوشمند فرمانروا تھا، زیادۃ اللہ نے اس کو اس کے بھائی محمد سے بھی زیادہ خودمختار بنا کر صقلیہ بھیجا تھا، اور گویا اوسکو صقلیہ کی عنانِ حکومت ایک مطلق العنان خودمختار فرمانروا کی حیثیت سے تفویض ہوئی تھی، اور اسی حیثیت سے اس نے زمام

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۱) ابن اثیر کے یہ سب بیانات صحیح ہین، جو کچھ غلطی ہے وہ صرف یہ کہ تذکرہ وفات مین ابوالاغلب کا نام لکھنے کے بجائے محمد بن عبداللہ کا نام لکھ گیا ہے، ورنہ ابوالاغلب کے پورے دورِ حکومت کے حالات مین وہ برابر والیِ صقلیہ کی حیثیت سے ابوالاغلب ہی کا نام لکھتا رہا ہے، اور محمد بن عبداللہ کا کسی ایک جگہ بھی تذکرہ نہین آیا ہے،

ابن عذاری کی دلچسپ غلطی دوسری ہی، وہ پہلے سنہ ۲۱۶ھ کے حوادث مین محمد بن عبداللہ کے ولایتِ صقلیہ پر مقرر ہونے کا تذکرہ کرتا ہے، لیکن اسکی کنیت کے ساتھ یعنی،

"ابو فہر صقلیہ کا والی مقرر ہوا"

اس کے بعد سنہ ۲۱۷ھ کے حوادث مین لکھتا ہے :-

"سنہ ۲۱۷ھ مین ابو فہر محمد بن عبداللہ تمیمی صقلیہ گیا، اور عثمان بن قرہب وہان سے بھاگ گیا"

یہین سے اس کی غلطی شروع ہو جاتی ہے، غالباً ابو فہر کی کنیت یا محمد بن عبداللہ تمیمی کے نام سے افریقیہ کا کوئی دوسرا قائد تھا اور وہ افریقیہ کی بغاوتون کے فرد کرنے پر مامور ہوا، اسی کو اس نے صقلیہ کی طرف منسوب کر دیا ہے، ورنہ ابھی تک صقلیہ مین "عثمان بن قرہب" نامی کوئی شخص روشناس نہین ہوا تھا، لیکن ابن عذاری نے ان دونون شخصیتون مین التباس پیدا کر دیا، اور محمد بن عبداللہ کو سنہ ۲۱۷ھ سے سنہ ۲۱۹ھ تک افریقیہ کی بغاوتون مین

حکومت سنبھالی،

بحری حملہ کا آغاز اور اس کے وجوہ

ابو الاغلب نے اثنائے سفر میں رومی قزاقون کی حملہ آوری سے متاثر ہو کر عنان حکومت سنبھالتے ہی سب سے پہلے بحری تیاری شروع کی، تاکہ اولاً صقلیہ کے ساحلی علاقہ پر جو رومی قزاقون کے بیڑے منڈلا رہے ہین، ان کا خاتمہ کرے، علاوہ ازین اس بحری حملہ سے اس نتیجہ تک پہنچا، کہ بحر روم کے ان تمام جزائر کو جو صقلیہ وافریقیہ کے درمیان واقع ہین، اسلامی حکومت کے زیر اقتدار رہنا چاہئے، تاکہ ان دونون ممالک مین رسل ورسائل اور آمد ورفت مین اس قسم

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۲) مشغول دکھایا ہے، حالانکہ افریقیہ کی بنا وتون مین ۲۱۱ھ سے ۲۱۹ھ تک جو شخص مشغول رہا ہی وہ ابو فہر یا محمد بن عبداللہ تمیمی ہے، ورنہ محمد بن عبداللہ بن اغلب تو اس پورے دور مین افریقیہ کے بجائے صقلیہ مین موجود تھا،

اس کے بعد ابن عذاری ۲۲۰ھ کے حوادث مین لکھتا ہے:۔

" اسی سال صقلیہ کے امیر محمد بن عبداللہ بن اغلب نے فوجکشی کی "

اور پھر ابو الاغلب کی ولایت کا تذکرہ اسی ذیل مین یون کرتا ہے:۔

" اسی سال ابن اغلب صقلیہ کا امیر ہو کر ماہ رمضان مین وہان کے صدر مقام بلرم پہنچا"

ابن عذاری کے یہ دونون بیانات اپنی اپنی جگہ صحیح ہین، لیکن تاریخ ابن عذاری کے اردو کے مترجم مولوی محمد جمیل الرحمن ایم اے نے ۲۱۱ھ سے ۲۱۹ھ تک کے حوادث افریقیہ اور ابن عذاری کے اسی تسامح کی وجہ سے اس عبارت مین "ابن اغلب" کے پہلے "محمد بن عبداللہ" کو بین مین بڑھا دیا ہے، یہ صحیح نہین ہے اس کی جگہ (ابراہیم بن عبداللہ) ابن اغلب ہونا چاہئے تھا، کیونکہ "ابن اغلب" سے ابن عذاری کی مراد ابو الاغلب ابراہیم بن عبداللہ ہی ہے، چنانچہ اس کے بعد اسکے عہد حکومت تک والی صقلیہ کا جہان تذکرہ آیا ہے، اس نے "ابو الاغلب" ہی لکھا ہے، ملاحظہ ہو حوادث ۲۲۳ھ اور اسی طرح اس کی وفات کے متعلق حوادث ۲۳۶ھ مین لکھتا ہے:۔

" ابو الاغلب ابراہیم بن عبداللہ بن اغلب صاحب صقلیہ کی وفات پر اہل صقلیہ نے عباس بن فضل کو امیر بنا لیا"

کے مشکلات حسب واقع پیش نہ آئیں،

سب سے پہلی بحری جنگ

چنانچہ اس نے سب سے پہلے ایک عظیم الشان بیڑا تیار کرکے اپنے اوسی حملہ آور بیڑے کے تعاقب میں روانہ کیا، اسلامی بیڑا کچھ دور نکلا تھا کہ وہ بیڑا نظر آ گیا، اور بحری جنگ شروع ہوگئی، یہ اسلامی بیڑا اوس عہد تک کے ترقی یافتہ ساز و سامان سے آراستہ تھا، چنانچہ ناریونانیہ سے جس سے دشمنوں کے جہازوں اور قلعوں پر آگ برساتے تھے، آتش باری کی گئی، رومی بیڑا تاب مقاومت نہ لایا، اور مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوگیا اور اسلامی بیڑا مظفر و فتحیاب صقلیہ واپس آیا ابوالاغلب

(بقیہ حاشیہ ص ۱۷۳) اس لئے ابن عذاری کو اگرچہ محمد بن عبداللہ اور ابراہیم بن عبداللہ ان دونوں بھائیوں کے نام میں التباس نہیں ہوا ہے اور اپنی اپنی جگہ اس نے ان دونوں کا صحیح صحیح تذکرہ کیا ہے، تاہم محمد بن عبداللہ کا نام افریقیہ کے دوسرے قائد کے نام سے ملتبس ہوگیا ہی،

ابن اثیر اور ابن عذاری کیطرح دوسری عرب مورخین سے بھی کچھ نہ کچھ تھوڑی بہت غلطی ہوتی گئی ہی لیکن ہم طول بیان کیوجہ سے سب کو نظر انداز کرتے ہیں البتہ ان تمام عرب مورخین میں سب سے صحیح بیان کتاب الحلۃ السیراء کا ہی، اسمیں خانوادہ اغالبہ کے تفصیلی شجرہ نسب کی تحقیق کیگئی ہی، اسمیں یہ دونوں شخصیتیں عبداللہ کے دو لڑکوں کی حیثیت سے جدا جدا ہیں، پہلے محمد کے ۲۱۷ھ میں صقلیہ کے والی ہونے کا ذکر ہی، پھر ابراہیم کی ولایت صقلیہ کا تذکرہ کیا گیا ہی، اور اسی کے طویل عہد حکومت کا خاص طور پر بتصریح ذکر ہے، اور یہی بیان مورخین کی تمام التباسات کی حقیقت کھول دیتا ہی، (الحلۃ السیراء، دراماری ۱۴۲) ان سطور کو لکھنے کے بعد ایک جدید الشیوع، کتاب اعمال الاعلام فیمن بویع قبل الاحتلام کا اقتباس نظر سے گذرا، اس بیان سے صاحب الحلۃ السیراء کے بیان کی پوری پوری تائید ہوتی ہے وہ لکھتا ہی، -

ولی زیادۃ اللہ بن ابراھیم ابن اخیہ ابا الاغلب ابن عبداللہ بن ابراھیم علی صقلیۃ ..... فوصل الی صقلیۃ فی شہر رمضان سنۃ احدی وعشرین ومائتین (یادگاری مضامین اماری ج ۲ ص ۴۱۳)

امیر زیادۃ اللہ بن ابراہیم نے اپنے بھتیجے ابوالاغلب بن عبداللہ کو صقلیہ کا والی بنایا..... وہ ماہ رمضان ۲۲۱ھ میں صقلیہ پہنچا،

نے جوشِ انتقام مین تمام اسیر قزاقون کی گردنین اڑا دین[1]،

جزائر پر حملے — رومی بیڑے سے انتقام لینے کے بعد اوس نے اُن جزائر پر توجہ کی جو افریقیہ اور صقلیہ کے درمیان واقع تھے، چنانچہ سب سے پہلی نظرِ انتخاب جزیرہ قوصرہ پر پڑی، یہ جزیرہ افریقیہ اور صقلیہ دونون کے وسط مین واقع تھا، یہ اس سے پہلے بھی مسلمانون کے قبضہ مین رہ چکا تھا، اور امیر معاویہ کے عہد سے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ تک اس پر اسلامی پرچم لہراتا رہا[1]، اب ۲۲۵؁ھ[2] مین صقلیہ سے یہ بیڑا روانہ ہوا، اور ساحل قوصرہ سے کچھ دور ہی پر ایک رومی بیڑا نظر آیا، جو فوراً گرفتار کر لیا گیا، اس بیڑے مین بہت سے رومی سپاہی سوار تھے، انھی کے ساتھ افریقیہ کا ایک جانا پہچانا عیسائی بھی تھا، سب گرفتار کر کے صقلیہ لائے گئے، اور ان سب کی گردنین بھی اوڑا دی گئین،

جزائر پر قبضہ — اس کے بعد اسی سال ابو الاغلب نے جزیرہ کی ایک اندرونی مہم سے فارغ ہو کر ایک دوسرا جنگی بیڑا صقلیہ کے قرب و جوار کے تمام جزائر پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا، اس مہم مین بحر روم کے متعدد اہم جزیرے خاصی تعداد مین زیر اقتدار آئے اور اسلامی بیڑا مالِ غنیمت سے لدا پھندا بخیر و خوبی واپس آگیا،

بحر روم پر اقتدار — اس کے بعد ایک ایسے وقت مین جب ایک اندرونی جنگ مین مسلمانون کو شکست نصیب ہو چکی تھی، ایک بحری جنگ مین نہایت اہم کامیابی حاصل ہوئی، اور مسلمانون نے رومیون کے ۹ عدد بڑی بڑے جنگی جہاز مع سپاہیون کے گرفتار کر لئے[3]، اور اسی بحری جنگ سے رومی جہازون سے سمندر کی سطح صاف ہو گئی، اور بحر روم مین رومیون کی بحری قوت کا گویا اس وقت تک کیلئے خاتمہ ہو گیا جبتک کہ قسطنطنیہ سے نئے جنگی بیڑے نہ آجاتے،

---

[1] اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۱۷۴، البیان المغرب (ترجمہ) ص ۲۲۴ و ابن اثیر ج ۶ ص ۲۲۹ و ابن خلدون ج ۴ ص ۱۹۹، بعض مورخین اسکی آمد ۲۲۲؁ھ مین لکھتے ہین، [2] معجم البلدان ج ۷ ص ۱۰۲ [3] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۴۰،

ان جزائر کے مفتوح ہونیکو بھی بعض یورپین مورخین عجیب انداز مین بیان کرتے ہین کہ "قرب وجوار کے جزائر جو اب تک صقلیہ کی سی حالت کو نہین پہنچے تھے، جنگل وبیابان بنادیئے گئے"

لیکن سسلی کی پوری قدیم تاریخ شاہد ہے کہ یہ جزائر بالعموم اسی طاقت کے زیرِ اثر رہے، جو صقلیہ مین فرمانروا رہی اور جب صقلیہ مین دو دو حکومتین قائم ہین تو مشرقی ساحل کی حکومت بحرِ روم کے مشرقی جزائر پر قابض رہی، اور مغربی ساحل کی حکومت مغربی جزائر پر حکمرانی کرتی رہی، اسلئے جب صقلیہ مین اسلامی حکومت کو اقتدار حاصل ہوا تو ایک نہ ایک دن جزائر کو بھی تبعاً زیرنگین ہونا تھا، اور مسلمانون نے کوئی ایسا اقدام نہین کیا، جو اس سے پہلے نہین کیا جاچکا ہے، انھون نے اپنے پیشرو حکمران سلطنتون کے نقشِ قدم کی پوری پوری پیروی کی،

جزیرہ مین پیشقدمیان

ابوالاغلب نے اس بحری مہم کے ساتھ ساتھ اندرونِ صقلیہ کی طرف بھی توجہ کی، چنانچہ قوصرہ سے اسلامی بیڑے کی واپسی کے بعد اسی سال ۲۲۱ھ / ۸۳۵ء مین کوہ آتش فشان اٹنا کے نواح مین ایک فوج روانہ کی، جس نے متعدد قلعون پر قبضہ کرلیا، اور پھر کثیر مالِ غنیمت کے ساتھ بلرم لوٹ آئی،

اسکے بعد پھر اوسی نواح مین دوسری مرتبہ فوجکشی کی گئی، اور اسمین اس نواح کے کچھ اور قلعے زیر کئے گئے، اور اس مرتبہ بھی کثیر مالِ غنیمت ہاتھ آیا، اور فوج مظفر ومنصور بلرم واپس آگئی،

یہ علاقہ ان پے درپے حملون مین بہت کچھ تباہ وبرباد ہوا، کیونکہ قلعون اور دیہی آبادی کے رومیون نے اسلامی لشکر سے مقابلہ کیا، اور اسی پاداش مین ان کو سخت سے سخت سزائین بھگتنی پڑین، چنانچہ پہلے حملہ مین ایک وسیع علاقہ کی ہری بھری کھیتی برباد کردی گئی تھی، اور پھر اس دوسری مہم مین ان کے مصائب اور زیادہ دردناک ہوگئے، مال ودولت کا ایک وافر حصہ انکے ہاتھ سے ضائع ہونے کے علاوہ مسلمانون نے اس نواح کے ہزارون باشندون کو گرفتار کرلیا، جو نہایت

سستے سستے داموں پر بلرم وغیرہ مین فروخت کئے گئے،

نواحِ کوہ اِتنا کی بربادی کے بعد ایک غیر معروف مقام قسطلیاسہ کی طرف فوج کشی کی گئی، فوج کا یہ دستہ عبد السلام بن عبد الوہاب کی زیر سرکردگی تھا، حملہ آورون کو یہان نمایان کامیابی حاصل ہوئی، اور مالِ غنیمت اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے لیکن واپسی کیوقت کسی طرف سے کوئی رومی لشکر نکل آیا، اور معمولی آویزش کے بعد مسلمانون نے شکست کھائی، اور امیرِ لشکر رومیون کے ہاتھ گرفتار ہوگیا، جسکو بعد مین فدیہ دیکر رہا کرایا گیا[1]

محاصرۂ قصریانہ

اس کے بعد ۲۲۳ھ؁ ۸۳۷ء؁ مین اسلامی لشکر پھر بلرم سے روانہ ہوا، اور قصریانہ کے دامن مین خیمہ زن ہوگیا، رومی شہر سے باہر نکلے، اور دونون فوجین صف آرا ہوئین، اور گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی، مگر یہ تجربہ بھی حوصلہ شکن ثابت ہوا، اور مسلمانون کو سخت ہزیمت اوٹھانی پڑی اور مسلمان نبرد آزما بہادرون کی ایک جماعت کام آئی لیکن اس شکست کے باوجود اسلامی لشکر محاصرہ سے دستبردار نہین ہوا، اور پراگندہ جمعیت یکجا کرکے محاصرہ جاری کر دیا،

حوالی شہر پر قبضہ اور مصالحت

اسی حالتِ محاصرہ مین ایک طویل مدت گذر گئی، اور جاڑون کا موسم آگیا، اتفاق ایک دن اندھیری رات مین ایک مسلمان سپاہی نے ایک رومی کو شہر کی طرف جاتے دیکھا، مسلمان سپاہی خاموشی سے اس کے پیچھے پیچھے چلا گیا، اور فصیل کے قریب پہنچ کر اس کو ایک مخفی راستہ سے شہر مین داخل ہوتے دیکھا، اور واپس آکر اس واقعہ کی اطلاع اپنے امیرِ لشکر کو دی جس نے اوسی وقت فوج کو تیاری کا حکم دیا، اور پوری فوج اسی مسلمان سپاہی کی رہبری مین روانہ ہوئی، اور اسی مخفی راستہ سے سب لوگ فصیل کے پار ہوگئے، اور پہنچتے ہی نعرۂ تکبیر مارا، اور بعض شہر پر قابض ہوگئے، جو اندرون شہر اور بیرونی فصیل کا درمیانی حصہ تھا، لیکن اس کی فتح قصریانہ کی فتح نہین تھی،

[1] ابن عذاری مین یہ واقعہ ۲۲۲ھ؁ مین مذکور ہے،

رومی فوج شہر مین محصور ہو گئی، اس کی فصیل بھی کسی مستحکم قلعہ کی فصیل سے کم نہ تھی، لیکن جب ربض شہر مسلمانون کے قبضہ مین آچکا تھا، تو اندرون شہر مین کتنک قلعہ بند رہ سکتے تھے، اس لئے طالب امان ہوئے، اور امیر لشکر نے اون کو امان دی، اور اس کے معاوضہ مین بہت کچھ مال و دولت ہاتھ آیا، اور لشکر اسلام بلرم واپس چلا آیا،

جفلوذی کا محاصرہ اور بیزنطی بیڑہ سے مقابلہ

مہم قصریانہ کے بعد اسلامی لشکر نے ۲۲۳ھ مین ایک ساحلی شہر جفلوذی کا محاصرہ کیا، لیکن اسی اثنا مین حکومت بیزنطی کا ایک عظیم الشان بیڑا قسطنطنیہ سے آکر ساحل پر لنگر انداز ہو گیا، اسلامی لشکر جفلوذی کا محاصرہ اٹھا کر اس تازہ دم رومی لشکر کو روکنے کیلئے روانہ ہو گیا، اور دونون فوجون مین کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا،

والی افریقیہ زیادۃ اللہ کا انتقال،

اسی اثنا مین مسلمانان صقلیہ پر ایک ناگہانی افتاد پڑی یعنی بروز سہ شنبہ ۱۴ رجب ۲۲۳ھ کو افریقیہ و صقلیہ کا بیدار مغز فرمانروا زیادۃ اللہ بن ابراہیم کا دارالحکومت قیروان مین انتقال ہو گیا،

والی افریقیہ کے انتقال سے صقلیہ مین سراسیمگی

اس حادثہ کی خبر سے مسلمانان صقلیہ پر ایک بجلی گر پڑی، اور حالت اضطراب مین فوجکشی چھوڑ کر بلرم مین سراسیمہ ہو کر بیٹھ رہے، یہ وقت مسلمانان صقلیہ کے لئے نہایت نازک تھا، ۲۲۱ھ کے بعد سے مسلمانون کو افریقیہ سے کوئی کمک نہین پہنچی تھی، اور اس وقت سے اس قت تک متعدد معرکۃ الآرا لڑائیان ہو چکی تھین، اور فوراً رومیون کا زبردست تازہ دم لشکر قسطنطنیہ سے آیا تھا، اس لئے ایسے نازک موقع پر ایک ایسے فرمانروا کا سانحہ ارتحال، جو خود حملۂ صقلیہ کا بانی تھا، نہایت اندوہگین ثابت ہوا، کہ معلوم نہین افریقیہ کا نیا فرمانروا بھی ان بحری مہمون سے ویسی ہی دلچسپی لیتا ہے، جیسی کہ زیادۃ اللہ کو تھی، یا جدید والی کوئی نئی حکمت عملی اختیار کرتا ہے،

زیادۃ اللہ کا زمانہ اور جانشینی

زیادۃ اللہ نے ۱۲ سال ۷ مہینہ حکومت کی، اور خلیفہ معتصم عباسی کے عہد میں ۵۱ سال ۹ ماہ اور ۸ دن کی عمر میں انتقال کیا، اور اس کے بجائے اس کا بھائی ابو عقال اغلب بن ابراہیم بن اغلب افریقیہ کی ولایت پر سرفراز ہوا،[1]

ابو عقال اغلب بن ابراہیم بن اغلب والی افریقیہ،

۲۲۳ھ ۸۳۷ء ۔ ۲۲۶ھ ۸۴۰ء

صقلیہ میں عام بغاوت

ابو عقال والی افریقیہ عنان حکومت سنبھالتے ہی افریقیہ کے نظم و نسق میں ایسا مشغول ہوا، کہ صقلیہ کی طرف کوئی توجہ نہ کرسکا، اور زیادۃ اللہ کی وفات کا صقلیہ پر جو گہرا اثر پڑا تھا، ابو عقال کی عدم توجہی سے اوس کو مزید تقویت پہنچ گئی،

اور اس لئے مسلمانانِ صقلیہ میں زیادۃ اللہ کی وفات سے عام سراسیمگی پھیلنے، اور ابو عقال کی غفلت سے بیزنطی بیڑے کے مقابلہ میں افریقیہ سے کسی کمک کے نہ آنے سے اولاً تو مسلمانانِ صقلیہ کی پیشقدمیاں ملتوی ہوگئیں، دوسرے ان حالات سے صقلیہ کے رومیوں نے فائدہ اوٹھایا، اور اسلامی حکومت سے سرکشی کرکے اکثر جگہ علمِ بغاوت بلند کردیا،

افریقیہ سے کمک اور صقلیہ میں امن و امان

لیکن یہ حالت کچھ زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہی، ابو عقال نے افریقیہ کے معاملات سے فرصت پاتے ہی صقلیہ کی طرف توجہ کی، اور ۲۲۴ھ ۸۳۸ء میں ایک عظیم الشان کمک روانہ کی، اس لشکر کے ساحل پر قدم رکھتے ہی حالات بدلنے لگے، اور اس کمک کی خبر جزیرہ میں جیسے ہی پھیلی، اس کا فوری اثر یہ ظاہر ہوا، کہ وہ تمام قلعہ نما شہر جو موقع پاکر سرکش ہوگئے تھے، طالبِ امان ہوئے، اور ۲۲۵ھ ۸۳۹ء میں ان سب پر پھر سے اسلامی پرچم لہرانے لگا، ان میں سے

---

[1] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۲۹، ۲۴۰، ۲۵۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰، ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳۔

قلعہ بلوط، ابلاطنو، قرلیون، اور مرو وغیرہ کے نام تاریخون مین مذکور ہین؎

جنوبی اٹلی | یہ قلعے زیرنگین ہورہے تھے کہ اسی سال ۲۲۵ھ مین اتفاقاً ابوالاغلب کو بیرون جزیرہ کی سیاسیات مین الجھ جانا پڑا، صقلیہ کے شمال مین آبنائے مسینا کے اس پار جنوبی اٹلی کی جو جغرافیانہ حیثیت ہے، وہ اس سے پہلے گذر چکی ہے، اس وقت یون تو یہان چھوٹی چھوٹی متعدد خود مختار حکومتین قائم تھین، لیکن اگر ان کو عمومی حیثیت سے تقسیم کیا جائے تو شاہزادگان لمبارڈیں سے بینیونٹم (BENEVENTUM) زیادہ تر اٹلی کے جنوبی حصہ پر حکمران تھے، اور پھر نیپلیس، گے اٹیا، سارنٹو، اور املفی کی چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستین الگ الگ قائم تھین، نیز حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کے قبضہ مین بھی ملک کا ایک حصہ تھا،

مسٹر الیور تھیچر پی ایچ ڈی نے ایک سلسلہ بیان مین اس عہد کے اٹلی کی سیاسی حالت کا اجمالی تذکرہ کیا ہے، یہی حالات اس وقت سے جب کہ مسلمانون کا اٹلی سے تعلق پیدا ہوا، اور اس وقت تک جب یہ سلسلہ منقطع ہو گیا، یہان قائم رہے، اس لئے اس کو ذیل مین نقل کیا جاتا ہے، جس سے یہان کی سیاسی حالت کا ایک عام خاکہ سامنے آجاتا ہے، وہ لکھتے ہین:-

"نوین صدی کے وسط مین اہل اسلام سسلی پر قابض ہو گئے تھے، اور اصلی اٹلی کے بعض مقامات بھی ان کے تصرف مین آگئے تھے، (جس کا تفصیلی تذکرہ آیندہ صفحات مین آتا ہے) جنوبی اٹلی کا اہم حصہ اب تک شہنشاہ قسطنطنیہ کے زیرنگین تھا، اور اسی کے عمال اس پر حکمران تھے، مشرقی ساحل پر اس کے یہ علاقے شمالاً کوہ گارگنو تک پھیلے ہوئے تھے، اور مغرب مین سلرنو تک اس علاقہ کے شمال مین بعض خود مختار یا نیم خود مختار ریاستین قائم تھین، مثلاً سلرنو، امالفی نیپلیس، کیپوا بینیونٹم، اور اسپولیٹو وغیرہ جن پر اب تک (یعنی عہد اسلامی کے آخر تک) نہ شہنشاہ جرمنی کا قبضہ ہونے پایا تھا، نہ شہنشاہ یونان کا، ان ریاستون کے والی یا تو باہم جنگ آزمائی

؎ ابن اثیر ج ۶ ص ۲۵۰ و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰ وغیرہ

کرتے رہتے تھے، اور یا اپنے ہمسایہ یونانیون اور مسلمانون سے مصروفِ پیکار رہتے تھے، ان کے قلمرو مین سخت ابتری و بدنظمی پھیلی رہتی تھی، اور ان کا کوئی سیاسی وجود قائم نہین تھا،

حکومت نیپلس اور اسلامی حکومت صقلیہ مین رشتۂ اتحاد

یہان کے ان حکمرانون مین سے نیپلس ( ) مقامی حکومتون مین سب سے زیادہ طاقتور تھے، اور وہ اپنی دوسری ہمسایہ ریاستون پر دندان آز تیز کرتے رہتے تھے،

اس کا یہ قدرتی نتیجہ ہوا کہ ان ریاستون کی توجہ صقلیہ کی نوخیز اسلامی حکومت کی طرف ہوئی اور ان مین سے حکومت نیپلس نے اسلامی حکومت صقلیہ کے سامنے دستِ مصالحت بڑھایا، اور دونون مین رشتۂ اتحاد قائم ہوگیا، اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی امداد و اعانت کا معاہدہ طے پایا،

جب اٹلی مین اس معاہدہ کی خبر پھیلی، تو مسیحی طاقتون نے اس کے فسخ کرنے پر زور دیا اور خصوصًا کلیسائے روما نے اس کے خلاف اپنی تمام کوششیں صرف کردین لیکن نیپلس اپنے معاہدہ پر قائم رہا جس سے ایک طرف حکومت نیپلس کی بنیادین استوار ہوئین، اور دوسری طرف مسلمانون کو صقلیہ کے شمالی ساحل خصوصًا ابنائے سینا پر قبضہ کرلینے مین آسانیان پیدا ہوگئین،

حکومت نیپلس کی مدد

چنانچہ جب حکومت لمبارڈ کے فرمانروا سیکارڈس نے اسی سال ۲۲۵ھ ۸۳۹ء مین نیپلس کا محاصرہ کیا، تو ابو الاغلب نے نیپلس کی امداد کیلئے صقلیہ سے ایک جنگی بیڑا روانہ کیا جس نے وہان نمایان خدمت انجام دی، اور سیکارڈس کو محاصرہ سے دستبردار ہونا پڑا، اور مجبور ہوکر اس شرط پر صلح کی کہ نیپلس کے تمام قیدی بغیر زرِ فدیہ ادا کئے رہا کردئے جائینگے،

جنوبی اٹلی کے مقبوضات

اسلامی بیڑا نیپلس کی جنگ کے بعد حکومت بیزنطی کے مقبوضات جنوبی اٹلی

کی طرف روانہ ہوا، جنوبی اٹلی کا مشہور صوبہ قلوریہ (کلبریہ) اس وقت حکومت بیزنطی کے ماتحت تھا، چنانچہ اسلامی بیڑے نے یہاں تاختین کین، اور اس مین نمایان کامیابی حاصل ہوئی،

اسی اثنا مین حکومت بیزنطی کا بیڑا، اس کی مدافعت کے لئے قسطنطنیہ سے آپہنچا، دونون مین سخت بحری جنگ ہوئی، اور بیزنطی بیڑا نقصان اوٹھاکر قسطنطنیہ واپس گیا،

بیزنطی اور اسلامی بیڑون کی یہ معرکہ آرائی اٹلی کے مشرقی ساحل پر بحر ایونین (IONIAN SEA) مین ہوئی تھی، اور اس فتحمندی کا اہم نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ جنوبی اٹلی کے شمالی ساحل کا مشہور شہر برینڈیزی (BRINDISI) پر عربی پرچم لہرانے لگا، پھر آگے بڑھکر مسلمان بندرگاہ باری (BARI) پر بھی قابض ہو گئے،

اس کے بعد اسلامی بیڑا صوبہ اپولیا مین داخل ہوا، اور بحر اڈریاٹک (ADRIATIC SEA) کی ایک اہم بندرگاہ پر قابض ہو گیا، عربون کا یہ قبضہ جغرافی جائے وقوع کے لحاظ سے نہایت اہم تھا، اب ایک طرف بائین ہاتھ یراون کے سامنے اٹلی کا مشرقی صوبہ تھا، اور دوسری طرف یونانی جزائر اور ڈلماشیا کے سواحل ان کا انتظار کر رہے تھے،

چنانچہ ان کامیابیون کے بعد اٹلی کے مشرقی صوبے پورے طور پر ان کے مطیع ہو گئے، پھر انھون نے آگے قدم بڑھایا، اور ڈلماشیا (ساحل اسٹریا) پہنچے، اور یہان تاخت وتاراج کیا،

دوسری طرف جزائر یونان سیلینسی وغیرہ سے حکومت بیزنطی نے اپنی توجہ ہٹالی تھی اس لئے یہ بھی ان کے تاخت وتاراج کے میدان بنے،

اور پھر کپوا (CAPUA) مین پہنچے، اور اس کو غارت کیا، اور اس کے بعد گیرگلی آنو (GARIGLIANO) پر ایک نئی آبادی قائم کی تاکہ ان مقبوضات کی حفاظت ہو سکے، اور اٹلی کی

ریاستون پر اسلامی طاقت کا سکہ جما رہے،

اور انہی فتحمندیون پر ۲۲۵ھ (۸۳۹ء) مین اس مہم کا خاتمہ ہوا، ابن اثیر اس کو "فتح عظیم" سے تعبیر کرتا ہے،[۱]

اندرون جزیرہ مین فتوحات، ابوالاغلب بیرونی مہمون سے فرصت پاکے پھر اندرون جزیرہ کی طرف متوجہ ہوا ۲۲۶ھ (۸۴۰ء) کے دور اختلال مین قصریانہ نے اپنی پچھلی مصالحت کا خاتمہ کر دیا تھا، اس لئے اسلامی مہمون کا پھر یہیں سے آغاز ہوا، اور اسلامی لشکر نے ۲۲۶ھ مین قصریانہ کا رُخ کیا، اور شہر کا محاصرہ کر لیا لیکن رومی شہر کے باہر نہین نکلے، اس لئے مسلمان چند دن انتظار کے بعد مقابلہ سے مایوس ہو گئے، اور محاصرہ اٹھا کر تاخت و تاراج کیلئے آگے نکل گئے،

قصریانہ سے کوچ کرکے کوہ اٹنا کے دامن مین پہنچے، اور یہان کے بہت سے مقامات پر قبضہ کر لیا، منجملہ انکے ایک مقام مناج تھا، جو کوہ اٹنا کے جانب شمال ۵ میل پر آباد تھا، اور دوسرا علاقہ غیران تھا، جو چالیس[۲] غارون پر مشتمل تھا، اس فوجکشی مین یہ پورا علاقہ عربون کے زیرنگین آگیا، اور اسطرح عرب تقریباً جزیرہ کے تہائی حصّہ پر قابض ہو گئے،

اس کے بعد ابوالاغلب نے تھوڑے سے وقفہ کیلئے جنگ کا سلسلہ روک دیا، اور اسی اثنا مین مختلف ممالک سے تجارتی تعلقات قائم کئے گئے، جن سے صقلیہ مین تجارت، صنعت اور حرفت کو روز افزون ترقی حاصل ہوئی، مسٹر اسکاٹ اس عہد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہین:-

۸۴۱ء کے آخر مین جزیرہ صقلیہ کے تہائی حصہ پر عرب قابض ہو گئے، اور اس کی وہ حالت نہین

---

[۱] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۶، ۲۹، تاریخ یورپ لیورتھیچر فرڈیننڈ حصہ اول (شائع کردہ جامعہ عثمانیہ) ص ۱۴۹،
تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۵، ابن اثیر ج ۶ ص ۳۵۱، وابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰، عرب مورخین حملۂ قلوریہ کو ۲۲۵ھ مین لکھتے ہین، اور یورپین مورخین ۸۳۹ء مین یہ دونون سنہ ایک دوسرے کے مطابق ہین،

رہی، کہ گویا یہ لوگ صرف قتل و غارت ہی کے لئے آئے تھے، بلکہ نظر آنے لگا، کہ ان کا قبضہ و تصرف مستقل ہے چند روز تک لڑائی ملتوی رکھنے کا معاہدہ ہوگیا، یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ یہ معاہدہ بزنطی حکومت سے خائف ہوکر کیا گیا تھا، بہر حال اس سے طرفین کو گونہ اطمینان ہوگیا، خاص کر رعایا کو کیونکہ وہ کم از کم عارضی طور سے آئے دن کی مصیبت سے بچ گئی، ادھر مصر و افریقیہ اور اندلس سے جو تجارت بڑھی تو یہ معلوم ہونے لگا کہ کم سے کم تجارت کے لحاظ سے تو اس جزیرے کے دن پھرنے والے ہین اور اس قلیل عرصہ مین حکومت صقلیہ کی طاقت و رعب و داب مین بھی اتنا اضافہ ہوگیا کہ اوس کے قدیم اور قدرتی دشمن والیان آزد و آبنائے مسینا نے بڑی خوشامد سے ان کے حلیف بننے کی خواہش کی[۱]،،

والی افریقیہ کی وفات اسلامی فوج مناج کی مہم سر کر چکی تھی کہ افریقیہ سے ابو عقال اغلب والی افریقیہ کی وفات کی خبر پہنچی، اس نے یوم پنجشنبہ ۲۳ ربیع الآخر ۲۲۶ھ؁ کو وفات پائی، مدت ولایت صرف ۲ سال ۷ مہینہ اور ۷ دن ہے، اگرچہ اس کا زمانۂ ولایت بہت ہی کم رہا لیکن اس نے اس قلیل عرصہ مین اپنی اوس کمک سے جو ۲۲۴ھ؁ مین صقلیہ بھیجی تھی صقلیہ کو اسقدر اہم فوائد پہنچائے کہ اسلامی حکومت صقلیہ کی بنیاد استوار کرنے مین اس کا حصہ بہت نمایاں ہوگیا، اور اس نے اپنے اسی قلیل زمانہ حکومت مین صقلیہ کی مہموں کی کامیابی اور ان کے نتائج بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے،

جانشین اسکی وفات کے بعد اس کا لڑکا ابو العباس محمد بن اغلب سریر آرائے حکومت ہوا[۲]،

---

[۱] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۵۱، و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰، و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۶،

[۲] ابن اثیر ج ۶ ص ۳۶۹،

ابو العباس محمد بن اغلب والی افریقہ

۲۲۶ھ – ۲۴۲ھ / ۸۴۱ء – ۸۵۶ء

ابو الاغلب ابراہیم کی ولایت صقلیہ پر برقراری

جدید والی افریقیہ ابو العباس محمد بن اغلب، والی صقلیہ ابو الاغلب ابراہیم کا چچا زاد بھائی تھا، اوس نے ابو الاغلب کو صقلیہ کی ولایت پر بدستور برقرار رکھا،

فتح مسینا

اور جب معاہدہ کی وہ عارضی مدت پوری ہوگئی، تو ۲۲۸ھ/۸۴۳ء میں صقلیہ کی فتوحات کے لئے ایک لشکر فضل بن جعفر ہمدانی کی سرکردگی میں افریقیہ سے روانہ کیا، اور فضل اپنے لشکر کو براہ راست مسینا لایا،

مسینا مشرقی ساحل کے شمالی زاویہ میں ساحل پر واقع تھا، اور مغرب کی طرف پہاڑیوں کا سلسلہ قائم تھا جس سے اس کی قدرتی حدبندی ہوگئی، آبنائے مسینا کو عبور کرکے اس کے بالمقابل دوسری طرف جنوبی اٹلی کا مشہور شہر ریو اپنی فلک بوس عمارتوں کے ساتھ کھڑا تھا، گذشتہ زمانہ میں ساحل مسینا یورپ و افریقیہ کے تاجروں کا نقطۂ اتصال تھا، ایک طرف یورپ کے جہاز کھڑے ہوتے تھے، اور دوسری طرف افریقیہ کے جہاز لنگرانداز دکھائی دیتے تھے، ساحل نہایت گہرا تھا اور جہاز اس قدر قریب آکر ٹھہرتے تھے، کہ جہاز سے ہاتھ بڑھا کر ساحل کی چیزیں آسانی سے لیجا سکتی تھیں، اس لئے جو رومی جہاز یہاں کھڑے رہتے تھے، وہ اس شہر کی پوری حفاظت کرتے تھے، اور خشکی کی طرف پہاڑوں کی حدبندی اور ساحل پر رومی جہازوں کے حصار سے اس پر کسی دشمن کا حملہ آور ہونا نہایت دشوار تھا، اگر حملہ کی کوئی ممکن صورت تھی تو صرف یہی کہ بحری جنگ سے رومی بیڑوں کو راستہ سے ہٹایا جائے اسی لئے فضل بن جعفر ہمدانی افریقیہ سے بلرم جانے کے بجائے اپنے بیڑے سیدھے اسی طرف لے آیا،

اسلامی بیڑا بندرگاہ مسینی پر لنگر انداز ہوا، توخلاف توقع رومی جہازون نے ساحل پر کوئی مزاحمت نہین کی، اور رومیون نے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرنا چاہا چنانچہ فصیل کے تمام دروازے بند کر دئیے گئے،

فضل نے سب سے پہلے محاصرہ کی تیاریان شروع کین، اور سامان رسد کی فراہمی کیلئے مضافات مسینی مین فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے بنا کے روانہ کر دئے، جو اطراف جوانب مین پھیل گئے ان دستون نے اولاًان مقامات اور نیز شہر کے ہر چہار طرف کے فوجی استحکام پر نظر غائر ڈالی، علاوہ ازین نہایت کثیر مقدار مین مال غنیمت ساتھ لائے جو بہت دنون تک فوجی ضروریات کیلئے کافی تھا،

فضل بن جعفر ہمدانی نے محاصرہ کی مکمل تیاری اور شہر کی جغرافی حیثیت کا معائنہ کرنے کے علاوہ جنوبی اٹلی کی حلیف عیسائی سلطنت نیپلس سے بھی نامہ وپیام کا سلسلہ جاری کیا، اور حکومت نیپلس کی فوج اسلامی لشکر سے اشتراک عمل کیلئے مسینی آگئی،

حکومت نیپلس کے شریک جنگ ہو جانے کی وجہ سے اسلامی لشکر کو جنوبی اٹلی سے کسی اچانک حملہ کا جو اندیشہ تھا، وہ دور ہو گیا، کیونکہ خطرہ تھا کہ اسلامی لشکر پر جنوبی اٹلی کی کوئی حکومت ایسے وقت مین عقب سے حملہ آور نہ ہو جائے، جب وہ اہل مسینی سے مصروف جنگ ہون، ایسی صورت مین اسلامی لشکر دو طرف سے گھر جاتا،

فضل نے ان ابتدائی انتظامات سے فارغ ہو کر جنگ کا سلسلہ شروع کیا، اہل مسینی شہر کی تمام سمتون سے مطمئن ہو کے لب ساحل مورچہ جمائے ہوئے تھے، مسلمانون نے بھی اپنا مورچہ جمالیا، اور جنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا، مسلمان جوش وخروش سے حملہ کرتے، اور رومی بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے، روزانہ اسی طرح مسلمانون کے حملے ہوتے، اور رومی اسی جوش وخروش سے مدافعت کرتے، اس اثنا مین متعدد خونریز معرکہ آرائیان ہوئین، لیکن مسلمانون کے داخلہ کے لئے شہر کا کوئی دروازہ نہ کھل سکا،

جب جنگ کا یہ سلسلہ اس طرح بڑھ گیا، تو اسلامی امیرِ لشکر نے ایک جدید جنگی حکمتِ عملی اختیار کی، وہ خود اپنے لشکرِ جرّار کے ساتھ اسی طرح رومیوں سے لبِ ساحل مصروفِ پیکار رہا، اور فوج کے ایک مختصر دستہ کو شہر کے بالا بالا پہاڑیوں کے دامن سے گذارتے ہوئے شہر کی پشت پر پہونچا دیا، کہ وہ مردانہ وار پہاڑیوں پر چڑھ کے شہر مین داخل ہو جائے،

چنانچہ اس اسلامی دستہ نے سالارِ فوج کے حکم کے مطابق مسینی کی پہاڑیوں کی بلند و بالا چوٹی کو سرفروشانہ عبور کر لیا، اور شہر مین عین اس وقت پہنچا جب رومیون اور مسلمانون مین لبِ ساحل نہایت گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی، اہلِ شہر پہاڑی جیسے قدرتی محافظ پر بھروسہ کر کے ادس سمت سے بالکل بے خبر تھے، کہ اچانک اسلامی دستہ کے نعرۂ تکبیر سے مسینا کی تمام پہاڑیان گونج اٹھین اور ساری شہر مین ایک بھگدڑ مچ گئی، اسی شورِ محشر سے محاذِ جنگ کے رومی ایسے بدحواس اور سراسیمہ ہوکے لوٹے کہ بجز ہتھیار رکھنے کے کوئی دوسری صورت باقی نہین رہ گئی، اور فضل اپنے لشکر کو لئے شہر مین فاتحانہ داخل ہو گیا، اور شہر پر اسلامی پرچم لہرانے لگا،

مسینی پر اسلامی قبضہ ہو جانے سے صقلیہ کی اسلامی حکومت مین ایک نئی جان آگئی، مسینی صقلیہ کا نہایت جنگی و مرکزی شہر تھا، بلکہ یون کہنا چاہئے کہ شمالی صقلیہ کا یہ صدر مقام تھا، اس کے زیر ہو جانے سے شمالی صقلیہ مین اسلامی حکومت کی فوجی پیشقدمیون کا سلسلہ نہایت آسان ہو گیا، فضل بن جعفر ہمدانی صوبہ مسینی کے والی کی حیثیت سے یہان مقیم ہو گیا،

اور فتحِ مسینی کے بعد اب بیک وقت دو علاقون مین اسلامی حکومت کی فوجی پیشقدمیان جاری ہو گئین، ایک فضل بن جعفر کی سرکردگی مین انتہائی شمالی زاویہ مین اور دوسری ابوالاغلب کی مرکزی حکومت کے زیرِ اہتمام، انتہائی جنوبی حصہ مین،

جزیرہ کے جنوبی حصہ مین فتوحات؛ چنانچہ فتحِ مسینی کے بعد ہی اسی سال ابوالاغلب والیِ صقلیہ نے فضل بن

یعقوب سابق سپہ سالار صقلیہ کے لڑکے عباس کی سرکردگی مین صقلیہ کے جنوبی علاقہ مین ایک لشکر روانہ کیا، عباس بن فضل[1] سب سے پہلے شہر مکان[1] پہنچا، یہ جزجنت کے علاقہ مین اس سے کچھ دور پر واقع تھا، عباس نے اس پر بآسانی قبضہ کرلیا،

اس کے بعد ابوالاغلب نے اسی علاقہ کے بعض دوسرے اہم مقامات پر قبضہ کرنے کیلئے فوجین روانہ کین، اس سلسلہ مین سب سے پہلے ۲۲۹ھ ۸۴۴ء مین عباس کی سرکردگی مین ایک لشکر شہر بثیرہ[1] کی طرف روانہ کیا، جو جنوب مین لنبیاذہ اور رغوص کے درمیان ساحل سمندر سے سات میل پر واقع تھا، اور رومیون کا مستحکم قلعہ سمجھا جاتا تھا، جب اسلامی لشکر بثیرہ پہنچا، تو رومی سپہ سالار نے قلعہ کی تمام فوج لاکر سامنے کھڑی کردی، مسلمان فتحمندی کے نشہ سے سرمست تھے، بڑھ کے ایسا سخت حملہ کیا، کہ رومیون کو جوابی حملہ کا موقع بھی نہ ملسکا، اور تھوڑے وقفہ مین دس ہزار سے زیادہ رومی کھیت ہوگئے، اور اسلامی لشکر شہر مین داخل ہوگیا، مسلمانون مین سے صرف تین مجاہد کسی طرح تلوار کے جھٹکے مین پڑکے شہید ہوئے، طرفین کے مقتولین کی تعداد بظاہر تعجب انگیز ہے، لیکن ابن اثیر کہتا ہے "صقلیہ مین ایسی جنگ اس سے پیشتر کبھی نہین دیکھی گئی"[2]

جنوبی اٹلی کی مہمین، ادھر مرکزی حکومت بلرم کی سرکردگی مین صقلیہ کے جنوبی ساحل پر فتوحات ہو رہے تھے، اسی زمانہ مین ادھر جنوبی اٹلی مین مسلمانون کی جنگی کاروائیان جاری تھین، کیونکہ ۲۲۵ھ ۸۳۹ء مین عربون نے وہان جو ملک فتح کئے تھے، وہ ان کے قبضے سے چند ہی سال مین ایک ایک کرکے نکل گئے، اور عربون نے ان پر نئے سرے سے تاخت شروع کی، چنانچہ ۲۲۲ھ ۸۴۴ء سے پیشتر ایک اسلامی بیڑا حیات مولی اغلب کی سرکردگی مین افریقیہ سے روانہ ہوا، اور باری پر حملہ آور ہوا، لیکن کامیاب نہ ہوسکا،[3]

---

[1] ابن اثیر کے مطبوعہ نسخہ مین محکان کا نام "مسکان" اور بثیرہ کا نام "شرہ" اور "سرہ" چھپ گیا ہے،
[2] ابن اثیر ج ۷ ص ۳۰۴ و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۷، و نزہۃ المشتاق (ذکر مسینا)
[3] ابن اثیر ج ۶ ص ۲۷۰،

مگر اب فتح مسینی کے بعد جنوبی اٹلی کی مہم مسلمانون کے لئے نہایت آسان ہو گئی تھی، اب تک وہ بحر ٹیرینین اور آئی اونین کو عبور کر کے اٹلی پہنچتے تھے لیکن اب وہ صرف آبنائے مسینا کو عبور کر کے جدھر چاہتے بڑی راستہ سے رخ کر سکتے تھے، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:-

"۲۳۸ھ مین عربون نے مسینا فتح کر لیا، جس سے وہ ایطالیہ و صقلیہ کے درمیانی راستہ پر کھڑے ہو گئے"[1]

جنوبی اٹلی مین فتوحات

چنانچہ فضل بن جعفر مسینا کے نظم و نسق کے بعد اٹلی کی طرف متوجہ ہوا، اور ۲۴۷ھ یعنی ۸۴۳ء مین ایک اسلامی بیڑا اٹلی روانہ ہوا، اور یہان کے ایک مشہور شہر طارنت (TARANTO) پر حملہ آور ہو کر اس کو فتح کر لیا، اور اس کے بعد اسلامی لشکر اندرون ملک مین داخل ہوا، ڈیوک یونی فاتو نے مقابلہ کی ناکام کوشش کی، اور نقصانات اوٹھائے، اور عربون کو کثیر دولت ہاتھ آئی، اور اسی سلسلہ مین ایک مشہور گرجے، دیر کوہ قسیس کا قیمتی ساز و سامان بھی ہاتھ آیا، اور ان فتوحات کی تکمیل کے بعد اسلامی لشکر مسینا لوٹ آیا،

طارنت مین اسلامی نوآبادی

اس مہم مین کثیر مال و دولت کے علاوہ طارنت پر مستقل اسلامی قبضہ ہو گیا، اور مسلمانون نے جنوبی اٹلی مین اپنے قدم ٹیکنے کے لئے یہان اسلامی نوآبادی قائم کر لی، ابن اثیر کے بیان کے مطابق یہ اسلامی نوآبادی ۲۳۲ھ مین سب سے پہلی مرتبہ قائم ہوئی،[2]

اٹلی مین ایک اسلامی حکومت کی تشکیل

اس کے بعد اسی زمانہ مین مسلمانون کی ایک دوسری حملہ آور جماعت افریقیہ سے اٹلی آئی، اس جماعت کو نہ حکومت افریقیہ سے تعلق تھا، اور نہ حکومت صقلیہ سے، یہ مجاہدین کی ایک خود رو جماعت تھی، جو خلفون بربری کی سرکردگی مین جو قبیلہ ربیعہ کے موالی مین سے تھا، ملک گیری کے خیال سے افریقیہ سے نکلی، اور اٹلی آئی، اور شہر باری پر حملہ آور ہو کر قابض ہو گئی،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۲ ۔ [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۴ ۔ [3] تاریخ عرب مسیو سدیو ص ۲۴۵ ۔

اس کے بعد اسی زمانہ مین اسی قسم کے مجاہدین کا ایک دوسرا گروہ مفرج بن سالم کی سرکردگی مین اٹلی پہنچا، اس نے بھی یہان حیرت انگیز کامیابی حاصل کی، اور فتوحات حاصل کرتے کرتے ۲۴ قلعون پر قابض ہوگیا،

اسکے بعد یہ دونون جماعتین باہم مل گئین، مفرج سردار تسلیم کیا گیا، اور باری کو صدر مقام بنا کر ایک چھوٹی سی اسلامی حکومت قائم کرلی،

لیکن چونکہ مفرج افریقہ سے ایک "بحری مجاہد" کی حیثیت سے اوٹھا تھا، اور اسکو حکومت اغلبیہ سے کوئی باضابطہ تعلق نہ تھا، اس لئے اسلامی اصطلاح کے روسے وہ اٹلی مین ایک "متغلب" کی حیثیت رکھتا تھا، جس کی وجہ سے اس کو اقامت جمعہ کا کوئی اختیار حاصل نہ تھا، اس لئے اوس نے تشکیل حکومت کے بعد اوس کو "جائز حکومت" تسلیم کرانے کیلئے بارگاہ خلافت بغداد سے سند حکومت کے حصول کیلئے والیٔ مصر سے سلسلہ جنبانی شروع کی چنانچہ ابن اثیر لکھتا ہے:-

فکتب الی والی مصر یعلمہ خبرہ وانہ لا یری لنفسہ ومن معہ من المسلمین صلاۃ الا بان یعقد لہ الامام علی ناحیتہ و یولیہ ایاھا لیخرج من حد المتغلبین:-	فتوحات کے بعد اس نے والیٔ مصر سے خط و کتابت شروع کی اور اسکو اپنے تمام کارنامون سے آگاہ کیا، اور پھر اپنی اس حیثیت کو واضح کیا کہ جب تک اسکے لئے کسی امام کا باضابطہ تقرر نہ ہو، اور جب تک کہ اس حکومت کا وہ باضابطہ والی نہ مقرر کردیا جائے، وہ نماز جمعہ بھی قائم نہین کرسکتا، اس لئے اس کو یہ حقوق عطا کرکے متغلبین کی حیثیت سے نکال لیا جائے،

چنانچہ اس کے بعد اس کی حکومت کو ایک جائز حکومت تسلیم کرلیا گیا، اور اُسی نے اٹلی مین

سب سے پہلی جامع مسجد تعمیر کی،

اس کے بعد اس اسلامی حکومت نے اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کرنا شروع کیا اور اٹلی کے شہرون اور دیہاتون پر تاختین شروع کر دین جسمین اوسکو وقتاً فوقتاً صقلیہ اور افریقہ کے اسلامی بیڑون سے امداد ملتی رہی، اس کی تاختین مختلف مقامات پر ہوتین، اور اس سلسلہ مین اوسی زمانہ مین غیطہ (GAETA) اور ملفی (MALFI) وغیرہ پر حملہ آور ہوئی پھر دریاے جاریلیون پر ایک قلعہ بنایا اور دریائے ٹائبر کے ذریعہ اندرون ملک مین داخل ہونا چاہا، لیکن اسمین مزاحمت ہوئی، اور پوپ کے حکم سے شہر کے حصار زیادہ بلند کر دیے گئے تو مجاہدین شہر روم پر ٹوٹ پڑے اور یہان سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے دو مشہور گرجون کو لوٹ لیا اور اسی طرح چند اور شہر بھی برباد کیے[1]،

مسٹر اسکاٹ اٹلی مین اسلامی پیشقدمیون کا تذکرہ ایک دلچسپ انداز بیان مین کرتے ہین، اگرچہ اس مین مبالغہ آمیزی بھی شامل ہے، وہ لکھتے ہین:۔

"جن سپاہیون نے افریقہ اور اندلس کی خانہ جنگیون مین اپنے بے رحم پیشے کی وجہ سے نام پیدا کیا تھا، ان کی آزاد بستیان جزیرہ نمائے اٹلی کے جنوب مین قائم ہو گئین، اون کو وہی شہرت حاصل ہوئی جو یورپ کے ازمنۂ مظلمہ مین بڑی بڑی سلطنتون کو حاصل تھی نیپلس کی کشتیان بحر اڈریاٹک کے سواحل پر ان کے بحری قزاقون کو لیے پھرتی تھین،

والیِ افریقہ کے بیڑے نے کئی مرتبہ وینس والون کو بحری جنگ مین شکستین دین، انھون نے اپنی فوجون کو دریائے پو کے دہانہ پر اُتارا، اور یہان سے حدودِ آسٹریا تک پہنچ گئے، اور جمہوریۂ اٹلی کی تجارت کا رُخ دریا سے خشکی کی طرف پھیر دیا، پھر شہر روم کے دروازے تک پہنچ گئے سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے گرجون کو جو فصیل شہر کے باہر تھے جا کر ویران و برباد کیا، پاپاے مقدس کی سخت توہین و بے ادبی کی مسیحی اولیا کے

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۷۰، ۲۷۱، [2] تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۵،

تبرکات کے ساتھ وہ گستاخیاں کین، کہ ناقابل بیان ہین، راہبون کو سخت بیرحمی کے ساتھ ذبح کر ڈالا یا صقلیہ کے دلدلون مین کام کرانے کیلئے جوق درجوق لیگئے، اچھوتی راہبات کو بلرمو اور قیروان کے بازارون مین بیچنے کیلئے پکڑ کر لے گئے،

اگر شہر روم اتنا مضبوط نہ ہوتا کہ اس کا محاصرہ کامیابی کے ساتھ وہ فوج نہ کرسکتی کہ جس کے پاس ایسے شہر کو فتح کرنے کیلئے کلین نہین تھین، تو وہ مقام جو آج مذہب مسیحی کا مرکز بنا ہوا ہے، موذنون کی اذانون سے گونجا ہوتا، وہان کے گرجاؤن مین عشاے ربانی کے بجائے مسلمانون کی نماز ہوتی، یہ پہلا موقع تھا کہ پوپ کے تقدس کی اس طرح سخت توہین ہوئی تھی،

ان اسلامی فتوحات کے روکنے کے لئے اس زمانہ مین شہنشاہ جرمنی سے بھی مدد لیگئی، مگر کوئی فائدہ نہ پہنچا، اس نے جو کچھ تدبیرین سوچی تھین، وہ اس کے حلیفون کی باہمی مخالفت و معاندت سے پیش نہ گئین، اور جو فوجین شہنشاہ جرمنی نے اٹلی کے لئے بھیجی تھین، وہ چھوٹے چھوٹے بادشاہون اور سلطنت بیزنطی کے باہمی مناقشون مین مشغول رہین، حالانکہ مسلمان جیسے چالاک اور بہادر دشمنون کے مقابلہ کیلئے ان سب کا متفق ہونا سب سے زیادہ ضروری تھا[1]

اٹلی کی اسلامی حکومت کی ایک قدیم مسیحی تصدیق

اتفاق سے اسی زمانہ مین ایک مسیحی راہب برنارڈ ۲۵۳ھ مطابق ۸۶۶ء مین اٹلی کی اسلامی حکومت مین آیا، اور یہان کے مسلمان والی تک رسائی حاصل کی، اس نے اپنے سفر کے حالات بھی قلمبند کیے ہین، جو چشم دید واقعات پر مبنی ہین، اس سے اس عہد مین اٹلی کی اسلامی حکومت کے حالات پر روشنی پڑتی ہی، مولانا عبدالحلیم شرر مرحوم نے برنارڈ کا یہ بیان اپنے رسالہ مین نقل کیا ہی، وہ اپنے سفرنامہ مین لکھتا ہی:-

"مین کوہ گرگانون پر سفر کرکے اور ۱۵۰ میل کی مسافت طے کرکے باری نام ایک شہر مین پہنچا، جو مسلمانون

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۱۲۶، ۱۲۷،

کے قبضہ مین ہے، یہ اس سے پہلے علاقہ بنی ونٹم مین شامل تھا، یہ شہر سمندر کے کنارے ہے، جنوب کی جانب یکے بعد دیگرے دو بہت ہی چوڑے آثار (؟) کی فصیلون سے اس کی قلعہ بندی کی گئی ہے، مگر شمال کی جانب سمندر سے آنے والون کے سامنے کھلا ہوا ہے، یہان کے حاکم نے جو سلطان کہلاتا ہے، (؟) ہمارے سفر کے ضروری انتظامات کر دیئے،

ہم باری سے شہر ٹارنٹم (طارنت) کی بندرگاہ مین پہنچے، جو وہان سے ۹۰ میل کی مسافت پر ہے، یہان ہمین چھ جہاز ملے جنمین علاقہ بنی ونٹم کے ۹ ہزار مسیحی اسیر بھرے ہوئے تھے، ان مین سے دو جہازون مین جنھون نے پہلے روانہ ہو کر افریقہ کی راہ لی، تین ہزار قیدی تھے، اس کے بعد جو دو جہاز لنگر اٹھا کر ٹیونس کو گئے، ان مین بھی اتنے ہی مسیحی اسیر بھرے ہوئے تھے، باقی ماندہ دو جہاز جو سب کے بعد روانہ ہوئے ان مین بھی اتنے ہی گرفتارانِ ایطالیہ (؟) تھے، ان دونون نے اسکندریہ کی راہ لی، انھی جہازون پر ہم نے بھی سفر کیا، اور ۳۰ دن سفر کر کے وہان پہنچ گئے[1]"

مینا کے مضافات مین پیشقدمی اور فتح لنتینی، فضل بن جعفر نے اٹلی سے واپسی کے بعد اسی سال ۲۳۲ھ مین مینا کے مضافات مین پیشقدمی کی اور سب سے پہلے ایک اہم شہر لنتینی پر حملہ آور ہوا، لنتینی مختلف حیثیات سے ایک مرکزی شہر اور مختلف شہرون کا مرکزی قلعہ تھا، کیونکہ یہ اگرچہ صقلیہ کے شمال مشرق ساحل کے کنارے پر آباد تھا، لیکن اہم شہرون کے وسط مین پڑتا تھا، مثلاً ایک طرف سرقوسہ اس سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر آباد تھا، دوسری طرف قطانیہ بھی ۲۵ ہی میل پر تھا، پھر مینا و ۴۴ میل سے زیادہ نہ تھا، انہی وجوہ سے رومیون نے بھی نہایت مضبوط مورچہ بندی کر رکھی تھی، اور پورا شہر ایک قلعہ کی حیثیت مین تھا،

فضل بن جعفر نے یہان پہنچکر شہر کا محاصرہ کیا، لیکن یہ محاصرہ بے سود ثابت ہوا فصیل کے باہر

---

[1] سفرنامہ برنارڈ در رسالۂ "صقلیہ مین اسلام" ص ۲۴، ۲۴،

اسلامی لشکر یہ قائم کئے ہوئے کھڑا تھا ! اور اہل شہر مطمئن طریقہ سے فصیل کے اندر اپنے کاروبار مین مصروف تھے اور اسلامی لشکر کے محاصرہ کو لائق التفات ہی نہین سمجھتے تھے ،

اہل شہر کا یہ طرز عمل فضل بن جعفر کے لئے حیرت انگیز تھا ، آخر جاسوسون نے اصل حقیقت کا سراغ لگایا ، کہ اہل شہر کے بیرونی تعلقات محاصرہ کے باوجود قائم ہین ، اور سالہا سال تک اگر اسی طرح محاصرہ جاری رہے ، تو بھی انکو کوئی گزند نہین پہنچ سکتا ، اس لئے فضل خفیہ کوششون مین مصروف ہوگیا چنانچہ اسی سلسلہ مین اوسکو اہل شہر اور رومی گورنر صقلیہ کے درمیان نامہ وپیام جاری ہونے کی اطلاع ملی ، اس کی نگرانی کرتا رہا جس سے رومیون کے تمام آیندہ طرز عمل اور طریق کار کا پتہ چلتا گیا چنانچہ ان مین باہم یہ خفیہ سازش ہوئی کہ رومی گورنر ایک لشکر لیکر ایک معین دن لنتینی آئے گا لیکن سرقوسہ سے رومی لشکر کی روانگی کا حال نہایت پوشیدہ رکھا جائے گا جب یہ لشکر مسلمان محاصرین پر حملہ آور ہو اوسی وقت لنتینی کی محافظ فوج شہر سے نکل کر مسلمانون پر ٹوٹ پڑے ، اور اس دو طرفہ حملہ سے اسلامی لشکر کو برباد کردیا جائے ، اس خفیہ نامہ وپیام مین شاہی لشکر کے حملہ کا دن اس طریقہ سے مقرر کیا گیا ، کہ جس دن وہ لنتینی پہنچے گا ، اوس سے تین دن پیشتر سے فلان پہاڑی پر جسکی چوٹی لنتینی مین نظر آتی ہے ، شب کے وقت متواتر آگ جلائی جائے گی ، اس کے بعد چوتھا دن شاہی فوج کی آمد کا ہوگا ، اور اسی صبح کو شہر کی محافظ فوج سامان جنگ سے مسلح رہے ، اور جس وقت طبل جنگ سنائی دے شہر کے دروازے کھول کے باہر نکل آئے ،

فضل نے جاسوسون کی ان اطلاعون سے حسب موقع فائدہ اوٹھایا ، اور سب سے پہلے اوسی موعودہ پہاڑی پر اسی ترتیب سے متواتر تین دن آگ جلائی گئی ، اور اسی کے ساتھ محاصرین جس مقام پر پڑے تھے ، اوس سے کسی قدر پیچھے ہٹ کر ایک کمین گاہ تیار کرائی ، ان انتظامات کے بعد چوتھے دن ادھر اہل شہر جوش وخروش سے جنگ کی تیاری مین مصروف ہوگئے ، اور ادھر فضل نے ایک مضبوط دستہ

کو کمین گاہ مین چھپا دیا، اور فوج کو ہدایت کردی کہ جب رومی شہر سے باہر آکر حملہ آور ہون تو آہستہ آہستہ پسپا ہوتی جائے،

وقت موعودہ پر رومی شہر سے باہر نکل پڑے، مسلمان امیر لشکر کی ہدایت کے بموجب پسپا ہونا شروع ہوئے، یہان تک کہ دونون فوجین اس کمینگاہ سے آگے بڑھ آئین جسمین اسلامی دستہ چھپا ہوا تھا چنانچہ معًا اسلامی دستہ کمینگاہ سے نکل کے رومیون پر اچانک ٹوٹ پڑا، اور ادھر پسپا ہونے والی فوج بھی قدم جماکے پلٹ پڑی اور اس زور کا دوطرفہ حملہ ہوا کہ سینکڑون لاشین زمین پر گر پڑین، رومی فوج کا بڑا حصہ تہ تیغ ہوگیا جب ایک مختصر جمعیت باقی رہ گئی، تو انھین ہوش آیا، اور ہتھیار رکھ کر جان و مال کی سلامتی چاہی، فضل نے سب کی جان بخشی کی، معاہدہ مرتب ہوا، اور مسلمان بزور شمشیر فتحیاب ہونے کے باوجود شہر کے مال و دولت سے دستکش رہے، رومیون نے شہر حوالہ کردیا، مسلمان مظفر و منصور شہر مین داخل ہوئے، اور شہر اسلامی حکومت کے قبضہ و اقتدار مین داخل کرلیا گیا،

صقلیہ مین ایک رومی بیڑے کی آمد اور بربادی حکومت بیزنطی نے مسلمانون کو صقلیہ کے مشرقی حصہ اور جنوبی اٹلی وغیرہ مین مشغول پاکر ۲۲۳ھ ؁ ۸۳۸ء مین دس بڑے جہازون کا ایک بیڑا صقلیہ روانہ کیا، جو یہان کے بندرگاہ طین (پورٹ فونگو) مین بلرم سے ۷ میل کے فاصلے پر آکر لنگر انداز ہوا، رومی یہان سے پیشقدمی کے لئے روانہ ہوئے مگر یہ ایک غیر معروف بندر تھا، انھین یہان کوئی ایسا راستہ نہین ملسکا، جو مسلمانون کی قیامگاہ یا کسی اسلامی شہر تک انھین پہنچا دیتا، اس لئے واپسی کے قصد سے قسطنطنیہ روانہ ہوگئے، لیکن ابھی راستہ ہی مین تھے کہ سمندر مین سخت طوفان آیا، اور سات جہاز غرقاب ہوگئے، اور باقی تین جہاز خستہ حال قسطنطنیہ پہنچے،

فتح رغوس شمال مشرقی علاقہ مین لینتنی کے زیر ہونے کے بعد حکومت بلرم نے جنوب مشرقی علاقہ مین پھر پیشقدمی کی اور بثیرہ اور شکلہ کے ہمسایہ درمیانی شہر رغوس مین اسلامی لشکر جمع ہوا، رغوس بھی ساحل سمندر سے سات میل اور شہر بثیرہ سے ۴۵ میل پر آباد تھا، چنانچہ ۲۲۴ھ ؁ ۸۳۸ء مین اس کا محاصرہ کیا گیا، اہل شہر

مین تاب مقاومت نہ تھی، اس لئے مقابلہ کی جرأت نہین کی، اور شہر کو مع تمام مال ومتاع مسلمانون کے حوالہ کر دینے اور یہان سے ہجرت کر جانے پر آمادہ ہوئے امیر لشکر نے ان کی یہ شرط منظور کر لی، اور شہر پر قبضہ کر لیا، شہر مین جو کچھ دولت و ثروت تھی معاہدہ کے مطابق مسلمانون کے ہاتھ آئی، اور اس کے بعد شہر کے استحکامات منہدم کر کے یہان کی جو جو چیزین منتقل کیجا سکتی تھین منتقل کر لی گئین، اور بسا بسایا شہر چند لمحون مین ویران کھنڈر بنگیا،

رومی پایۂ تخت قصریانہ مین — ۲۲۳ھ سے ۲۴۰ھ تک رومی مقبوضات صقلیہ مین اہم تغیرات ہوگئے، ان کے ممتاز مرکزی شہر اسلامی اقتدار مین آگئے، اور اب ایک طرف پورا جنوبی علاقہ اسلامی حکومت کے قبضہ مین آگیا، اور دوسری طرف ولایت مسینی پر مکمل اقتدار حاصل ہو گیا، اس جدید تغیر سے رومیون کا پایۂ تخت سرقوسہ اسلامی مقبوضات سے گھر گیا، شمالی علاقہ مین طبرمین اور قطانیہ اگرچہ رومی مقبوضات مین موجود تھے، لیکن لنتنی پر اسلامی اقتدار کے باعث سرقوسہ سے ان مقامات کا راستہ مسلمانون کے قبضہ مین آگیا تھا، اسلئے رومی گورنر صقلیہ نے حکومت بیزنطی صقلیہ کا پایۂ تخت سرقوسہ سے قصریانہ منتقل کر دیا[1]، قصریانہ کے پایۂ تخت ہو جانے سے حکومت اسلامی صقلیہ اور حکومت بیزنطی صقلیہ کے دارالحکومت بلرم اور قصریانہ دونون باہم متصل ہوگئے،

قصریانہ پر تاخت — اسکے بعد ۲۴۵ھ مین بلرم سے ایک اسلامی لشکر قصریانہ بھیجا گیا لیکن رومی گورنر شہر پناہ سے باہر نہین نکلا، لشکر نے قرب وجوار کو تاخت وتاراج کیا جو لوگ مزاحم ہوئے، انھین آب شمشیر کا مزہ چکھایا گیا، اور اسی سلسلہ مین قتل وغارتگری اور آتش زدگی کے واقعات پیش آئے، جو کچھ مال غنیمت ملسکا، اسکو لئے ہوئے اسلامی لشکر بلرم واپس چلا آیا،

والی صقلیہ کی وفات — قصریانہ سے اسلامی لشکر کی واپسی کے بعد صقلیہ مین ایک اہم بالشان واقعہ پیش آیا یعنی والی صقلیہ ابوالاغلب ابراہیم بن عبداللہ نے ۲۰ رجب ۲۳۶ھ کو وفات پائی،

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۳، نزہۃ المشتاق ادریسی، (ذکر شہر لنتنی) اور رغوص وغیرہ فی تاریخ تونس حسین بن محمد حوادث ۲۲۶ھ،

ابوالاغلب کا عہد حکومت

اس نے تقریباً ۱۶ سال حکومت کی، اور مختلف حیثیات سے اس کا عہد حکومت صقلیہ کے زرین عہد مین شمار کیا جاتا ہی ابن الآبار صاحب الحلۃ السیرا لکھتا ہی:۔

"ابوالاغلب صقلیہ مین ۲۲۱ھ سے والی تھا، اوس کا نظم ونسق قائم کیا، اور عمر بھر یہ نظم ونسق صحیح حالت مین قائم رہا"

صقلیہ کی مہمین اس کے زیر حکومت نہایت تیزی سے جاری رہین، اس کے علاوہ قرب وجوار کے جزیرون کو مطیع کیا، جنوبی اٹلی پر فوجکشی کی، اور فتوحات حاصل کئے، اس کے عہد مین اقتصادی حیثیت سے بھی جزیرہ مین نمایان ترقیان ہوئین، اور اس نے مختلف ممالک سے صقلیہ کے تجارتی تعلقات قائم کئے، جب تک صقلیہ مین رہا، خود دارالحکومت مین مقیم رہا، حالانکہ اس کے عہد مین بہ کثرت فوجکشیان ہوئین، اور ہر سال متعدد فوجین مختلف سمتون مین روانہ ہوئین، اور بہت سے اہم مقامات مفتوح ہوئے لیکن لشکر کی کمان خود بہت کم ہاتھ مین لی، اور مدبرانہ شان و شوکت سے زمام حکومت سنبھالے ہوئے فتوحات کے دائرہ کو وسیع کرنے کے ساتھ ملک کی عام ترقی و فلاح وبہبودی مین برابر مشغول رہا، ابن اثیر لکھتا ہی:۔

"شہر بلرم مین برابر مقیم رہا، یہان سے کبھی نہین نکلا، اطراف ملک مین لشکر اور فوجی دستے بھیجتا رہا، فتوحات اور مال غنیمت حاصل ہوتے رہتے[۱]"

اس کے اس شاہی رعب وداب کا اصل باعث جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے یہ تھا کہ وہ والی افریقیہ زیادۃ اللہ بن ابراہیم کا حقیقی بھتیجا تھا، جو اس کو دل سے عزیز رکھتا تھا، زیادۃ اللہ اسی کے باپ عبداللہ بن ابراہیم کی وفات کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا تھا، اگر افریقیہ کی ولایت خاندان کے سن رسیدہ رکن مین منتقل ہونے کے بجائے نسلاً

---

[۱] ابن اثیر ج ۷ ص ۴، الحلۃ السیرا درامار ی ص ۱۳۳، البیان المغرب ابن عذاری، ترجمہ ۱۴۹، ابن اثیر نے مذکورہ بالا اقتباس اگرچہ محمد بن عبداللہ کے نام سے لکھے ہین لیکن جیسا کہ اس سے پہلے واضح ہوچکا ہے، اسکو ابوالاغلب ہی کی ذات سے متعلق سمجھنا چاہیئے،

بعد نسل چلتی تو یہی اپنے باپ کی وفات کے بعد افریقیہ کا جائز وارث قرار پاتا، پھر زیادۃ اللہ کی وفات کے بعد اس کا دوسرا چچا ابوعقال فرمانروائے افریقیہ ہوا، اور پھر اس کا چچازاد بھائی ابوالعباس محمد بن اغلب سریر آرائے حکومت ہوا، انھی تین فرمانروایان افریقیہ کے عہد میں یہ صقلیہ کا مستقل والی رہا، اور اگر یہ ولایت صقلیہ پر سرفراز نہ ہوتا، تو بہت ممکن تھا کہ زیادۃ اللہ کی وفات کے بعد اسی کے ہاتھ میں افریقیہ کی عنان حکومت آتی، ورنہ اپنے دوسرے چچا ابوعقال کی وفات کے بعد تو ہر حیثیت سے یہی جائز فرمانروا تھا، اور اس وقت تاریخ کے صفحوں میں اس کا نام صقلیہ کے ایک ماتحت گورنر کے بجائے افریقیہ کے ایک خودمختار فرمانروا کی حیثیت سے نظر آتا، کیونکہ ابوالعباس، بانیٔ دولت اغلبیہ ابراہیم کا پرپوتا، اور یہ پوتا تھا، یا یوں کہا جائے کہ بانیٔ دولت اغلبیہ ابراہیم کے تمام لڑکوں میں سے بڑے لڑکے کا یہ لڑکا تھا، اور یہی اسوقت خاندان میں سب سے سن رسیدہ تھا، اس کے ہوتے ہوئے ابوالعباس ولایت افریقیہ کا حقدار نہیں ہو سکتا تھا،

یہی اسباب تھے کہ اسکے عہد حکومت میں صقلیہ اور افریقیہ کی حکومتوں کے باہمی تعلقات تمام پچھلے اور آیندہ دوروں سے بالکل مختلف ہیں گو اصولاً حکومت صقلیہ حکومت افریقیہ کی ماتحت تھی، اور ان دونوں کی یہ حیثیت اس زمانہ میں بھی یہی قائم رہی لیکن پھر بھی عملاً اس کے عہد میں حکومت صقلیہ قطعاً آزاد و خودمختار تھی، اور گویا بانیٔ دولت اغلبیہ ابراہیم کے لڑکوں میں ممالک محروسہ کو تقسیم کر دیا گیا، افریقیہ دوسرے اور تیسرے لڑکے کے لئے اور صقلیہ بڑے لڑکے عبداللہ کے لڑکوں محمد اور ابراہیم کے لئے وقف کر دیا گیا تھا، چنانچہ مورخین بتصریح لکھتے ہیں کہ جب یہ افریقیہ سے ولایت صقلیہ کے لئے روانہ ہوا تو زیادۃ اللہ نے اسکو ایک مطلق العنان فرمانروا کی حیثیت سے عنان حکومت تفویض کی تھی، صاحب کتاب اعمال الاعلام کا بیان ہے:۔

> پس زیادۃ اللہ بن ابراہیم نے اپنے بھتیجے ابوالاغلب بن عبداللہ بن ابراہیم کو صقلیہ کا قطعی طور پر خودمختار فرمانروا بنا دیا، چنانچہ اس کی وفات تک وہاں کا تمام جزو و کل سب اوسی کے ہاتھ میں تھا،،

ابوالاغلب کی پرورش گہوارۂ شاہی مین ہوئی تھی، اسلئے صفات شاہانہ بھی اوس مین پائے جاتے تھے، خصوصًا جود وسخا اسکے نمایان اوصاف تھے، جب یہ افریقیہ سے چلنے لگا، تو اس کے جود وکرم اور سخاوت وفیاضی کے شہرے سے مختلف نواحیِ افریقیہ کی ایک خلقت اسکی ہمرکابی کے لئے تیار ہوگئی، اور اسی لئے جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے، متعدد جہاز اس کے جہاز کے ساتھ صقلیہ پہنچے تھے، صاحب اعمال الاعلام لکھتا ہی:۔

مورخ کہتا ہے، اور جب یہ صقلیہ کیلئے روانہ ہونے لگا، تو سوسہ سے بہت سے جہازون کی معیت مین سوار ہوا، کیونکہ مختلف نواحیِ افریقیہ سے سوار وپیدل سپاہ اسکے ساتھ ہوگئی تھی، کیونکہ لوگ اوس کے جود وکرم سے بخوبی آگاہ تھے، یہ اپنے عطایا مین اسراف کی حد تک فیاض تھا،

صقلیہ مین بھی یہ اپنے تمام دورِ حکومت مین اسی قسم کی فیاضیان کرتا رہا. ایک معمولی واقعہ اسکی فیاضی کا یون نقل کیا جاتا ہے، کہ یہ ایک مرتبہ صقلیہ مین اپنے دارالامارۃ کے جھروکہ سے جھانک رہا تھا، سامنے ایک مکان مین ایک عورت کھانا پکاتی ہوئی دکھائی دی، اوس دن اتفاق سے اس نے دو چوزے ذبح کرکے پکائے اور دیگچی چولھے سے اوتار کر نیچے رکھدی، ابوالاغلب یہ سب دیکھ رہا تھا جب وہ عورت کسی طرف چلی گئی، تو ابوالاغلب نے اپنے ملازم کو بلاکر عورت کا مکان دکھایا، اور چپکے سے دیگچی اٹھوالی، جب خوب سیر ہوکر کھاچکا تو دینار کی تھیلی منگوائی اور دیگچی اشرفیون سے بھرکر اوس کے مکان پر پہنچوادی، اور جب عورت سالن نکالنے بیٹھی، تو وہ اشرفیون سے لبالب تھی،[۱]

جانشین | ابوالاغلب ابراہیم کی وفات کے بعد مسلمانانِ صقلیہ نے مجلس شوریٰ منعقد کی، عباس بن فضل امیرِ لشکر کو عارضی طور پر اپنا والی منتخب کرلیا، ابوالاغلب کی وفات اور اس جدید عارضی انتخاب کی اطلاع فرمانروائے افریقیہ ابوالعباس محمد بن اغلب کو بھیج دی، اور اسکے ساتھ اس عارضی والی کو اس عہدہ پر مستقل کردینے کی درخواست بھی پیش کی،[۲]

---

[۱] کتاب اعمال الاعلام فیمن بویع قبل الاحتلام من ملوک الاسلام دریا دگاری مضامین ج ۲ صفحہ ۱۹۳ و ۲۰۷، ۲۰۴ [۲] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۴۰

عباس بن فضل والی صقلیہ (۳)

۲۳۷ھ تا ۲۴۷ھ
۸۵۱ء تا ۸۶۱ء

عباس بھی شاہی خانوادۂ اغالبہ کا ایک رکن تھا، صاحب اعمال الاعلام نے اس کو ابن بربر لکھا ہے[۱] اگر اس سے مراد اس کا نسلاً بربری ہونا ہے، تو یہ صحیح نہین، یہ خانوادۂ اغالبہ کی مشہور شاخ بنو یعقوب کا چشم و چراغ تھا، اس کا سلسلۂ نسب یہ ہے، عباس بن فضل بن یعقوب بن المضا بن سوادہ بن سفیان الخ بنو یعقوب ولاۃ اغالبہ کے جان نثارون مین تھے، ابو العباس موجودہ فرمانروائے افریقیہ عباس کے دادا یعقوب کی کوششون سے سریر آرائے حکومت ہوا تھا[۲] اور جیسا کہ معلوم ہے ۲۲۲ھ مین اس کا باپ فضل بن یعقوب محمد بن سالم کے بجائے امیر لشکر ہو کر صقلیہ آیا، پھر باپ کی جگہ بیٹے نے امارت لشکر ہاتھ مین لی، اور عباس تقریباً دس

(بقیہ حاشیہ ص ۱۹۹) موجودہ زمانہ کے بعض مورخین اس واقعہ کو مسلمانان صقلیہ کی غداری اور خود رائی سے تعبیر کرتے ہین، حالانکہ اس عہد مین یہی عام طریقہ رائج تھا کہ اگر کسی عہدہ دار کی کوئی جگہ اچانک خالی ہو جاتی، تو فوراً وہ کسی عارضی انتخاب سے پر کر دیجاتی، صقلیہ افریقیہ کے ماتحت تھا، ۲۹۰ھ مین بشر بن صفوان والی افریقیہ نے وفات پائی، تو فوراً ایک عارضی والی منتخب کیا گیا، جس نے وقتی طور پر زمام حکومت سنبھال لی، اسوقت صقلیہ مین بھی یہی پیش آیا تھا، بلکہ آج کل بھی جب سلسلۂ رسل و رسائل مین اسقدر آسانیان حاصل ہین ایسے موقعون پر بھی یہی روش اختیار کیا جاتا ہی لیکن اس زمانہ مین مرکزی حکومت کو بروقت اطلاع نہین پہنچ سکتی تھی، اسلئے مجلس شوری نے یہ عارضی انتخاب کیا، اگرچہ دربار قیروان سے اس کے مستقل کر دینے کی استدعا، کی گئی تھی، لیکن اس کے باوجود جب تک قیروان سے فرمان تقرر نہین آیا، عباس نے بھی اپنے کو عارضی والی تصور کیا، ابن اثیر یہ تصریح لکھتا ہی:-

فکان العباس الی ان وصل عھدہ لا یغیر و یرسل السرایا و یاتیه الغنائم فلما قدم الیه عھدہ ہو لایته خرج بنفسه»

عباس کو جب تک فرمان تقرر نہین ملا نظم و نسق کرتا رہا، اور فوجی دستے ادھر ادھر بھیجتا رہا، اور اسکے پاس مال غنیمت آتا رہا، اور جب فرمان تقرر آپہنچا، تو خود بنفس نفیس لڑائیون مین نکلنے لگا،

[۱] اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۲، [۲] الحلۃ السیراء در اماری ص ۳۲۵،

برس تک صقلیہ مین اپنی فوجی خدمات انجام دیتا رہا مسلمانان صقلیہ نے اسی صلہ مین ولایت صقلیہ کے عہدہ پر اسکو پسند کیا،

افریقیہ سے جب تک سند ولایت نہین پہنچی یہ عارضی طور پر زمام حکومت سنبھالے رہا، البتہ سلسلۂ پیشقدمی کو جاری رکھنے کے لئے برابر ادھر اودھر فوجین بھیجتا رہا، لیکن خود بلرم سے باہر نہین نکلا، کیونکہ اگرچہ مسلمانان صقلیہ نے اسکو اتفاق عام سے اپنا عارضی امیر منتخب کر لیا تھا، لیکن حیلہ جو طبائع ہر جگہ موجود ہوتے ہین، ممکن تھا کہ افریقیہ سے تصدیق نہ ہونے کا حیلہ بنا کر لوگ فتنہ و فساد پر آمادہ ہو جاتے،

فرمان ولایت

یہان تک کہ ۲۳۸ھ ۸۵۱ء مین افریقیہ سے فرمان ولایت آپہنچا جسمین فرمانروائے افریقیہ ابو العباس محمد بن اغلب نے مسلمانان صقلیہ کے انتخاب ولایت کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تھا، اور اس کے نام سند ولایت لکھ کر بھیج دی تھی،

فوجکشی اور فتوحات قلعہ ابی ثور وغیرہ

چنانچہ اس فرمان کے پہنچتے ہی اوس نے فوجی نظم و نسق کی طرف توجہ کی، فوج کو دو بری و بحری حصون مین تقسیم کیا، بری فوج کی سپہ سالاری اپنے چچا رباح بن یعقوب کے سپرد کی، جو ایک آزمودہ کار افسر تھا، اور بحری فوج کیلئے اپنے بھائی علی بن فضل کو منتخب کیا،

پھر صقلیہ کے رومی مقبوضات مین عام تاخت و تاراج کے لئے فوجی دستے مرتب کئے، سب سے پہلے مقدمۃ الجیش کے طور پر ایک دستہ رباح کی سالاری مین روانہ کیا، پھر ایک عظیم الشان لشکر خود اپنی کمان مین لیکر بلرم سے روانہ ہوگیا، اور ایک جگہ خیمہ زن ہو کر فوج کو مختلف حصون مین تقسیم کیا، اور رومی مقبوضات کے مختلف اطراف و جوانب مین چھوٹے چھوٹے دستے روانہ کر دئے، چنانچہ اسی سلسلہ مین ایک دستہ قلعہ ابی ثور پہنچا، جو اندرون صقلیہ مین ایک مستحکم اور پائدار قلعہ تھا، قلعہ بآسانی قبضہ مین آگیا، اور کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا، اور فوج واپس آگئی،

اس کے بعد عباس نے رومی مقبوضات کے صدر مقام قصریانہ کی طرف پیشقدمی کی، مگر کوئی

مقابلہ کے لئے نہین نکلا، آخر اس کے مضافات سے بہت سا مال غنیمت اور قیدیون کو لیکر واپس چلا گیا، یہ واقعات اسی سال ۲۴۲ھ ۸۵۶ء مین پیش آئے، پھر ۲۴۳ھ ۸۵۷ء مین ایک لشکر کے ساتھ پھر فوجکشی کی، اور قصریانہ آکر ڈیرے ڈال دئے، لیکن اس مرتبہ بھی رومی مقابلہ کے لئے نہین نکلے، تو فوج کو لیکر دوسرے رومی مقبوضات کی طرف نکل گیا، جابجا معرکہ آرائیان ہوئین، اور سینکڑون رومی تہ تیغ کئے گئے، جن کے سر تشہیر عام کے لئے بلرم بھیج دے گئے، نیز رومی مقبوضات کی زراعت نہایت بیدردی سے برباد کیگئی، جو رومی ملگیا، وہ گرفتار ہوا اس طرح عام تاخت و تاراج کے بعد لشکر بلرم واپس آیا،

اسکے بعد ۲۴۵ھ ۸۵۹ء کے موسم گرما مین عباس نے پھر ایک فوجکشی کی، اور رومی مقبوضات کے مشہور شہرون مین پہلے قطانیہ کا رخ کیا، پھر سرقوسہ پہنچا، اس کے بعد نوطس اور پھر وہان سے اپنے مفتوحہ شہر رغوس مین داخل ہوگیا، اس یورش مین بھی ان تمام مقامات اور ان کے مضافات کو بیدردی سے غارت کیا،

اسی اثنار مین اس کو اطلاع ملی کہ باشندگان بثیرہ نے جو ۲۲۹ھ ۸۴۴ء مین مطیع ہوئے تھے، علم بغاوت بلند کر دیا ہے، عباس نے فوراً بثیرہ کی طرف رُخ کیا، اہل بثیرہ اسلامی لشکر دیکھ کر قلعہ بند ہو گئے، عباس نے فصیل کے نیچے ڈیرے ڈال دئے، اہل بثیرہ نے بھی پامردی سے مقابلہ کیا، اور مسلسل پانچ مہینون تک محاصرہ کی سختیان جھیلتے رہے، لیکن بالآخر مقابلہ سے عاجز آگئے، اور حلف اطاعت لیکر شہر حوالہ کرنے پر تیار ہو گئے، عباس نے اہل بثیرہ سے بروایت ابن اثیر ۵ ہزار اور بروایت ابن عذاری ۷ ہزار آدمی بطور تاوان جنگ طلب کئے، باشندون نے شرط قبول کر لی، اور شہر اسلامی مقبوضات مین داخل ہوگیا، اس کے بعد ایک دوسرے غیر معروف مقام سہرینہ پہنچا، اور وہ بھی مفتوح ہوا،

پھر ۲۴۶ھ ۸۶۰ء مین اس نے دوسری پیشقدمی کی، اور مختلف اطراف مین فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے روانہ کر دئے، جنھون نے رومی مقبوضات کو تہ و بالا کیا، اور کثیر مال غنیمت کے ساتھ فوج واپس آئی،

پھر دوسرے سال ۲۴۱ھ ۸۵۵ء مین دوبارہ اوٹھا، اور کھیتون کو پامال کیا، فوجی دستون نے اندرون ملک مین غارت گری کی، اور خود عباس کسی دشوار گذار پہاڑی مین مقیم رہ کر روزانہ قصریانہ کے گرد حملہ آور ہوتا، اور آبادی کو تباہ و برباد کرتا،

علاوہ ازین انھی دنون صقلیہ کا اسلامی بیڑا علی بن فضل کی قیادت مین بحری جنگ مین مصروف رہا، یہ بیڑا بھی اپنے مقصد مین کامیاب رہا، اور بکثرت مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے[۱]،

والی افریقیہ ابوالعباس کی وفات

فوجکشیون اور فتوحات کا یہ سلسلہ جاری تھا، کہ والی افریقیہ ابوالعباس محمد بن اغلب نے یوم دوشنبہ ۱۰ محرم الحرام ۲۴۲ھ ۸۵۶ء کو وفات پائی، اس نے افریقیہ پر پندرہ سال آٹھ مہینے دس دن حکومت کی، یہ جنگی قوتون کا دلدادہ تھا، جس کی وجہ سے صقلیہ مین بھی اس کے عہد مین فوجی پیشقدمیان بکثرت جاری رہین،

ابوالعباس محمد بن اغلب کے بعد اس کا لڑکا ابوابراہیم احمد اس کا جانشین ہوا،

ابوابراہیم احمد بن محمد والی افریقیہ

۲۴۲ھ – ۲۴۹ھ
۸۵۶ء – ۸۶۳ء

عباس بن فضل کی عہدۂ ولایت پر برقراری

ابوابراہیم احمد ۲۰ سال کی عمر مین تخت حکومت پر بیٹھا، اس نے صقلیہ کی ولایت پر عباس بن فضل کو بدستور برقرار رکھا، اور عباس نے اپنی پیشقدمی کا سلسلہ جاری رکھا،

فوجکشی اور قصر جدید و حصن شفلودی وغیرہ کی فتوحات

چنانچہ ۲۴۲ھ ۸۵۶ء مین بلرم سے ایک فوج لیکر رومی مقبوضات کی طرف روانہ ہوا، اور لوٹ مار کرتا ہوا بہت سے قلعون پر پہنچا، جن مین سے اکثر مفتوح ہوگئے، اور

---

[۱] ابن اثیر ج ۷ ص ۴۰ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۰۔ [۲] ابن اثیر ج ۷ ص ۷۰ و البیان المغرب ترجمہ اردو، ص ۱۵۱،

بعض نے مختلف شرائط پر صلح کرلی، اس کے بعد بلرم لوٹ آیا،

پھر ۲۲۷ھ میں اسی طرح قصریانہ پہنچا، اس مرتبہ رومی گورنر خلافِ معمول شہر سے باہر نکل کر صف آرا ہوا، جنگ شروع ہوئی، بہت سے رومی کام آئے، اور پسپا ہو کر شہر میں داخل ہو گئے،

عباس قصریانہ میں رومیون کے قلعہ بند ہوجانے کے بعد حسب معمول رومی مقبوضات میں نکل گیا اور اس سلسلہ میں سرقوسہ اور طبرمین کے نواح میں تاخت کی، فصلیں تیار تھیں جسقدر لوٹ سکا لوٹ لیا، اور جو کھیت باقی رہ گئے، اون میں آگ لگادی،

اسکے بعد ایک مقام قصر حدید پہنچا، یہان رومیون کی بہت بڑی آبادی موجود تھی، جو عباس کے پہنچتے ہی قلعہ بند ہوگئی، عباس نے محاصرہ کرلیا، اہل قلعہ دو مہینے میں عاجز آگئے، اور ۱۵ ہزار دینار دیکر صلح کرنی چاہی، لیکن عباس نے اسکو مسترد کردیا، پھر کچھ دنون محاصرہ کا سلسلہ جاری رہا، اہل قلعہ بھی جرأت سے محاصرہ کی سختیان برداشت کرتے رہے، آخر تاب مقاومت باقی نہین رہی، اور رومیون کو اندیشہ ہوا کہ اگر قلعہ میں اسلامی لشکر اپنے زور بازو سے داخل ہوا تو ایک سپاہی بھی زندہ نہ چھوڑا جائیگا، اسلئے انھون نے صلح کی دوبارہ درخواست پیش کی کہ محصورین میں سے دو سو آدمیون کی جان بخشی کیجائے، ان کے علاوہ پورا قلعہ اپنے تمام محافظ سپاہیون کے ساتھ پیش ہے،

عباس نے یہ شرط منظور کرلی، اور اسلامی لشکر قلعہ مین داخل ہوگیا، اور دو سو منتخب رومیون کو مستثنیٰ کرکے قلعہ مع محافظ فوج کے مسلمانون کے قبضہ مین آگیا، اسکے بعد عباس نے قلعہ کو مسمار کردیا، اور قیدیون کو بلرم لے آیا، اور یہین وہ فروخت کئے گئے،[1]

اس کے بعد حصن شفلودی پہنچا، یہان اہل قلعہ سے اس شرط پر صلح ہوئی، کہ تمام باشندے قلعہ سے نکل جائین گے، اور وہ قلعہ منہدم کردیا جائے گا، چنانچہ عباس نے قلعہ کے خالی ہونے کے بعد

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۴۴، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۱

اس کو بھی مسمار کر دیا،

پھر اس کے دوسرے سال ۲۴۵ھ مین عباس نے حسب معمول نئی فوجکشی کی، اور قصریانہ اور سرقوسہ کے نواح مین غارت گری کی، اسی کے ساتھ اسکو بحر روم مین ایک رومی بیڑے کے منڈلانے کی اطلاع ملی، چنانچہ علی بن فضل امیر البحر کی سرکردگی مین ایک بحری مہم بھی انجام پائی، اسلامی بیڑے نے رومی بیڑے کا تعاقب کیا، رومیون کا یہ بیڑا چالیس[4] جہازون پر مشتمل تھا، اور اس کا امیر البحر جزیرہ اقریطس کا کوئی رومی سردار تھا، دونون مین گھمسان کی جنگ ہوئی، اسلامی بیڑا فتحیاب ہوا، اور رومیون کے دس جہاز مع رومی سوارون کے گرفتار کر لئے گئے[1]

فتح قصریانہ | عام فوجکشی کا یہی سلسلہ جاری تھا، کہ اسی سال ۲۴۴ھ ۸۵۹ء کے موسم سرما مین ایک اسلامی دستہ قصریانہ گیا، اور ایک اتفاقی واقعہ سے قصریانہ کی ناقابل تسخیر مہم سرانجام پائی،

یہ دستہ قصریانہ کے مضافات مین لوٹ مار کر واپس آ رہا تھا کہ راستہ مین چند رومی مل گئے، اور انھین گرفتار کر لیا، اور ان کے قتل کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ یہ قیدی مقتل مین باری باری لائے جاتے، اور قتل کئے جاتے، ان گرفتاران بلا مین قصریانہ کا ایک معزز باشندہ بھی تھا، جب اوس کے قتل کی باری آئی، اور سر مقتل لایا گیا، تو اوس نے چلا کر کہا مجھے قتل نہ کرو، مین تم لوگون کو ایک مفید مشورہ دون گا، سپاہیون نے اس راز کو معلوم کرنا چاہا، لیکن ناکام رہے، آخر اسکو عباس کے پاس لے آئے،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۴، ونہایۃ الارب نویری در اماری ص ۴۴۲، وابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰، ابن عذاری نے اس بحری حملہ کو دوسرے رنگ مین لکھا ہے اسکے بیان کے مطابق علی بن فضل جزیرۂ اقریطس پر حملہ آور ہوا، اور ناکام ہو کر ۲۰ جہاز ضائع کر دئے، ہوسکتا تھا کہ یہ کوئی جداگانہ واقعہ اسی سال پیش آیا ہو، لیکن اقریطس سنہ ۲۱۲ سے ۳۵۰ تک دولت عباسیہ کا ایک مقبوضہ جزیرہ رہا ہے، رومیون نے ۳۵۰ مین ۹ مہینے کے محاصرہ کے بعد اسکو زیر کیا ہے (دیکھو معجم البلدان ج ۱ ص ۳۱۱ طبری ج ۱۱ ص ۱۰۹۲ وابن اثیر ج ۷ ص ۲۸۲) اسلئے اس عہد مین وہ ممالک محروسہ اسلامیہ مین داخل تھا، اس پر حملہ آوری کے کیا معنی ہو سکتے ہین!

عباس سے اوس نے کہا "اگر جان و مال اور اہل و عیال کی جان بخشی ہو تو ایک مفید مشورہ پیش کروں"، پوچھا گیا وہ کیا؟ کہنے لگا "مین قصریانہ پر قبضہ کرا دونگا، آج کل موسم سرما ہے، برف باری شدت سے ہو رہی ہے، اسوقت یہان کے لوگ اسلامی حملہ کے خطرہ سے مطمئن ہو کر بالکل غیر مسلح ہین، اگر تھوڑی سی فوج میرے ہمراہ کر دیجائے، تو اس کو شہر مین پہنچا دون"۔

قصریانہ کے قدرتی جغرافی حدود اور اس کی ناقابل تسخیر فصیل سد سکندری سے کم نہ تھی، عباس نے اس معزز رومی کا بیان سنتے ہی اس کی جان بخشی کی، اور اس کو ایک محافظ دستہ کے سپرد کیا، اور خود فوجکشی کی تیاری مین مصروف ہو گیا، اور مجاہدین مین سے ۲ ہزار سپاہی اور ایک دوسری روایت کے رو سے ایک ہزار سات سو سپاہی منتخب کئے، جنمین ایک ہزار سوار اور سات سو پیدل تھے، اور ہر دس سپاہی پر ایک افسر مقرر کیا، اور اسی ترتیب سے اس لشکر کو اپنی سرکردگی مین لیکر روانہ ہو گیا، لیکن فوج کے کسی سپاہی کو اس کی خبر نہین کہ یہ سفر کس قصد سے ہے، اور اس کوچ کی آخری منزل کہان ہے، اور خصوصًا فوج کو زیادہ حیرت اس لئے تھی کہ اس وقت موسلا دھار پانی برس رہا تھا، اور اور نہایت شدت سے پالا بھی پڑ رہا تھا، لیکن منتخب لشکر نہایت تیزی سے کوچ کرتا رہا، آخر سفر کی ایک منزل پہنچی، عباس نے یہان پہنچکر قیام کیا، یہان رات اچھی طرح سے آچکی تھی، یہان پہنچکر اس نے ان بہادرون مین سے بھی چند نہایت کارآزمودہ شجاع منتخب کئے، اور ان کو صقلیہ کے سپہ سالار رباح بن یعقوب کے زیر علم دیا، اور رباح اسی رومی کو دلیل راہ بناکے اصل مہم پر روانہ ہو گیا،

رباح نے سب سے پہلے اس رومی کی نگرانی کا مکمل انتظام کیا، پھر اسی کی رہنمائی مین آگے بڑھا، قصریانہ جیسے جیسے قریب آتا گیا، یہ مختصر دستہ بھی آہستہ آہستہ بالکل ہلکے ہلکے قدم اوٹھاتے ہوئے قصریانہ کی پہاڑی کے دامن مین پہنچ گیا،

اب رومی سردار کی رہبری کا وقت آیا، اس نے پہاڑی کے ایک حصّہ کی طرف اشارہ کرکے اس پر چڑھنے کی ہدایت کی، پہاڑی کا وہ حصّہ نہایت دشوار گذار تھا چٹانین بالکل سیدھی سپاٹ اور کھڑی تھین، رباح نے سیڑھیون کا انتظام کیا اور پوری جمعیت اوپر پہنچ گئی، اوپر کچھ ناہموار چٹانین تھین وہ راستہ آسانی سے طے ہوا، اور پھر اوسی طریقہ سے سیڑھیون کے ذریعہ سے پہاڑی کے دوسری جانب اوتر پڑے، اور تقریبًا صبح کاذب کے وقت داخلی شہرپناہ کے نیچے پہنچ گئے، یہ دشوار گذار راستہ اس قدر سکون سے طے ہوا، کہ شہرپناہ کی محافظ فوج کی خوشگوار نیند مین کوئی خلل نہین پڑا، اور مجاہدین ان کو اسی حال مین چھوڑکر آگے گذر گئے،

اس کے بعد داخلی شہرپناہ کے مرحلہ کو طے کرنا تھا، رومی سردار نے ایک نالہ دکھایا جس سے شہر بھر کی غلاظت بہ کر باہر نکلتی تھی، مجاہدین کے لئے یہ نہایت کٹھن منزل تھی، رباح جرات سے خود آگے بڑھا، اور دفعةً پو پھٹتے ہی پوری اسلامی جمعیت صبح صادق کے وقت شہر کے اندر پہنچ گئی، سارا شہر غافل سورہا تھا مسلمانون نے پہنچتے ہی نعرۂ تکبیر مارا، اور تلوارین علم کرلین، اور بڑھ کر شہر کے دروازون کے محافظ سپاہیون کو موت کے گھاٹ اوتارا، اور دروازے کھول دئے، اودھر عباس سارے لشکر کے ساتھ باہر کھڑا انتظار مین تھا، دروازہ کھلتے ہی سب اندر گھس پڑے، اور کشت وخون کا بازار گرم ہوگیا، اور اس کے ختم ہونے کے بعد قصریانہ کی کنجی عباس کے ہاتھ مین آگئی، یہ واقعہ یوم پنجشنبہ ۱۵ شوال ۲۴۴ھ مین پیش آیا، جسوقت لڑائی ختم ہوئی، صبح کی نماز دوگانہ کا وقت باقی تھا جوش وخروش سے اذان پکاری گئی، اور مجاہدین عجز ونیاز سے بارگاہ ایزدی مین حاضر ہوکر اسی نماز دوگانہ کیساتھ سجدۂ شکر بجالائے جو سرزمین قصریانہ پر خدائے واحد کا سب سے پہلا سجدہ تھا،

مقتولین اور اسیران جنگ

قصریانہ حکومت بیزنطی کا پایۂ تخت تھا، اور اسی پایۂ تخت مین صقلیہ کے چیدہ معززین بطارقہ، امرا رؤسا، اور بیزنطی شہزادے موجود تھے، جو قصریانہ کی اس آخری معرکہ آرائی

مین سرفروشانہ میدان مین آئے اور مسلمانون کے آب شمشیر سے سیراب ہوئے،

ان مقتولین کے علاوہ بہت سے معززین روم گرفتار کئے گئے جنمین ایسے نوعمر شہزادے شاہزادیان بھی تھین جنکو سلطنت روما کے شاہی خاندان سے نسلی تعلق تھا، اور جنھون نے روما کی بہترین گہوارہ تہذیب مین ناز و نعم سے پرورش پائی تھی، جس وقت وہ اسلامی لشکر مین گرفتار ہوکر آئی ہین، نہایت پرتکلف لباس اور قیمتی زیورون سے آراستہ تھین،

مال غنیمت

اسی کے ساتھ پورے جزیرہ صقلیہ مین قصریانہ ایک ناقابل تسخیر شہر شمار کیا جاتا تھا، اسلئے یہ رومیون کا ایک محفوظ خزانہ بھی تھا، تمام رومی و بیزنطی عمائدین، بطارقہ، رؤسا، اور امرا اسی محفوظ قلعہ مین اپنے تمام زر و جواہر کے انبار کے ساتھ قلعہ بند تھے، اور چونکہ مسلمانون کی آمد بالکل ناگہانی تھی اس لئے یہ لوگ اپنی دولت و ثروت کہین منتقل نہ کر سکے، اور یہ تمام انبار مسلمانون کے ہاتھ آیا جس کے متعلق عرب مورخین کا یہ آخری فقرہ ہے کہ "اسکی فراوانی کی کوئی حد و نہایت ہی نہین تھی"، اور اسی پر مسٹر ارسکاٹ بادیدۂ پرنم لکھتے ہین:-

"شہر کی فصیل کو محفوظ دیکھ کر تمام مسیحی عمائد و رؤسا جزیرہ صقلیہ کی باقی دولت لے کر جمع ہوگئے تھے، پادریون کا وہ جمع جتھا، جو صدیون سے اونھون نے اپنے معتقدون کو ڈرا دھمکا کر وصول کیا تھا، یا خود معتقدین سے نذرین لیکر جوڑا تھا، اس شہر کو محفوظ سمجھکر یہان لاکر رکھا تھا، تمام دکمال فاتحین کے ہاتھ آگیا، مال غنیمت کی قیمت کا کوئی اندازہ نہین لگ سکتا، صقلیہ بھر مین کوئی نجیب و شریف خاندان ایسا باقی نہ تھا جو اپنے کسی عزیز و دوست کی گرفتاری یا موت سے سوگوار نہ ہوا ہو، ان امرا کے بچے جن کا سلسلۂ نسب اراکین سلطنت روم تک پہنچتا تھا، نہایت بیرحمی سے یا تو قید خانون مین پہنچا دئے گئے تھے، یا کسی مسلمان فوجی افسر کے حرم سرا مین بار بار غلام بنکر داخل کرلئے گئے، قصریانہ کا ہاتھ سے نکل جانا وہ مصیبت تھی کہ جب سے شرنشین (مسلمانون) نے جزیرہ صقلیہ مین قدم

رکھا تھا، اتنی بڑی مصیبت کبھی نہین پڑی تھی،،

اس وافر مال غنیمت اور ان بیشمار اسیران جنگ مین سے حسب اصول پانچوان حصہ حکومت اغلبیہ افریقیہ کو بھیجا گیا، اور باقی تمام مال غنیمت اور اسیران جنگ حکومت صقلیہ کے قبضہ مین آئے، حکومت صقلیہ نے اوس کو کچھ مجاہدین مین تقسیم کیا، اور کچھ حصہ صقلیہ کے خزانۂ عامرہ مین داخل ہوا، اور کچھ تحائف بطور نذر عقیدت خلیفہ عباسی المتوکل باللہ کے پاس دار الخلافت بغداد بھیجے گئے، جن مین ایسی نوجوان شاہزادیان بھی تھین، جن کے شاہانہ اعزاز واکرام عزت وتمکنت اور نسلی وخاندانی امتیازات اسی کے شایان شان تھے کہ وہ بارگاہ خلافت مین شرفیاب کیجائین[1]،

تعمیر جامع مسجد فتح قصریانہ کے بعد عباس نے یہان ایک جامع مسجد کی بنیاد ڈالی، کہاجاتا ہے، کہ مسلمانون نے قصریانہ کے گرجے کو مسجد بنالیا، لیکن ہمارے عرب مورخین اس معاملے مین خاموش ہین، یون اگر کوئی گرجا مسجد بنایا جاتا، تو سب سے پہلے وہان کے سب سے بڑے گرجے کو جامع مسجد مین منتقل کیاجاتا، لیکن عباس نے تیمناً و تبرکاً جامع مسجد کی بنیاد اس میدان مین ڈالی، جہان یوم

---

[1] اگرچہ صقلیہ کی ان فتوحات کو خلافت عباسیہ سے براہ راست کوئی خاص تعلق نہین لیکن حکومت اغلبیہ افریقیہ خلفائے عباسیہ کی باجگذار تھی، اور صقلیہ کے یہ فتوحات اسی کی سرکردگی مین انجام پاتے تھے، علاوہ ازین خلفائے عباسیہ کو تمام عالم اسلامی مین مذہبی تفوق حاصل تھا، اس لئے ان مناسبتون سے صقلیہ کو بھی خلافت عباسی سے ایک لگاؤ قائم تھا، اس لئے حکومت صقلیہ نے یہان کے دو اہم موقعون پر جو فتح صقلیہ کے یادگار مواقع ہین، فتوحات کے ہدیے دار الخلافت بغداد بھی بھیجے، جن مین پہلا ہدیہ مامون کی خدمت مین اس وقت پیش ہوا، جب اسد بن فرات نے یہان پہلی کامیابی حاصل کی اور یہ دوسرا ہدیہ اس وقت بھیجا جارہا ہے، جب حکومت بیزنطی صقلیہ کا پایہ تخت مفتوح ہوا ہے، ورنہ صقلیہ کی ان مہمون مین عملاً خلفائے عباسیہ کو کوئی دخل نہین تھا، صرف حکومت اغلبیہ افریقیہ خود مختارانہ طریقہ سے یہان کی سیاسیات کی نگران تھی، اور وہی یہان کے منافع حکومت اور مال خمس کی بھی حقدار تھی، خلفائے عباسیہ اپنے خراج کی رقم براہ راست حکومت اغلبیہ سے وصول کرتے تھے،

فتح مین صبح کی نماز ادا کی گئی تھی، مسلمان وہان پنجشنبہ کو پہنچے تھے، اس کے دوسرے ہی دن ۱۷ر شوال یوم جمعہ تھا، چنانچہ اسی میدان مین مصلائے امام کے نزدیک منبر بنا کر خطیب نے خطبہ دیا اور پھر اسی مصلے پر کھڑے ہو کر نماز جمعہ ادا کی گئی، اور اسی مقام پر اس وقت تک جامع مسجد قائم رہی جبتک کہ قصریانہ پر اسلامی پرچم لہراتا رہا[۱]،

حکومت بیزنطی کا انتقامی حملہ اور ناکامی

حکومت بیزنطی قسطنطنیہ اگرچہ ابتک صقلیہ مین اسلام کی روز افزون طاقت کا اپنی بساط کے مطابق مقابلہ کر رہی تھی، اور صقلیہ کے رومیون کو بوقت ضرورت قسطنطنیہ سے برابر کمک آتی رہی، لیکن قصریانہ کے نکل جانے سے قسطنطنیہ مین عام تہلکہ مچگیا، اور اس کا انتقام لینے کیلئے تین ۳۰۰ سو جہازون کا ایک عظیم الشان بیڑا ساحل باسفورس سے صقلیہ روانہ ہوا اور سرقوسہ کے ساحل پر آکر لنگر انداز ہوا، جو قصریانہ کے مفتوح ہونیکے بعد پھر صقلیہ کی حکومت بیزنطی کا دار الحکومت قرار پایا تھا،

ادھر عباس جو قصریانہ کے ابتدائی انتظامات مین مصروف تھا، خبر لگتے ہی روانہ ہوا، بیزنطی لشکر ساحل پر ابھی اتر رہی تھا، کہ عباس نے وہین سرقوسہ کے میدان مین اس کا راستہ روک لیا اور لڑائی شروع ہو گئی، جنگ کا خاتمہ رومیون کی ہزیمت پر ہوا، بہت سے رومی قتل ہوئے، جو بچ رہے بدحواس ہو کر فرار ہوئے، عباس نے تعاقب کیا، اور فوج کا کثیر حصہ کاٹ کے میدان مین ڈال دیا، رومی جان بچا کر جہاز پر سوار ہوئے، عباس نے جہازون کا تعاقب کیا اور سو جہاز گرفتار کر لئے، اس طرح رومیون کا یہ پورا بیڑا تہ و بالا ہو گیا، مجاہدین مین سے تو صرف تین آدمی بیزنطی تیراندازون کا نشانہ بنے، لیکن رومی فوج کے دستے کے دستے تباہ ہو گئے، اور جو باقی بچے بے نیل مرام قسطنطنیہ لوٹ گئے،

---

[۱] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۴، ۲۰، ۴۲، اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ ص ۲۷۴، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲، نہایۃ الارب نویری درامار ی حوادث ۲۴۴ھ ص ۴۳۲، کتاب المونس ص ۴۹، اخبار الاندلس ج ۲ ص ۲۹،

حکومت اسلامی کی مدافعانہ تیاریان

جب عباس نے حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا یہ جذبہ انتقام دیکھا تو مدافعانہ تیاریان بھی شروع کر دین، سب سے پہلے قصریانہ کی جو نو مفتوح شہر تھا، فوجی طاقت مستحکم کی، اور شہر پناہ کے نیچے جا بجا مضبوط محافظ دستے متعین کر دئے کہ ہمہ وقت تیار رہین،

فوجکشی

شہر کی حفاظت کے بعد پھر بقیہ رومی مقبوضات کی طرف از سر نو توجہ کی، اور عام پیشقدمی کا سلسلہ جاری کرنا چاہا، چنانچہ ۲۴۶ھ سے پھر یہ سلسلہ شروع ہوا، اور اس سال چند قلعے شطر، ابلا، طفو، بلوط، اور قلعہ عبدالمومن وغیرہ قبضہ مین آئے،

اگرچہ ان مین سے بعض قلعے اسلامی اقتدار مین پہلے داخل ہو چکے تھے، لیکن موقع پا کر سرکشی اختیار کر لی تھی، چنانچہ عباس ان مین سے جہان پہنچا، رومیون نے مقابلہ کیا، اور سب بزور شمشیر مفتوح ہوئے،

ایک اور بیزنطی بیڑا

فوجکشی کا یہ سلسلہ جاری تھا، اور اسلامی لشکر قلعہ عبدالمومن مین مصروف کار تھا، کہ عباس کو ایک دوسرے بیزنطی لشکر کی آمد کی اطلاع ملی، یہ بیزنطی لشکر بھی قسطنطنیہ سے آیا تھا، اور اپنی پہلی ہزیمت کا انتقام لینا چاہتا تھا، اور اسی لئے یہ لشکر بھی قسطنطنیہ سے بڑے ساز و سامان سے روانہ ہوا اور عام معززین روم نے اپنے باہمی اندرونی اختلافات کو مٹا کر مجموعی حیثیت سے اس مین شرکت کی تھی، عباس نے پھر بڑھکر راستہ روکا، اور مقام جفلودی پر دونون فوجون کا مقابلہ ہوا، یہ جنگ پہلے سے زیادہ سخت تھی، اس مرتبہ رومیون نے بھی داد شجاعت دی، اور بڑی پامردی سے لڑے، لیکن نوجوانان عرب کے بڑھتے ہوئے حوصلون کا مقابلہ نہ کر سکے، اور اگرچہ دونون مین اس قدر کشت و خون ہوا کہ ساری سرزمین جفلودی لالہ زار بن گئی، لیکن بالآخر اس جنگ کا خاتمہ بھی رومیون کی ہزیمت پر ہوا، اور پسپا ہو کر دارالحکومت سرقوسہ مین پناہ گزین ہو گئے، اور ادھر عباس اپنی فوج لیکر قصریانہ لوٹ آیا،

قصریانہ کا دوبارہ استحکام اگرچہ تازہ دم بیزنطی لشکر کو نہایت ذلت آمیز شکست ہوئی تھی، لیکن اس کا جسقدر حصہ بچ رہا تھا، اور رومیوں کی جسقدر فوج صقلیہ میں موجود تھی، عباس کو ان سے قصریانہ کے حملہ کا اندیشہ ہوا، اس لئے یہاں پہنچتے ہی نئے سرے سے فوجی استحکامات کی دیکھ بھال کی اور جو جو غیر محفوظ مقام سمجھے جا سکتے تھے، نہایت عجلت سے ان کی از سر نو تعمیر کی، اسکے علاوہ اور خاص خاص مقامات کی قلعہ بندی کی، اور جا بجا فوج متعین کی جو پورے شہر کی حفاظت کیلئے کافی ہو سکتی تھی،

عباس کا آخری سفر اس کے بعد ۲۴۷ھ ۸۶۱ء میں عباس بیزنطی لشکر سے نبرد آزمائی کیلئے سرقوسہ روانہ ہوا، نواح سرقوسہ میں کچھ مال غنیمت حاصل کیا، پھر غیران قرقنہ کو تاخت و تاراج کرنے چلا، لیکن قسمت راہ ہی میں سفر آخرت پیش آگیا، اور صرف تین دن کی علالت میں ۳ جمادی الآخری ۲۴۷ھ ۸۶۱ء یوم جمعہ کو اس اولوالعزم والی نے آنکھیں بند کرلیں مسلمانوں نے نماز جنازہ پڑھ کر وہیں پر سپرد خاک کر دیا، اور پھر اسلامی لشکر وہاں سے بلرم واپس چلا آیا،

عباس کا دور حکومت عباس نے گیارہ سال فرمانروائی کی وہ خود ایک فوجی جنرل تھا، اس لئے اس کے عہد حکومت کی نمایاں خصوصیت بھی فوجی پیشقدمیاں رہیں، اس کا دستور تھا کہ تقریباً ہر سال گرمی اور سردی کے دونوں موسموں میں دو مرتبہ پیشقدمیاں کرتا، صقلیہ ایک زرعی ملک تھا، اسلئے یہ دونوں موقع ایسے ہوتے تھے کہ سال کی دو فصلیں کھیتوں میں تیار رہتیں اور یہ اپنی فوجکشی سے رومی علاقہ کی تمام زراعت حاصل کرلیتا، اور جو غلے کھیتوں میں باقی رہ جاتے انھیں برباد کر دیتا، اور اسکی اسی حکمت عملی کے باعث صقلیہ کے رومی مقبوضات کے باشندے اس سے تھرا اوٹھے تھے، اور اسی لئے ہر موقع پر اسکو نمایاں کامیابیاں بھی حاصل ہوتی گئیں اگرچہ یہ افسوسناک امر ہے کہ اسکی سخت گیر حکمت عملی میں غارتگری آتش زدگی اور قتل اساری سب داخل تھے،

عباس کی لاش سے رومیوں کا بزدلانہ انتقام

اور اس کی اسی سخت گیری کا نتیجہ تھا کہ صقلیہ کے رومیوں کو اس سے شدید بغض و عناد پیدا ہو گیا تھا، اور جب وہ اس کی زندگی میں اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو اس کی موت کے بعد اس کے جسد بے روح سے انتقام لینا چاہا، اور ایسی بزدلانہ حرکت کا ثبوت پیش کیا، کہ یورپ کے اہل قلم بھی رومی تہذیب کے اس مظہر پر سرنگوں ہیں،

چنانچہ عباس کے دفن سے اسلامی لشکر کی مراجعت کے بعد ان مہذب رومیوں کی ایک جماعت پہنچی، اور قبر سے اس کی لاش نکالی اور آگ میں جلا کر خاکستر کر دیا،[1]

جانشین مسلمانان صقلیہ نے عباس کی وفات کے بعد اس کے چچا احمد بن یعقوب کو عارضی طور پر اپنا امیر منتخب کر لیا، اور اس کی اطلاع دربار افریقیہ کو دیدی،

احمد بن یعقوب والی صقلیہ (۴)

۲۴۷ھ
۸۶۱ء

ابو ابراہیم احمد بن محمد بن اغلب فرمانروائے افریقیہ نے مسلمانان صقلیہ کی خواہش کے مطابق احمد بن یعقوب کو عہدۂ ولایت پر نامزد کر دیا، اور فرمان ولایت لکھ کر بھیجدیا، احمد بن یعقوب اگرچہ باشندگان صقلیہ کے انتخاب اور دربار قیروان کے فرمان تقرر سے عہدۂ ولایت پر سرفراز ہوا تھا لیکن

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۴۲، ۴۳، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲ نہایۃ الارب حوادث ۲۴۷ھ درا ماری ص ۳۴۴ و اخبار الاندلس و کتاب المونس وغیرہ عباس کی تاریخ وفات میں ان مورخین کا متفقہ بیان ہے، لیکن بعض مورخین کے بیانات ان سے مختلف ہیں، جنھیں ہم نے نظر انداز کر دیا، کیونکہ ان میں جزوی اختلافات ہیں، مثلاً ابن عذاری نے ماہ جمادی الاولی لکھا ہے اسی طرح حسین بن محمد بن دادران کی تاریخ تونس میں سنہ وفات سنہ اربعین و مائتین ۲۴۰ھ ہے، مگر یہ غالباً کتابت کی غلطی ہے، اور لفظ "سبع" چھوٹ گیا ہے، کیونکہ اس نے اپنی کتاب میں یہ واقعات حوادث ۲۴۲ھ میں درج کئے ہیں جنھیں ۲۴۲ھ سے ۲۵۸ھ تک کے واقعات ہیں [2] البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۵۲ نہایۃ الارب حوادث ۲۴۷ھ درا ماری ص ۳۴۴

اس کی اور مرحوم والی عباس کے لڑکے عبداللہ کی باہمی چشمک سے اس کو اس خدمت سے مجبوراً عبداللہ بن عباس کے حق میں بہت جلد سبکدوش ہو جانا پڑا، چنانچہ اوس کو عثمان امارت سپرد کر کے واقعہ کی اطلاع افریقیہ بھیج دی،

عبداللہ بن عباس قائم مقام والی

عبداللہ بن عباس نے اپنے اس قائم مقامی کے زمانے میں فوجی پیشقدمیوں کا سلسلہ شروع کرنا چاہا، اور امارت لشکر پر رباح کو بدستور باقی رکھا،

فوجکشی اور فتوحات

چنانچہ اسی کی سرکردگی میں فوجیں روانہ ہوئیں، اور اکثر مقامات پہ کامیاب ہوئیں اور ان مہموں میں کثیر تعداد میں مال غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے، لیکن اسی سلسلہ میں کسی مقام پر یہ واقعہ پیش آیا، کہ رباح اپنی فوج کے ساتھ رومیوں سے برسرپیکار تھا، کہ اسلامی لشکر کے قدم اوکھڑ گئے، اور اس کا ایک دستہ رومیوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا، اور پھر رومیوں نے ایسی یورش کی کہ رباح کا علم اور فوجی طبل چھن گئے اور خود پسپا ہونے پر مجبور ہوا،

اس کے بعد ایک شہر جبل ابی مالک پر حملہ آور ہوا، اور یہ حملہ کامیاب ہوا، اور شہر اسلامی قبضہ میں آگیا، ابھی اس کو اپنی پچھلی شکست بھولی نہ تھی، جوش انتقام میں شہر کے تمام باشندوں کو گرفتار کر لیا، اور پورا شہر جلا کر خاکستر کر دیا،

اس کے بعد مختلف اطراف میں فوجیں روانہ ہوئیں، اور بعض مقامات قبضہ میں آئے، جن میں سے قلعہ ارتسین اور قلعہ مشارعہ کے نام تاریخوں میں ملتے ہیں،

عبداللہ بن عباس کی قائم مقامی کا خاتمہ اور اسکے اسباب

عبداللہ بن عباس کو عنان حکومت ہاتھ میں لئے ہوئے پانچ مہینے گذرے تھے کہ اس کی قائم مقامی کا زمانہ ختم ہو گیا، اس نے اپنے مختصر دور حکومت میں صقلیہ میں جو خدمات انجام دیے تھے، اس کے لحاظ سے یہ ممکن تھا کہ فرمانروائے افریقیہ مسلمانان صقلیہ کی خواہش کا لحاظ کر کے عبداللہ بن عباس کو مستقل والی بنا دیتا، لیکن احمد بن یعقوب دربار قیروان

کا نامزد والی تھا، عبداللہ بن عباس نے اوس کو عملاً معزول کر کے عنانِ حکومت ہاتھ میں لی تھی، اس لئے والیِ افریقہ نے عبداللہ کے مستقل تقرر کو منظور نہیں کیا، اور شاہی خاندان اغلبیہ کے ایک دوسرے آزمودہ کار ممتاز رکن خفاجہ بن سفیان کو صقلیہ کی ولایت پر روانہ کیا[1]

خفاجہ بن سفیان والیِ صقلیہ(۵)

۲۴۸ھ ۸۶۲ء تا ۲۵۵ھ ۸۶۸ء

خفاجہ شاہی خاندان اغلبیہ کا ممتاز رکن تھا، اس کا سلسلہ نسب یوں ہے، ابن سفیان بن سوادہ بن سفیان، یہ سفیان اغلب کا بھائی تھا، چنانچہ خفاجہ کا سلسلہ نسب سفیان سے پھر یوں چلتا ہے

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۶۸ والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۵۲ و نہایۃ الارب فی فنون الادب حوادث ۲۴۷ھ و امار ی ص ۴۷۴ احمد بن یعقوب اور عبداللہ بن عباس کے متعلق مورخین کے بیان میں اضطراب ہی، ابن اثیر، ابن خلدون، ابوالفدا، محمد بن حسین اور ابن ابی دینار کا متفقہ بیان ہے کہ عباس کی وفات کے بعد اس کے لڑکے عبداللہ کو جانشین منتخب کیا گیا، اور ابن عذاری کا بیان ہی کہ احمد بن یعقوب جانشین ہوا، اور دربار قیروان سے اسکی منظوری ہوئی، پھر نویری کا بیان ہی وہ ان دونوں اقوال کو جمع کر دیتا ہی، اور ہم نے اوسی بیان کو ابن عذاری کی تائید کے ساتھ اخذ کیا ہے، کیونکہ گو اس طرف بہ کثرت مورخین کے بیانات ہیں، لیکن اس کے ساتھ سب کے سب یہ بھی لکھتے ہیں، کہ عبداللہ نے صرف پانچ مہینے قائم مقامی کی اور پھر جمادی الاخری ۲۴۸ھ میں نئے والی خفاجہ نے آکر عبداللہ سے عنانِ حکومت لیلی، اس لئے اگر ان بیانات کو صحیح باور کیا جائے تو بھی اس مدت حکومت سے اون کے بیان کی تغلیط ہوتی ہی، اور دوسری طرف اگرچہ ابن عذاری نے عبداللہ کی قائم مقامی کا ذکر نہیں کیا ہی لیکن نویری کی تصریح سے یہ خود بخود حل ہو جاتا ہی، اور اسی بیان سے ان سب مورخین کے بتائے ہوئے مدت ولایت کی بھی تصدیق ہوتی ہی، کیونکہ عباس کی وفات کے بعد سے خفاجہ کی آمد تک کامل ایک سال کا زمانہ ہوتا ہی، اسمیں پانچ مہینے عبداللہ نے فرمانروائی کی اور بقیہ شروع کے مہینوں میں احمد کی فرمانروائی رہی، احمد کو ہم نے مستقل والی اس لئے تسلیم کیا کہ دربار قیروان سے اس کے تقرر کا فرمان صادر ہو چکا تھا، اور عبداللہ نے اسی کی قائم مقامی کی، پھر اسکے بعد نئے والی خفاجہ کا عہد حکومت شروع ہوگا،

ابن سالم بن عقال بن خفاجہ بن عبد اللہ بن عباد بن محرب بن سعید بن عقال،

یعنی خفاجہ، اغالبہ کے بنو اُخ کے خاندان سے تھا، یہ بنو اخ بھی حکومت اغلبیہ کے جان نثاروں میں تھے امیر زیادۃ اللہ کے عہد میں خفاجہ کے باپ سفیان بن سوادہ نے خانہ جنگیوں کا خاتمہ کرکے امیر زیادۃ اللہ کی حکومت قائم کی، چنانچہ ابن الآبار نے اسکی حکومت کے قیام کا سبب اسی کو قرار دیا ہے اور خفاجہ بھی ولایت صقلیہ کے تقرر سے پیشتر حکومت کی نمایاں خدمات انجام دیچکا تھا چنانچہ ابو العباس محمد بن اغلب والی افریقیہ اور اسکے بھائی کے درمیان جو خونریز جنگ برپا ہوئی تھی، اوس میں اس نے بھی اپنے بھائی احمد بن سفیان اور اپنے ابن عم یعقوب بن مضار کی معاونت کے ساتھ ابو العباس کا ساتھ دیا تھا، اور انھی کوششوں سے ابو العباس کی حکومت قائم ہوئی تھی[1]،

خفاجہ جمادی الاولی ۲۴۷ھ ۸۶۱ء میں صقلیہ پہنچا اور عنان حکومت سنبھال لی، اور سپہ سالاری کے عہدے پر اپنے لڑکے محمود کو مقرر کیا اور فوجی پیشقدمی کا سلسلہ شروع کردیا، خفاجہ کے عہد میں سب سے پہلا لشکر سرقوسہ روانہ ہوا، لشکر کی کمان محمود بن خفاجہ کے ہاتھ میں تھی، یہ لشکر سرقوسہ کے نواح میں پہنچکر حملہ آور ہوا، رومیوں نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا، لیکن ہزیمت اوٹھائی اور محمود مال غنیمت لیکر بلرم واپس آگیا[2]،

والی افریقیہ کی وفات خفاجہ کو آئے ہوئے ابھی ایک ہی سال کا زمانہ گذرا تھا، کہ والی افریقیہ ابو ابراہیم احمد بن محمد بن اغلب نے اٹھائیس ۲۸ سال کی عمر میں بماہ ذیقعدہ ۲۴۹ھ ۸۶۳ء وفات پائی، اس کی ولایت [...]ل ۱۰ مہینے اور چند دن رہا اس کے عہد حکومت میں صقلیہ کا سب سے اہم واقعہ [...] اُس کے بعد صقلیہ کی قسمت اس کے بھائی ابو محمد زیادۃ اللہ بن محمد بن اغلب [...]ئی ہے[3]،

---

[1] [...]ی درامارں ص ۲۲۸ [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۶۸ [3] ابن اثیر ج ۷ ص ۷۰،

ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی بن محمد بن اغلب والی افریقہ

۲۴۹ھ — ۲۵۰ھ / ۸۶۳ء — ۸۶۴ء

ولایت صقلیہ پر خفاجہ کی برقراری کا فرمان اور خلعت

ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی نے سریر آرائے حکومت ہوتے ہی بقول ابن عذاری سب سے پہلا کام جو کیا، وہ والی افریقہ خفاجہ کی ولایت صقلیہ پر برقراری تھی، چنانچہ اس نے خفاجہ کو اسکی ولایت کا فرمان لکھ کر بھیجا نیز اس کے ساتھ زیادہ لطف و کرم کے اظہار کیلئے اس کو خلعت فاخرہ سے بھی سرفراز کیا[1]۔

رومی مقبوضات صقلیہ کی عام حالت اور اسلامی حکومت کیطرف میلان

اسی زمانہ مین صقلیہ کے رومی و اسلامی سیاسیات مین ایک نئی فضا پیدا ہوگئی، جس سے صقلیہ کے سیاسی حالات نے ایک نیا رخ اختیار کیا، اس وقت صقلیہ مین اگرچہ رومیون کا اصل مرکز سرقوسہ تھا، اور اسی کے قرب و جوار کے چند شہرون مین بیزنطی سکہ روان تھا، لیکن صقلیہ کے اس بیزنطی علاقہ کے رومی باشندے حکومت بیزنطی سے بددل نظر آنے لگے، کیونکہ اولاً اسلامی لشکر کی پے درپے یورشن سے وہ روز بروز برباد ہوتے جاتے تھے، علاوہ ازین حکومت بیزنطی کے عمال اپنی چیرہ دستیون سے اون کو جداگانہ پریشان کر رہے تھے، پھر اس بیزنطی علاقہ کے محکوم عیسائی اپنے پہلو مین اسلامی حکومت کے عیسائیون کی مرفہ الحالی کو دیکھتے تھے، جو ان سے زیادہ بہتر حالت مین زندگی گذار رہے تھے، کیونکہ اولاً وہ اسلامی یورشون سے محفوظ تھے، اس کے علاوہ اسلامی و بیزنطی حکومت کے قوانین اور طریق حکومت مین جو نمایان فرق تھا، وہ انھین حکومت بیزنطی سے اور زیادہ بددل کر رہا تھا، کیونکہ اسلامی حکومت ایک مقرر اصول کے ماتحت عیسائیون سے خراج و جزیہ کی رقم سالانہ وصول کرلیتی، اس کے معاوضہ مین باشندون کو زرعی، صنعتی، اور تجارتی آسانیان بہم

[1] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ۵۳ و ابن اثیر ج ۷ ص ۸۲۔

پہنچاتی، دوسری طرف بیزنطی حکومت کے عمال تھے، جو خراج سے دو چند رقمیں وصول کرتے اور اون کچھ جیب بھرتے اور کچھ حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کو روانہ کرتے، یہی اسباب تھے جنکی بنا پر صقلیہ کے بیزنطی علاقہ کے عام باشندوں میں حکومت بیزنطی سے بددلی پیدا ہوئی، اور پھر قدرۃً اسلامی حکومت کی طرف میلان پیدا ہو گیا، اور مسلمانوں کی فوجی پیشقدمیوں میں اسکے اثرات ظاہر ہونے لگے[۱]،

نوطس میں بشکلہ اور فتوحات

چنانچہ جب ماہ محرم ۲۵۰ھ ۸۶۴ء میں اسلامی لشکر ایک اہم تاریخی شہر نوطس (نوٹو) پہنچا، جو سرقوسہ سے ایک مرحلہ پر واقع تھا، اور اوسکے شہر پناہ کے نیچے خیمہ زن ہوا تو شہر کے چند رومی پوشیدہ طریقہ سے اسلامی سپہ سالار کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور شہر میں داخلہ کا ایک مخفی راستہ بتا گئے، اور اسلامی لشکر اوسی راستہ سے شہر میں داخل ہو گیا، اور خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر شہر پر اسلامی پرچم لہرانے لگا، اور اس کے ساتھ کافی مال غنیمت ہاتھ آیا[۲]،

نوطس پر قبضہ کی تکمیل کے بعد اسلامی لشکر نے شکلہ کی طرف پیشقدمی کی اور اسی سال ۲۵۰ھ ۸۶۴ء میں یہاں پہنچا، اور محاصرہ کے بعد اس پر قابض ہو گیا[۳]،

والی افریقہ کی وفات اور اس کا جانشین،

صقلیہ کی فوجی کارروائی یہیں تک پہنچنے پائی تھی کہ ابو محمد زیادۃ اللہ ثانی والی افریقہ نے صرف ایک برس ۶ دن حکومت کر کے یوم شنبہ ۱۹ ذیقعدہ ۲۵۰ھ ۸۶۴ء کو وفات پائی، اسکے بعد ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن اغلب تخت حکومت پر آیا[۴]،

ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن اغلب والی افریقہ

۲۵۰ھ ۸۶۴ء — ۲۶۱ھ ۸۷۴ء

ابو عبداللہ محمد بن احمد نے سر آرائے حکومت ہونے کے بعد صقلیہ کے نظام میں کسی قسم کا کوئی

---

[۱] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۴۷، [۲] ابن اثیر ج ۷ ص ۶۹، [۳] ابن اثیر ج ۷ ص ۴۹ و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲،
[۴] ابن اثیر ج ۷ ص ۰۰، بعض مورخین نے اس کی کنیت ابو عبداللہ کے بجائے ابو الغرانیق لکھی ہے،

تغیر و تبدل نہین کیا، خفاجہ بن سفیان بدستور اپنے عہدۂ ولایت پر فائز رہا، اور اسی طرح اوسکی جنگی کارروائیان جاری رہین،

سر الیف فارس | چنانچہ ۲۵۱ھ ۸۶۵ء مین خفاجہ قصریانہ ہوتا ہوا[1] سرقوسہ پہنچا، رومی مقابلہ کیلئے نکلے، اور ایک معمولی آویزش کے بعد خفاجہ نے وہان سے کوچ کردیا، اور ایک کمین گاہ مین اپنے لڑکے محمود کی سرکردگی مین تھوڑی سی فوج چھوڑدی، محمود نے موقع پاکر رومیون پر حملہ کیا، اور دم بھر مین ان کے ایک ہزار سپاہیون کو تہ تیغ کرڈالا اسلئے یہ جنگ "سر الیف فارس" سے موسوم ہے،

فتح طبرمین | سر الیف فارس کے دوسرے سال ۲۵۲ھ ۸۶۶ء مین فوجکشی ہوئی، پہلے لشکر سرقوسہ آیا، یہان کوئی خاص مہم پیش نہین آئی، اسلئے یہان سے طبرمین کی طرف رخ کیا، جب باشندگان طبرمین کو مسلمانون کی اس فوجی نقل و حرکت کی اطلاع ملی، تو چند معززین شہر خفاجہ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور باشندگان شہر کی وفاداری کا یقین دلایا، اور شہر کو بغیر کسی خونریزی کے اسلامی مقبوضات مین داخل کرلینے کی استدعا پیش کرکے طالب امان ہوئے،

خفاجہ اس زمانہ مین رومیون کی جو عام ذہنیت تھی، اوس سے آگاہ تھا، اور اس کو ابھی نوطس مین اس کا عملی ثبوت مل چکا تھا، اس لئے اوس نے ان نمایندگان شہر پر اعتماد کیا، اور شہر کو اسلامی مقبوضات مین شمار کرکے اس کے نظم و نسق کے احکام صادر کردیے، کچھ مسلمان انھی نمایندگان شہر کے ساتھ شہر مین چلے گئے، انھی مین خفاجہ کے لڑکے وغیرہ بھی تھے، اور وہ خود کسی دوسری طرف فوج لیکر روانہ ہوگیا،[2]

---

[1] یہ واقعہ البیان المغرب مین ہے اور قصریانہ کی فوجکشی اور زراعت کی پامالی کا ذکر ہے لیکن یہ قطعاً بعید از قیاس ہے قصریانہ اس وقت اسلامی مقبوضات مین تھا، ابن عذاری نے فتح قصریانہ کا کوئی تذکرہ نہین کیا ہے اس لئے غالباً خفاجہ قصریانہ آیا ہو اور یہان سامان رسد فراہم کیا ہو، ہس کو اس نے اس رنگ مین پیش کردیا، ۲۵۱ھ کی اس مہم کا تذکرہ ابن عذاری کے علاوہ کسی دوسرے مورخ نے نہین کیا ہے، [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۹۰،

باسل مقدونی کی سیاسیات صقلیہ سے دلچسپی

اس طرف رومی مقبوضات میں حکومت اسلامی کے موافق جو فضا پیدا ہوگئی تھی اس سے وہ زمانہ روز بروز قریب آتا جاتا تھا جسمین حکومت بیزنطی صقلیہ کا چراغ ہمیشہ کیلئے گل ہو جانے والا تھا، لیکن اسی موقع پر قسطنطنیہ کی سیاسیات مین ایک اہم تغیر پیش آجانے سے یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ ایک مرتبہ پھر روشن ہوگیا، اور جدید قیصر روم باسل مقدونی (۸۶۷ء تا ۸۸۶ء) نے صقلیہ کی سیاسیات مین بیزنطی عظمت و سطوت کیلئے آخر طور پر ایک نہایت باموقع مداخلت کی۔

باسل مقدونی اور اس کی حکومتین

باسل مقدونی کی تمام زندگی اگرچہ نہایت تاریک گذری تھی لیکن خود اپنی قوت بازو سے تخت حکومت پر بیٹھا، اور نہایت مدبر فرمانروا ثابت ہوا لیکن اس کے ساتھ عیسائیت مین نہایت شدت سے غلو رکھتا تھا، اور مزید برآن مورتی پوجا کا قائل تھا، اسلئے تمام گرجون مین حضرت مسیح اور حضرت مریم کی مورتیان رکھوائین، جس سے ممالک محروسہ بیزنطی مین عام طور پر مذہبی مداخلت اور مذہب کے نام پر مظالم کا دور شروع ہوگیا، اور لوگ اس نئی افتاد سے گھبرا کر ممالک محروسہ بیزنطی سے بھاگ بھاگ کر اسلامی ممالک مین آنے لگے، جنھین مسلمانون نے خندہ جبینی سے خوش آمدید کہا، اور اسلامی ممالک مین انھین آباد کیا گیا، اور پھر رفتہ رفتہ اسلامی ممالک کے ان نوآباد عیسائیون کی اس قدر تعداد ہوگئی، کہ وہ جماعت بندی کرکے بیزنطی حکومت کے گرد و نواح مین لوٹ مار کرنے لگے[1]۔

اس واقعہ سے باسل کو خصوصیت سے تمام مسلمانون سے دشمنی پیدا ہوگئی تھی، اور اس کیلئے اپنے زیر حکومت صوبہ سسلی مین اسلامی حکومت کا قیام و بقا سخت ناقابل برداشت تھا، اس لئے اس نے اپنے مقصد زندگی، اور مشاغل حکومت مین صقلیہ کو مسلمانون کے وجود سے پاک کرنا بھی داخل کرلیا، اور ان تمام اسلامی حکومتون کا انتقام جنھون نے بیزنطی مفرورین کو اپنے اپنے ملک مین جگہ دی تھی، صقلیہ کے مسلمانون سے لینا چاہا، اور سرگرمی سے اولاً حکومت اسلامی صقلیہ کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیون اور سازشون مین

---

[1] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ بیزنٹائن ایمپائر مولفہ مسٹر اومن ص ۲۱۳۔

مصروف ہوگیا، اسلامی مقبوضات کے بیشتر حصون مین اپنے آدمی بھیجے، اور انھین بغاوت پر آمادہ کیا، جس مین اس کو نمایان کامیابی ہوئی، اور اس کی انھی کوششون سے صقلیہ مین بغاوتون اور سرکشیون کا آغاز ہوگیا،[1]

بغاوتین، اور ان کا استیصال

اور اس سلسلہ مین سب سے پہلے نومفتوح شہر طبرمین نے علم بغاوت بلند کیا، خفاجہ نے یہ خبر سنتے ہی اپنے لڑکے محمد کی سرکردگی مین فوراً ایک لشکر روانہ کیا، جس نے یہان پہنچکر بغاوت کا استیصال کیا، اور غداری و بدعہدی کی پاداش مین بہت سے باشندون کو گرفتار کرلیا، اور ۲۵۲ھ کے ختم ہونے سے پہلے اس شہر پر اسلامی پرچم دوبارہ لہرانے لگا، لیکن چند ہی دن کے بعد یہ شہر پھر ہاتھ سے جاتا رہا،

اسی طرح رغوس نے بھی سر اوٹھایا، یہان خفاجہ خود لشکر لیکر پہنچا، اور محاصرہ کرلیا، اہل شہر ایک مرتبہ مسلمانون سے مقابلہ کرنے کا مزا اوٹھا چکے تھے، چنانچہ محاصرہ کے بعد کسی قسم کا کوئی فوجی مظاہرہ ہونے سے پیشتر ہی شہر کے چند معززین خفاجہ کی خدمت مین حاضر ہوکر بغاوت سے تائب ہوئے، اور اس شرط پر امان طلب کی کہ باشندگان شہر مین سے صرف ایک شخص کو مع تمام مال ومتاع اور سامان باربرداری شہر سے جانیکی اجازت دی جائے، اور پھر پورے شہر پر قبضہ کرلیا جائے، خفاجہ نے یہ شرط منظور کرلی، اور اسلامی لشکر شہر مین داخل ہوگیا، اور شہر کی تمام دولت وثروت جائداد منقولہ وغیر منقولہ اسلامی ملکیت مین داخل کرلیگئی،

خفاجہ رغوس کی مہم سے فارغ ہوکر دوسرے باغی قلعون کی طرف متوجہ ہوا، اس سلسلہ مین سب سے پہلے قلعہ غیران پہنچا، اور یہان کامیاب ہونے کے بعد اسی علاقہ کے دوسرے سرکش قلعون کا رخ کیا، اور ہر جگہ کامیاب ہوتا گیا،

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۳۴۔۳۵،

چنانچہ پورے سرکش علاقہ کی بغاوت فرو ہوگئی، اور تمام مقامات اسلامی مقبوضات مین از سرِ نو داخل ہوئے،

خفاجہ کی علالت — اس کے بعد کچھ دنون کیلئے فوجی پیشقدمی رک گئی، کیونکہ خفاجہ اسی اثنا مین ایسا بیمار پڑا کہ صاحب فراش محمل مین سوار بلرم واپس آیا،

نو کشی — پھر ۲۵۳ھ مین اوس نے صحتیاب ہونے کے بعد فوجی پیشقدمیون کا آغاز کیا، اور حسب دستور رومی مقبوضات مین آیا، یہان سرقوسہ اور قطانیہ کے میدان مین غلہ کی فصل تیار تھی، فوج کو غلہ جمع کرنے کا حکم دیا، اور خود بلرم چلا آیا، اور لشکر اوسی علاقہ مین مال غنیمت جمع کرنے مین مصروف رہا،

بیزنطی بیڑے کی آمد اور بربادی — اسی اثنا مین باسل مقدونی نے بغاوت پیدا کرانے کی حکمت عملی کی ناکامی اور خفاجہ کی اس عام یورش کے جواب مین ایک جنگی بیڑا صقلیہ روانہ کیا، اسلامی فوج کا وہ دستہ سرقوسہ کے نواح مین موجود تھا، اس نے اس جنگی بیڑے کی آمد کی خبر خفاجہ کو پہنچائی، وہ سنتے ہی پیشبندی کیلئے ۲۰ ربیع الاول ۲۵۴ھ کو بلرم سے روانہ ہوا، اور ایک جگہ کو صدر مقام قرار دیکر قیام کرلیا، پھر اپنے لڑکے محمد کو امیر البحر بنایا، اور اس کو ایک بیڑے کے ساتھ بحری نقل و حرکت کی نگرانی پر مقرر کردیا، اور ایک دوسرا دستہ سرقوسہ روانہ کیا، جو رومیون کی عام نقل و حرکت کی نگرانی کرتا رہا،

آخر بیزنطی بیڑا ایک بطریق کی سرکردگی مین صقلیہ پہنچا، جہاز سے فوج کی کثیر تعداد ساحل پر اوتری، خفاجہ نے بڑھ کر راستہ روکا، مقابلہ نہایت سخت ہوا، جنگ کا خاتمہ رومیون کی ہزیمت پر ہوا، جو کثیر تعداد مین مقتول ہوئے، اور مسلمانون کو بیشمار خیمہ و خرگاہ ہاتھ آیا،

خفاجہ اس فتحیابی کے بعد سرقوسہ آیا، باشندگانِ سرقوسہ اپنے شاہی لشکر کے استقبال کیلئے چشم براہ تھے کہ عام ہند مسلمان سامنے نظر آئے، اسلامی لشکر کیلئے شہر کے دروازے بند تھے لیکن کھیتون

مین جو غلہ تیار تھا، مال غنیمت کے طور پر اکٹھا کر لیا گیا، اور اس کے بعد لشکر ماہ رجب ۲۵۴ھ مین بلرم واپس آیا[1]

اٹلی مین معرکہ آرائیان

اسی زمانہ مین اودھر اٹلی مین مسلمانون اور عیسائیون کی جداگانہ جنگ جاری تھی، وہان اسلامی فتوحات کو روکنے کے لیے ۲۴۲ھ ہی سے مقدس پوپ لیو چہارم کی سرکردگی مین عیسائی فوجین مسلمانون کے سامنے صف درصف کھڑی ہوگئین، چنانچہ دریائے ٹائبر سے عرب مجاہدین واپس آگئے، اور اس کے بعد لوئی ثانی کی سرکردگی مین صوبہ اپولیا مین مسلمانون اور عیسائیون کی مسلسل معرکہ آرائیان جاری رہین، جن کا سلسلہ ۲۵۶ھ تک قائم رہا[2]

چنانچہ اس سلسلہ مین خفاجہ نے ۲۵۳ھ مین بیزنطی بیڑے کی شکست کے چند ہی دن بعد ماہ رجب ۲۵۴ھ مین ایک عظیم الشان بیڑا اپنے لڑکے محمد کی سرکردگی مین اٹلی روانہ کیا،

محمد بن خفاجہ اٹلی کے ساحلی شہر غیطہ (GAETA) مین پہنچا۔ اور اس کا محاصرہ کر لیا، اور اپنی فوجین اسکے مضافات مین پھیلا دین، اور جب جہاز مال غنیمت سے بھر گئے، تو یہ بیڑا شہر کا محاصرہ اٹھا کر ماہ شوال ۲۵۴ھ مین بلرم واپس چلا آیا[3]

مفرج بن سالم کا قتل اور اٹلی کے اسلامی مقبوضات کا صقلیہ کے تحت ہونا

اسی اثنار مین مسلمانان اٹلی کے درمیان کچھ اختلاف رونما ہوا اور وہ باہمی کشت وخون مین ایسے مصروف ہوئے کہ اپنے اولوالعزم سردار مفرج بن سالم کو قتل کر ڈالا، اور اسکے بعد صقلیہ کی اسلامی حکومت نے اٹلی کے تمام منتشر اسلامی مقبوضات کو اپنی نگرانی مین لے لیا[4]

فوج کشی

اس کے بعد اسی ۲۵۴ھ مین اندرون جزیرہ کی مہمون مین سے طبرمین کی ایک مہم پیش آئی، یہ شہر د

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۷۹، ۸۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۲، [3] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۵، نہایۃ الارب درآماری ص ۴۳۳،
اخبار الاندلس ج ۲ ص ۳۵، [2] تاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون درآماری ص ۱۶۵، [3] تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۵، ۲۴۶، [4] ابن
اثیر ج ۷ ص ۸۲، ۸۰، ج ۶ ص ۲۷، ۲۶، ونہایۃ الارب حوادث ۲۵۴ھ، درآماری ص ۴۳۴، ۴۴۹،

مرتبہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا، اور پھر ہاتھ سے نکل گیا تھا، اس مرتبہ طبرمین کا حملہ یہان کے رومی باشندون کی تحریک سے ہوا، چنانچہ ماہ صفر ۲۵۵ھ مین طبرمین کے چند باشندے بلرم پہنچے، اور خفاجہ کو طبرمین پر فوجکشی پر آمادہ کیا، اور شہر مین پہنچا دینے کی ذمہ داری خود قبول کی، خفاجہ نے ایک لشکر محمد کی سرکردگی مین انھی رومیون کے ساتھ طبرمین روانہ کردیا،

محمد طبرمین کے قریب پہنچ کر ایک مقام پر ٹھہر گیا، اور تھوڑی سی پیدل فوج انھی رہبرون کی معیت مین روانہ کردی، چنانچہ مسلمانون کی یہ مختصر جمعیت ایک مخفی راستہ سے شہر مین پہنچ گئی، اور شہر کے دروازون اور شہر پناہ پر قابض ہوگئی، اور پھر قیدیون کی گرفتاری اور مال غنیمت کی فراہمی شروع کردی،

یہ پیدل فوج اسی طرح رومیون کو گرفتار کرتی رہی، اور اسی دارو گیر مین خاصہ وقت گذر گیا، اور ادھر سوء اتفاق سے محمد کسی وجہ سے وقت موعودہ پر طبرمین نہین پہنچ سکا، جس سے اون لوگون کی طرف سے تشویش لاحق ہوگئی، اور اس فوج مین ایسی سراسیمگی پھیل گئی، کہ گرفتاریون کا سلسلہ موقوف کرکے شہر سے باہر نکل آئی ادھر یہ فوج نکلی، اور ادھر محمد اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے دروازے پر پہنچا، لیکن یہ بعد از وقت تھا، آخر سب لوگ بے نیل مرام بلرم واپس آگئے،

اس کے بعد خفاجہ ماہ ربیع الاول ۲۵۵ھ ۸۶۸ء مین بلرم سے روانہ ہوا، فوج کے دو حصے کئے ایک بڑی فوج محمد کی سرکردگی مین دیدی، جو سرقوسہ روانہ ہوئی خود ایک مختصر جمعیت کے ساتھ کسی دوسری طرف ایک غیر معروف مقام کی جانب نکل گیا، جب محمد بن خفاجہ سرقوسہ پہنچا، تو رومیون کی ایک فوج شہر سے باہر نکل کر صف آرا ہوئی، اور دونون مین خونریز لڑائی ہوئی، اس مرتبہ رومیون کا پلہ بھاری رہا مسلمان پسپا ہونے لگے، رومیون کو مدت کے بعد انتقام کا موقع ملا تھا، نہایت بے جگری سے ٹوٹ پڑے مسلمانون کی کثیر تعداد کام آئی، اور جو بچے وہ فرار ہوکر خفاجہ کی جمعیت سے جاملے، خفاجہ پراگندہ جمعیت

یکجا کرکے جوشِ انتقام مین پھر سرقوسہ پہنچا لیکن رومیون نے شہر کے دروازے بند کر لئے، اوس نے شہر کا محاصرہ کر لیا، اور آس پاس کی تمام رومی آبادیون کو تباہ و برباد کرنا شروع کیا، اور زراعت پامال کر ڈالی، اور اس کے بعد محاصرہ اٹھا کر بلرم روانہ ہو گیا[1]

خفاجہ کا قتل لیکن خفاجہ کا یہ سفر بھی عباس بن فضل کی طرح سفرِ آخرت تھا، سفر منزل بہ منزل طے کرتا ہوا یکم رجب ۲۵۵ھ کو وادی الطین سے شب کی تاریکی ہی مین کوچ کیا کہ اچانک ایک مسلمان سپاہی اس پر ٹوٹ پڑا اور اپنے زہر آلود نیزے سے ایسی کاری ضرب لگائی کہ اوس کی روح اوسی لمحہ قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی،

قاتل کا نام خلفون بن ابی زیاد ہوازی تھا، وہ اوسی وقت فرار ہو گیا اور سرقوسہ کے رومیون کے دامن مین پناہ لی، یہ حادثہ مسلمانانِ صقلیہ کے لئے نہایت جانگداز تھا، خصوصاً اسلئے کہ خفاجہ کا قاتل ایک مسلمان سپاہی تھا،

خفاجہ کی لاش بلرم لائی گئی، کیونکہ عباس کو اثنائے راہ مین دفن کرکے تلخ تجربہ ہو چکا تھا، چنانچہ بلرم ہی مین مراسمِ تجہیز و تکفین ادا ہوئے، اور یہین پیوندِ زمین ہوا[2]

خفاجہ کا عہدِ حکومت خفاجہ کے عہدِ حکومت کی یادگار نوطس اور شکلہ وغیرہ کی فتوحات ہین، نیز اوس نے باسل مقدونی کی خفیہ بغاوت انگیزیون کا قلع قمع کیا، پھر بیزنطی لشکر کو میدانِ جنگ سے ہٹایا، نیز جنوبی اٹلی مین قوجکشیان کین، اگرچہ اوس کے فتحِ سرقوسہ کی تمنا پوری نہ ہو سکی، اور اسی مہم کے دوران مین سازش کا شکار ہو گیا،

جانشین خفاجہ کی شہادت کے بعد مسلمانانِ صقلیہ نے اس کے لڑکے محمد کو اس کا جانشین منتخب کیا،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۔ البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ) ص ۱۵۵ [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۔ ونہایۃ الارب حوادث ۲۴۷ھ درامار ی ص ۲۳۳ واعمال الاعلام ددیادگاری مضامین ج ۲ ص ۱۶۲،

اور ان حالات کی مفصل کیفیت دربارِ قیروان کو بھیج دیگئی،

محمد بن خفاجہ والی صقلیہ (۶)

۲۵۵ھ تا ۲۵۷ھ

محمد اپنے باپ کے عہدِ حکومت مین جس قدر خدمات انجام دے چکا تھا، وہ اسکی ولایتِ صقلیہ کے لئے پرزور سفارش تھے، اس لئے والیِ افریقیہ نے اس انتخاب کو بنظرِ استحسان دیکھا، اور اسکے لئے فرمان ولایت اور خلعت روانہ کیا، جو یوم شنبہ ۲۴ رمضان ۲۵۵ھ کو صقلیہ پہنچا،

فوجکشی محمد نے اپنے چچا عبداللہ بن سفیان کو امارتِ لشکر سپرد کیا، عبداللہ بن سفیان نے اسی سال سب سے پہلے سرقوسہ پر فوجکشی کی، اور اسکے نواح کو تاخت وتاراج کرکے بلرم واپس چلا آیا،

مالٹا پر کامل اسلامی اقتدار اسکے بعد ۲۵۵ھ مین مالٹا کی ایک مہم پیش آئی، جزیرۂ مالٹا ۲۹۵ء کی تقسیم کی رو سے حکومتِ بیزنطی کے ماتحت آگیا تھا، عرب اس پر اس سے پہلے دو مرتبہ حملہ آور ہوچکے تھے، آخری حملہ ۲۲۱ھ مین ابوالاغلب نے کیا تھا، مالٹا اوسی زمانہ سے حکومتِ بیزنطی کے اقتدار سے نکل کر اسلامی حکومت کی سیادت مین داخل ہوچکا تھا،

حکومتِ بیزنطی نے ۲۵۶ھ مین اس کے بازیافت کی ایک کوشش کی، اور والیِ صقلیہ محمد کو اطلاع ملی کہ رومی مالٹا کا نہایت سخت محاصرہ کئے ہوئے ہین، اوس نے یہ سنتے ہی ایک لشکر مالٹا روانہ کیا،

رومیون کا یہ محاصرہ اہلِ مالٹا کو بھی جو زیادہ تر فنیقی قوم تھے، ناگوار تھا، اسلئے انھون نے اس کا سخت مقابلہ کیا، اور بیزنطی لشکر کے تین ہزار سپاہی مارے گئے، لیکن محاصرہ جاری رہا، اس اثنا

ا؎ ابن اثیر ج ۷ ص ۷۰ و اعمال الاعلام و یادگاری مقدمین ج ۲ ص ۳۰۷، ۲۳۸، ص ۱۴۹ و ۱۵۰

مین اسلامی لشکر مالٹا پہنچا، اور وہ اس بیڑے کی خبر سنتے ہی محاصرہ سے دستبردار ہوکر وہان سے فرار ہوگئے،

اسکے بعد اسلامی لشکر یہان کے پایہ تخت مین مستقل طور پر ٹھہر گیا لیکن چونکہ خود یہان کی قدیم باشندہ فنیقی قوم مسلمانون کی طرف مائل تھی، اسلئے مسلمانون نے یہان اپنا دارالحکومت قائم کرنے کیلئے جزیرہ مالٹا کے پایہ تخت شہر مالٹا پر اپنا اقتدار رکھا، اور جزیرہ کے بقیہ حصص بدستور اپنی حالت پر قائم رہے، اور جزیرہ کا تعلق صقلیہ سے وابستہ ہوگیا،

انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار نے مالٹا مین اس طرز کے اسلامی اقتدار کو اس رنگ مین پیش کیا ہی، کہ چونکہ مسلمان جزیرہ کی حفاظت کسی بڑی فوجی طاقت سے نہین کرسکتے تھے، اس لئے انھون نے صرف اس کے پایہ تخت اوراس کے رباط و مضافات پر قبضہ کرلینے پر اکتفا کیا تھا کہ ممالک محروسہ کی حفاظت کا کام انجام پاتا رہے،

لیکن درحقیقت جب اسلامی حکومت خود باشندگان جزیرہ کی خواہش سے وہان قائم ہوئی تو پھر کسی ایسی طاقت کی چندان ضرورت نہین تھی، جو خود انھی اہل مالٹا پر مسلط رہے، البتہ ایسی طاقت کی ضرورت تھی، جو وہان کے باشندون کی امداد سے اجنبی حملہ آورون کا مقابلہ کرسکے، اس لئے جسقدر فوجی قوت، وہان قائم کیگئی، وہ کافی تھی، علاوہ ازین حکومت اسلامی صقلیہ کا ان جزائر مالٹا و قوصرہ وغیرہ پر قبضہ کرنے سے یہ مقصود بھی نہین تھا، کہ ملک گیری کی ہوس پوری کیجائے، ان پر صرف ایسی نگرانی کی ضرورت تھی کہ وہ دشمنون کے قبضہ مین جاکر اسلامی حکومت صقلیہ و افریقیہ کے خلاف اونکی فوجی چھاونی کا کام نہ دیسکین اور یہ مقصود محض انکو اپنی نگرانی مین کرلینے سے حاصل ہوگیا تھا،

چنانچہ جیسا کہ خود انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار کا بیان ہی صقلیہ کی اسلامی حکومت نے مالٹا کی حکومت کے نظم و نسق مین یہ خاص اصول مدنظر رکھا کہ حکومت کے تمام مقامی ادارے (MUNICIPAL INSTITUTION) خود یہان کے باشندون کے ہاتھ مین دیدئے، اور حکومت کے اعلی عہدون

کو یہان کے باشندون کے سپرد کیا، اور اسکی وجہ سے حکومت اور رعایا کے درمیان نہایت خوشگوار تعلقات قائم رہے،

چنانچہ جب سے مالٹا اسلامی حکومت کے زیرِ اقتدار آیا، اس وقت سے اسلامی حکومت کے زوال تک کوئی ایسی بغاوت برپا نہین ہوئی جس سے حکومت کے خلاف رعایا کی بیدلی کا اظہار ہوتا ہو، اور اسی مذکورہ بالا نظم و نسق کے ساتھ مالٹا مین اسلامی حکومت قائم ہوگئی،[۵]

محمد بن خفاجہ کا قتل صقلیہ مین عباس کی وفات کے بعد سے مسلمانون کی باہمی سازش اور ولاۃِ صقلیہ کے عزل و نصب کی جوریشہ دوانیان شروع ہوگئی تھین، اونھون نے اب خوفناک شکل اختیار کرلی تھی، چنانچہ ابھی خفاجہ کے قتل کو چند ہی دن گذرے تھے کہ مخالفینِ حکومت نے محمد بن خفاجہ کو بھی قتل کر ڈالا محمد کے قاتل خود اس کے خواجہ سرا تھے جنھون نے ۳ رجب ۲۵۷ھ کو صبح کے وقت اس کا کام تمام کیا، اور دوسرے دن اون کے فرار ہونے کے بعد یہ راز افشا ہوا، اربابِ حکومت نے ان شوریدہ سرون کی گرفتاری کے انتظامات کئے، اور پوری جماعت گرفتار ہو کر پابہ زنجیر بلرم آئی جن مین سے بعضون کی گردن مار دی گئی اور بعض جیل خانون مین ڈال دیے گئے،

جانشین مسلمانانِ صقلیہ نے قدیم طرزِ عمل کے بموجب اس موقع پر اہالیانِ صقلیہ مین سے ایک شخص محمد بن ابی الحسین کو عارضی طور پر اپنا والی مقرر کرلیا، اور واقعات کی تمام تفصیل افریقیہ بھیج دی،

رباح بن یعقوب والیِ صقلیہ[۶]

۲۵۷ھ تا ۲۵۸ھ

عباس کی وفات کے بعد احمد بن یعقوب پھر اوس کے معزول ہونے کے بعد عبداللہ نے زمام

---

[۵] ابن اثیر ج ۷ ص ۷۴ نہایۃ الارب دراماری ص ۴۲۹ آثار البلاد قزوینی ص ۲۳ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا، طبع یازدہم ج ۱۷ ص ۵۱۱،

حکومت ہاتھ مین لی تھی لیکن ابوابراہیم احمد بن محمد نے صقلیہ کی زمام حکومت اس خانوادہ سے چھین کر اغالبہ کی ایک دوسری شاخ یعنی بنی سفیان مین سے خفاجہ کے ہاتھ مین دیدی تھی، حالانکہ بنو یعقوب یعنی خانوادۂ عباس بن احمد وعبداللہ کے علاوہ رباح جیسی شخصیت بھی موجود تھی، رباح عباس کے عہد مین عہدۂ سپہ سالاری پر فائز رہا تھا، پھر اپنے بھائی اور بھتیجون کے زمانہ مین بھی اسی خدمت پر مامور رہا، لیکن بنو سفیان کے برسراقتدار آجانے سے سپہ سالاری کا علم خفاجہ کے لڑکے محمد کے ہاتھ مین چلا گیا لیکن صقلیہ مین خانوادون کی موجودہ باہمی کشمکش کو دور کرنے کے لئے موجودہ فرمانروائے افریقہ نے ایک مرتبہ پھر بنو یعقوب کے ہاتھ مین صقلیہ کی قسمت دیدینی چاہی، چنانچہ سابق سپہ سالار صقلیہ رباح بن یعقوب موجودہ قائم مقام والی صقلیہ محمد بن ابی الحسین سے زمام حکومت اپنے ہاتھ مین لیلی،

ولایت جنوبی ایطالیہ اسی کے ساتھ فرمانروائے افریقہ نے صقلیہ کی ولایت کے حاصل کرنے مین ایک جدید شاہراہ بھی اختیار کی یعنی صقلیہ اور اٹلی کی اسلامی نوآبادیون کو دو مستقل جداگانہ صوبے قرار دیا، اور رباح کو ولایت صقلیہ پر مامور کرنے کے ساتھ اوس کے بھائی عبداللہ بن یعقوب کو مقبوضات ایطالیہ کا والی بناکر اٹلی روانہ کیا، اور اب جنوبی اٹلی کے اسلامی مقبوضات حکومت صقلیہ سے الگ ایک جدید حکومت کے ماتحت آگئے،

جنوبی اٹلی پر فوج کشی لیکن اگرچہ ایطالیہ وصقلیہ مین یہ دو جداگانہ ولایتین قائم ہوگئی تھین، مگر ان دونون ممالک کے اسلامی مقبوضات مین کوئی بے تعلقی پیدا نہین ہوئی، بلکہ والی صقلیہ نے ایطالیہ کے اسلامی مقبوضات کے معاملات پر اوسی طرح اپنی توجہ مبذول رکھی، چنانچہ رباح والی صقلیہ زمام حکومت سنبھالتے ہی ایک فوج لیکر جنوبی اٹلی پہنچا، اور دونون بھائیون نے مل کر سرزمین ایطالیہ کے عیسائیون کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنا چاہا، اور ۲۵۷ھ مین ایک خونریز لڑائی پیش آئی،

رباح اور عبداللہ بن یعقوب کی وفات اور انکی جانشینی، مگر ان دونون صوبون کی یہ ولایت ان دونون بھائیون کے لئے نامسا عد

ثابت ہوئی، اور معلوم ہوتا ہے کہ دونون اپنی اپنی عمر کا چھلکتا ہوا جام ہاتھ مین لئے ہوئے اپنی اپنی ولایت مین آئے تھے، چنانچہ ابھی چند دن بھی نہین گذرے تھے کہ محرم ۲۵۵ھ/۸۶۹ء مین رباح کا پیمانۂ عمر لبریز ہوگیا، اور حکومت صقلیہ کی باگ اس کے لڑکے حسین کے ہاتھ مین آگئی،

اور پھر دوسرے ہی مہینہ یعنی ماہ صفر مین اس کے بھائی عبد اللہ بن یعقوب نے بھی سفر آخرت اختیار کیا،

ولایت جنوبی اٹلی

عبد اللہ بن یعقوب کی وفات کے بعد مقبوضات ایطالیہ کی حکومت کا نظم ونسق ابو العباس بن یعقوب بن عبد اللہ کے ہاتھ مین آیا، لیکن اسکی عمر نے بھی وفا نہ کی، اور ربیع الآخر ۲۵۶ھ/۸۷۰ء مین اس کا بھی انتقال ہوگیا، تو پھر لوگون نے اس کے بھائی کا دامن پکڑا، اور اوسی کو یہ بار گران تفویض کر دیا[1]،

شہر باری اور سلرنو کا سقوط

ادھر جنوبی اٹلی کے اسلامی مقبوضات کے نظم مین پے درپے یہ تغیرات ہو رہے تھے، اور ادھر عیسائیون کی متحدہ طاقت لیوثانی شاہ اٹلی کے زیر علم مسلمانون کے مقابلہ مین مسلسل تین سال سے میدان مین موجود تھی، چنانچہ اسی سال ۲۵۶ھ/۸۷۱ء مین شہر باری مسلمانون کے قبضہ سے نکل گیا، اور پھر چند سال گذرنے کے بعد ۲۶۰ھ/۸۷۴ء مین مشہور شہر سلرنو بھی مسلمانون کے ہاتھ سے جاتا رہا، اور اب مسلمانون کا مرکزی شہر طارنت قرار پایا[2]،

حسین بن رباح والی صقلیہ (۸)

۲۵۵ھ/۸۶۹ء — ۲۵۶ھ/۸۶۹ء

صقلیہ مین حسین بن رباح کو فرمانروائے افریقیہ نے اس کے باپ کی جگہ ولایت کے

[1] نہایۃ الارب حوادث ۲۵۶ھ دراماری ص ۴۳۳ و ۴۴۹ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۶، [2] تاریخ عرب از سیدو، لو،

مستقل عہدے پر سرفراز کر دیا، اور اسکی تصدیق افریقیہ سے صقلیہ آگئی[۱]

سر قوسہ پر ایک فوجکشی اور ہنگامی صلح

حسین بن رباح نے برسرِ حکومت ہونے کے بعد سر قوسہ پر چڑھائی کی، اور حسب دستور نواح سرقوسہ کو تاخت و تاراج کرنا چاہا، لیکن رومیون نے اس مرتبہ خلافِ معمول صلح کی درخواست کی، اور اس کے معاوضہ مین ان مسلمان قیدیون کو رہا کر دینے کا وعدہ کیا جو وقتاً فوقتاً رومیون کے ہاتھون مین گرفتار ہوتے گئے تھے،

مسلمانون نے یہ شرط منظور کر لی، اور حسب معاہدہ تین سو ساٹھ مسلمان سرقوسہ کے دروازے سے باہر کر دئے گئے، اسلامی لشکر ان کو لیکر بلرم لوٹ آیا،[۲]

حسین بن رباح کا عزل

اس کے بعد صقلیہ کے عہدۂ ولایت مین پھر ایک تغیر ہوا، اور افریقیہ سے حسین بن رباح کے عزل کا حکم آگیا، اور اس کے بجائے عبد اللہ بن محمد کو اس عہدہ پر مقرر کیا گیا،

عبد اللہ بن محمد والی صقلیہ (۹)

سنہ ۲۵۹ھ
۸۷۲ء

عبد اللہ سابق والی صقلیہ محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم بن اغلب کا لائق فرزند تھا، اس لئے

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳۰) صفحہ ۲۴۶، موسیو سدیو کا بیان ہے کہ اب صرف طارنت مسلمانون کے قبضہ مین رہ گیا، یہ صحیح نہین جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا، [۱] نہایۃ الارب نویری درامار ی ص ۲۴۲، ادھر چند سال کے اندر صقلیہ کے ولاۃ مین زیادہ رد و بدل ہوا ہے، اسکو نویری نے جدا جدا تفصیل سے درج کیا ہے، ورنہ دیگر مورخین ابن اثیر، ابن عذاری، ابو الفداء، اور ابن ابی دینار وغیرہ کے بیانون مین اضطراب پیدا ہو گیا ہے، کسی نے کسی ایک موقع پر کسی ایک والی کا نام لیا ہے، کسی دوسرے نے کسی دوسرے موقع پر کسی دوسرے کا نام لے لیا ہے، اس لئے لائق استناد نہین ہے، اگرچہ نویری سے بھی ایک آدھ مقام پر تسامح ہو گیا ہے، لیکن اس کی تصحیح اپنی جگہ بعض دوسرے مستند ماخذ سے کر دیگئی ہے، [۲] ابن اثیر ج ۷ ص ۸۲، و البیان المغرب (ترجمہ) (د) صفحہ ۱۵۱،

اس کے والی صقلیہ مقرر ہونے کے بعد صقلیہ کی حکومت کی باگ پھر بنو عبداللہ کے ہاتھ مین چلی گئی، جو صقلیہ پر سب سے زیادہ خود مختار فرمانروائی کر چکے تھے عبداللہ ماہ شوال ۲۵۹ھ مین صقلیہ پہنچا[۱] لیکن فوراً ہی اوس کے عزل کا پروانہ آیا، اور یہان سے منتقل کر کے طرابلس الغرب کی ولایت پر بھیج دیا گیا[۲]

اسکے بعد اسی خانوادہ بنو عبداللہ کا ایک دوسرا رکن ابو مالک احمد بن عبداللہ[۳] اس عہدہ پر سرفراز کیا گیا

ابو مالک احمد بن عمر بن عبداللہ والی صقلیہ (۱۰)

۲۵۹ھ - ۲۶۴ھ

ابو مالک احمد بن عمر بن عبداللہ بن ابراہیم المعروف بہ حبشی شوال ۲۵۹ھ مین صقلیہ آیا، یہ بھی افریقیہ کے اکابر اغالبہ مین تھا، اس نے یہان پہنچ کر اپنی پیشقدمیان جاری کر دین[۴]

والی افریقیہ کی وفات ابو مالک کے ورود صقلیہ کے چند ماہ بعد ابو عبداللہ محمد بن احمد والی افریقیہ نے دس سال پانچ مہینہ سولہ دن ولایت افریقیہ پر سرفراز رہ کر یوم چہار شنبہ ۶ جمادی الاولی ۲۶۱ھ کو وفات پائی

جانشین، اس نے اپنی وفات سے چند دن پیشتر اپنے نابالغ لڑکے ابو عقال کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا، اور اپنے بھائی ابراہیم سے بھی اس کی تصدیق کرائی تھی جو اسکے بعد حکومت کا جائز حقدار تھا، لیکن ابراہیم نے اسکی وفات کے بعد ابو عقال کی جانشینی کے محضر کو رد کر دیا، اور تخت حکومت پر بیٹھ گیا[۵]

ابراہیم (ثانی) بن احمد بن محمد بن اغلب والی افریقیہ

۲۶۱ھ - ۲۸۹ھ

ابراہیم ایک بیدار مغز فرمانروا ثابت ہوا، خود صاحب علم و فضل تھا اسکے ساتھ نظم مملکت کی بہترین

---

[۱] نہایۃ الارب حوادث ۲۵۵ھ درامارى ص ۴۳۳ [۲] الحلۃ السیراء درامارى صفحہ ۳۲۷ [۳] نویری نے "احمد بن یعقوب بن عمر" لکھا ہے لیکن "یعقوب" کا اضافہ صحیح نہین معلوم ہوتا، ابن اثیر نے اس کا اس کے عزل کے موقع پر ذکر کیا ہے اس مین احمد بن عمر بن عبداللہ ہے، [۴] نہایۃ الارب نویری درامارى صفحہ ۴۳۴ [۵] ابن اثیر ج ۷، صفحہ ۱۹۵ و ابن عذاری (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۵۷،

صلاحیت و قابلیت رکھتا تھا، اس نے حکومت کے ہر شعبے کی طرف بذات خود توجہ کی اور نہایت مستعدی سے جزوی جزوی معاملات کی نگرانی کی خصوصاً صیغہ فوج اور صیغۂ عدالت کی نگرانی اپنی ذات سے نہایت خصوصیت کے ساتھ متعلق رکھی، چنانچہ ہر پنجشنبہ اور سہ شنبہ کو جامع قیروان مین بیٹھ کر دادخواہون کی دادرسی کرتا، اسی طرح اس کے عہد مین اور بھی متعدد نمایان ترقیان ہوئین، سواحل پر حفاظتی چوکیان تعمیر کین، خبر رسانی کا ایسا مکمل انتظام کیا، کہ شب کو بندرگاہ سوسہ پر آگ روشن ہوتی، اور سلسلہ بہ سلسلہ وہ اسکندریہ تک پہنچ جاتی،[۱]

اس کے نظم و نسق کی اس فطری استعداد کا اثر صقلیہ پر بھی ہوا، اور یہی وہ فرمانروا ہے، جسکے ہاتھون صقلیہ کا چپہ چپہ اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آگیا،

نوجلبشتی — اس نے صقلیہ کی ولایت پر ابو مالک احمد المعروف بہ جلبشتی کو برقرار رکھا، اور اوسکی پیشقدمیان اس عہد مین بھی برابر جاری رہین، چنانچہ ایک مرتبہ موسم گرما مین ایک لشکر کے ساتھ سرقوسہ کو روانہ ہوا، خود نواح سرقوسہ مین رہا، اور فوج کے مختلف دستے جابجا پھیلا دئے جنھون نے رومی مقبوضات کے مختلف اطراف مین غارتگری کی، اور کثیر مال غنیمت حاصل کیا، اور اس کے بعد لشکر بلرم واپس آگیا، پھر کچھ دنون کے بعد ایک دوسری فوجکشی مین وہ قلعہ نصر پر حملہ آور ہوا، یہان رومیون سے معرکہ آرائی ہوئی جنھون نے شکست کھائی، قلعہ کی دولت و ثروت مسلمانون کا مال غنیمت بنی، ایک کثیر جماعت تہ تیغ ہوئی، اور بہت سے زندہ گرفتار ہوئے جنکو ابو مالک اپنے ساتھ بلرم لیتا آیا،

عزل و جانشینی — ابراہیم کے عہد حکومت مین ابو مالک کے ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ ۲۶۴ھ مین افریقہ سے اس کی معزولی کا پروانہ آگیا، اور امیر جعفر بن محمد[۲] نے آکر حکومت سنبھالی،

---

۱ ابن اثیر ج ۷ ص ۲۴۹، اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۲۳، ۲ اعمال الاعلام مین اس کا نام ابو جعفر بن محمد ہے، لیکن دیگر مورخین جعفر بن محمد لکھتے ہین،

جعفر بن محمد والیٔ صقلیہ (۱)

۲۶۴ھ / ۸۷۷ء

جعفر کا تقرر اور صقلیہ میں مجرمین کی جلاوطنی

جعفر بن محمد ابراہیم بن احمد کے معتمدین میں تھا، یہ ایک لشکر کے ساتھ افریقیہ سے روانہ ہوا، اور ۲۶۴ھ / ۸۷۷ء میں صقلیہ پہنچا، جعفر کا یہ لشکر موالیٔ اغالبہ پر مشتمل تھا، ابراہیم جب سے تخت حکومت پر بیٹھا تھا، اوسکو دوسرے فرمانروایان اغالبہ کے خلاف ابو عقال کے اوس مختصر دور کے باعث بعض ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑا کہ افریقیہ کی سیاسیات میں اوس کو مخصوص روش اختیار کرنی پڑی اسی سلسلہ میں موالیٔ اغالبہ سے اس کی آویزش ہوئی، اور بعض صورتیں ایسی پیش آگئیں کہ بغاوت نمودار ہو گئی جسکی تفصیل ہمارے لئے لاحاصل ہے، لیکن ابراہیم نے اوسی زمانہ میں ان موالی کو گرفتار کیا اور پاداش جرم میں انہیں قتل کرنے اور قیروان کے قیدخانہ میں دائم الحبس کی سزا دینے کے علاوہ ان کی عام قوت کو منتشر کرنے کیلئے ایک بڑی جماعت کو صقلیہ جلاوطن کر دیا، چنانچہ جعفر بن محمد اپنے فرمان ولایت کے ساتھ جس لشکر کی قیادت ہاتھ میں لئے ہوئے صقلیہ میں داخل ہوا، اوس میں اس شورہ پشت جماعت کا غالب عنصر موجود تھا،

اسی کے ساتھ ابراہیم نے خانوادۂ اغالبہ کے اون ممتاز شہزادوں کو جو اوس کی مخالف جماعت کے سرگروہ تھے، گرفتار کیا، اور انہیں صقلیہ بھیج دیا، خانوادۂ اغالبہ کے اون ارکان میں سے ایک اس کا حقیقی چچا اغلب بن محمد بن (ابی) اغلب اور اس کا حقیقی بھائی اغلب بن احمد اور ایک وہی بدبخت بھتیجا ابو عقال احمد بن ابی عبداللہ تھا، یہ لوگ صقلیہ لائے گئے، اور والیٔ صقلیہ جعفر بن محمد کے قصر میں قید کر دئے گئے، اور وہ جلاوطن موالی صقلیہ کی فوج میں داخل کر دئے گئے (۱)

ان شاہزادگان افریقیہ و موالیٔ اغالبہ کے صقلیہ میں جلاوطن ہو کر آنے سے یہاں اچھے اور برے

(۱) نہایۃ الارب باب اخبار افریقیہ والمغرب حوادث ۲۶۴ھ درا ماری ص ۴۲۹، اخبار الاندلس جلد ۲ ص ۳۳، و اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۳۔

دونون نتائج پیدا ہوئے، بُرے نتائج تو بعد مین ظاہر ہوئے لیکن فوری طور پر اس کا خوشگوار پہلو یہ سامنے آیا کہ اسلامی حکومت صقلیہ کی فوجی طاقت بہ نسبت پہلے کے بہت زیادہ بڑھ گئی، اور امیر جعفر بن محمد نے اسی شوریدہ سر وآمادۂ فساد عنصر پر بھروسہ کرکے صقلیہ مین ایک نہایت اولوالعزمانہ اقدام کیا،

محاصرۂ سرقوسہ

چنانچہ اس نے زمام حکومت سنبھالتے ہی رومی مقبوضات صقلیہ مین فوجی پیشقدمیان جاری کر دین، فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے رومی علاقہ کی مختلف سمتون مین بھیج دیتا، جو کثیر مال غنیمت سے لدے پھندے بلرم واپس آجاتے،[1]

ان ابتدائی مہمون سے فارغ ہوکر فوج کو سرقوسہ کے حملہ کیلئے نئے سرے سے آراستہ کیا، اور پھر ایک عظیم الشان لشکر مرتب کرکے بڑے ساز وسامان اور ہر قسم کے نوایجاد آلات جنگ سے مسلح ہوکر بلرم سے روانہ ہوا،

جعفر کی منزل مقصود اگرچہ سرقوسہ تھی لیکن ابتداءً رومی مقبوضات کے اہم شہر سرقوسہ قطانیہ طبرمین اور رمطہ وغیرہ کے گرداگرد ایک عام گشت لگایا، اور ہر جگہ سے وافر مقدار مین سامان رسد فراہم کیا اور جب رسد کی طرف سے بھی مطمئن ہوگیا، تو سرقوسہ پہنچ کر ڈیرے ڈال دئے،

اب تک سرقوسہ پر عربون کی جو جو کوششین ہوچکی تھین جعفر ان تمام حالات سے ناآشنا نہ تھا، اس لئے اس نے ایسی اہم جنگی تیاریان کین جو اس کے تمام پیشرو ولاۃ کی مساعی سے سبقت لیگئین، مثلاً محاصرۂ سرقوسہ مین قلعہ شکنی کے لئے مسلمان انجنیرون سے ایسی منجنیقین تیار کرائی گئین جن سے عربون کے آلات جنگ مین ایک معتدبہ اضافہ ہوا، ان کے نشانے کج ہونے کے بجائے بخط مستقیم فصیل شہر پر پڑتے تھے، اس کے علاوہ قلعون کو برباد کرنے کیلئے ایک خاص قسم کی بارود جو ناریونانیہ (آتش یونانی) کہی جاتی تھی مہیا کیگئی تھی، اسی طرح سرنگ وغیرہ کھودنے کیلئے اوزار فوج کے ساتھ تھے، غرض اوس عہد کی بہت

---

[1] اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ ص ۳۳

مین محاصرہ، انہدام قلعہ اور فتح کے لئے جو ضروری سامان ملسکتے تھے، وہ سب اس لشکر کے ساتھ تھے،
اسی کے ساتھ اوس نے اس بری لشکر کے علاوہ بحری محاصرہ کے لئے بھی بلرم سے بیڑا بھیج دیا تھا،
چنانچہ جب مسلمانوں کا یہ لشکر سرقوسہ پہنچا، تو اوس نے خشکی کی طرف نہایت سخت محاصرہ کرنے کے علاوہ ساحل
کی طرف سے بھی نہایت مکمل ناکہ بندی کرادی، اور اسلامی لشکر کے پہنچتے ہی سرقوسہ ہر چہار طرف سے محاصرین
سے محصور ہو گیا،

ربض شہر پر قبضہ

اس شدید بحری و بری محاصرہ کا پہلا اثر یہ ہوا کہ بیزنطی فوج شہر سرقوسہ کی بیرونی آبادی
سے جسکو عرب ربض مدینہ کہتے ہین، پسپا ہو گئی، مسلمانون کے لئے "ارباض سرقوسہ" پر یہ غیر متوقع قبضہ ایک
فال نیک تھا، وہ نہایت جوش و خروش سے شہر کے بیرونی دروازے سے ربض مین داخل ہوئے، جہان
انھین میدان محاصرہ مین خیمے اور قناتین نصب کرنے کے بجائے نہایت سر بفلک محل، شہریون کے خوشنما
مکان اور خدائے واحد کی پرستش کے لئے مقدس عبادتگاہین مل گئین، اور یہین مقیم ہو کر محاصرہ کی کاروائیان
برابر جاری ہو گئین،

ربض شہر کے بعد تقریباً سو گز سے کچھ زیادہ عریض ایک خندق تھی، بیزنطی لشکر نے خندق کے
اوس طرف مورچہ جمایا، اور ان دونون دشمنون کو یہی سو گز کا فاصلہ ایک دوسرے سے جدا کئے ہوئے تھا، پھر بیزنطی
لشکر کی پشت پر اندرون شہر کی آہنی فصیل تھی،

حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا امدادی بیڑا اور اوس کی بربادی

لیکن ابھی تیر انداز چلے بھی نہین چڑھانے پائے تھے کہ جعفر کو قسطنطنیہ سے ایک
بیزنطی بیڑے کی آمد کی خبر ملی، یہ باسل مقدونی کی وہ بروقت مدد تھی جو صقلیہ
کے اس قدیم پر عظمت شہر کی حفاظت کے لئے آرہی تھی، لیکن ادھر جعفر کی بحری تیاری بھی پہلے سے مکمل تھی،
اس نے ایک زبردست جنگی بیڑا مدافعت کے لئے روانہ کیا، جس نے آگے بڑھ کر راستہ روک لیا، اور پھر اس
اسلامی بیڑے کو اس پر ایسی کامیاب فتحمندی ہوئی کہ رومیون کے تمام جہاز مسلمانون کے قبضہ مین آگئے،

بحری کامیابی کا خوش آیند نتیجہ

یہ دوسرا خوش آیند نتیجہ تھا، جو مسلمانوں کو اس محاصرہ کے آغاز ہی میں حاصل ہو گیا، جو درحقیقت اپنے اثرات کے لحاظ سے پورے محاصرہ کی اصل جان ہے، اس واقعہ سے محاصرین و محصورین دونوں کو دو جداگانہ حالات پیش آئے، یہ بیزنطی کمک اگر ایک طرف محصورین کے لئے امید کی سب سے آخری کرن تھی، تو دوسری طرف یہ محاصرین کے لئے دشمنوں کی سب سے زیادہ پرخطر طاقت تھی، چنانچہ ابن اثیر کی تصریح کے مطابق مسلمانوں نے اس بحری فتحمندی کے بعد محاصرہ کے لئے "بہ اطمینان کمال" ڈیرے ڈال دیئے، اور اسلامی لشکر نہایت سکون و اطمینان سے محاصرہ میں مصروف ہو گیا[1]،

جعفر کی دار الحکومت بلرم کو مراجعت

جب جعفر نے مہم سرقوسہ کی یہ اطمینانی شکل دیکھی، تو خود اپنی موجودگی زیادہ ضروری نہیں سمجھی، اور کسی ضرورت سے بلرم چلا آیا،

جعفر پر قاتلانہ حملہ اور انقلاب حکومت

لیکن یہ کیا معلوم تھا کہ یہاں اسکی قضا اوسکو کھینچ کر لائی ہے، اگرچہ فوج کا جو فتنہ پرداز عنصر تھا، وہ سرقوسہ کے محاصرہ میں مصروف تھا، لیکن شاہی خاندان کے کینہ پرور معزز شاہزادے اسی کے محل میں مقید تھے، ان لوگوں نے اوسکی عدم موجودگی سے پورا فائدہ اوٹھایا، اور جعفر کے غلاموں کو مال و زر کی طمع دلائی، اور انھیں سے ساز باز کر کے ان کو اوس کے قتل پر آمادہ کر لیا، چنانچہ وہ نماز کے لئے محل سے نکلا تھا کہ اوس کے غلام اوس پر ٹوٹ پڑے، اور ایک ہی حملہ میں تہ تیغ کر ڈالا،

جعفر کے مقتول ہونیکے بعد اونھی مقید اغالبہ میں سے فرمانروائے افریقیہ ابراہیم کے چچا اغلب بن محمد نے صقلیہ کی حکومت پر قبضہ کر لیا، اور کچھ دنوں کے لئے صقلیہ میں ایک حکومت قائم ہو گئی جس کے قیام میں انھیں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ سب کے سب شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اور یہی اون لوگوں کی صقلیہ میں جلاوطنی کے برے نتائج تھے،

---

[1] ابن اثیر ج ۷ صہ ۲۲ اخبار الاندلس ج ۲ صہ ۳۴،

اغلب بن محمد متغلب صقلیہ

سنہ ۲۶۴ھ سنہ ۲۶۵ھ
۸۷۷ء ۸۷۸ء

قصر جعفر کی بربادی

اغلب بن محمد ایک متغلب کی حیثیت سے حکومت صقلیہ پر قابض ہوا اُس نے سب سے پہلے مرحوم والیِ صقلیہ جعفر پر نظرِ عنایت کی اور اس کے پورے محل کو لوٹ لیا،

محاصرۂ سرقوسہ کا بدستور قائم رہنا

اس وقت مسلمانانِ صقلیہ کی توجہ تمام تر سرقوسہ کی طرف مبذول تھی، فوج کا جو دفاداں حصہ تھا، وہ بھی سرقوسہ کے محاصرہ مین لگا ہوا تھا، اس لئے اس انقلابِ حکومت کا کوئی اثر بلرم مین مترتب نہین ہوا، بلکہ اغلب نے اپنے ہواخواہون کو جمع کیا، اور ایک لشکر مرتب کرکے اپنے لڑکے احمد کی سرکردگی مین سرقوسہ بھیج دیا، کیونکہ اغلب نے سیاسی مصالح کے لحاظ سے بھی یہی ضروری سمجھا، کہ سرقوسہ کا محاصرہ بدستور قائم رہے، اور فتح سرقوسہ کا قابلِ فخر درخشندہ کارنامہ اسی کے ہاتھون انجام پائے، چنانچہ احمد بن اغلب نے سرقوسہ پہنچکر محاصرہ کی نگرانی اپنے ہاتھ مین لے لی[1]،

---

[1] اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۴، جعفر بن محمد کے قتل اور فتح سرقوسہ کی تکمیل مین مورخین کے درمیان بظاہر متضاد اختلاف ہے ایک طرف لسان الدین بن خطیب صاحب اعمال الاعلام کا بیان ہے، اس کے رو سے جعفر کا قتل حملۂ سرقوسہ سے پہلے ہوا ہے، اور سرقوسہ پر حملہ کا آغاز اغلب بن محمد متغلب کے دور سے شروع ہوتا ہے، جو اغلب کے لڑکے محمد کی سرکردگی مین اتمام کو پہنچا، دوسری طرف ابن اثیر نے سنہ ۲۶۴ھ کے حوادث مین "ذکر ملک المسلمین مدینۃ سرقوسہ" کا عنوان قائم کرکے جعفر کی سرکردگی مین اس کی فتح کے حالات لکھے ہین، اور جعفر کے واقعہ قتل مین خاموش ہے، تیسرا بیان ابن عذاری کا ہے، وہ سنہ ۲۶۴ھ مین فتح سرقوسہ کی تکمیل کے بعد جعفر کے قتل کا تذکرہ کرتا ہے اسلئے جعفر کے واقعہ قتل مین صرف دو بیان ہین، ایک ابن عذاری کا اور دوسرا لسان الدین بن خطیب کا، موخر الذکر کا بیان تاریخ و سنہ کے لحاظ سے قطعاً مجمل ہے، اسلئے ابن عذاری کا بیان بغیر کسی رد کے قابل قبول ہے، کہ وہ سنہ ۲۶۴ھ مین مارا گیا، لیکن یہ واقعہ قتل سنہ ۲۶۴ھ مین مہم سرقوسہ سے پہلے پیش آیا، یا اس کے بعد، اس مین ابن عذاری کی تائید ابن اثیر کے بیان سے چند در چند وجوہ سے نکلتی ہے، اگرچہ ابن اثیر مین واقعہ قتل مذکور نہین

حصار بندرگاہ کی بربادی

یہان محاذ جنگ پر بیزنطی بیڑے کو جو شکست ہوئی تھی، اوس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا تھا، محصورین کی ہمت ایسی پست ہوگئی، کہ شہر کے شمالی حصہ پر جو فوج بندرگاہ کی حفاظت کے لئے متعین تھی، وہ پسپا ہو کر فصیل شہر کے اندر چلی گئی، مسلمانون کو موقع ملا، انھون نے بڑھ کے بندرگاہ کے حصار کو جس سے اوس کی

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳۸) بلکہ علاوہ برین ابن اثیر ۲۶۴ھ کے اگلے اور پچھلے چند سال کے صقلیہ کے حالات مین مطلق خاموش نظر آتا ہی، نہ اوس نے صحیح طور پر ولاۃ کے تقرر کو لکھا ہے، اور نہ دوسرے حالات بیان کئے ہین، اس لئے ممکن تھا کہ ۲۶۴ھ مین سرقوسہ کی فتح کے حالات جو اوس نے قلمبند کئے ہین، وہ بھی سرسری ہوتے لیکن اس کے برخلاف اس مہم کے حالات سب سے مفصل اسی نے لکھے ہین، اور جو کچھ لکھے ہین، اون مین جعفر کی سرکردگی کو چھوڑ کر تمام واقعات کی پوری تائید ابن عذاری اور لسان الدین کے بیان سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ ان تینون مورخین کے بیان مین کم سے کم قدر مشترک یہ متفقہ طور پر نکلتا ہے،

اوّل محاصرہ نو ماہ تک جاری رہا، **دوم** شہر پر قبضہ ماہ رمضان ۲۶۴ھ کی ۱۴ تاریخ کو ہوا، **سوم** اسلامی لشکر ماہ ذیقعدہ ۲۶۴ھ مین سرقوسہ سے واپس آگیا، جب یہ قدر مشترک سب مین تسلیم ہے اور تینون کے یہان یہ تاریخین اپنی اپنی جگہ موجود ہین، تو پھر انھی سے جعفر کے واقعہ قتل کے زمانہ کی تعیین بھی خود بخود ہو جاتی ہی، کیونکہ جب محاصرہ نو ماہ جاری رہا، تو اس کی ابتدا ماہ محرم ۲۶۴ھ سے ماننی پڑیگی کہ جعفر نے زمام حکومت سنبھالتے ہی مہم سرقوسہ کی تیاری کی، اور روانہ ہوگیا، اور نو ماہ کی یہ تعیین خود لسان الدین نے اعمال الاعلام مین کی ہی، اس لئے اگر اس مہم کا آغاز اغلب متغلب کی سرکردگی مین تسلیم کیا جائے تو پھر اوس کے قتل کا واقعہ ۲۶۳ھ مین ماننا پڑے گا، اور یہ وہ زمانہ ہے، جب نہ جعفر صقلیہ آیا تھا اور نہ موالی کی بغاوت ہوئی تھی، اور نیز ابن عذاری کے بیان کے مطابق جعفر ۲۶۴ھ تک بقید حیات تھا، اس لئے واقعہ کی وہی شکل ماننی پڑیگی، جو اوپر بیان کی گئی ہی،

اس صورت واقعہ کی تائید ابن اثیر کے ایک بیان سے بھی ہوتی ہی، اس موقع پر اس کو غور سے دیکھنا چاہیئے، اس نے نہ جعفر کے تقرر کا ذکر کیا ہی، اور نہ واقعۂ قتل کا، صرف ذیل کے اس موقع پر اسکا پہلی اور آخری مرتبہ نام لیتا ہے،

"اسی سال (۲۶۴ھ) کی ۱۴ رمضان کو مسلمانون نے سرقوسہ فتح کیا، اور یہ صقلیہ کے عظیم ترین شہرون مین ہی، اور اسکی فتح کا سبب یہ ہوا کہ جعفر بن محمد والی صقلیہ اس پر حملہ آور ہوا، اور اسکی اور قطانیہ،

حفاظت ہوتی تھی، منہدم کردیا،

اوس کے بعد آبنائے پر دونون فوجین آمنے سامنے تھین، دونون مین مقابلہ ہوا، اور ایک نہایت خونریز جنگ پیش آئی،

محصورین کے آلام و مصائب آغازِ جنگ کے ساتھ ہی مسلمانون نے اپنی منجنیق نصب کر دی، اسکی باڑھ سے فصیل کی دیوار روز بروز کمزور ہوتی گئی، دوسری طرف نارِ یونانیہ سے آتش باری شروع ہوئی جس سے آبادی مین ایک ہلچل پڑ گئی، اسلامی لشکر کی یہی شعلہ فشانی شبانہ روز جاری رہی جس سے رفتہ رفتہ محصورین مین عام پریشانی پھیل گئی، پھر سامانِ رسد مین بھی کمی ہوئی، اور جب غلہ کمیاب ہوا، تو گھوڑے اور گدہے کھائے گئے، اور پھر ان کی بھی ایسی کمیابی ہوئی کہ ایک ایک گدہے کا کلہ بیس بیس اشرفیون مین فروخت ہونے لگا، پھر جانورون کی کھالین

(بقیہ حاشیہ ص ۲۳۹)

طرمین اور مسطہ وغیرہ رومی مقبوضات صقلیہ کی زراعت برباد کی پھر سرقوسہ پہنچا، اور اس کا بری و بحری محاصرہ کرلیا اور اس کے بعض شہر کے بعض حصہ پر قابض ہوگیا اور جب روم کے جہاز سرقوسہ کی امداد کے لئے آئے تو اوس نے جنگی بیڑا روانہ کیا جس نے رومی جہازون پر فتح پائی اور اسوقت وہ طمینان سے محاصرہ کر سکے، چنانچہ لشکر نے نو مہینے محاصرہ قائم رکھا "

ابن اثیر یہان تک کے حالات کو جعفر کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان کرتا ہی، اس کے بعد ہی جعفر کا تذکرہ موقوف ہوتا ہی، اور صیغۂ مجہول "وفُتِحَتْ" "قُتِلَ"، اور اسلامی لشکر کا تذکرہ صیغۂ جمع "اقاموا" "هدموها" "فاتقوا" "وانصرف المسلمون الی بلدهم" وغیرہ الفاظ سے اپنا مفہوم ادا کیا ہی؛

ابن اثیر کا یہی طرزِ بیان ہے، جس نے میرے سامنے ان متضاد بیانون کی تطبیق کی یہ صورت پیدا کردی، اور مین نے اون سب بیانون کو سامنے رکھتے ہوئے واقعہ کی وہی ترتیب شکل تیار کی، جو اوپر پیش ہوئی ہی کہ مہم کا آغاز جعفر کے ہاتھون ہوا، اور اختتام احمد بن اغلب کے ہاتھون،

لسان الدین کی اس مطبوعہ عبارت مین جعفر کا نام "ابو جعفر بن محمد" ہی، اور آگے چل کر اوسکو "ابو حجر" کے نام سے موسوم کیا ہی، غالباً یہ نسخہ کی غلطی ہے، ورنہ ممکن ہی جعفر کی کنیت "ابو حجر" ہو، اور شروع مین جو "ابو جعفر" چھپا ہی وہ "ابو حجر جعفر بن محمد" ہو (ابن اثیر ج ۷ ص ۲۲، اعمال الاعلام دریادگاری ج ۲ صفحہ ۴۷۵، وابن عذاری (اردو) ص ۱۵۴ و ۱۵۹)

اور ہڈیاں خوراک بنیں، پھر دیوار سے کائی کھرچ کھرچ کر چبانے لگے اور بالآخر یہ دردناک و الم انگیز لمحہ بھی آپہنچا، کہ اپنے ہی مقتول عزیز و اقارب کی بوٹیاں نوچ نوچ کر چبائی گئیں، اور پھر محصورین کی اس حالت زار کا اثر قدرۃً شہر کی آب و ہوا پر پڑا، اور سارے شہر میں عام وبا پھیل گئی، جس سے شہر کی ایک خاصی آبادی نذر اجل ہوگئی،

برج کا انہدام لیکن ان تمام آلام و مصائب کے باوجود محصورین کمال پامردی و اولوالعزمانہ ہمت سے محاذ جنگ سے پیچھے نہیں ہٹے لیکن دوسری طرف مسلمان بھی آخری فیصلہ کے انتظار میں وہیں جمے ہوئے تھے، آخر محاصرہ کو کامل آٹھ مہینے اسی طرح گذر گئے، اور ادھر فصیل پر منجنیق کی پیہم باڑھ پڑ رہی تھی، گولے بخط مستقیم ایک ہی نقطہ پر پہنچ پہنچ کر فصیل کو کمزور کر رہے تھے، اور پھر مسلمانوں نے ایک نقب زن آلہ دبابہ کو فصیل کی ایک برج سے لگا دیا، جس سے اس کی بنیاد روز بروز کھوکھلی ہونے لگی، آخر کامل ایک ماہ کے بعد یہ برج مسمار ہوگیا، اس کوہ پیکر کا ہٹنا تھا، کہ دونوں طرف سے زہر میں بجھی تلواریں نیام سے نکل پڑیں، اور دست بدست لڑائی شروع ہوگئی، مسلمان اپنی فاتحانہ حوصلہ مندیوں سے سرمست تھے، اور عیسائی اپنے وطن کی آخری مقدس قربانگاہ پر دیوانہ وار نثار ہو رہے تھے،

محصورین کا جوش جنون ممکن تھا کہ فصیل کے مسمار ہوتے ہی سرقوسہ کی عیسائی آبادی اپنے آپ کو فاتحین کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتی، اور پھر اسی سلوک کی مستحق ہوتی، جو ایسے موقعوں پر مسلمان دریادلی سے مفتوح شہروں کے ساتھ کرتے آئے تھے لیکن سرقوسہ کے مقدس پادریوں اور راہبوں نے حضرت مسیحؑ کے ان معصوم بچوں کو کچھ ایسا جنون آمیز سبق پڑھا دیا تھا کہ مسیحیت کا ہر نام لیوا شہر پناہ سرقوسہ کے نیچے مسلمانوں کے آب شمشیر سے سیراب ہونے کو ابدی سعادت کا مستحق سمجھتا تھا، یہانتک کہ جنون آمیز جوش و خروش سے عورتیں اور بچے بھی حسب استطاعت جنگ میں شریک ہو کر حصول ثواب میں مصروف تھے اور مقدس پادری اپنے مقدس لباس زیب تن کئے دعائیں پڑھ پڑھ کر مسیحیوں کے دل بڑھا رہے تھے، اسلئے جب مسلمانوں نے فصیل ٹوٹنے کے

بعد یہ رنگ دیکھا کہ عاجزی و درماندگی کے بجائے جنون آمیز جوش و خروش سے خونچکان تلوارین بلند ہین،
تو وہ بھی بے جگری سے ٹوٹ پڑے (اور فصیل کا مسمار شدہ حصہ مردون کے تودہ سے پٹ کر دہ چند بلند ہوگیا،
لیکن باایں ہمہ محصورین پامردی سے محاذ جنگ پر قائم رہے، چنانچہ باوجودیکہ فصیل منہدم ہوچکی تھی، لیکن کہا جاتا ہے
کہ بیزنطی لشکر اس پامردی سے مورچے قائم کئے رہا کہ مسلمان بیس[۲۰] دن تک ایک انچ آگے نہ بڑھ سکے،
جب اسلامی سپہ سالار نے جنگ کا یہ نقشہ دیکھا، تو ایک دوسری حکمت عملی اختیار کی، فوج کو پسپا
ہونے کا حکم دیا، بیزنطی سپہ سالار بیس[۲۰] دن کی متواتر جنگ سے تھک کر چور ہوگیا تھا، اس لئے اس موقع پر
اوس نے منہدم فصیل کے گرد فوج کا ایک دستہ متعین کردیا، اور خود آرام لینے چلا گیا،

فتح سرقوسہ اسلامی سپہ سالار کی یہ حکمت عملی کامیاب ہوئی، مسلمانون نے پھر منجنیق کی باڑھ نشانہ پر لگا دی اور
چشم زدن مین اوس محافظ بیزنطی لشکر کا خاتمہ ہوگیا، پھر منجنیق کے گولے عالیشان مکانون کو زمین بوس کرنے لگے
اور اوس کے بعد ہی مسلمان نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے شہر مین گھس پڑے،

اب سرقوسہ کی تمام آبادی مسلمانون کے رحم و کرم پر تھی، لیکن عیسائیون نے مسلمانون کے حسن سلوک
سے فائدہ اوٹھانے کے بجائے دیوانگی سے مجنونانہ طرز عمل اختیار کیا، یہ مذہبی دیوانے مسلمانون کے سامنے آآکر
رسول اکرم صلعم کو سب و شتم کرتے اور حیات جاوید کے خواہان ہوتے، اسلامی فوج مین بھی افریقیہ کے وحشی موجود
تھے، ان کی بھی مذہبی فریفتگی ضرب المثل ہی، جب آنحضرت صلعم پر (خاکم بدہن) گالیون کی بوچھار ہونے لگی، تو اون
مذہبی مجنونون پر یہ مذہبی دیوانے بھی ٹوٹ پڑے اور تھوڑے ہی وقفہ مین فصیل، قلعے، اور عالیشان مکان کے
تودون کے گرد ہزارون کشتون کے پشتے قائم ہوگئے، اور عرب مورخین کی تصریح کے بموجب صرف چند شہری
زندہ باقی بچ گئے،

اس موقع پر بیزنطی حکومت کے ایک وفادار صوبہ دار کا تذکرہ کرنا ناانصافی ہوگی، کہ اوس نے حیرت انگیز
اولوالعزمانہ بہادری کی مثال قائم کی، وہ سترہ چیدہ سپاہیون کو لیکر فصیل کی ایک برج پر چڑھ گیا، اور چوبیس گھنٹہ

تک مقابلہ کرتا رہا، اس کے سر ہوتے ہی سرقوسہ پر اسلامی پرچم لہرا دیا گیا اور فتح سرقوسہ کی یہ مہم نو ماہ کے محاصرہ کے بعد یوم چہار شنبہ ۱۴ رمضان المبارک ۲۶۴ھ کو اتمام کو پہنچی،

مقتولین کی تعداد — نو ماہ کی اس طویل جنگ میں رومی مقتولینِ جنگ کی تعداد عرب مورخین کی تصریح کے مطابق چار ہزار سے زیادہ ہے[۱]

مالِ غنیمت — سرقوسہ صقلیہ کے دولتمند ترین شہروں میں تھا، اس لئے یہاں حسب موقع مالِ غنیمت کا ایک انبار لگا ہوا تھا، عام عرب مورخین لکھتے ہیں کہ

"یہاں اسقدر دولت و ثروت حاصل ہوئی کہ کسی دوسرے شہر میں حاصل نہیں ہوئی تھی"۔

اور ایک چشمدید گواہ تھیودوسیس کا بیان ہے کہ مالِ غنیمت کی تعداد دس لاکھ بیزنطی سکہ تھی، اور اسی کو غالباً صاحبِ الہلال مصر نے ۲۰۰۰۰۰۰ ریال سے موسوم کیا ہے[۲] اس کے علاوہ مسلمانوں نے سرقوسہ کے رئیس الاساقفہ اور تین دوسرے راہبوں کے ذریعہ گرجا کے مقدس طلائی و نقرئی مرصع ظروف کا سراغ لگایا، جن کا وزن پانچ ہزار پونڈ بتایا جاتا ہے، اب ان کی قیمت صنعت و ندرت کے لحاظ سے جو کچھ بھی قرار پائی ہو،

انہدامِ سرقوسہ — فتحِ سرقوسہ کی تکمیل کے بعد اسلامی لشکر دو مہینے یہاں مقیم رہا لیکن شہر قدیم باشندوں سے سنسان ہو گیا تھا، سرقوسہ کی شہری آبادی جنگ سے پیشتر ہجرت کر چکی تھی، باشندوں میں جسقدر لڑنے والے تھے، اول اول وبا کی نذر ہوئے، اور پھر جو باقی بچے وہ جنگ میں کام آئے، اس لئے فتحِ سرقوسہ کے بعد یہاں بجز مسلمانوں

---

[۱] یورپین مورخین کا بیان اس سے مختلف ہے، وہ سرقوسہ میں مسلمانوں کے مظالم اور قتل و خونریزی کی ایک طویل داستان لکھتے ہیں، جو تمامتر مبالغہ آمیز ہے، عرب مورخین میں سے ابن عذاری اور لسان الدین بن الخطیب نے بہ تصریح یہی تعداد بیان کی ہے، عرب مورخین مقتولین کی تعداد کو کم دکھانے کے عادی نہیں، یہ ان کے نزدیک محاسن میں داخل تھا، کہ ان کے خیال میں مقتولین کی کثرت تعداد بھی جوہرِ شجاعت کا ایک ثبوت تھا، [۲] الہلال مصر ج ۲ نمبر ۵،

سکے اور کوئی موجود نہ تھا، موجودہ متغلب صقلیہ اغلب بن محمد نے یہاں مسلمانوں کو آباد کرنا مناسب نہ سمجھا، پھر اس لئے کہ آئندہ بیزنطی لشکر شہر میں آکر نئے استحکامات کے ساتھ اوس کو دوبارہ کام میں نہ لاسکے اوس نے اوس کے ڈھا دینے کا فیصلہ کیا، اور فتح سرقوسہ کے دو مہینے کے بعد احمد کے پاس جو اسلامی لشکر کے ساتھ یہاں مقیم تھا شہر کے انہدام کا فرمان پہنچا، اور اواخر ماہ ذیقعدہ ۲۶۴ھ میں اس پرعظمت تاریخی شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی جسکی ایک ایک اینٹ صقلیہ میں یونانی اور رومی تہذیب کی آخری یادگار تھی۔[1]

بیزنطی بیڑے کی آخری کوشش

انہدام سرقوسہ کے بعد مسلمان ابھی واپس بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ وہی خطرہ سامنے آگیا؛ جسکی بناپر اغلب نے اس کے انہدام کا آخری فیصلہ صادر کیا تھا، چنانچہ حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا ایک عظیم الشان بیڑا سرقوسہ کی بازیافت کے لئے آتا دکھائی دیا، اسلامی بیڑے نے بڑھ کے مقابلہ کیا، یہ بحری جنگ اس پرعظمت تاریخی شہر کے سلسلۂ محاربات کی آخری کڑی تھی، اسلامی بیڑا اس میں بھی فتحیاب ہوا، چار جہاز قبضہ میں آگئے، اور اوس کے تمام سپاہی تہ تیغ ہوئے، اور جو باقی رہ گئے، وہ تباہ وبرباد ہوکر قسطنطنیہ واپس گئے،[2]

اسلامی لشکر کی مراجعت

اسلامی لشکر اس بحری جنگ کے بعد اواخر ماہ ذیقعدہ ۲۶۴ھ میں سرقوسہ سے بلرم واپس گیا،[3]

فتح سرقوسہ اور حکومت بیزنطی قسطنطنیہ

یہ عجب اتفاق ہے کہ مرکزی حکومت بیزنطی قسطنطنیہ نے موجودہ فرمانروا باسل مقدونی ہی کے عہد میں صقلیہ کے معاملات سے گہری دلچسپی لی، اور خصوصاً سرقوسہ کے بچانے کے لئے دو دو بیڑے روانہ کئے، لیکن صقلیہ میں حکومت بیزنطی کا آخری زوال اسی کے عہد میں پورا ہوا، اور اسی وجہ سے عیسائی مورخین کی طرف سے یہ سب دشنام کا نشانہ بنا، اور کہا گیا کہ فتح سرقوسہ کا کارنامہ

---

[1] اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ صفحہ ۲۹۴ و ۲۹۵ ابن اثیر ج ۷، صفحہ ۲۲۲، ۳۵ رر و اعمال الاعلام یادگاری مضامین ج ۲ صفحہ ۲۹۴، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۵۸،

مسلمانون نے اپنی شجاعت سے انجام نہین دیا، بلکہ یہ واقعہ قسطنطنیہ کے بزدل شہنشاہ باسل مقدونی کی مجرمانہ سستی و تساہل سے وقوع پذیر ہوا،

حالانکہ باسل ہی قسطنطنیہ کا وہ آخری فرمانروا تھا جس نے صقلیہ پر سب سے زیادہ توجہ کی، ۲۵۳ھ ۸۶۷ء مین تخت حکومت پر آیا، اور فوراً ایک زبردست جنگی بیڑا صقلیہ روانہ کیا، جسکو ۲۵۴ھ ۸۶۸ء مین مسلمانون نے اپنی محیر العقول جوانمردی سے شکست دی، پھر باسل نے اندرون صقلیہ مین حکومت اسلامی کے خلاف بغاوت کی عام لہر ڈال دی، جسکی تفصیل اوپر گذر چکی ہے، پھر اوس نے سرقوسہ کو اس قدر مستحکم کر لیا، اور بیزنطی لشکر صقلیہ کے حوصلے اس قدر بڑھا دئے کہ ۲۵۵ھ ۸۶۹ء مین اس نے اسی سرقوسہ کی دیوار کے نیچے مسلمانون کو نہایت زبردست شکست دی لیکن پھر امر واقعہ یہ ہے کہ رفتہ رفتہ مسلمانون نے بحر روم پر کامل اقتدار حاصل کر لیا، اور باسفورس کے اوّل و آخر بیڑے کی شکست پر فتح سرقوسہ کے آغاز و انجام کا تماشہ ختم ہوا،

فتح سرقوسہ سے صقلیہ مین گویا حکومت بیزنطی کا وہ پرشکوہ علم جو کئی صدیون تک یہان نہایت جاہ و جلال اور شان و شوکت سے لہراتا رہا، ہمیشہ کیلئے سرنگون ہو گیا، چنانچہ مسٹر اومن باسل کے عہد حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہین:

"اس کے عہد حکومت کے وقائع مین قابل اعتنا، واقعہ صقلیہ کا آخری زوال ہی، افریقہ کے عرب جنھون نے میکائل دوم کے عہد حکومت مین جزیرہ پر قدم رکھا تھا، اب ان کی تمام تگ و دو ۸۷۸ء مین سرقوسہ پر حملہ سے اتمام کو پہنچ گئی[۱]"

اسلامی پیشقدمی کا عارضی التوا

مسٹر اومن کا یہ بیان اگرچہ نتیجہ کے اعتبار سے صحیح ہے، لیکن ابھی جزیرہ مین حکومت بیزنطی کا کچھ نہ کچھ نام و نشان باقی رہ گیا تھا، اور ان اطراف کے چند شہر طبرمین اور قطانیہ وغیرہ حکومت بیزنطی کے علم بردارون مین باقی رہ گئے تھے، لیکن فتح سرقوسہ کے بعد کچھ دنون کے لئے خود عربون نے اپنی پیشقدمی ملتوی کر دی، ورنہ ان شہرون مین سے کسی مین بھی ایسی قوت نہ تھی، کہ وہ اسلامی

[۱] اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳ (بیزنطائن ایمپائر) ص ۲۱۴

حکومت کی پوری طاقت کا مقابلہ کرکے بیزنطی علم کو سربلند رکھے،

سرقوسہ کی نئی آبادی سرقوسہ اگرچہ تباہ و برباد کردیا گیا تھا، لیکن مسلمانون نے اوسکی تاریخی عظمت برقرار رکھنی چاہی اور اسی غیر مسلح بے فصیل شہر مین آکر آباد ہوگئے جس نے رفتہ رفتہ پھر ایک اچھے خاصے شہر کی حیثیت اختیار کرلی جسمین مسلم و غیر مسلم تمام قومین آباد تھین، یہان کے باشندون مین اہل علم کی بھی ممتاز جماعت پیدا ہوئی جنکے تذکرے دوسری جلد مین نظر آئین گے،

باغیانہ حکومت کا خاتمہ محاصرۂ سرقوسہ کے اثنا مین صقلیہ کی حکومت مین جو اہم انقلاب ہوگیا تھا، اوس سے مسلمانان صقلیہ غافل نہ تھے، لیکن اثنائے محاصرہ مین اس جانب توجہ کرنے مین خانہ جنگی برپا ہوجانے کا اندیشہ تھا جس سے اس مہم کو نقصان پہنچتا، اس لئے خاموشی سے سرقوسہ کی مہم کے انجام پانے کا انتظار کرتے رہے، چنانچہ جب سرقوسہ کی یہ مہم انجام پاگئی، تو دو مہینہ کا وقفہ بھی نہین گذرنے پایا تھا، کہ اون متغلبین کے خلاف شورش پیدا ہوئی، اور خود باشندگان صقلیہ نے ماہ محرم ۲۶۵ھ مین اغلب بن محمد، ابوعقال، اور ان کے تمام ساتھیون کو گرفتار کرلیا، اور لوہے کی زنجیرون مین جکڑ کر افریقیہ بھیج دیا، جہان اونھین سزاے موت دیدی گئی،[1]

صقلیہ کے نظام حکومت مین ابتری، ۲۶۵ھ سے ۲۸۹ھ تک دور اختلال اور اوس کے اسباب و نتائج، اگرچہ صقلیہ کی اس باغیانہ حکومت کا ان سرکشون کے استیصال سے بظاہر خاتمہ ہوگیا، لیکن یہان افریقیہ کے مجرمون کا مستقر بنجانے سے فتنہ و فساد کی ایسی تخم ریزی ہوئی تھی کہ ایک مدت تک حکومت اغالبہ یہان کامل امن و امان قائم کرنے مین کامیاب نہ ہوسکی، کیونکہ اوس جلاوطن گروہ کے افراد کو جنھین وہان کے معززین وذی اثر باشندے بھی تھے صقلیہ کے باشندون مین بہت جلد ہر دلعزیزی حاصل ہوگئی، یہ لوگ بغاوت کی چنگاریان افریقیہ سے اپنے ساتھ لائے تھے، جلاوطن موالی کی ایک کثیر تعداد ان کے ساتھ تھی، اس لئے انھین اپنے مقصد مین

---

[1] اعمال الاعلام دریادگاری ج ۲ صـ۹۹ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) صـ۱۵۹،

یہاں بھی بہت جلد کامیابی حاصل ہوگئی، ان لوگوں نے اولاً موالی و دیگر جلاوطن لوگوں سے مخالفین حکومت کی ایک مستحکم جماعت تیار کرلی اور پھر مسلمانان صقلیہ کے درمیان مختلف جذبات برانگیختہ کرکے اپنی تفرقہ اندازی سے انہیں ٹکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا،

ادھر صقلیہ میں یہ بغاوت انگیزی ہو رہی تھی، اور ادھر افریقیہ میں بھی بعض ایسے حالات پیش آگئے کہ ان کا اثر صقلیہ پر نہایت ناخوشگوار پڑا، فرمانروائے افریقیہ ابراہیم کو عنان حکومت سنبھالے ہوئے چند سال گذرے تھے کہ وہ ایک دماغی مرض میں مبتلا ہوگیا، اور اسکی طبیعت پر مراق کا اثر پیدا ہوگیا، لیکن اس کے باوجود وہ عنان حکومت ہاتھ میں لئے رہا، اور اس کے ادنیٰ اشارے پر بڑے بڑے اکابر سلطنت امرا، روساء، علماء، اور خود اس کے عزیز و اقارب قتل ہونے لگے، جس سے یہاں کے نظام حکومت میں بھی اختلال آگیا، اور جگہ جگہ علم بغاوت بلند ہوگئے، چنانچہ صرف ۲۸۲ھ ۸۹۵ء میں تونس، جزیرۂ اربس، باجہ وغیرہ نے کچھ ہی دنوں آگے پیچھے باری باری بغاوت کا اعلان کیا، اور پھر اسی طرح سارے افریقیہ میں ایسی بغاوت پھیل گئی، کہ حکومت افریقیہ کے قبضہ و اقتدار میں سمندر کا صرف ساحلی علاقہ اور مشرق میں طرابلس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا، اس سے صقلیہ کے باغیوں کو مزید تقویت پہنچی،

علاوہ ازیں افریقیہ کے نظام حکومت میں حکومت صقلیہ کی نگرانی ایک خاص حاجب (وزیر) کے سپرد تھی، جب افریقیہ کی وزارت میں ردوبدل ہونے لگا، تو صقلیہ کے عہدۂ ولایت میں بھی عزل و نصب کا سلسلہ جاری ہوگیا، آج ایک حاجب نے صقلیہ پر ایک والی کو مقرر کیا، تو کل کسی دوسرے نے اوس کے عزل کا پروانہ لکھ بھیجا، یا کبھی ایک ہی حاجب نے ایک کا تقرر کیا، پھر کبھی دوسرے حالات سے متاثر ہوکر اوس کی معزولی کا حکم لکھ بھیجا،

نیز انہی دنوں حدود حکومت اغلبیہ میں دعوت اسمٰعیلی کی سیاسی تحریک ۲۸۰ھ میں شروع ہو چکی تھی، ان کے دعاۃ مختلف شہروں میں پھیل گئے، ابراہیم کے اوس طرز عمل سے اوسکو مزید تقویت پہنچی، حکومت

اغلبیہ کے خلاف مختلف شہروں میں پروپیگنڈا جاری ہوگیا اور آخر آیندہ چل کر انھی وجوہ سے حکومت اغالبہ کا آفتاب اقبال ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا،

مرکزی حکومت افریقہ کے ان حالات کا صقلیہ پر نہایت گہرا اثر پڑا، اوّلاً تقریباً ہر سال صقلیہ کی ولایت میں عزل ونصب ہوا مختلف قبائلی دشمنیاں قائم ہوگئیں، ایک شہر کے مسلمان دوسرے شہر کے مسلمانوں سے معرکہ آرا ہوگئے اور صقلیہ کا پورا نظام حکومت اس قدر درہم برہم ہوگیا کہ ابراہیم کو ان تیاریوں کے ساتھ اپنے لڑکے ابو العباس کی سرکردگی میں افریقہ سے یہاں فوج بھیجنی پڑی، کہ گویا وہ نئے سرے سے صقلیہ کو فتح کرنے آیا ہے، صقلیہ کا یہ دور اختلال ۲۶۵ھ سے ۲۸۷ھ تک بائیس برس تک قائم رہا اگرچہ اس اثنا میں یہاں کے مختلف ولاۃ اپنے فرائض انجام دیتے رہے، رومی علاقوں پر فوجکشیاں بھی ہوئیں اور بعض مواقع پر غیر معمولی کامیابیاں حاصل ہوئیں، جنوبی اٹلی پر بھی ایک آدھ مہم روانہ ہوئی اور حکومت بیزنطی سے بحری معرکہ آرائی ہوئی تاہم ان تمام امور کے باوجود صقلیہ میں فتح سرقوسہ کے بعد جو امن وامان قائم ہونا چاہئے تھا، غیر مفتوح علاقہ کو جس آسانی سے زیر ہوجانا تھا، اور نظام حکومت کو جس مضبوطی سے قائم رہنا تھا، وہ اسی شر انگیز فسادی عنصر کی فتنہ پردازیوں، سازشوں اور بغاوتوں سے مفقود رہا، اور یہی حالات تقریباً بائیس برس تک قائم رہے،

ابو الاغلب بن ابراہیم والی صقلیہ (۱۲)

۲۶۵ھ
۸۷۸ء

چنانچہ ابراہیم نے صقلیہ کے سرکش متغلبین کے قلع قمع کے بعد یہاں کی ولایت پر خود اپنے لڑکے ابو الاغلب کو ۲۶۵ھ میں روانہ کیا، لیکن مخالفین حکومت بہت جلد اس کے خلاف شورش پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے اس لئے ابراہیم نے صقلیہ کے سابق والی حسین بن رباح کو فرمان ولایت دیکر

یہاں بھیج دیا، اور ابو الاغلب یہاں صرف نو ماہ کے قیام کے بعد افریقیہ واپس چلا گیا[1]۔

حسین بن رباح والی صقلیہ (۱۳)

۲۶۵ھ / ۸۷۸ء — ۲۶۷ھ / ۸۸۰ء

فوجکشیاں اور بری و بحری معرکہ آرائیاں

حسین بن رباح اواخر ۲۶۵ھ میں صقلیہ پہنچا، یہ ایک آزمودہ کار والی تھا، اس نے برسر حکومت آنیکے بعد مسلمانوں سے کسی قسم کا تعارض کئے بغیر رومی علاقہ پر فوجکشی کا سامان کیا، اور ۲۶۵ھ/۸۷۸ء کے موسم گرما میں ایک فوج اپنی سرکردگی میں لیکر طبرمین وغیرہ کی جانب روانہ ہوا، وہاں رومی مقابلہ کے نکلے، اور جنگ شروع ہو گئی، اسلامی لشکر کی پیشقدمی کسی جوش و ولولہ کے ساتھ تو تھی نہیں، رومیوں نے ان کو پسپا کرنا شروع کیا، اور قریب تھا کہ مسلمان شکست کھا کر فرار ہو جائیں، کہ یکایک قدم سنبھل گئے، اور مسلمانوں کے ایک سخت حملہ کے بعد رومیوں کو ہزیمت اوٹھانی پڑی، ان کی ایک کثیر تعداد کام آئی، اور سپہ سالار بھی مارا گیا[2]۔

اس کے بعد اسی زمانہ میں ایک سو چالیس جہازوں کا ایک بیزنطی بیڑا صقلیہ آیا، حسین بن رباح نے ایک اسلامی بیڑا مدافعت میں روانہ کیا، اور ایک خونریز جنگ ہوئی، مسلمانوں نے شکست کھائی، اور ان کے چند جہاز بھی رومیوں کے قبضہ میں چلے گئے، اور جو باقی بچ گئے بلرم واپس چلے آئے، اور بیزنطی بیڑا قسطنطنیہ چلا گیا۔

حسین بن رباح نے اس ہزیمت کے جواب میں مختلف دستوں کو رومیوں کی مختلف سمتوں میں

---

[1] اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۲، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۹، ابن عذاری نے ابو الاغلب کے تقرر کا تذکرہ نہیں کیا ہے، اسکے بجائے حسین بن رباح کا تقرر متغلب صقلیہ کے واقعہ قتل کے بعد لکھا ہے اور ادھر لسان الدین ابن الخطیب نے اسکے نو ماہ کے قیام کے ذکر کے بعد چند سال کے واقعات چھوڑ دیے ہیں، ہم نے حسین کے ورود صقلیہ کا زمانہ دونوں بیانات سامنے رکھکر متعین کیا ہے۔ [2] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۵۹

بھیج دیا، جو چند مہینوں تک رومی علاقہ کو تاخت و تاراج کرتے رہے[1]،

عزل و جانشینی

تاآنکہ سیاسی آویزشوں کی بنا پر ۲۶۷ھ مین افریقیہ سے حسین بن رباح کی معزولی کا پروانہ آگیا اور اس کے بجائے حسن بن عباس والی مقرر کیا گیا،

حسن بن عباس والی صقلیہ (۱۴)

۲۶۷ھ - ۲۶۸ھ

روی مقبوضات پر اسلامی حملے، اور اسلامی مقبوضات پر رومی حملے،

حسن بن عباس ۲۶۷ھ مین صقلیہ آیا، اور فوجکشی کا سلسلہ جاری کردیا، فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے رومی مقبوضات مین بھیج دیے، اور خود ایک بڑا لشکر لیکر قطانیہ پہنچا، اور یہان سے طبرمین کا رخ کیا اور کھیت کے غلون اور باغ کے درختون کو نقصان پہنچایا، پھر یہان سے ایک غیر معروف مقام بقارہ پہنچا، اور یہان کی زراعت بھی پامال کی اور اسی قسم کی تاخت و تاراج کے بعد بلرم لوٹ آیا،

اگرچہ حسن بن عباس کی اس مہم سے رومی علاقہ کو نقصان پہنچ گیا تھا، لیکن اسلامی حکومت مین جو ابتری پیدا ہوگئی تھی، اوس سے رومیون کے حوصلے بڑھ گئے تھے، چنانچہ ادھر اسلامی لشکر رومی علاقہ سے واپس آیا، اور اودھر بالکل خلاف معمول اسکے جواب مین رومی دستے بھی اسلامی حدود حکومت مین گھس آئے اور یہان کے باغون اور کھیتون کو اسی قسم کے نقصانات پہنچائے، جیسے ابھی وہ نقصانات اوٹھا چکے تھے، حسن بن عباس نے اوس کے تدارک کے لئے فوجی دستے متعین کیے، چنانچہ ۲۶۸ھ مین ایک مختصر دستہ ابو ثور نامی ایک قائد کی سرکردگی مین جارہا تھا، کہ ایک رومی لشکر اس پر حملہ آور ہوا، مسلمانون کی

---

[1] ابن اثیر ج ۷، صفحہ ۲۳۲ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۵۹ ۲) ابن اثیر ج ۷، صفحہ ۲۵۲ و اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ صفحہ ۱۲۲ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۵۹،

تعداد بہت تھوڑی تھی، رومی غالب آئے، اور دستہ کے ایک ایک سپاہی کو قتل کر ڈالا، صرف سات مسلمان کسی طرح جان بچا کر بلرم پہنچے[1]

اور اس کے بعد ہی حسن بن عباس کی معزولی کی باری آگئی، اور اوس کے بجائے ابوالحسین محمد بن فضل فرمانِ ولایت لیکر صقلیہ پہنچا،

ابوالحسین محمد بن فضل والی صقلیہ (۱۵)

۲۶۸ھ / ۸۸۱ء

فوجکشی ابوالحسین محمد بن فضل ۲۶۸ھ / ۸۸۱ء مین صقلیہ پہنچا، اوس کو بھی دوگونہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، ایک طرف اوسکے خلاف مخالفینِ حکومت کی خفیہ سازشین، اور دوسری طرف اسلامی حکومت کے خلاف رومیون کی بڑھتی ہوئی حوصلہ مندیان تھین،

اس نے بھی اول امر کو نظر انداز کیا، کہ جب وقت آئے گا عہدۂ ولایت سے سبکدوش ہوجائے گا اور اپنی تمام توجہ رومیون کے خلاف مبذول کی، رومی گذشتہ سال اسلامی حکومت کے حدود مین تاخت و تاراج کر چکے تھے، علاوہ ازین اپنی منظم کوششون سے طرمین وغیرہ کے علاقہ مین ایک منظم حکومت کی تشکیل مین مصروف تھے، اور اسی سلسلہ مین ان لوگون نے کسی دور افتادہ مقام پر کسی ایک قلعہ کو مستحکم کرکے اپنی فوجی تیاریان شروع کردی تھین، اور اوسی قلعہ کو صقلیہ مین حکومت بیزنطی کا پایۂ تخت (مدینۃ الملك) قرار دیا تھا اور حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کی طرف سے بھی امدادی بیڑے آنے لگے تھے،

محمد بن فضل انھی حالات کی بنا پر اسی سال ۲۶۸ھ / ۸۸۱ء مین ایک فوج لیکر قطانیہ روانہ ہوا، اور تاخت و تاراج مین مصروف ہوگیا، اسی اثنا مین قسطنطنیہ کا امدادی بیڑا پہنچا، اور اوس سے معرکہ آرا ہوا، ابن تجربی

---

[1] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۲۵۲ و صفحہ ۲۵۵،

جنگ مین مسلمان فتحیاب ہوئے، اور بہت سے رومی کام آئے، جنگ کے خاتمہ کے بعد محمد بن فضل طبرمین چلا آیا، اور یہان کی زراعت وغیرہ کو نقصان پہنچا کر جدید پایہ تخت کی جستجو مین روانہ ہوا، کہ سامنے سے رومیون کی ایک ٹڈی دل فوج آتی دکھائی دی، دونون فوجین صف آرا ہوئین، اور دونون مین شدید مقابلہ ہوا، آخر رومیون کی صفین ٹوٹین، اور انھین کی ہزیمت پر اس جنگ کا خاتمہ ہوا، رومی مقتولین کی تعداد تین ہزار سے زیادہ تھی، محمد بن فضل مقتولین کے سر بلرم لے آیا؛

جدید رومی پایہ تخت پر قبضہ اس کامیاب جنگ سے مراجعت کے بعد اس نے رومیون کے جدید مرکز مدینۃ الملک (شاہی شہر) کا رخ کیا، اس شہر کی فتح مین کوئی دشواری پیش نہین آئی، رومیون کی مرکزی قوت کا اوسی جنگ مین خاتمہ ہو چکا تھا، جو کچھ بچی کھچی فوج رہ گئی تھی، اوس نے مقابلہ کیا، اور اس جنگ مین کام آئی، قلعہ پر قبضہ ہو گیا، جو لوگ زندہ بچ گئے تھے، گرفتار کر لئے گئے، اور ۲۶۸ھ ۸۸۱ء کے اختتام سے پہلے حکومت بزنطی کے اس جدید دار الحکومت کا خاتمہ ہو گیا،

اس کے بعد پھر دوسرے سال ۲۶۹ھ ۸۸۲ء مین رومی علاقہ پر حملہ آور ہوا، فوج کی پہلی منزل قلعہ مطہ قرار پائی، پھر یہان سے قطانیہ روانہ ہوئی، یہان رومیون سے معرکہ آرائی ہوئی، رومی یہان بھی کثیر تعداد مین مقتول ہوئے، محمد بن فضل اختتام جنگ کے بعد اسیران جنگ اور مال غنیمت لیکر ماہ ذی الحجہ مین بلرم واپس آ گیا،

عزل و جانشینی اس کے بعد محمد بن فضل دوسری مہم کا آغاز نہ کرنے پایا تھا کہ ماہ ربیع الاول ۲۷۰ھ ۸۸۳ء مین اوس کی معزولی کا پروانہ دربار قیروان سے آگیا، اور اوس کے بجائے علی بن محمد بن ابی الفوارس عہدۂ ولایت پر آیا،[1]

---

[1] ابن اثیر جلد ۷ ص ۲۵۵، ۲۷۹، اعمال الاعلام در بیازگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۶، و نہایۃ الارب در امار ی ص ۴۲۴ تا ۴۲۵ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۶۳، اعمال الاعلام مین اس کا نام علی بن ابی الفوارس ہے، ہم نے علی بن محمد بن ابی الفوارس نویری کی تصریح کے مطابق لکھا ہے،

علی بن محمد والیِ صقلیہ (۱۶)

سنہ ۲۷۰ھ / ۸۸۳ء

علی بن محمد خاندانِ اغالبہ کا ایک رکن تھا، سلسلۂ نسب علی بن محمد بن ابی الفوارس بن عبداللہ بن اغلب ہے، یہ یوم دوشنبہ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۲۷۰ھ / ۸۸۳ء مین صقلیہ آیا،

لیکن اس کا دورِ حکومت بھی محض چند روزہ ثابت ہوا، اور چند ہی مہینے بعد اسی سال ماہ رمضان مین اوس کی معزولی کا پروانہ قیروان سے آگیا، اور صقلیہ کی باگ حسین بن احمد کے ہاتھ مین آگئی،[1]

حسین بن احمد والیِ صقلیہ (۱۷)

سنہ ۲۷۰ھ / ۸۸۳ء – ۲۷۱ھ / ۸۸۴ء

فوجکشی حسین بن احمد سنہ ۲۷۰ھ / ۸۸۳ء مین صقلیہ آیا، اور اسی سال رمطہ پر فوجکشی کی، اور مالِ غنیمت اور قیدی لیکر بلرم واپس آیا،

والیِ صقلیہ کی وفات، پھر کچھ دنون کے بعد بیمار پڑا، اور ماہ شعبان سنہ ۲۷۱ھ / ۸۸۴ء مین وفات پائی، اور اسکے بعد سوادہ بن محمد کو ولایتِ صقلیہ پر بھیجا گیا،[2]

---

[1] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۹۲، اعمال الاعلام در یادگار مضامین ج ۲ ص ۴۷۷، البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۹۲، عجب اتفاق ہے، کہ لسان الدین ابن الخطیب نے حسین بن احمد کے بجائے حسین بن رباح لکھا ہم نے ابن عذاری اور ابن اثیر کی روایت قبول کی ہے، اس لئے کہ حسین بن رباح ۲۶۵ھ مین آیا، اور ۲۶۷ھ مین معزول ہو چکا ہے، لسان الدین نے اس موقع پر اس کا ذکر نہین کیا ہے اس لئے خیال ہوا، کہ شاید اسی سے اوسکو التباس ہوا ہو، اور حسین بن احمد کے بجے حسین بن رباح لکھ گیا ہو، [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۹۲۔

سوادہ بن محمد والی صقلیہ (۱۸)

۲۷۱ھ ۔ ۲۷۳ھ
۸۸۴ء　۸۸۶ء

سوادہ سابق مقتول والی صقلیہ خفاجہ بن سفیان کا پوتا اور محمد بن خفاجہ کا لڑکا تھا، ۲۷۱ھ / ۸۸۴ء مین صقلیہ پہنچا،

فوجکشی اور رومیوں سے صلح

عنان حکومت سنبھال کر رومی علاقہ پر فوجکشی کی، اور طبرمین پر حملہ آور ہوا، یہان اس علاقہ کو تخت و تاراج کر رہا تھا، کہ حاکم طبرمین نے ایک پیغام بھیج کر کچھ دنون کے لئے فوجکشی ملتوی کر دینے کی درخواست پیش کی اور معاوضہ مین تین سو مسلمان قیدی رہا کرنے کا عہد کیا، سوادہ نے شرط منظور کر لی، اور تین مہینہ کے لئے فوجکشی ملتوی ہو گئی، اس معاہدہ سے رومیون کو ایک فصل کا غلہ گھر مین مل گیا، اور اسلامی حکومت کو تین سو مسلمانون کو رہا کرانے کا موقع ملگیا،

اس کے بعد سوادہ نے تین مہینہ کی وقفہ کے بعد دوبارہ فوجکشی کی، اور فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے رومی مقبوضات مین پھیل گئے، اور قتل و نہب مین مصروف ہو گئے اور جب مال غنیمت اور قیدی جمع ہو جاتے، تو باہم لوٹ آتے،

جنوبی اٹلی کے دو اسلامی شہرون پر بیزنطی قبضہ

اس کے بعد اسی سال ۲۷۲ھ / ۸۸۵ء مین ایک بیزنطی بیڑا قسطنطنیہ سے ایک امیر البحر نجفور (NICEFORO) کی سرکردگی مین اٹلی پہنچا، اور ایک اسلامی شہر سبرینہ (SEVERINA) کا محاصرہ کیا مسلمانان شہر مقابلہ سے عاجز تھے، اس شرط پر شہر حوالہ کر دینے کی درخواست کی، کہ انہین امن و امان سے صحیح و سالم صقلیہ چلے جانے کی اجازت دیدیجائے، نجفور نے شرط منظور کر لی، مسلمان شہر خالی کر کے صقلیہ چلے آئے اور شہر پر بیزنطی علم لہرانے لگا،

اس کے بعد اوس نے ایک دوسرے شہر منتیہ (AMAN TEA) کا رخ کیا، یہان بھی مسلمانون نے معمولی محاصرہ کے بعد شہر حوالہ کر دیا، اور امن و امان سے بلرم چلے آئے، اور اس پر بھی ہلالی علم لہرانے لگا۔[۱]

والی صقلیہ کی گرفتاری اس کے بعد صقلیہ مین حسب معمول والی کے خلاف بغاوت ہوئی، اور باغی سوادہ پر قابو پانے مین کامیاب ہوگئے اس مرتبہ ان لوگون نے پہلے سے کسی قدر زیادہ جرأت کی، اور سوادہ اور اسکے عزیز و اقارب اور اوس کے حاشیہ نشین امرائے صقلیہ یعقوب بن بکر وغیرہ کو گرفتار کر لیا، اور سب کو ماہ رجب ۲۷۳ھ ۸۸۶ء مین افریقیہ روانہ کر دیا، اور صقلیہ کی حکومت کا نظم و نسق عارضی طور پر ابو العباس بن علی کے ہاتھ مین آگیا،[۲]

ابو مالک احمد بن عمر المعروف بہ حبشی والی صقلیہ (۱۹)

۲۷۴ھ ۸۸۷ء – ۲۷۸ھ ۸۹۱ء

ابو مالک احمد بن عمر بن عبد اللہ بن ابراہیم بن اغلب سوادہ کے بجائے صقلیہ کی ولایت پر بھیجا گیا، وہ اس سے پہلے بھی اس عہدہ پر مامور ہو چکا تھا، اب دوبارہ ماہ صفر ۲۷۴ھ ۸۸۷ء مین یہان پہنچا،

فوجکشی و فتوحات اس نے موسم گرما مین طبرمین قطانیہ اور لمطہ وغیرہ پر فوجکشی کی، اور سلب و نہب اور زراعت کے پامال کرنے مین کامیابی حاصل کی،[۳] پھر ۲۷۵ھ ۸۸۸ء مین رومی مقبوضات مین ایک دوسری فوجکشی کی اس مین بری و بحری دونون لڑائیان پیش آئین، رومیون کو ہزیمت ہوئی، ان کے سات ہزار سے زیادہ آدمی بری جنگ مین کام آئے، اور اسی طرح بحری جنگ مین تقریباً پانچ ہزار رومی غرقاب ہوئے، اور اسلامی لشکر رومی مقبوضات مین مال غنیمت اور قیدی جمع کرنے مین مصروف رہا،

---

[۱] ابن اثیر ج ۷ ص ۲۹۵ [۲] اعمال الاعلام، وریاد گاری ج ۲ ص ۴۷۴، و البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۶۳، [۳] اعمال الاعلام در یاد گاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۵،

ابو مالک کی یہ پہلی فوجکشی نتیجہ خیز ثابت ہوئی، دشمنون کی اس قدر کثیر فوج کی بربادی کے علاوہ رومی مقبوضات کا ایک وسیع علاقہ اسلامی قبضہ واقتدار مین داخل ہوگیا، ابن عذاری لکھتا ہے،

حتی اخلا الروم کثیرا من البلاد	یہان تک کہ رومیون نے ایسے بہت سے شہر اور قلعے
الحصون التی تجاور المسلمین	خالی کردئے جو اسلامی سرحد کے قریب واقع تھے،

اس کے بعد اوس نے جنوبی اٹلی پر بھی توجہ کی، اور سبرینہ و منتیہ کے زوال کا انتقام لینا چاہا، لیکن کسی شہر پر قبضہ حاصل نہین ہوا، صرف مال غنیمت اور قیدی لیکر واپس آیا،[۱]

پھر دوسرے سال طبرمین پر دوبارہ فوجکشی ہوئی، لیکن معمولی محاصرہ کے بعد فوج واپس آگئی،[۲]

صاحب افریقیہ کا قتل اور ولایت صقلیہ مین عزل نصب؛

اسی اثنا مین ابراہیم فرمانروائے افریقیہ نے نصر بن صمصامہ حاجب (وزیر) کو اس کے عزیز واقارب سمیت کسی سبب سے قتل کرا دیا، اور اوس کے بجائے حسن بن نافذ کو اس عہدہ پر مقرر کیا؛ اور ولایت صقلیہ کی نگرانی اسی کے سپرد ہوئی،

حسن بن نافذ نے ولایت صقلیہ کے اہتمام کا جائزہ لینے کے بعد سب سے پہلے والی صقلیہ ابو مالک کی معزولی کا پروانہ لکھا چنانچہ ۲۸۱ھ مین وہ معزول کیا گیا، اور اوس کے بجائے سابق والی صقلیہ ابو الحسین محمد بن فضل کو اس عہدہ پر مقرر کرکے صقلیہ روانہ کیا گیا،[۳]

---

[۱] البیان المغرب ومارری حوادث ۲۷۸ھ (در ترجمہ اردو) صفحہ ۱۶۲، [۲] البیان المغرب ترجمہ اردو صفحہ ۱۲۶، ابن عذاری نے سوادہ بن محمد کو اس زمانہ مین امیر صقلیہ بتایا ہے لیکن یہ صحیح نہین ہے، خود ابن عذاری سوادہ بن محمد کے خلاف بغاوت پھیلنے اور اسکے افریقیہ بھیجنے کی روایت ۲۷۳ھ مین لکھ چکا ہے، ابن عذاری کے اس بیان کے رو سے اسکے بعد علی بن ابی العباس باشندگان صقلیہ کے انتخاب سے والی ہوا تھا، لیکن پھر صحیح روایت کے رو سے ۲۷۸ھ مین ابو مالک افریقیہ سے بھیجا گیا اور وہی اسوقت تک اس عہدہ پر تھا، [۳] نہایۃ الارب نویری باب اخبار افریقیہ و المغرب حوادث ۲۸۱ھ و مارری صفحہ ۵۴۹، نویری نے واقعہ قتل کو ۲۸۱ھ مین لکھا ہے، اور اسی سال ولایت صقلیہ مین اس تبادلہ کا تذکرہ کیا ہے اور اسی طرح ابن عذاری نے اگرچہ واقعہ قتل کو ۲۸۰ھ مین بیان کیا ہے، لیکن محمد بن فضل کے تقرر کو ۲۸۱ھ مین لکھا ہے، اور لسان الدین ابن الخطیب نے صرف ابو مالک کی معزولی اور محمد بن فضل کے تقرر کا تذکرہ کیا ہے کسی سنہ کی تعیین نہین کی ہے۔

ابوالحسین محمد بن فضل والی صقلیہ (۲۰)

۲۷۹ھ سے ۲۸۴ھ
۸۹۲ء سے ۸۹۷ء

محمد بن فضل ۲ صفر ۲۷۹ھ / ۸۹۲ء کو دار الحکومت بلرم مین داخل ہوا، اس کے تقرر سے صقلیہ کے رومیون مین انتشار پیدا ہوا، اوس نے اپنے پچھلے دورِ حکومت مین بری طرح ان کا قلع قمع کیا تھا، چنانچہ اس مرتبہ بھی اس نے عنانِ حکومت ہاتھ مین لے کر رومی علاقہ کو تاخت وتاراج کرنا شروع کیا، اور رومیون نے اس سے پناہ مانگ کر صلح کی سلسلہ جنبانی کی، اور ۲۸۲ھ / ۸۹۵ء مین ایک معاہدہ پر طرفین کی رضامندی ثبت ہوگئی، جس کے روسے تین برس چار مہینے کیلئے فوجی پیشقدمی کا سلسلہ ملتوی کر دیا گیا، اور اوس کے معاوضہ مین ایک ہزار مسلمان قیدی آزاد ہوئے اور اسلامی حکومت نے بطور ضمانت تین تین مہینے کے لئے عرب و بربر کے چند اشخاص باہمی طرفین مین بطور یرغمال بھیجنے کا عہد کیا،[۱]

باشندگانِ صقلیہ کی سرکشی اور والی کا عزل و نصب

رومیون نے اسلامی حملہ سے بچنے کے لئے صلح کی سلسلہ جنبانی کی تھی لیکن محمد بن فضل نے اس کو بطیبِ خاطر اس لئے منظور کر لیا، کہ اس زمانہ مین صقلیہ کے داخلی سیاسیات کا مطلع نہایت غبار آلود ہو گیا تھا، چنانچہ معاہدہ صلح کے منعقد ہوتے ہی یہان کے شورش پسندون کی فتنہ پردازی و بغاوت انگیزی کے روکنے کی کوشش کرنے لگا، اور تقریبًا ڈیڑھ دوسال امن وامان سے گذارے گیا، کہ موجودہ حاجب افریقیہ احمد بن نافذ نے اوس کو معزول کر کے صقلیہ کی عنانِ حکومت اپنے لڑکے حسن کے سپرد کر دی،

---

[۱] البیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۶۷

حسن بن احمد والی صقلیہ (۲۱)

۲۸۴ھ تا ۲۸۵ھ
۸۹۷ء تا ۸۹۸ء

بغاوت اور قبائلی جنگ کا آغاز

حسن بن احمد نے ۲۸۴ھ مین عنان حکومت سنبھالی صقلیہ مین بغاوت کی جو آگ سلگ رہی تھی، اوس کے فرو کرنے مین کامیاب نہین ہوا اور ۲۸۵ھ مین حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند ہوگیا، اور اوسی سے مسلمانون مین باہمی قبائلی جنگ بھی چھڑ گئی،

مقابل کی دو جماعتین وقومون اور قبیلون کا علم اپنے اپنے ہاتھ مین لیے ہوئے کھڑی ہوگئین، ایک طرف قبائل بربر ابراہیم فرمانروائے افریقہ کے کشتگان ظلم سے اظہار ہمدردی مین مجبر مین حکومت کی قوت سے حکومت اغلبیہ کے الٹنے کی فکر مین مصروف تھے، اور دوسری طرف قبائل عرب اغالبہ کی حمایت مین شمشیر کف میدان مین تھے،

باغیون کے اصل سرغنہ ابوالحسن بن یزید اور اوس کے فتنہ پرداز لڑکے تھے، اور انھی کے ساتھ ایک شخص حضرمی نامی بھی تھا، چنانچہ انھی کی سرکردگی مین عرب وبربر کی باہمی تیغ آزمائی شروع ہوگئی،

ابراہیم اگرچہ مرض مراق مین مبتلا تھا تاہم ہوش وخرد کا دامن ہاتھ سے نہین چھوٹا تھا، اوس نے بغاوت کی خبر سن کر باشندگان صقلیہ کے نام ایک فرمان صادر کیا، جسمین اولاً تمام باغیون کو مطیع ہوجانے کی دعوت دی، اور اس کے صلہ مین عفو عام کا اعلان کیا اور پھر باغیون کے سرغنہ ابوالحسن اور حضرمی اور ابوالحسن کے لڑکون کو گرفتار کرکے افریقہ طلب کیا،

قیام امن

ابھی تک پورے طور پر باغیون مین باہمی تنظیم نہین ہوئی تھی، اور نہ ابوالحسن وغیرہ نے اس قدر ہردلعزیزی حاصل کی تھی کہ بطل پرستی کے جذبہ سے فرمان سلطانی کو رد کردیا جاتا، چنانچہ لوگون نے مسرت سے

فرمانِ سلطانی کو قبول کر لیا، اور ابو الحسن وغیرہ گرفتار کر کے افریقیہ بھیج دیئے گئے،

ان میں سے ابو الحسن کو زہر کا پیالہ پلا کر ہلاک کیا گیا، اور درسِ عبرت کے لئے اوسکی لاش مصلوب کر دیگئی، پھر اوس کے دونون بیٹے قتل کئے گئے، حضرمی کچھ دنون ابراہیم کی مصاحبت مین رہ چکا تھا، اوس نے اس موقع پر اوس سے فائدہ اوٹھانا چاہا، اور کوئی ہنسنے ہنسانے کی حرکت کی، ابراہیم نے ڈانٹ کر کہا، "یہ مذاق کا موقع نہین، اور پھر اس جرم کی پاداش مین حکم دیا کہ ڈنڈون سے پیٹ کر ہلاک کیا جائے[1]"

عزل و جانشینی اسی اثنار مین ابراہیم نے موجودہ والی صقلیہ حسن بن احمد کو برقرار رکھنا مناسب نہین سمجھا، اور اوس کے بجائے سابق والی صقلیہ ابو مالک احمد بن عمر کو مامور کیا[2]

ابو مالک احمد بن عمر والی صقلیہ (۲۲)

۲۸۵ھ – ۲۸۷ھ
۸۹۸ء – ۹۰۰ء

بغاوت اور حکومت کی شکست، اگرچہ اوس فرمانِ سلطانی سے صقلیہ کی بغاوت فوری طور پر فرو ہوگئی تھی، لیکن جب ابو مالک نے تیسری مرتبہ عنانِ حکومت ہاتھ مین لی، تو باغیون نے پھر سر اوٹھایا، اور یہ بغاوت پہلے سے زیادہ سخت تھی، اس مرتبہ دار الحکومت بلرم پر بھی باغیون کا قبضہ ہوگیا، اور ابو مالک بے دست

---

[1] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۱۷۹، [2] ابن اثیر ج ۷ ص ۳۴۹؛ ابو مالک کے تقرر کا تذکرہ صرف ابن اثیر نے کیا ہے، لسان الدین ابن الخطیب جو تمام ولاۃ کے عزل و نصب کو مفصل لکھتا آیا ہے، خاموش ہے، لیکن بالکل اسی طرح ابن اثیر نے بجز ابو مالک کے اس زمانہ کے دوسرے ولاۃ کا کوئی تذکرہ نہین کیا ہے، اور پھر ابو مالک کا زمانہ بھی صحیح طور پر مقرر نہین کیا جا سکتا، ہم نے صرف قیاس سے تمام روایتون کو سامنے رکھ کر اس کا زمانہ قیام متعین کیا ہے، کیونکہ لسان الدین ابن الخطیب جو تمام بیان کے رو سے حسن بن احمد ۲۸۴ھ مین صقلیہ آیا، اور ابن اثیر کے بیان کے رو سے ابو مالک ۲۸۷ھ تک صقلیہ کی ولایت پر مامور تھا، اور صقلیہ کی بغاوت ۲۸۵ھ مین ہوئی ابو مالک اسی کے بعد یہان آیا تھا اس لئے اس کا زمانہ قیام ۲۸۵ھ سے ۲۸۷ھ قرار پایا ہے،

دیا وہاں سے فرار ہونے پر مجبور ہوا، بغاوت کی لہر اکثر شہرون مین دوڑ گئی، صرف چند شہر حکومت کے وفادار رہے، انہی مین ایک جرجنت تھا چنانچہ بلرم سے حکومت کے جو ہواخواہ فرار ہوئے او نھون نے یہین آکر پناہ لی اور اسی شہر کو حکومت کا مرکز قرار دیا، اس لیے باغیون نے اس کا رخ کیا، اور ان دونون شہرون کے باشندون مین جرجنت کے سامنے معرکۂ کارزار گرم ہو گیا،

ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس مرتبہ باغیون کو یہ قوت محض ابو مالک کی نااہلیت سے حاصل ہوئی، اس لئے ابراہیم نے بہت جلد اوس کو وہان سے بلا لینے کا فیصلہ کیا، اور اوس کے بجائے اپنے اولوالعزم شاہزادے ابو العباس کو نامزد کیا، جو افریقیہ کا ہونے والا تاجدار تھا، اور ابھی افریقیہ مین بغاوت فرد کرنے کی اہم خدمات انجام دے چکا تھا، چنانچہ وہ اعلی پیمانہ پر صقلیہ کی روانگی کی تیاریان کرنے لگا،[۱]

ابو العباس بن ابراہیم والی صقلیہ (۲۳)

۲۸۷ھ تا ۲۸۹ھ ۔ ۹۰۰ء تا ۹۰۱ء

صقلیہ کی روانگی کی تیاریان

ابو العباس صقلیہ کے نازک ترین لمحہ مین عہدۂ ولایت کی اس مشکل خدمت کو انجام دینے کیلئے مامور ہوا تھا، اسی مناسبت سے اس کے لئے نہایت اہم جنگی تیاریون کا اہتمام کیا گیا، اور فوج بہم پہنچانے اور بیڑے تیار کرنے مین اس شان وشوکت کا اظہار ہوا گویا وہ نئے سرے سے فتح صقلیہ کیلئے جا رہا ہے،

ورود طرابنش

چنانچہ اس لشکر مین افریقیہ کے بہترین کارآزمودہ سپاہی یکجا کئے گئے، جو ایک سو بیس[۱۲۰] جہازون پر افریقیہ سے سوار ہوئے، علاوہ ازین چالیس جنگی جہازات کے ماسوا تھے، یہ عظیم الشان بیڑا ماہ شعبان ۲۸۷ھ ۹۰۰ء مین صقلیہ کے مشہور بندرگاہ طرابنش مین لنگر انداز ہوا،

---

[۱] اعمال الاعلام در یادگاری ج ۲ صفحہ ۴۲، وابن اثیر ج ۷ صفحہ ۲۴۹،

بغاوت کی لہر صقلیہ کے تمام شہرون مین دوڑ گئی تھی، اس لئے طرابنش کا بھی محاصرہ کرنا پڑا، لیکن بغیر کسی قسم کی خونریزی کے شہر پر قبضہ ہوگیا، اور چند دن کے لئے یہی شہر اسلامی حکومت صقلیہ کا عارضی دار الحکومت بنگیا،

باغیون کا وفد ابو العباس کی خدمت مین

بلرم کے باغی اسوقت اہل جرجنت سے معرکہ آرا تھے، شاہی فوج کی آمد کی خبر سنتے ہی سراسیمہ بلرم لوٹ آئے، باشندگان بلرم مین ابو العباس کے لشکر جرار سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی، اسلئے ابو العباس کو فوری طور پر کسی طرح بہ لطائف الحیل راضی کرنا چاہا، کہ شاہی فوج سے صف آرائی کا موقع نہ آنے پائے اور اوس کو اپنی وفاداری کا یقین دلا کر عام معافی کا فرمان حاصل کرلیا جائے، اور پھر جو حالات پیش آئین، اونھین کے مطابق کوئی حکمت عملی اختیار کیجائے، چنانچہ اسی غرض سے بلرم کے معززین و اکابرین کا ایک وفد قاضی صقلیہ کی سرکردگی مین ترتیب دیا گیا، جسنے ابو العباس کی خدمت مین حاضر ہوکر اپنے معروضات پیش کئے، اور اپنی بغاوت، غداری اور جرجنت پر فوجکشی وغیرہ پر معذرت کی، اور آیندہ کے لئے کامل اطاعت و انقیاد اور وفاداری کا یقین دلایا، ابو العباس یہ معروضات سن کر خاموش ہو رہا اور کسی دوسرے وقت جواب دینے کا وعدہ کیا، کیونکہ اسی اثنا مین اہل جرجنت کے پُرامن شہریون کا ایک وفد بھی پہنچ چکا تھا، اسلئے اوس سے بھی تبادلۂ خیالات کرلینا ضروری تھا،

چنانچہ بلرم کے وفد کی باریابی کے بعد اہل جرجنت رازدارانہ طور پر ابو العباس کے پاس پہنچے اور اہل بلرم کے اصل مقصد سے اوسکو آگاہ کیا، کہ یہ باغیون کی وقتی حیلہ جوئی ہے، ان بین ابھی تک حکومت کی اطاعت و انقیاد کا کوئی جذبہ پیدا نہین ہوا ہے، اور اس وفد کی ساری کارروائی تمامتر سازش و نمائش پر مبنی ہے، اسی کے ساتھ جرجنت والون نے اہل بلرم کے حسن نیت کا پتہ چلانے کیلئے ابو العباس کو یہ مشورہ دیا کہ ارکان وفد سے بطور آزمایش بلرم کے فلان فلان اشخاص یہان طلب کئے جائین،

اگر وہ لوگ بلا تامل یہاں آجائیں تو ان کی عام اطاعت قبول کرلی جائے، ورنہ سازش کا راز خود افشا ہوجاتا ہے، چنانچہ ابوالعباس نے اسی مشورہ کے مطابق اہلِ وفد کو جواب دے دیا، اور وہ چند اشخاص بلرم سے طلب کئے گئے،

باغیون کی سرکشی باستبندگان جرجنت کا گمان صحیح نکلا، بلرم کے وہ سربرآوردہ اشخاص طرابنش آنے کے بجائے وہین علانیہ مخالفت پر کمربستہ ہوگئے، جب ابوالعباس کو اس کی خبر ملی تو بطور حفظ ماتقدم بلرم کے اوس وفد کے تمام ارکان کو حراست مین لے لیا، اور پھر اسی وفد کے رئیس قاضی صقلیہ کی سرکردگی مین افریقیہ کے چند معززین کو بلرم روانہ کیا، کہ وہ اہلِ شہر کو راہ راست پر لائین لیکن اس جماعت کی کوشش بھی ناکام رہین، بلکہ باغیون نے ان اکابر بلرم کی گرفتاری کے انتقام مین افریقیہ کے اوس صلح جو گروہ کو گرفتار کرلیا، اور ابوالعباس کے خلاف طرابنش پر حملہ آوری کی تیاریان کرنے لگا،

ابوالعباس کے خلاف فوجکشی، باغیون کا لشکر ۵ ارشعبان ۲۸۷ھ؁ کو بلرم سے روانہ ہوا، لشکر کی کمان مسعود باجی نامی ایک سرخیل جماعت کے ہاتھ مین تھی، ان باغیون کے ساتھ صقلیہ کی ایک شورہ پشت جماعت بھی بڑی تعداد مین رکموتیہ نام ایک شخص کی سرکردگی مین شریک تھی،

طرابنش گو صقلیہ کا ایک حصہ تھا، لیکن جغرافی حیثیت سے وہ جزیرہ سے بالکل جدا تھا، صرف زمین کی ایک پتلی سی پٹ دونون کو ملائے ہوئے تھی، ان جغرافی حالات کی بنا پر باغیون نے اپنا لشکر دو حصون مین تقسیم کیا، تیس۳۰ جہازون کا ایک بیڑا ساحل ساحل ہوتا ہوا طرابنش بھیجا گیا، اور لشکر کا بقیہ حصہ جو کثیر تعداد پر مشتمل تھا خشکی کے راستہ سے روانہ ہوا، لیکن تائید ایزدی سے باغیون کا بیڑا بلرم سے کچھ ہی دور نکلا تھا کہ سمندر مین طوفان آگیا، اور اکثر جہاز غرقاب ہوگئے، اور جو باقی بچے وہ نامراد بلرم لوٹ آئے، لیکن بری فوج نہایت تیزی سے کوچ کرتی ہوئی طرابنش پہنچی، یہان شاہی فوج بھی پہلے سے تیار تھی، باغیون کے پہنچتے ہی دونون کی بالمقابل صفین قائم ہوگئین،

معرکہ آرائی اور باغیون کی پسپائی،

ان دونون فوجون کا پہلا مقابلہ ۱۲ شعبان کو پیش آیا، دونون طرف کے مسلمان سپاہی کام آئے لیکن یہ جنگ کسی نتیجہ پر نہین پہنچ سکی، پھر دوسرے دن ۲۲ شعبان کو علی الصباح میدان کارزار گرم ہوگیا، دیر تک لڑائی کا سلسلہ قائم رہا جب عصر کا وقت آیا، تو باغیون مین کچھ سراسیمگی پیدا ہوئی، اور پسپا ہوکر فرار ہوئے، ابو العباس نے تعاقب کا حکم دیا، اور شاہی فوج نقش قدم پر چل کھڑی ہوئی، اور ادھر سمندر کے راستہ سے شاہی بیڑے نے بھی بلرم کا رُخ کیا، اور بلرم پہنچ کر بری و بحری محاصرہ کر لیا گیا،

بلرم کا محاصرہ

باغی قلعہ بند ہوگئے، اور کبھی کبھی شہر سے نکل کر کچھ دیر لڑتے، اور پھر شہر کے دروازے بند کر لیتے یہی سلسلہ ۱۰ رمضان تک جاری رہا، دسوین تاریخ کی فیصلہ کن جنگ مین دونون طرف سے سہ پہر تک بے پناہ تلوار چلی اور سہ پہر کے بعد باغیون مین انتشار پیدا ہوا، اور پسپا ہونا شروع ہوے، شاہی فوج آگے بڑھی اور تعاقب کرکے مغرب تک تہ تیغ کرتی رہی، بہت سے باغی کام آئے اور شاہی لشکر ربض شہر پر قابض ہوکر بلرم کے باغات اور نزہت گاہون مین پھیل گیا، اور ان مقامات مین باغیون کا جو کچھ سرمایہ تھا، اوسکو لوٹ لیا،

باغیون کی ناکامی اور سرغناؤن کا فرار ہونا،

اب باغیون کو اپنی کامیابی کی کوئی امید باقی نہین رہی تھی، اس لئے اُن مین کے جو سرغنہ اور ممتاز افراد تھے کسی طرح موقع پا کر اپنے تمام اہل و عیال کو لے کر بلرم سے فرار ہوگئے، اور ان مین سے اکثر رومی مقبوضات کے صدر مقام طرمین مین جاکر پناہ گزین ہوے، اور بعضون نے صقلیہ کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا، چنانچہ رکمونیلو ایک نہایت حسبقدر جنگجو اور شورہ پشت اشخاص تھے وہ سب کے سب صقلیہ سے نکل کر حکومت بزنطی کے پایہ تخت قسطنطنیہ چلے گئے،

بلرم مین داخلہ

ان لوگون کے فرار ہونے کے بعد بلرم کے پرامن شہری ابو العباس کی خدمت مین حاضر ہوے، اور اہل شہر کے لئے امن و امان کا فرمان حاصل کیا، اور اوس کے بعد وہ ۲۰ رمضان ۲۸۷ھ کو

شہر مین داخل ہوگیا،

باغیون کے سرغناؤن کی گرفتاری، شہر مین پہنچنے کے بعد اوس نے سب سے پہلے باغیون کے سرغناؤن کو تلاش کیا، اگرچہ اصل مجرم فرار ہو چکے تھے، تاہم معززین و رؤسائے شہر مین ایسے اشخاص اب بھی باقی رہ گئے تھے، جنھون نے بغاوت مین کچھ نہ کچھ حصہ لیا تھا، ابو العباس نے ان سب کو گرفتار کرکے اپنے باپ ابراہیم کے پاس افریقیہ بھیج دیا،

مفرورین کا تعاقب اس کے بعد ابو العباس نے دیگر مفرورین کے تعاقب مین طبرمین پر لشکرکشی کی، رومیون نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا، اور شہر پناہ کے نیچے معرکہ آرائی ہوئی، لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا، پھر اسلامی لشکر اس علاقہ کے باغون کے درختون کو برباد کرتا قطانیہ چلا گیا، اور پھر وہان سے بے نیل مرام بلرم واپس آیا،

جزیرہ مین کامل امن و امان ابو العباس جس مقصد کے لئے صقلیہ گیا تھا، اس مین اسکو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی، اس نے فتنہ و فساد کی پورے طور پر بیخکنی کردی، اور اب سارے جزیرہ مین امن و امان کا کامل دار و دورہ ہوگیا،

اس کے بعد ابو العباس چند ماہ کے لئے دار الحکومت بلرم مین مقیم رہ کر ملکی نظم و نسق مین مصروف ہوگیا،[1]

جنوبی اٹلی پر تاخت، جب جزیرہ مین سخت خونریزی کے بعد کامل امن و امان ہوگیا، اور پھر چند ماہ مین ملکی نظم و نسق بھی درست ہوگیا، تو ابو العباس نے جنوبی اٹلی کی اسلامی نوآبادی اور مقبوضات پر توجہ کی جو روز بروز مسلمانان صقلیہ کی باہمی خانہ جنگی اور یورپ کی حکومتون کے حملون سے تباہ ہورہے تھے، اوران مین سے اکثر مقام شہر ریو، باری، سلرنو، سبرنیہ، اور منتیہ وغیرہ ۲۵۸ھ سے ۲۷۲ھ تک مین اسلامی قبضہ و اقتدار سے نکل چکے تھے،

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۳۴۹، ۲۵۰، البیان المغرب ترجمہ اردو ص ۱۷۹، اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۲۷،

چنانچہ ابو العباس نے یکم ربیع الآخر ۲۸۹ھ میں ایک عظیم الشان بیڑا بندرگاہ بلرم سے روانہ کیا، جو اولاً صقلیہ کے ایک رومی، ساحلی شہر دمنش (DEMONE) پہنچا، اور کسی بنا پر اس کا محاصرہ کرلیا گیا، اور فصیل شہر کو نشانہ بنا کر منجنیقیں نصب کردی گئیں، لیکن پھر چند ہی دن میں خود ابو العباس آپہنچا، اور شہر کا محاصرہ اوٹھا کر بیڑے کو مسینا لے آیا، تاکہ یہان سے جنوبی اٹلی کا رُخ کرسکے،

فتح ریو، اس کے بعد یہ بیڑا مسینا سے روانہ ہوا، اور اوس کے بالمقابل شہر ریو کا محاصرہ کرلیا، ریو مین عیسائیون کی ٹڈی دل فوج مقابلہ کے لئے موجود تھی، چنانچہ شہر کے دروازہ پر نہایت خونریز جنگ ہوئی، جس مین مسلمان کامیاب ہوئے اور ماہ رجب ۲۸۹ھ مین شہر مین فاتحانہ داخل ہوگئے، اور شہر پر اسلامی پرچم لہرانے لگا،

چونکہ شہر بزور شمشیر قبضہ ہوا تھا، اس لئے قدیم اصول جنگ کے مطابق سارے شہر مین سلب و نہب کا بازار گرم ہوگیا، جس مین بے حساب دولت ہاتھ آئی، اسلامی لشکر مین سونے اور چاندی کا ایک انبار لگ گیا، شہر سے روانگی کے وقت ابو العباس نے شہر کو غیر مسلح کرنے کے لئے فصیل کو منہدم کردیا،

اس عہد مین اٹلی کی داخلی سیاسیات ویسے ہی پراگندہ حالات مین تھی، جس کا تذکرہ گذر چکا ہے، ابو العباس نے یہان کی اس طوائف الملوکی سے فائدہ اوٹھایا، اور ہر ایک سے صلح اور جنگ کے جداگانہ معاہدے کئے، اور اسی کے مطابق اپنی پیشقدمی اندرون ملک مین جاری کی، اور انھین معاہدون کے مطابق نیپلس، امالفی، اور رسالرنو سے صلح قرار پائی، اور پاپائے روما کے حدود حکومت اسلامی لشکر کی تاخت و تاراج کی جولانگاہ بنے[۱]،

چنانچہ ابو العباس پیشقدمی کرتا ہوا کلیسائے روما کے حدود مین داخل ہوا، جو مقدس شہر روما کے اردگرد کے چند میلون پر مشتمل تھا، تمام علاقہ عربی گھوڑون کی ٹاپ سے روند ڈالا گیا، یہ دوسرا موقع تھا

[۱] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۲۵، و تاریخ عرب موسیو سدیو صفحہ ۲۴۳،

کہ عرب حدود سلطنت کلیسا مین داخل ہوئے تھے لیکن اس مرتبہ شہر روما کی شہر پناہ کے دروازے تک پہنچ گئے! اور قریب تھا کہ روما کا محاصرہ شروع کردین، کہ پوپ نے دست مصالحت بڑھایا،

مسیحی نقطۂ نظر سے عربون کے اس حملہ سے سلطنت روما کے ارض پاک کی سخت بے حرمتی ہوتی تھی، چنانچہ ان کے فرضی مظالم کی مبالغہ آمیز داستانین عیسائیون کی تاریخ مین بیان کیجاتی ہین

مسٹر اسکاٹ لکھتے ہین:-

"مسلمانون نے حسب معمول اپنا غصہ پادریون کے اوپر نکالا، گرجا اور خانقاہین تباہ کردی گئین، پادری قتل کر دیے گئے، اچھوتی راہبات اور ننون کو امرا کے محلون مین پہنچا دیا گیا، جو پناہ گزین روم مین آئے، اون سے تمام بازار گلیان اور گرجا وغیرہ بھر گئے تھے،........ اور روما مین ایک عام اختلال دہشت اور مایوسی پھیل گئی، اور ہر وقت دشمنون کے حملہ کا اندیشہ لگا رہتا تھا"

پوپ کا جزیہ کی ادائی قبول کرنا

ابو العباس نے سلطنت کلیسائے فرمانروا پوپ یوحنا کے دست مصالحت کے جواب مین جزیہ کی شرط پیش کی، جس کو اوس نے خوشی سے منظور کرلیا، اور جزیہ مین پچیس ہزار ۲۵۰۰۰ رطل چاندی دینے کا وعدہ کیا،

اس طرح جنوبی اٹلی کی اس تاخت مین مجاہدین اسلام مسیحی دنیا کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا کو اپنا باجگذار بنا کر مسینا لوٹ آئے،

ایک بزنطی بیڑے کی بربادی

ابو العباس نے واپسی کے بعد اپنے قدیم حریف حکومت بزنطی کے ایک بیڑے کو آتا ہوئے مسینا مین منڈلاتے دیکھا، اسلامی بیڑا بڑھ کر حملہ آور ہوا، رومیون کو ہزیمت ہوئی، اور اون کے تیس جہاز مجاہدین کے قبضہ مین آگئے، ابو العباس اس مہم کے بعد دار الحکومت بلرم لوٹ آیا،[۱]

ابو العباس کی مراجعت افریقیہ

ابو العباس بلرم مین امور مملکت کی نگرانی کر رہا تھا کہ ایکایک ۲۸۹ھ ۹۰۱ء مین یہ

[۱] ابن اثیر ج ۷ ص ۳۵۰، اخبار الاندلس ج ۲ ص ۱۴۹، و تاریخ عرب موسیو سدیو ص ۲۴۶،

فرمان سلطانی پہنچا کہ وہ افریقیہ واپس چلا آئے،

قائم مقامی چنانچہ وہ صقلیہ کی حکومت اپنے لڑکوں ابومضر اور ابو معد کے سپرد کرکے خود پانچ جہازوں کے ایک مختصر بیڑے پر سوار ہو کر افریقیہ روانہ ہو گیا[۱]

ابوالعباس کا عہد حکومت ابوالعباس جس مقصد کے لئے صقلیہ آیا تھا اس میں کامیاب ہوا، بغاوتیں فرو ہو گئیں، ملک میں امن و امان قائم کیا، پھر اٹلی میں اسلامی پیش قدمیوں کو منتہائے کمال تک پہنچایا اور عالم عیسائیت کے پیشوائے اعظم پوپ یوحنا کو ادائے جزیہ پر مجبور کر دیا،

تاہم ابھی صقلیہ میں چند دنوں اوسکے قیام کی ضرورت باقی تھی، اولاً یہاں کے باقی ماندہ رومی مقبوضات کو اسلامی حکومت کے حدود میں داخل کرنا تھا، علاوہ بریں اٹلی میں بھی بعض ایسی ریاستیں باقی رہ گئی تھیں جو اسلامی حکومت صقلیہ سے سرکشی اور مخالفت پر قائم تھیں لیکن افریقیہ میں اوسکی طلبی بعض ناگزیر اسباب کے باعث پیش آگئی جنکی تفصیل آگے آتی ہے،

ابراہیم کی حکومت سے کنارہ کشی اور ابوالعباس کی سریر آرائی افریقیہ میں ابوالعباس کی مراجعت کا سبب اوس کے باپ ابراہیم کی حکومت سے کنارہ کشی تھی، چنانچہ ابوالعباس ماہ ربیع الاول ۲۸۹ھ میں ٹیونس پہنچا، اور ابراہیم اس کے حق میں حکومت سے دستبردار ہو گیا،

ابراہیم کا عہد حکومت اور کنارہ کشی کے اسباب اور اوسکے اثرات صقلیہ پر ابراہیم نے اٹھائیس[۲۸] سال فرمانروائی کی، اس کی سیرت و کردار اور عہد حکومت کے محاسن و معائب میں مورخین کے متضاد بیانات ہیں، لیکن سب کو سامنے رکھ کر ہم اجمالی طور پر اس نتیجہ تک پہنچے ہیں، کہ جب اوس نے تخت حکومت پر قدم رکھا تو جیسا کہ بتایا جا چکا ہے، ایک بہترین فرمانروا ثابت ہوا، اور نہایت بیدار مغزی، تندہی، جفاکشی اور عدل و انصاف سے حکومت شروع کی،

---

[۱] ابن اثیر ج ۷، صفحہ ۳۵،

اس کے عہد حکومت کے چھ سات سال گذرے تھے کہ وہ خبط سودائی کے غلبہ سے مراق مین مبتلا ہوگیا، اور اس مرض سے اوسکی طبیعت رفتہ رفتہ ایسی بدلی، کہ اوس کے تمام اوصاف حمیدہ عادات رذیلہ مین تبدیل ہوگئے، عمّال کا عزل و نصب بار بار کرنے لگا، اور ذرا ذرا سی بات پر قتل کے واردات سرزد ہونے لگے اور اس خونین دور مین بہ کثرت اراکین دولت، عمّال، کتّاب، حجّاب اور خدام وغیرہ قتل کئے گئے، اور ان مظالم کی طویل داستانین تاریخون مین مذکور ہین، اسلئے جن مورخین نے اوس کے اوصاف و محامد بیان کئے ہین وہ اس کے پہلے دور سے متعلق ہین، اور جن لوگون نے اوس کے مظالم کا تذکرہ کیا ہے، وہ اوسکے مرض مراق مین مبتلا ہونے کے بعد کے واقعات ہین،

دعوت اسماعیلی کی ابتدا، ابراہیم کے اس طرز حکمرانی سے افریقیہ مین دولت اغالبہ سے بددلی پیدا ہوگئی، لوگ خائف ہو ہو کر دار الحکومت سے فرار ہوگئے، اور ملک کے گوشہ گوشہ مین اوسکے مظالم کی داستانین پہنچ گئین،

اتفاق وقت کہ انہی دنون افریقیہ مین تحریک اسماعیلی کا علمبردار ابو عبد اللہ اپنی مذہبی و سیاسی دعوت کی نشر و اشاعت کر رہا تھا، اوس کو ابراہیم کی اس روش سے تائید حاصل ہوئی، اور دعوت اسماعیلی کو روز بروز نمایان فروغ حاصل ہوتا گیا، اور پھر انہین اثرات سے افریقیہ مین جا بجا بغاوتین برپا ہوگئین، اور پھر اسی سلسلہ مین جیسا کہ گذر چکا ہے، صقلیہ مین بغاوت کے اثرات پہنچے، اور ایک مدت دراز تک وہان بھی امن و امان مفقود ہوگیا،

جب ابراہیم کی اس روش سے افریقیہ کے حالات روز بروز بد سے بدتر ہوتے گئے، اور دعوت اسماعیلی کو تقویت حاصل ہوتی گئی، تو معززین افریقیہ مین جو لوگ حکومت اغلبیہ کے زیادہ جان نثار تھے، اون کے درمیان معاملات کے رویہ اصلاح لانے کی تحریک پیدا ہوئی، اور اون لوگون نے اس موقع پر خلیفہ عباسی المعتضد باللہ کی طرف رجوع کیا، جس نے حالات سے باخبر ہو کر ابراہیم کو ایک تہدید آمیز فرمان بھیجا کہ "یا تو تم اپنے

اخلاق وعادات مین تبدیلی پیدا کرو، ورنہ امر ولایت اپنے برادر عم زاد محمد بن زیادۃ اللہ کے سپرد کردو،

لیکن ابراہیم نے اس فرمان خلافت کی بھی کوئی پروا نہین کی اور اس کا سفاکانہ طرز عمل بدستور جاری رہا، لیکن جب پھر بعض نئے مظالم اس سے سرزد ہوئے، تو بالآخر المعتضد نے ۲۸۹ھ ۹۰۲ء مین ایک نہایت سخت تہدید آمیز مکتوب ابراہیم کے پاس بھیجا کہ "حکومت سے دستبردار ہوجاؤ، اور اپنی جگہ اپنے لڑکے ابوالعباس کو بٹھادو اور خود فوراً بغداد آؤ"

ابراہیم خلیفہ وقت کے اس آخری فرمان سے سنبھل گیا، طبیعت مین انقلاب پیدا ہوا، اور مظالم کی جہان تک تلافی کرسکتا تھا، تلافی کی، اور خود ایک زاہد شب زندہ دار کی زندگی اختیار کی، اور صقلیہ سے ابوالعباس کو طلب کرکے امور مملکت اسکو تفویض کردیئے اور پھر خلیفہ المعتضد کو اطلاع بھیج دی، کہ "حج کا عزم رکھتا ہوں اسلئے دربار خلافت مین حاضری سے معذور ہے"[1]

ابوالعباس عبداللہ بن ابراہیم فرمانروائے افریقہ

۲۸۹ھ ۹۰۲ء

ابوالعباس خود صاحب علم وفضل تھا، اس لئے علما، واعیان افریقہ کو امور مملکت مین شریک کیا، اور تخت شاہی پر قدم رکھتے ہی ایک اعلان شائع کیا جس میں رعایا کو لطف واحسان، رفق ومحبت اور عدل وانصاف کا پورا یقین دلایا گیا، اور ابتدائی نظم ونسق سے فارغ ہوکر اپنے بھائی احول کی سرکردگی مین ایک لشکر ابوعبداللہ الداعی کی جماعت کے مقابلہ مین روانہ کیا، جس مین شاہی لشکر کو کامیابی حاصل ہوئی،

[1] ان حالات کی تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۷، ص ۱۹، اعمال الاعلام دریا دگاری مضامین ج ۲، صفحہ ۲۷ ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۴، نہایۃ الارب باب ذکر اعتزال ابراہیم حوادث ۲۸۹ھ دراماری صفحہ ۵۰۴، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۷۱، وغیرہ،

اور بظاہر افریقیہ مین حکومت اغلبیہ کے موافق ایک اچھی فضا قائم ہوگئی،

ولایت صقلیہ حکومت افریقیہ مین جو کچھ انقلاب ہوا، اسکے اثرات افریقیہ مین جیسے کچھ ہوے ہون لیکن صقلیہ کے لئے ایک فال نیک ثابت ہوا، ابراہیم حکومت سے دستبردار ہوکر سوسہ پہنچا، اور یہین سے المعتضد کو اپنا جواب بھیجا، اور پھر چند دن ٹھہر کر اس نے ایک دوسرا قاصد روانہ کیا جس مین المعتضد کو اطلاع دیگئی، کہ اوسکو فرمانروایان مصر بنو طولون کے خوف سے حج کا ارادہ فسخ کرنا پڑا، اور اب وہ صقلیہ جارہا ہی، کہ وہان جو چند شہر اور قلعے عیسائیون کے قبضہ مین باقی رہ گئے ہین، انھین اسلامی حکومت کے زیر علم لے آئے، کہ سارے جزیرہ پر حکومت اسلامی کا دار دورہ ہو، ورنہ اگر وہ حج کو جاتا ہے تو بنو طولون مصر مین مزاحم ہونگے جس سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے، اسلئے وہ دربار خلافت کی حاضری سے معذور ہی[۱]

[۱] نہایۃ الارب ذکر اعتزال ابراہیم دراماری ص ۴۵۱، احمد بن طولون خانوادۂ خلافت عباسیہ کا ایک پروردہ قائد تھا جو مصر و شام پر مستولی ہوگیا تھا، اس خاندان کی حکومت ۲۶۴ھ ۸۷۸ء سے ۲۹۲ھ ۹۰۴ء تک خود مختارانہ قائم رہی، اگرچہ کبھی کبھی خلفای عباسیہ اور امرائے بنی طولون مین خوشگوار تعلقات بھی قائم رہے لیکن پھر بھی حکومت بنی طولون خلفائے عباسیہ کے لئے ایک باغی حکومت تھی، چنانچہ ۲۹۲ھ ۹۰۴ء مین جب خلیفہ عباسی مکتفی کو موقع ملا، تو اس کا خاتمہ کردیا (ابن خلدون ج ۴ باب الخبر عن دولت احمد بن طولون) اور ادھر افریقیہ کی حکومت اغلبیہ خلافت عباسیہ کی سیادت ہمیشہ تسلیم کرتی رہی، اور اسی رشتہ اتحاد کے باعث بنو طولون اور اغالبہ مین برابر مخالفت قائم رہی، چنانچہ ۲۶۵ھ مین خود ابراہیم پر احمد بن طولون کے لڑکے عباس نے فوجکشی کی اگرچہ وہ اسوقت خود اپنے باپ طولون سے باغی تھا، لیکن پھر ۲۸۳ھ ۸۹۶ء مین ابراہیم نے مصر کی جانب پیشقدمی کی (ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۳) اسلئے ابراہیم کی یہ بہانہ جوئی دربار خلافت مین قابل پذیرائی تھی لیکن متن کی روایت نویری کی ہے اور ابن اثیر اور ابن خلدون وغیرہ نے لکھا ہے، کہ ابراہیم نے بنی طولون کے خطرہ سے مصر کا راستہ چھوڑ کر صقلیہ کا راستہ اختیار کیا تا کہ وہ وہان سے حج کو جائے، اور جہاد اور حج دونون فضیلتون کو حاصل کرے لیکن یہ صحیح نہین ہوسکتا کہ صقلیہ سے حجاز کے دو ہی راستے ہوسکتے تھے، خواہ مصر ہوکر جاتا یا شام ہوکر ابراہیم کیلئے جو خطرہ مصر مین تھا وہی شام مین بھی موجود تھا، کیونکہ اسوقت شام بھی بنو طولون ہی کے ممالک محروسہ مین داخل تھا، ابراہیم کا یہ سفر ۲۸۹ھ مین پیش آیا اور شام سے بنو طولون کی حکومت ۲۹۰ھ ۹۰۲ء مین قرامطہ کے ہاتھون مین گئی ہے (ابن خلدون ج ۴ ص ۲۹۷) اسلئے یہ قیاس آرائی بھی صحیح نہین ہوسکتی کہ شام کا راستہ اختیار کیا جاسکتا تھا اسلئے مین نے نہایۃ الارب نویری کے بیان کو ترجیح دی ہے کہ وہ حج کا ارادہ فسخ کرکے صقلیہ روانہ ہوا،

سابق فرمانروائے افریقہ ابراہیم بن احمد کا ورود صقلیہ پر (۲۲)

۲۸۹ھ / ۹۰۱ء

ابراہیم کا ورود صقلیہ

ابراہیم اپنے ذاتی خزانہ کی تمام دولت وثروت اور آلات جنگ وغیرہ ساتھ لیکر سوسہ مین صوفیون کے لباس مین داخل ہوا تھا، یہان آتے ہی صقلیہ کی روانگی کا اعلان کیا، کچھ لوگ اس کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہوئے جس سے ایک مختصر فوج تیار ہوگئی، اور اوسکو ساتھ لے کر ۲۷ ربیع الآخر ۲۸۹ھ / ۹۰۱ء کو یہان سے تونہ پہنچا، اور یہان اپنے سپاہیون کے لئے آلات جنگ اور گھوڑے وغیرہ فراہم کئے، اور پھر ہر سوار کے لئے بیس بیس اور پاپیادہ کو دس دس دینار دیدیئے، کہ اپنے اہل وعیال کی خبرگیری کا سامان کرسکین، اور پھر صقلیہ روانہ ہوا، اور طرابنش مین آکر لنگرانداز ہوا، اور یہان سترہ دن ٹھہر کر اٹھارہوین دن بلرم روانہ ہوا، اور ۲۸ رجب ۲۸۹ھ / ۹۰۱ء کو شاہانہ شان وشوکت عزت اور تمکنت سے شہر مین داخل ہوا،

ابراہیم جب سے طرابنش پہنچا، اپنے جود وسخا سے داد ودہش کا فیض عام جاری کردیا، مراحم خسروانہ کے طور پر باشندگان صقلیہ کی معمولی معمولی شکایتون پر بھی توجہ کی، اور اب تک رعایا کو حکومت اور عمال حکومت سے جو کچھ شکایات پہنچی تھین، سب کی تلافی کی، پھر شاہی انعام وعطایا سے لوگون کو مالامال کیا، اور اس طرح چند ہی دن مین تمام باشندگان صقلیہ کے قلوب مسخر کرلئے، اور ہر کس وناکس ابراہیم کے اشارون پر چلنے کے لئے تیار ہوگیا،

فتح جلشی اور کوزہ جزیرہ پر قبضہ

ان ابتدائی پیشبندیون کے بعد اوس نے اصل مقصد کی طرف توجہ کی، صقلیہ کے سفر کا مقصد المعتضد کے خط مین ظاہر ہوچکا ہے، صقلیہ کی اسلامی فوج ابو مضر کی قیادت مین پہلے سے تیار تھی، چنانچہ صقلیہ کے رومی مقبوضات کے چپہ چپہ کو زیر نگین کرنے کیلئے اسلامی لشکر ابراہیم کی سرکردگی مین

رجب ۲۸۹ھ ۹۰۱ء میں بلرم سے روانہ ہوگیا،

فتح برطنیق ابراہیم کی پہلی منزل ایک غیر مفتوحہ رومی شہر برطنیق قرار پائی، یہان پہنچکر شہر کا محاصرہ کیا، اور ۲۰ رجب ۲۸۹ھ ۹۰۱ء کو شہر میں داخل ہوا، شہر پر اگرچہ بزور شمشیر قبضہ ہوا تھا، اور اس عہد کے اصول جنگ کے مطابق یہان کے باشندے گرفتار کئے جاسکتے تھے لیکن ابراہیم نے گرفتاری کی ممانعت کردی اور باشندون کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا،[1]

فتح طبرمین ابراہیم فتح برطنیق کی تکمیل کے بعد ۴ شعبان کو طبرمین روانہ ہوا، طبرمین اس سے پہلے ایک سے زیادہ مرتبہ اسلامی حکومت کے اقتدار میں آچکا تھا، لیکن بار بار قبضہ سے نکل گیا، اور پھر فتح سرقوسہ کے بعد تو صقلیہ میں رومیون کا یہی سب سے بڑا مرکز بن گیا تھا، اسلئے جب ابراہیم یہان پہنچا، تو رومی لشکر صف در صف مورچہ جمائے پہلے سے موجود تھا، کہ اب رومیون کے لئے طبرمین کے سقوط کے دوسرے معنی سرزمین صقلیہ سے رومیون کا آخری زوال تھا،

دونون فوجون میں لڑائی شروع ہوگئی، رومی صف شکن حملہ کرتے نہایت جوش و خروش سے آگے

---

[1] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۹۴، ابن اثیر میں اس شہر کا نام برطینوا اور برطینوا ہی، لیکن اس کے بجائے ہم نے برطنیق نام اختیار کیا ہی جو جغرافیہ کی کتابون میں مذکور ہے، ابراہیم کی اس فوجکشی کا تذکرہ ابن اثیر، ابن خلدون اور نویری نے تفصیل سے کیا ہے، ابن خلدون کا بیان نہایت مغلق نامکمل اور مضطرب ہے جو غالباً اس کے نسخہ کی غلطی کی بناپر ہے، اور اسین مطبوعہ اور اماری کے منقولہ نسخہ دونون کا یکسان حال ہی اسلئے اس موقع پر ہمنے اسکو نظر انداز کردیا ہی، پھر ابن اثیر اور نویری میں بھی بعض جزوی اختلافات ہین، لیکن دقت نظر سے دیکھنے سے ان کی تطبیق ہوجاتی ہے، صرف بعض بعض جزوی فرق رہ جاتا ہے، جو لائق اعتنا نہین، مثلاً نویری نے ابراہیم کے ورود برطنیق کا کوئی تذکرہ نہین کیا ہے، لیکن ابراہیم کے داخلہ بلرم کی تاریخ ۱۰ رجب معین کی ہے، پھر ۱۴ دن قیام لکھا ہے، اور ۲۰ شعبان کو بلرم سے روانہ ہوجاتا ہے، پھر لکھتا ہے، کہ "۳ شعبان کو طبرمین روانہ ہوا، اسلئے ۲ شعبان سے ۳ شعبان جو وقفہ ہوتا ہے اسی مین فتح برطنیق کا تذکرہ ہونا چاہئے، اور یہی فرق نویری اور ابن اثیر کے بیان مین رہجاتا ہی کہ ابن اثیر کے بیان سے ۲۰ رجب داخلہ برطنیق ہے اور نویری کے بیان سے ۲ شعبان کو بلرم سے روانہ ہوا،

بڑھے اور قریب تھا کہ مجاہدین کے قدم اکھڑ جائیں کہ لشکر کا قاری مسلمانون کا دل بڑھانے کیلئے انا فتحنا لك فتحا مبینا کی آیت تلاوت کر رہا تھا، ابراہیم نے قاری کو پکار کر کہا، پڑھو! ھٰذان خصمان اختصموا فی ربھم (یعنی یہ دونون دشمن اپنے پروردگار (کی راہ) مین لڑ رہے ہین)

قاری نے یہ آیت تلاوت کرنی شروع کی اور ابراہیم یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا، اللھم انی اختصم انا والکفار الیك فی ھٰذا الیوم (خدایا! ہم اور یہ کفار تیرے ہی راستہ مین آج لڑ رہے ہین،)

ابراہیم کے اس جوشِ ایمان سے مجاہدین کے ایمان تازہ ہوگئے، ابراہیم ہی رجز پڑھتا فوج کے ایک دستہ کو ساتھ لیکر رومیون کی ایک سمت پر ٹوٹ پڑا، یہ دیکھتے ہی مجاہدین نے بھی تلوارین سنبھال لین اور ایسی بےجگری سے ٹوٹ پڑے کہ صفون کی صفین چاک ہوگئین، اور دم بھر مین پورا مطلع صاف ہوگیا، ہزیمت خوردہ رومی پسپا ہوئے ابراہیم انکا تعاقب کرتا شہر کے پھاٹک پر پہنچ گیا، اور پھر تمام مجاہدین طبرمین مین داخل ہوگئے،

ہزیمت خوردہ سپاہیون نے مختلف کوہ ودشت اور وادی کی راہ لی، مسلمان ان کا تعاقب کرکے ڈھونڈتے رہے، اور جو جہان ملگیا، وہان قتل کیا گیا، اور اسی طرح اسلامی لشکر کے شہر مین پہنچنے کے بعد شہر کے عام باشندون نے بھی اپنی حفاظت کی تدبیرین کرلین، جن جن لوگون کو موقع ملا، وہ فرار ہوگئے، طبرمین لبِ ساحل آباد تھا، ساحل پر کشتیان کھڑی رہتی تھین، موقع پاتے ہی کشتیون پر سوار ہوئے، اور جزیرہ کو خیرباد کہہ دیا،

لیکن جو لوگ شہر مین باقی رہ گئے تھے، ان مین سے ناعاقبت اندیش گروہ نے طبرمین کے ایک اندرونی مستحکم قلعہ مین پناہ گزین ہو کر مقابلہ کیا، مسلمانون نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا، چند دن کے معمولی مقابلہ کے بعد قلعہ کا دروازہ توڑ کر اندر گھس گئے، جہان کچھ لوگ قتل کئے گئے، اور جو باقی بچے اونھین گرفتار کرکے طوقِ غلامی ان کی گردن مین ڈالدیا گیا، اور شہر اور قلعہ کی دولت وثروت مسلمانون کے قبضہ مین آگئی

یہ واقعہ ۱۳ شعبان ۲۸۹ھ مین پیش آیا،

سقوط طبرمین کا اثر قیصر روم پر، طبرمین سرزمین صقلیہ میں حکومت بیزنطی قسطنطنیہ کا سب سے آخری باجگذار شہر تھا، اسکے سقوط کے ساتھ ہی صقلیہ سے حکومت بیزنطی کا خاتمہ ہوگیا،

اس لئے اوسکے سقوط کی خبر سے قسطنطنیہ میں صف ماتم بچھ گئی، اور خود قیصر روم نے وفور رنج وغم میں سر سے تاج اوتار کر پھینک دیا، یہ اپنی قسم کا پہلا واقعہ تھا، اس سے سارے قسطنطنیہ میں ایک آگ لگ گئی، اور فدائیان تاج وتخت جوق در جوق مسلمانان صقلیہ سے انتقام لینے کے لئے صف لشکر میں داخل ہونے لگے، اور قسطنطنیہ میں بڑے جوش وخروش سے فوجکشی کی تیاریاں شروع ہوگئیں، درباریوں نے قیصر کو تاج پہننے پر آمادہ کیا، لیکن وہ کسی طرح تیار نہیں ہوا، یہان تک کہ جب مسلمانان صقلیہ سے انتقام کیلئے ایک لشکر تیار ہوگیا تو ساتوین دن تاج اُٹھا کر سر پر رکھا، لیکن ادھر ابراہیم بھی حالات سے بیخبر نہ تھا، اسکے جاسوس قسطنطنیہ میں موجود تھے، جب اوس کو رومیوں کے حملہ آوری کی خبر ملی، اوس نے جاسوسوں سے قسطنطنیہ میں یہ افواہ پھیلائی کہ اب ابراہیم خود قسطنطنیہ پر حملہ آوری کے قصد سے صقلیہ سے روانہ ہونے والا ہے،

ابراہیم کی یہ حکمت عملی کامیاب رہی، اس خبر کے پھیلتے ہی وہ بیزنطی لشکر جو صقلیہ پر حملہ آوری کیلئے روانہ ہونے والا تھا قسطنطنیہ کے جنگی مورچوں کی حفاظت پر مامور کر دیا گیا، اور شبانہ روز عربوں کے جنگی بیڑے کی آمد کا وحشت انگیز انتظار ہونے لگا،

پھر کہا جاتا ہے، کہ کچھ دنوں کے بعد ایک بیڑا قسطنطنیہ سے صقلیہ بھیجا گیا، لیکن پھر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اُس کے صقلیہ پہونچنے کے بعد اوس کا کیا حشر ہوا[۱]،

باقیماندہ شہروں اور قلعوں کی تسخیر اس کے بعد ابراہیم ان شہروں قلعوں اور چھوٹی چھوٹی آبادیوں کی طرف متوجہ ہوا جو ابھی تک اسلامی حکومت کے زیر علم نہیں آئے تھے، چنانچہ فوج کا ایک دستہ

[۱] ابن اثیر ج ۷ ص ۱۹۲، نہایۃ الارب در اماری، اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۲۷۵، اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵، انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں فتح طبرمین کا سال ۹۰۸ء ہے، جسکے رو سے سال ہجری ۲۹۵ھ ہوتا ہے، تعجب ہے کہ انسائیکلوپیڈیا میں صقلیہ کے اسلامی فتوحات کے جس قدر سنین لکھے گئے ہیں وہ سب ہجری سنین کے مطابق ہوئے ہیں لیکن اس موقع پر یہ اختلاف کیوں ہے، لیکن بہرحال انسائیکلوپیڈیا کا یہ بیان صحیح نہیں ہے کیونکہ ابراہیم اس سے بہت پہلے وفات پا چکا ہے،

اپنے پوتے ابومضر زیادۃ اللہ کی سرکردگی مین شہر میقش روانہ کیا، جو طبرمین اور مسینا کے درمیان آباد تھا، دوسرا دستہ اپنے دوسرے لڑکے ابوالاغلب[1] کے سپرد کیا، جو دمنش پہنچا، ان دونون مقام کے باشندے اسلامی دستون کے پہنچنے سے پہلے ہی شہر کو خالی چھوڑ کر فرار ہو چکے تھے، مسلمانون نے شہر پر مع مال و متاع قبضہ کر لیا،

اس کے بعد ابراہیم نے فوج کے مختلف دستے جابجا مختلف شہرون اور قلعون پر بھیج دیئے جو سب کو زیر علم لاتے گئے، مثلاً ایک دستہ اپنے ایک لڑکے ابوحجر کی سرکردگی مین رمطہ بھیجا، اسی طرح ایک دوسرا دستہ سعدون الجلوی نامی ایک قائد کی سیادت مین لیاج روانہ کیا، اہلِ شہر نے جزیہ کی شرط پر صلح چاہی لیکن اولاً ان اطراف مین جزیہ کی شرط پر جو صلحین ہوئی تھین، وہ قائم نہین رہ سکین، علاوہ ازین جب اس علاقہ کے مرکزی شہر اسلامی اطاعت مین داخل ہو چکے تھے، تو ان چھوٹے چھوٹے شہرون کی خودمختاری برقرار رکھنی مناسب نہ تھی، اسلئے مسلمان قائد نے جزیہ کی شرط نامنظور کر دی، مجبوراً رومی ہتھیار رکھ کر قلعہ سے باہر نکل آئے، اور قلعہ مسمار کر دیا گیا، اور قلعہ کی اینٹ اور پتھر کو سمندر کی لہرون مین ڈال دیا گیا، کہ دوبارہ تعمیر نہ ہو سکے،[2]

پورے جزیرہ پر کامل تسلط

یہی قلعہ لیاج صقلیہ مین رومیون کا سب سے آخری مامن تھا، اسکی تسخیر کے ساتھ ہی جزیرۂ صقلیہ سے نہ صرف حکومت بیزنطی کا نام و نشان مٹ گیا، بلکہ رومی استیلا کا خاتمہ ہو گیا، اور جزیرہ کے چپہ چپہ پر اسلامی پرچم لہرانے لگا، فتحِ صقلیہ کی اصل مہم ۲۱۲ھ/۸۲۷ء سے اسد بن فرات کے ہاتھون شروع ہوئی تھی، وہ آج ۲۸۹ھ/۹۰۱ء مین ابراہیم بن احمد کے ہاتھون پورے اٹھتر برس مین اتمام کو پہنچی، فالحمد للہ علی ذالک،

---

[1] بعض مورخین نے ابراہیم کے دور مظالم مین اسکے لڑکے ابوالاغلب کے قتل کا واقعہ لکھا ہے، غالباً وہ مقتول لڑکا کوئی دوسرا ہوگا،

[2] ابن اثیر ج ۷، ص ۱۹، و نہایۃ الارب نویری در اماری ص ۴۵۲،

جنوبی اٹلی پر فوجکشی

ابراہیم نے صقلیہ کی مکمل تسخیر کے بعد جنوبی اٹلی پر توجہ کی، کہ یہاں کے سلسلۂ فتوحات کو بھی کسی اتمام تک پہنچا دے چنانچہ وہ اسی مقصد سے طبرمین سے مسینا پہنچا، اور یہاں دو دن قیام کے بعد ۲۷ رمضان المبارک ۲۸۹ھ کو صوبہ قلوریہ (کلبریہ) روانہ ہوگیا،

قلوریہ پہنچکر اسلامی فوج کے دستے جابجا پھیلا دیے، اور خود بھی ایک جانب پیشقدمی کرتا گیا، اور جابجا نصاریٰ کی فوجیں مقابلہ میں آئیں، اور میدان چھوڑ کر بیا ہوئیں، اسی طرح پیشقدمی کرتے ایک مشہور شہر کسنتہ (کسنٹ) کی جانب روانہ ہوا جب باشندگان کسنتہ کو اسلامی لشکر کی آمد کی خبر ملی، تو وہ اس لشکر کے کسنتہ پہنچنے سے پیشتر ایک وفد کی صورت میں جزیہ کی شرط پر امان طلب کرنے کے لئے ابراہیم کے پاس پہنچے لیکن ابراہیم نے اٹلی کی اسلامی حکومت کے مصالح پیش نظر رکھکر جزیہ کی رقم قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور فوج کو اپنی پیشقدمی جاری رکھنے کا حکم دیا،

ابراہیم کا مرض موت

لیکن ادھر ابراہیم کے لئے قضا و قدر کا فیصلہ کچھ اور صادر ہوا، فوج کوچ کرتی منزل بمنزل آگے بڑھ رہی تھی کہ خود ابراہیم کے کوچ کا وقت آپہنچا، مرض اسہال میں مبتلا ہوگیا، جب مرض لحظہ بلحظہ بڑھتا گیا، تو فوج کو اپنے راستہ پر آگے روانہ کر دیا، اور خود ایک مختصر دستہ کے ساتھ فوج سے پیچھے رہ گیا،

محاصرۂ کسنتہ

اسلامی لشکر ۲۷ شوال کو کسنتہ پہنچ گیا، اور ایک وادی میں خیمہ زن ہوا، اسی اثنار میں ابراہیم بھی آپہنچا، اور اپنے لڑکوں اور فوج کے ممتاز قائدین کو شہر کے مختلف دروازوں پر متعین کر دیا، اور قلعہ شکن منجنیقیں نصب کر دی گئیں، اور محاصرہ جاری ہوگیا،

اگرچہ ابراہیم اپنی بیماری کے باوجود فوجی کارروائیوں میں خود عملی دلچسپی لیتا رہا، مگر اوس کا مرض روز بروز بڑھتا گیا، اور بالآخر ہچکیوں کا تانتا بندھ گیا، اور چند لمحوں کا مہمان نظر آنے لگا، محاصرین کیلئے یہ موقع نازک تھا، پیام صلح مسترد کر کے شہر کا محاصرہ کر لیا گیا ہے، اہل شہر مدافعت کی تیاریاں کر چکے تھے،

اور اِدھر سالارِ فوج بسترِ مرگ پر پڑا دم توڑ رہا ہے،

ابراہیم کی وفات اور جانشینی جب قائدینِ لشکر ابراہیم کی زندگی سے مایوس ہو گئے، تو اوس کی زندگی ہی مین فوج کی قیادت اور صقلیہ کی ولایت اس کے پوتے ابو مضر زیادۃ اللہ کے سپرد کرنے کا فیصلہ کیا لیکن ابھی ابو مضر سے استدعا بھی نہین کی گئی تھی، کہ شب شنبہ ۱۹ ار ذیقعدہ ۲۸۹ھ کو ابراہیم کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی،

ابراہیم کی وفات کے بعد قائدین نے ابو مضر سے صقلیہ کی ولایت اور مجاہدین ایطالیہ کی فوری قیادت قبول کرنے کی استدعا، کی، لیکن اوس نے ان سے یہ کہتے ہوئے انکار کیا، کہ اُس سے زیادہ حقدار اُس کا چچا ابوالاغلب موجود ہے، اور پھر خود بھی ابوالاغلب سے اصرار کیا، مگر ابوالاغلب نے یہ بار اوٹھانے سے انکار کیا، اور ابو مضر زیادۃ اللہ ہی نے کسنتہ کی دیوار کے نیچے فوج کا جائزہ لے لیا،

ابو مضر زیادۃ اللہ بن ابی العباس والی صقلیہ (۲۴)

۲۸۹ھ — ۲۹۰ھ / ۹۰۱ء — ۹۰۲ء

کسنتہ کا قبول جزیہ ابو مضر کو سب سے پہلے کسنتہ کے محاصرہ کو یکسو کرنا تھا حسنِ اتفاق کہ محصورین کو محاصرین کی ان پریشانیون کا کوئی علم نہین ہوا، وہ لوگ اسلامی لشکر کے محاصرہ سے لرزہ براندام ہو رہے تھے، اس لئے مقابلہ کرنے کے بجائے باوجودیکہ ایک مرتبہ صلح کا پیغام مسترد کر دیا تھا، مگر اس کی دوبارہ سلسلہ جنبانی کی اور جزیہ کی شرط پر طالب امان ہوئے،

ابو مضر نے محصورین کی درخواست خوشی سے قبول کر لی، اور لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی محاصرہ اوٹھا لیا گیا،

جنوبی اٹلی سے واپسی اس کے بعد جو اسلامی دستے ملک کے اطراف و جوانب مین پھیل گئے تھے، وہ کسنتہ طلب کئے گئے، جب پورا لشکر جمع ہو گیا، تو ابو مضر اپنے جدِ امجد کی لاش کو ایک تابوت مین رکھ کر اسلامی

لشکر کے ساتھ کستنتہ سے بلرم واپس آیا،[۱]

تجہیز وتکفین مراجعت بلرم کے بعد ابراہیم کی تجہیز وتکفین کے مراسم ادا کئے گئے، اور وہ وفات کے تینتالیس دن کے بعد ۲۳ ذی الحجہ ۲۸۹ھ ۹۰۱ء کو بلرم مین دفن کیا گیا، اور اوس کی قبر پر بطور یادگار ایک عالیشان قصر تعمیر کردیا گیا، ابراہیم کی تجہیز وتکفین کے بعد فوج کے وہ سپاہی جو اوس کی معیت مین صقلیہ آئے تھے، افریقیہ واپس چلے گئے،[۲]

ابو مضر کی نااہلی ابراہیم نے اپنی چند روزہ ولایت مین درحقیقت صقلیہ کی فوجی مہمون کو پایۂ تکمیل تک پہنچادیا اور اب والی صقلیہ ابو مضر کو اندرون جزیرہ مین کسی پیشقدمی کی ضرورت باقی نہین رہ گئی تھی، اگرچہ جنوبی اٹلی کی مہم موجود تھی، لیکن اس سلسلہ کے دوبارہ شروع کرنے کی بھی چندان کوئی فوری ضرورت نہین تھی اسلئے اب صقلیہ مین اوسکی تمدنی، علمی، ادبی اور معاشی ترقی کا حقیقی دور آیا تھا،

لیکن افسوس ہے کہ جب صقلیہ مین فوجی مہمون سے فراغت کے بعد امن وسکون کا دار ودورہ ہوا، اور تمدنی وعلمی ترقیون کے معراج کمال پر پہنچنے کا زمانہ آیا تھا، تو صقلیہ کی حکومت ایسے نوجوان شہزادے کے سپرد کیگئی جو اس کا اہل ثابت نہین ہوا، اور فوجی مہمون سے فارغ البالی اور کچھ نشۂ شباب کی سرمستیون سے وہ صقلیہ پہنچتے ہی عیش وعشرت مین مصروف ہوگیا، اور قصر حکومت مین دن رات جام شراب کا دور چلنے لگا، اور امور مملکت کی نگرانی کے بجائے لہو ولعب سیر وتفریح اور عیش وعشرت کی محفلین گرم ہونے لگین،

---

[۱] نہایۃ الارب درامار ی ص۴۵۱، ابن اثیر ج ۷ ص۱۹۷، اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲، ص۲۷۵، و ۴۴۳

[۲] اعمال الاعلام دریادگاری مضامین ج ۲ ص۲۷۵ و ۴۴۳ ۴۴۴، نہایۃ الارب درامار ی ص۴۵۱، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص۱۸۱، مورخین نے ابراہیم کا مدفن بلرم لکھا ہے، جیسا کہ بیان کیا گیا، لیکن ابن اثیر نے اس کے بجائے قیروان لکھا ہے اور ابن ذ(ن) اور ابن ابی دینار اور ابوالفدار نے اسی موخر الذکر روایت کو نقل کیا ہے، اور ابن خلدون نے اول الذکر روایت پہلے نقل کی ہے، اور اوسکو قبول کرنے کے بعد ابن اثیر کی روایت کو بھی درج کردیا ہے،

ابو مضر کی معزولی	جب ابو مضر کے باپ ابو العباس فرمانروائے افریقیہ کو اوسکی رندانہ زندگی اور امور مملکت سے بے

پروائی کی اطلاع ملی، تو اوس کو معزول کر دیا، اور افریقیہ بلا کر قید خانہ مین ڈال دیا،

جانشین	اور اوس کے بجائے محمد بن سرقوسی کو صقلیہ کی حکومت تفویض کر دی،[۱]

محمد بن سرقوسی والی صقلیہ (۲۵)

سنہ ۲۹۰ھ
۹۰۲ء

ابو العباس والی افریقیہ کا قتل	محمد بن سرقوسی نے سنہ ۲۹۰ھ ۹۰۲ء مین صقلیہ کی حکومت سنبھالی اس کے عہد حکومت کے چند ماہ گذرے تھے کہ ابو مضر نے قید خانہ مین اپنے باپ ابو العباس کے خلاف سازش کر کے

اسکو تین صقلبی غلامون کے ذریعہ سے شب چہار شنبہ ۳۰ شعبان سنہ ۲۹۰ھ ۹۰۲ء کو قتل کرا ڈالا، اور اوس کے بجائے خود تخت حکومت پر قابض ہو گیا،

ابو مضر کی طبیعت مین یہ عجیب انقلاب تھا، ایک دن وہ صقلیہ کی ولایت از خود اپنے چچا ابو الاغلب کو دے رہا تھا، اور آج اوس نے تخت افریقیہ کے لئے اپنے باپ کو شہید کر ڈالا،

ابو مضر زیادۃ اللہ فرمانروائے افریقیہ

سنہ ۲۹۰ھ تا ۲۹۶ھ
۹۰۲ء تا ۹۰۸ء

والی صقلیہ کی معزولی	اس کے بعد ابو مضر نے اپنے باپ کے نامزد کردہ والی صقلیہ محمد بن سرقوسی کو معزول کر دیا

اور اسی سال سنہ ۲۹۰ھ ۹۰۲ء مین اوس کے بجائے علی بن محمد بن ابی الفوارس کو اس عہدہ پر مقرر کیا،

---

[۱] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۶، وکتاب المونس فی اخبار افریقیہ وتونس والبیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۱۸۳ لیکن لسان الدین ابن الخطیب صاحب اعمال الاعلام کا بیان ہے کہ ابو مضر نے ابو العباس کے خلاف افریقیہ پر چڑھائی کی تیاری کی تھی اور اسی لیے اسکو معزول کیا گیا،

علی بن محمد بن ابی الفوارس والی صقلیہ (۲۶)

۲۹۰ھ / ۹۰۲ء

علی بن محمد بن ابی الفوارس کو چند دن سے زیادہ حکومت کرنا نصیب نہین ہوا ابو مضر نے چند دن کے بعد اوس کو بھی معزول کر کے احمد بن ابی الحسین بن رباح کو ولایت صقلیہ سپرد کر دیا[۱]،

احمد بن ابی الحسین بن رباح والی صقلیہ (۲۷)

۲۹۰ھ / ۹۰۲ء ۔ ۲۹۶ھ / ۹۰۸ء

آخری اغلبی تاجدار کا آخری والی صقلیہ، احمد بن ابی الحسین بن رباح، آخری اغلبی تاجدار افریقیہ کا مقرر کردہ آخری اغلبی والی صقلیہ ثابت ہوا، کیونکہ ابو مضر نے اس طرف جو روش اختیار کی، اوس سے دولت اغالبہ کی رہی سہی بنیاد متزلزل ہوگئی،

دولت اغالبہ کا زوال اگرچہ اغلبی حکومت مین اضمحلال واختلال ابراہیم بن احمد کے آخری دور حکومت سے شروع ہو چکا تھا تاہم ابو العباس نے اپنی چند روزہ حکومت مین حالات بہت کچھ درست کر لیئے تھے، اور اگر اوس کو چند سال اور حکومت کا موقع مل جاتا، تو شاید وہ تحریک دعوت شیعی کے استیصال مین کامیاب ہو جاتا،

ابو مضر نے برسر حکومت آتے ہی افریقیہ مین پھر کشت وخون کا بازار گرم کر دیا جس سے دولت اغالبہ کیخلاف ملک مین بد دلی پیدا ہو گئی کیونکہ اوسنے اپنی شخصی حکومت کے استحکام اور اپنی ہوا و ہوس پوری کرنے کیلیے پہلے خود اپنے عزیز

---

۱ نہایۃ الارب در امارای صفحہ ۴۳۳،

واقارب کو قتل کیا، پھر حکومت کے دوسرے عہدیداروں کو تہ تیغ کیا، اور اس طرح اپنی ناعاقبت اندیشی سے وہ اپنا اقتدار قائم کرکے عیش ونشاط مین مصروف ہوگیا،

دعوت اسمٰعیلی کا عروج

جب افریقیہ کے اعیان وعلمار نے جو ابراہیم کی معزولی کے بعد حکومت کے نظم ونسق مین شریک ہوگئے تھے، یہ حالات دیکھے تو نظامِ حکومت سے رفتہ رفتہ علیحدہ ہوگئے، اور ملک مین ابراہیم کے عہد سے بھی زیادہ اختلال اور بدامنی پھیل گئی جس سے دعوت اسمٰعیلی کی بنیادین قدرۃً مضبوط ہوگئین، اغالبیہ کا دست راست احول جو اس تحریک کو اب تک دبائے ہوئے تھا، خود ابومضر کے ہاتھون قتل ہوچکا تھا، اب کوئی ایسی طاقت موجود نہ تھی جو اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک سکتی،

چنانچہ دعوت اسمٰعیلی کے داعی دعاۃ ابو عبداللہ نے اپنی کامیابی کے توقعات دیکھ کر فرقۂ اسماعیلی شیعی کے امام ابوعبید اللہ المہدی کو افریقیہ بلا بھیجا اور وہ خود منزل بہ منزل کوچ کرتا، اور شہر بہ شہر فتح کرتا آگے بڑھا، کہین کہین معمولی لڑائیان ہوئین، اکثر مقام بلا مزاحمت قبضہ مین آئے، اغالبیہ کا لشکر ابراہیم بن ابی الاغلب کی سرکردگی مین مقابلہ کررہا تھا، ۲۴ رجمادی الاخری کو ایک معرکۃ الآرا جنگ مین ابراہیم بن ابی الاغلب کو شکست ہوئی اور یہی سب سے آخری میدان ثابت ہوا،

ابومضر کا فرار اور دولتِ اغالبیہ کا خاتمہ

کیونکہ ابومضر ۲۴ رجمادی الاخری کی اس شکست سے جواس باختہ ہوگیا، اور باوجودیکہ ابھی حکومت کی فوج مین اچھے اچھے قائدین موجود تھے، اور ابھی اسمٰعیلی لشکر دار الحکومت سے کافی دور تھا، اور دار الحکومت کے علاوہ چند دوسرے شہرون پر بھی اغلبی علم لہرا رہا تھا، لیکن ابومضر نے تاج وتخت چھوڑ کر فرار ہوجانے کا قصد کرلیا، حکومت کے بہی خواہون نے اسکو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا، اور ابوعبداللہ کی بڑھتی ہوئی فوج کو روک لینے کا یقین دلایا، لیکن ابومضر لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے کسی طرح آمادہ نہین ہوا،

چنانچہ ۲۶ رجمادی الاخری ۲۹۶ھ کو اغالبیہ کا آخری تاجدار قصرِ شاہی سے جسقدر دولت وثروت کا

انبار ساتھ لیجا سکتا تھا، اونٹون پر لادکر اور اپنے تمام اہل وعیال اور عزیز واقارب کو دشمنون کے رحم وکرم پر چھوڑ کر رقادہ سے فرار ہوا، وداع کے وقت ایک وفا شعار لونڈی آگے بڑھی، اور سینہ پر عود رکھ کر یہ چند شعر گائے،

لم انس یوم الوداع موقفها وجفنها فی دموعها غرق

رخصت کے دن کا مین یہ منظر نہین بھول سکتی، جب کہ اوس کی آنکھین آنسوؤن سے تر تھین،

وقولها والرکاب سائرة تترکنا سیدی وتنطلق

اور اوس کا یہ کہنا اوس حالت مین جب کہ اور سوار چل رہے تھے وہ ہمکو چھوڑ کر جا رہے ہین،

استودع اللہ ظبیة جزعت للبین والبین فیه لی حرق

مین اُس ہرنی کو رخصت کر رہا ہون جو جدائی سے پریشان ہے اور مین بھی سوز فرقت سے جل رہا ہون،

ابو مضر کی آنکھون سے آنسوؤن کی جھڑی لگ گئی، اور تن بہ تقدیر تن تنہا، بادیدۂ پرنم محل سے باہر نکل آیا، اور راتون رات مصر کی راہ لی،

ابراہیم بن ابی اغلب نے ابو مضر کے نکلنے کے بعد باشندگان قیروان سے حلف اطاعت لیا، اور اسمٰعیلی فوج کے مقابلہ پر آمادہ کیا، لیکن وہ لوگ بہت جلد منحرف ہوگئے، ابراہیم نے ان ناکام کوشش کے بعد گھوڑے کو ایڑ لگائی اور آخری اغلبی تاجدار افریقہ ابو مضر زیادۃ اللہ سے جاملا،

اسی کے ساتھ دولت اغالبہ کا آفتاب اقبال جو ایک سو گیارہ سال اور چند مہینے تک سرزمین افریقہ کو اپنی تابانی ودرخشانی سے منور کرتا رہا، ۲۶ جمادی الاخری ۲۹۶ھ کو ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا،

غم نصیب ابو مضر طرابلس ہوتا ہوا مصر پہنچا لیکن کسی جگہ چین نہین ملا، سرگشتۂ تقدیر ادھر ادھر پھرتا رہا، آخر اثنائے سفر مین رملہ پہنچا، اسی کی خاک مین اوس کی خمیر لکھی تھی، چنانچہ ۲۹۶ھ مین یہین آغوش لحد مین سو رہا[1]

---

[1] ابن اثیر ج ۷ صفحہ ۲۶، و ج ۸ ص ۱۵ تا ۱۷، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۰۰ تا ۲۰۲،

صقلیہ سے دولت اغالبہ کا خاتمہ

افریقیہ مین دولت فاطمی کے قیام کے بعد صقلیہ کا آخری اغلبی والی احمد بن حسین بن رباح پندرہ۱۵ دن تک اپنی جگہ پر برقرار رہا، اسکے بعد ایسے حالات پیش آگئے کہ صقلیہ مین از خود دولت فاطمی کا استقبال کیا گیا، نئے فاطمی تاجدار نے یہان کی ولایت کیلئے اپنا ایک قائم مقام نامزد کیا، اور ۱۱ رجب ۲۹۶ھ سے صقلیہ مین بھی جدید حکومت قائم ہوگئی جسکی تفصیل آیندہ آئیگی،

دولت اغالبہ پر ایک نظر

اغالبہ صرف ایک سو گیارہ سال اور چند مہینے افریقیہ کے حکمران رہے اور اس مدت مین گیارہ فرمانرواؤن نے حکومت کی، اگر اس قلیل زمانہ مین سے افریقیہ کی سرکش قوم بربر کی بغاوتون اور غداریون کا زمانہ نکال لیا جائے تو مشکل سے پچھتر برس ایسے نکلین گے جن مین امن و امان قائم رہا، اور انھین نظام حکومت کی تشکیل اور فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کا موقع ملا،

لیکن انھون نے اسی قلیل ترین عہد حکومت مین نہایت نمایان کارنامے انجام دیے، انھون نے محض اپنی قوت بازو سے تقریبًا تمام شمالی افریقیہ کو زیر نگین کیا، صرف مختلف گوشون مین دو چھوٹی چھوٹی حکومتین بنو مدرار کی سلجماسہ مین اور بنو رستم کی تاہرت مین علی الترتیب ایک سو تیس۱۳۰ اور ایک سو ساٹھ۱۶۰ سال تک قائم رہین، لیکن اغالبہ کا عہد حکومت اگرچہ ان سے بھی کم ثابت ہوا، اور انھون نے صرف ایک سو گیارہ سال اور تین مہینہ تک فرمانروائی کی لیکن تمام شمالی افریقیہ پر چھا گئے اور ان کے حدود حکومت سواحل بحر روم کا احاطہ کرتے ہوئے حدود صوبہ مصر تک جا پہنچے،

دولت اغالبہ کے بانی ابراہیم بن اغلب نے ایک والی کی حیثیت سے افریقیہ کی حکومت سنبھالی تھی، اس سے پہلے تک افریقیہ مرکزی حکومت بغداد کو کوئی خراج دینے کے بجائے قیام امن کے لئے اس سے مصارف لیا کرتا تھا، ابراہیم وہ پہلا والی ہے جس نے دولت عباسیہ بغداد کو ان مصارف سے سبکدوش کردیا، اور افریقیہ سے خراج کی ایک متعینہ رقم بھیجنے لگا، اور ابراہیم اور ہارون رشید سے جو کچھ شرائط طے پائے اون کے رو سے افریقیہ

کی حکومت بنو اغلب کیلئے نسلاً بعد نسل وقف ہو گئی، اور باوجودیکہ اونھین افریقیہ مین اس قدر اقتدار حاصل ہو گیا تھا، کہ اپنی خود مختاری کا بھی اعلان بھی کر سکتے تھے لیکن فرمانروایان اغالبہ اپنی دانشمندی سے خلافت عباسیہ کے دامن سے ہمیشہ وابستہ رہے، اور خطبہ مین خلیفہ وقت اور فرمانروائے اغلبی کا نام ساتھ ساتھ پڑھا جاتا رہا

شمالی افریقیہ کا یہ تمام علاقہ جو اغالبہ کے ماتحت تھا، چونکہ بحر روم کے سواحل پر آباد تھا، اس لئے انھون نے بحری طاقت مین نمایان امتیاز حاصل کر لیا تھا، چنانچہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ باب قیادۃ الاساطیل مین اسکی تصریح کی ہے کہ افریقیہ اور اندلس کی اسلامی حکومتون کی بحری طاقتین، اوس زمانہ مین دنیا کی سب سے بڑی بحری طاقتین تھین،

یہی وجہ تھی کہ بحر روم کے تمام جزائر انھی دونون اسلامی حکومتون کے زیر اقتدار آگئے تھے، جو جزیرے اندلس سے قریب پڑتے تھے، وہ اندلس کے قبضہ مین تھے لیکن اون کی تعداد کم تھی، اور جو جزائر شمالی افریقیہ کے گرد واقع تھے، یا شمالی افریقیہ کے ان جزیرون سے قریب پڑتے تھے وہ اسلامی حکومت اغالبہ افریقیہ کے زیر اقتدار تھے،

بحر روم کے اون جزائر پر مسلمانون کے حملے اگرچہ بہت پہلے شروع ہو چکے تھے، جن کی تفصیل کسی گذشتہ باب مین گذر چکی ہے لیکن ان پر ایسے حملے بالعموم انھی اغالبہ کے عہد مین شروع ہوئے جو مستقل طور پر انھین زیر اقتدار لانے کیلئے کئے گئے تھے، چنانچہ اغالبہ جزیرہ سسلی کے علاوہ بحر روم کے اور بہت سے دوسرے جزیرون پر بھی قابض ہوئے، پھر اپنی علو ہمتی سے سواحل اٹلی پہنچے، اس سے آگے بڑھ کر اندرون اٹلی مین داخل ہوگئے اور پھر ساحل فرانس سے جا کر ڈانڈے ملا دئے، اغالبہ کی یہ تمام کامیابیان صرف اُن کی بحری قوت کی بنا پر تھین، اور بالآخر یورپ کی تمام عیسوی حکومتون اور خصوصاً حکومت بیزنطی نے ان کا بحری تفوق تسلیم کر لیا تھا، اور یہی وجہ تھی کہ شمالی افریقیہ صقلیہ اور بحر روم کے دیگر جزائر پر قابض ہونے کے علاوہ اٹلی کی ریاستین

بھی ان کے زیر اقتدار آگئین، اور اٹلی مین آبنائے سینات سے کوہ الپس تک راستہ مین کوئی قوت اون کے سد راہ نہین ہو سکتی تھی ہوسیو سدیو اغلبی فتوحات پر اجمالی تبصرہ کرتے ہوئے آخر مین لکھتے ہین:۔

”اس بیان مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ جو فتوحات بحر روم پر اغلبیون کو حاصل ہوئی تھین، وہ افریقہ اور اسپین کے دوسرے عربون کی فتوحات سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھین[1]“

دولت اغالبہ صقلیہ کے مختلف دور اور صقلیہ کی مکمل تسخیر مین تاخیر کا باعث

پھر اغالبہ کی بحری طاقت کے اس تفوق کے باوجود سسلی کی مکمل تسخیر مین اس قدر تاخیر کیون ہوئی، کہ اس کا سلسلہ ۲۱۲ھ/۸۲۷ء سے شروع ہو کر ۲۸۹ھ/۹۰۲ء مین جا کر اٹھتر برس مین اختتام کو پہنچا؟ اس کا جواب کسی قدر تفصیل طلب ہے، عہد اغالبہ مین اسلامی حکومت کے مختلف دور گذرے ہین، اُن کے کل مدت حکومت مین ستائیس ولاۃ صقلیہ آئے، اور توسیع فتوحات کے بارے مین ان مختلف دورون مین مختلف ولاۃ کا نقطۂ نظر مختلف رہا۔

سب سے پہلا دور دولت اسلامیہ صقلیہ کے بانی قاضی اسد بن فرات کی آمد سے فتح بلرم تک ہے،

جب قاضی اسد بن فرات ۲۱۲ھ مین مازر پر بلا مزاحمت قابض ہوئے تو اوسی کو اسلامی حکومت کا صدر مقام قرار دے کر اونھون نے اپنی توجہ سرقوسہ کی فتح پر مبذول کر دی کہ اون کے نقطۂ نظر سے بیزنطی دار الحکومت کی فتح ہی گویا پورے جزیرہ کی فتح تھی، اثنائے راہ مین مختلف مقامات پر بھی حملے ہوئے اور قاضی اسد نے اپنی صلح جو طبیعت کی افتاد سے یہی چاہا کہ کہین خونریزی کی نوبت نہ آئے، اور لوگ ادائے جزیہ کی شرط پر امان طلب کر لین، اور پھر وہ اسی نقطۂ نظر سے سرقوسہ پہنچے کہ اوس کی تسخیر کے بعد وہ پورے جزیرہ کو جزیہ ادا کرنے پر رضامند کر لین گے، اور جہان معرکہ آرائی کی نوبت آئے گی، وہ مقام اسلامی حکومت کے قبضہ واقتدار مین داخل ہو گا،

قاضی اسد بن فرات اپنے بعد مسلمانان صقلیہ کے سامنے یہ نقطۂ نظر قائم کر گئے کہ پیشقدمیون

---

[1] تاریخ عرب ہوسیو سدیو ص ۲۷۸،

کی تمام کوششین مرکزی مقام پر جاری رکھی جائین، اور باقی چھوٹے چھوٹے شہرون اور قلعون سے جزیہ کی شرط پر صلح کی جائے، چنانچہ ان کے جانشین محمد بن ابی الجواری نے اسی نقش قدم کی پیروی کی لیکن جب مسلمانون پر مصائب کا طوفان آیا، اور سرقوسہ کی مہم ناکام ثابت ہوئی، تو اونھون نے اپنے زاویہ نگاہ مین تبدیلی کی، اور بعض دوسرے شہرون پر حملہ آور ہوکر قابض ہوئے تاہم مرکزی شہر پر قبضہ کرنے کا تخیل اب بھی موجود رہا، اور اسی سلسلہ مین قصریانہ پر قسمت آزمائی کرنی چاہی، اور مسلسل دو سال تک یہ کوششین جاری رہین، یہانتک کہ ایک دور ابتلاء کے بعد بلرم پر قبضہ ہوگیا،

بلرم مسلمانون کو ایسے موقع سے مل گیا کہ جغرافی جائے وقوع کے لحاظ سے مسلمانون کا بہترین صدر مقام بن سکتا تھا، اور اسی لئے مشرق کی فنیقی قوم نے اوس کو دارالحکومت قرار دیا تھا مسلمانون نے تسخیر بلرم کے بعد اسلامی حکومت کی تشکیل کی، اور مسلسل دو سال تک فوجی مہون کا سلسلہ موقوف رہا، پھر جب فوجی مہون کا آغاز ہوا تو اوسکی ابتداء قصریانہ سے ہوئی، اولاً یہان کی پچھلی ناکامی کا انتقام اور پھر دارالحکومت سے اسکے قریب ہونے اور اسکے زیر اثر ایک وسیع علاقہ کے ہونیکے باعث مسلمانون کی تمام تر توجہ اسی شہر مرکوز رہی، تا آنکہ ادائے جزیہ کی شرط پر یہ سلسلہ موقوف ہوا، اس اثنا مین مسلمانون نے ہر قسم کی علمی و تمدنی ترقیون کی شاہراہ کھول دی، بلرم اور اوس کے زیر اثر علاقہ مین ایسا کاروبار جاری ہوگیا جو ایک مستقل حکومت کے شایان شان ہوسکتا تھا، یہ صقلیہ کی اسلامی حکومت کا **دوسرا دور تھا،**

اس کے بعد مسلمانان صقلیہ نے جزیرہ مین دو مستقل حکومتون کا وجود تسلیم کرلیا، ایک طرف صقلیہ کی اسلامی حکومت تھی، اور دوسری طرف رومیون کی بیزنطی حکومت اب اولاً اونھون نے بیزنطی حکومت کو نظر انداز کرکے اسلامی حکومت کے بقا و تحفظ کی فکر کی، اور اسی سلسلہ مین افریقیہ و صقلیہ کے مابین جزائر پر تسلط حاصل کیا، اور پھر جزیرہ کے اوس جنوبی علاقہ کو جو دارالحکومت بلرم کے آس پاس تھا اپنے قبضہ مین لائے، اور اوس کے بعد بیزنطی حکومت کے خاتمہ کے لیئے اوس کے پایہ تخت پر اقتدار حاصل کرنے کا قدیم تخیل پھر لوٹ آیا،

اور اسی بنا پر بیزنطی دار الحکومت سرقوسہ کے زیر اثر صوبہ مسینا پر توجہ مبذول کی، کہ یہان سے بیزنطی دار الحکومت سرقوسہ پر زد پڑتی تھی اور نیز اسلامی حکومت صقلیہ کی ترقی کے لئے یہ راستہ تھا، ایطالیہ سے تجارتی تعلقات وغیرہ قائم ہو سکتے تھے، چنانچہ فتح مسینا کے بعد یہ دونون مقصد حاصل ہوئے، لیکن ولایت مسینا کی فتح کے بعد ہی بیزنطی عمال نے اسی بنا پر اپنا پایہ تخت سرقوسہ سے قصریانہ منتقل کر لیا، اور پھر اسی بنا پر مسلمانون کو بھی اپنی پیشقدمی کا نقشہ بدلنا پڑا، اور انھون نے اپنی عنان توجہ قصریانہ پر دوبارہ منعطف کر لی، اور اسی فتح پر اسلامی حکومت کا جزیرہ مین **تیسرا دور** ختم ہو گیا،

اس کے بعد جب سرقوسہ دوبارہ پایہ تخت قرار پایا، تو مسلمانون نے بھی اپنی تمام تر توجہ پھر سرقوسہ کی مہم پر مبذول کی، اور یہ مہم بھی اتمام کو پہنچی، اور یہ اسلامی حکومت کا جزیرہ مین **چوتھا دور** تھا،

اس کے بعد دولت اغالبہ صقلیہ کا **پانچوان دور** اوس کے دور اختلال سے شروع ہوتا ہے جس کے وجوہ و اسباب اس سے پہلے بہ تفصیل گذر چکے ہین، لیکن اس دور مین بھی جب کہ اسلامی حکومت مختلف قسم کی خانہ جنگیون مین مبتلا تھی، اور اسلامی حکومت کی فوجی پیشقدمیون کا سلسلہ تقریبًا موقوف ہو چکا تھا جب صقلیہ کے رومیون نے ایک نئے قلعہ کو درست کر کے اس کو مرکزی حیثیت سے دار الحکومت کا لقب دیا، تو والی صقلیہ نے پیشقدمی کر کے اس جدید دار الحکومت پر قبضہ کر لیا، اور اس طرح ادنھون نے جزیرہ مین گویا اپنی حریف سلطنت کا خاتمہ کر دیا، اور اسی بنا پر جب ابو العباس نے یہان امن وامان قائم کر کے فوجی مہمون کا دوبارہ آغاز کیا، تو اوس نے اندرون جزیرہ مین پیشقدمی کرنے کے بجائے جنوبی اٹلی کا رخ کیا،

اسی کے بعد ابراہیم پورے جزیرہ کی تسخیر کے قصد سے صقلیہ آتا ہے، اور چند ہی دن مین بغیر کسی زیادہ مزاحمت کے سارے جزیرہ پر قابض ہو جاتا ہے اور یہی دولت اغالبہ صقلیہ کے سلسلہ محاربات کی آخری کڑی ہے جسے **چھٹا دور** کہا جا سکتا ہے،

ملکی فتوحات کے لحاظ سے جزیرہ مین مسلمانون کے یہی چند دور گذرے ہین، ان تمام دورون پر

اجمالی نگاہ ڈالنے سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان مین سے ہر ایک دور اپنی جگہ پر اس قدر مستقل ہے کہ لوگون نے ہر ایک دور کے خاتمہ پر گویا اوسکو جزیرہ کی فتح سے تعبیر کیا، اور آغاز ہی مین بلرم کی فتح کے بعد اسلامی حکومت کی بنیاد یہان ایسی مستحکم سمجھ لی گئی، کہ کبھی انھین پورے جزیرہ کی تسخیر کا خیال سرے سے پیدا ہی نہین ہوا، البتہ ان مختلف دورون مین سے ہر دور مین یہ قدر مشترک ضرور موجود رہا کہ حکومت بیزنطی کے پایہ تخت پر قبضہ کیا جائے اور مسلمانون کے نقطۂ نظر سے پایۂ تخت پر قابض ہو جانے کے دوسرے معنی پورے جزیرہ کی تسخیر کے تھے، چنانچہ جب ۲۴۴ھ / ۸۵۸ء مین قصر یانہ اسلامی اقتدار مین داخل ہوا جو اوس زمانہ مین بیزنطی پایۂ تخت کی حیثیت رکھتا تھا، تو مسلمانون نے اسکو پورے جزیرہ کی فتح سے تعبیر کیا، اور اسی بنیاد پر ابن ابی دینار کا بیان ہے کہ پورا جزیرہ ۲۵ سال مین تسخیر ہو گیا، حالانکہ اس وقت تک جزیرہ کے تہائی حصہ سے زیادہ اسلامی مقبوضات مین داخل نہین ہوا تھا،

اس لئے اصل واقعہ یہ ہے کہ مسلمانون نے پورے جزیرہ کی تسخیر کا تخیل کبھی سامنے نہین رکھا، وہ پہلے دار الحکومت پر قبضہ کرنا چاہتے تھے، اور اسی راستہ سے پورے جزیرہ پر حکمران ہونا چاہتے تھے، اور یہی اس تاخیر کا اصل باعث ہے،

فتحِ سرقوسہ کے بعد بھی جب پورے جزیرہ کی تسخیر نہایت آسان ہو گئی تھی، جس کا یورپین مورخین کو بھی اعتراف ہے، لیکن اونھی حالات کے گردوپیش جنکی تفصیل اوپر گذر چکی ہے اونھون نے خود اس جانب توجہ نہین کی اور اسی لئے جب ابراہیم پورے جزیرہ کی تسخیر کا خیال لیکر صقلیہ آیا تو چند ہی دن مین اسکو اتمام تک پہنچا دیا،

اہم شہرون کی تسخیر لیکن اس کے یہ معنی نہین کہ بیزنطی پایہ تخت کو نشانہ بنانے کی وجہ سے مسلمانون نے کسی دوسری جانب رخ نہین کیا، بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان کا اصل محاذ پایہ تخت رہا، اور اسی ضمن مین انھون نے دوسرے شہرون پر بھی فوجکشیان کین، اور رفتہ رفتہ فتحِ سرقوسہ سے پہلے تقریباً دو تہائی جزیرہ

پر قابض ہو گئے، اور جزیرہ کے اہم شہر ملرؔ، موطرؔ، ابنشؔ، جرجنتؔ، بیناوؔ، نوطسؔ، مسینا، لنتیؔ، شکلہؔ، رغوصؔ، بثیرہؔ، اور لبنیاذہؔ وغیرہ بیزنطی دار الحکومت کے مفتوح ہونے سے پہلے اسلامی اقتدار مین داخل ہو چکے تھے، لیکن جیسا کہ اوپر کی تفصیلات سے معلوم ہوا ہوگا، اگرچہ کبھی کبھی توسیعِ فتوحات کے نقطۂ نظر سے ان پر حملے کیے گئے، تاہم ان مین سے اکثر کی تسخیر پایۂ تخت کی تسخیر کی کوششون کے ضمن مین ظہور پذیر ہوئی

فوجکشیون اور پیشقدمیون کی کثرت،

علاوہ ازین دولتِ اغالبہ صقلیہ کی سرگذشت مین فوجی پیشقدمیون اور فوجکشیون کی بہ کثرت مثالین ملتی ہین، اور دراصل یہ فوجکشیان بھی اصل نقطۂ نظر کے حصول کے ذریعے اور واسطے تھین، جو حسب ذیل مقاصد کے لئے کیجاتی تھین،

(۱) رومی مقبوضات کے شہر اور آبادیان، جزیہ قبول کرین،

(۲) جو شہر جزیہ قبول کرنے سے انکار کرین اور مقابلہ کرین، اونھین اس قدر تہ و بالا کیا جائے کہ حکومت بیزنطی کے قبضہ سے از خود نکلنا چاہین،

(۳) حکومت بیزنطی کے ذرائع آمدنی کو مسدود کرنے کے لئے اوس کے مقبوضات کی پیداوار سے وہانکے باشندونکو محروم کر دیا جائے، خواہ وہان کی زراعت کو حاصل کر کے یا اوس کو برباد کر کے یہ مقصد حاصل ہو،

اوس عہد کے قانون جنگ و صلح کے رو سے دشمن کے مقبوضات کو تاخت و تاراج کرنا اصولاً روا بھی سمجھا جاتا تھا، کہ وہ سب علاقے دار الحرب تھے، اور انھین خود دشمنون کے نقطۂ نظر سے حق حاصل تھا، کہ اون کے مقبوضات کی زراعت برباد کر دین، مویشیون کو چھین لین، اگر کسی علاقہ کے باشندے مقابلہ کرین تو اونھین تہ تیغ کرین، اور جو ان مین سے گرفتار ہو جائین، اور ان کے بارے مین متحارب حکومت سے کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکے تو لونڈی غلام بنا کر فروخت کر دین اور اگر اسی سلسلہ مین کوئی شہر مفتوح ہو جائے، تو زیر علم کر لین، ورنہ ان مصائب سے بچنے کے لئے جزیہ قبول کر کے اسلامی حکومت کو،

کی حفاظت میں آ جائیں، مسلمانوں نے اس قسم کی پیشقدمیاں کثرت سے کین چنانچہ ایک سے زیادہ مرتبہ رومیون نے مسلمانون کی اس قسم کی پیشقدمیون کو روکنے کیلئے مختلف شرائط پر کسی محدود مدت تک کیلئے عارضی صلحین کین اور جب تک اوس صلح کی مدت قائم رہی، فوجکشی ملتوی رہی،

اسی طرح جب رومیون کو موقع ملتا، وہ بھی اسلامی مقبوضات کو تاخت وتاراج کرتے اور صلح کے موقعون پر تین تین چار چار سو قیدی فدیہ دیکر چھوڑائے جاتے،

دولتِ اغالبہ کے زوال کا سبب

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ جہان ابراہیم کی ذات صقلیہ مین فتوحات اسلامی کی تکمیل کا باعث بنی، وہان صرف اسی کی شخصیت دولتِ اغلبیہ کے زوال کا موجب بنی، اگرچہ اس سے جو کچھ سرزد ہوا، وہ ہوش وخرد مین نہین، بلکہ مراق وخفقان مین اس لئے درحقیقت دولتِ اغلبیہ کے زوال کی تمام تر ذمہ داری اون ارکانِ دولت پر آتی ہے، جو ابراہیم کے عہد مین حکومت کے ذمہ دار عہدون پر فائز تھے اگر وہ اس کے مراق کی ابتدا ہوتے ہی، اوسکو حکومت سے دستبردار ہونے کی دھمکی دیتے، اور اگر اس صورت مین بھی حالات روبہ اصلاح نہ ہوتے، تو خلافتِ عباسیہ سے رجوع کرنے مین جو کچھ اونھون نے آخر مین کیا وہ ابتدا ہی مین کر گذرتے تو غالبًا دولتِ اغالبہ کو اس قدر جلد یہ تلخ انجام دیکھنا نہ پڑتا، اور ابراہیم شروع ہی سے یا تو حکومت سے کنارہ کش ہوجاتا، اور ابو العباس کو اپنا جانشین بناتا، یا دلجمعی سے اپنے کو سنبھالنے کی فکر کرتا، جیسا کہ اپنے آخر عہدِ حکومت مین فرمانِ خلافت پاکر دربار خلافت مین حاضری، اور وہان کی جواب دہی کی ذمہ داری قبول کرنے سے خائف ہوا، اور حیلہ جوئی کرکے صقلیہ چلا آیا،

لیکن یہ کنارہ کشی غایت درجہ بہ تاخیر ہوئی، سلسلۂ علت ومعلول کی کڑیان اس سے پہلے پوری ہوچکی تھین صرف نتیجہ کا ظہور باقی تھا، کہ اوس کے طویل دورِ مظالم کے نتائج وعواقب کے طور پر سرزمین افریقیہ مین دعوتِ اسماعیلی پورے طور پر بار آور ہوچکی تھی، اور ابراہیم زیادہ تر اسی لئے اپنی روش بدلکر حکومت سے کنارہ کش ہوا، کہ اس کے باعث افریقیہ مین دعوتِ اسماعیلی کو روز بروز قبولیت حاصل ہوتی جاتی تھی چنانچہ

ابن خلدون لکھتا ہے،

وفی ایامہ ظھر ابو عبد اللہ الشیعی	ابراہیم کے زمانہ مین ابو عبد اللہ الشیعی کتامہ مین ظاہر
بکتامہ .... وھو من الاسباب التی	ہوا .... اور منجملہ دیگر اسباب کے یہ بھی ایک
دعتہ للتوبۃ والاقلاع وخروجہ	سبب ہے جس نے اسکو تائب ہونے تاج و تخت چھوڑنے
الی صقلیہ	اور صقلیہ چلے جانے پر آمادہ کیا،

اس لئے اگر ابراہیم کے دور مظالم کے شروع ہوتے ہی اسکو حکومت سے الگ ہونے پر مجبور کیا جاتا تو دولت اغالبہ کا اس قدر جلد خاتمہ نہ ہوتا،

پھر یہ بھی بخت و اتفاق کی بات ہے کہ جب ابراہیم کے بعد ابو العباس نے نئے سرے سے حکومت سنبھال لی اور توقع پیدا ہوئی کہ حکومت اغلبیہ کی متزلزل بنیاد کچھ دنون کے لئے سنبھل جائے، اور شاید وہ دعوت اسمٰعیلی کے استیصال مین کامیاب ہوجائے، کہ اچانک اوس کے سرمست شباب ناخلف لڑکے ابو مضر نے رہی سہی امیدون کا خاتمہ کردیا، اور اپنے باپ ابو العباس کو قتل کرکے دولت اغلبیہ کے زوال کی تمام تر ذمہ داری اپنے سر قبول کرلی، اور پھر باغیون سے مقابلہ کی قوت رکھنے کے باوجود حکومت سے دستبردار ہوکر افریقہ سے نکل پڑا، اور اس طرح خود اپنے ہاتھون اپنی قبر تیار کرلی، اور آوارہ وطن آغوش لحد مین جا لیٹا، اور اسی کے ساتھ خانوادہ اغالبہ کی سطوت و عظمت اور جاہ و جلال کا آفتاب بھی غروب ہوگیا،

دولتِ فاطمیہ

۲۹۶ھ ـ ۳۲۶ھ
۹۰۸ء ـ ۹۳۷ء

دولتِ فاطمیہ شیعی تحریک کی اسماعیلی شاخ سے تعلق رکھتی ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شیعی تحریک مین ہمیشہ سے عجمی روح کارفرما رہی ہے، اوس نے اول روز سے اپنی کامیابی کا گُر مخفی دعوت و تبلیغ (پروپگنڈا) کو قرار دیا، چنانچہ حضرت عثمانؓ کے عہد مین ابن سبا وغیرہ کی شیعی تحریک اسی تدبیر سے کامیاب ہوئی، اور حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اور مسلمانون مین کشت و خون تک نوبت پہنچی، اور بجائے ایک اسلام کے تین سیاسی اسلام یعنی اہل سنت والجماعۃ، شیعہ اور خارجی، ہوگئے،

حضرت علی مرتضیٰؓ کی شہادت اور حضرت امام حسنؓ کی دست برداری کے بعد جب بنو امیہ دنیائے اسلام کے تنہا مالک ہوگئے، تو اہل بیتِ کرام یعنی بنو امیہ کے خلاف بنو ہاشم کی تائید مین، ایک متفقہ شیعی تحریک بروے کار آئی، اور بالآخر ابو مسلم خراسانی کے ہاتھون اوس نے ۱۳۲ھ / ۷۴۹ء مین بنو امیہ کا تخت الٹ دیا، مگر جب اس ہاشمی تحریک کے چہرے سے پردہ اوٹھا تو ہاشمیہ اور اہل بیت مین سے عباسی خاندان کی کامیابی کی صورت مین وہ نظر آئی،

اب وہ کشاکش جو بنو ہاشم اور بنو امیہ کے باہمی اقتدار کے لئے جاری تھی، وہ عباسیہ اور علویہ (یعنی اولادِ علی بن ابی طالب) کی صورت مین قائم ہوگئی، عباسیہ اب برسرِ حکومت تھے اور علویہ اپنی مخفی تحریکون مین مصروف

اور جب کبھی اون کی دعوت کو کہین کامیابی نصیب ہوئی، اونھون نے کھل کر تیغ و سنان سے عباسیہ کا مقابلہ کیا، بالآخر ان علویہ کے بھی دو حصے ہوگئے، یعنی ایک تو وہ جو حضرت علیؓ کی زوجہ مطہرہ حضرت فاطمہؓ بنت رسولؐ کی اولادِ کرام تھی، اور دوسرے وہ جو حضرت علیؓ کی دوسری بیبیون کے بطن سے تھے، فاطمی کے معنی حضرت علیؓ کی نسل سے حضرت فاطمہؓ کے سلسلہ سے جو اولاد ہوئی،

حضرت علیؓ کی فاطمی نسل مین حضرت امام حسنؓ، امام حسینؓ، امام علی زین العابدینؒ، امام محمد باقرؒ، امام جعفر صادقؒ تک تمام شیعیان اہل بیت کا اتفاق رہا، امام جعفر صادق کی اولاد مین دو نامور تھے، ایک اسمٰعیل، دوسرے موسیٰ کاظم، اس لئے شیعی گروہ بھی دو حصون مین منقسم ہوگیا، ایک نے موسیٰ کاظم کو، اور دوسرے نے اسمٰعیل کو امام مانا، امام موسیٰ کاظم والے، امام موسیٰؒ کے بعد امام علی رضاؒ کو، پھر امام محمد تقیؒ، امام علی نقیؒ، امام حسن عسکری زکیؒ، پھر امام مہدی منتظرؒ کو امام مان کر بارہ اماموں پر امامت تمام کردی، یہ اثنا عشری کہلائے، جو آج ایران کا عام مذہب ہے،

اسمٰعیل کی امامت کے معترف، اسمٰعیل کے بعد محمد مکتوم بن اسمٰعیل، جعفر مصدق بن محمد مکتوم، اور حبیب بن جعفر مصدق ہین، اور انھین کی نسل مین کہا جاتا ہی، کہ ابو محمد عبید اللہ ملقب بہ مہدی ظاہر ہوا، اور یہی دولت فاطمیہ کا بانی بنا، جس نے سب سے پہلے شمالی افریقہ مین ظہور کیا، اور اوس کے تیسرے جانشین المعز لدین اللہ نے عباسیون کو نکال کر مصر پر قبضہ کیا، اور اپنے مرکز حکومت کو شمالی افریقہ سے ہٹا کر مصر مین منتقل کیا، اور مصر مین دولتِ فاطمیہ کی بنیاد ڈالی[۱]،

---

[۱] انھی فاطمی خلفا مین سے آگے چل کر ایک خلیفہ الحاکم بامر اللہ پیدا ہوا، جس کے دو بیٹے ہوئے، نزار اور علی الظاہر لاعزاز دین اللہ، اس طرح فاطمی اسمٰعیلی امامت دو حصون مین منقسم ہوگئی، ایک نزاری اور دوسرے ظاہری، ظاہر لاعزاز دین اللہ مصر مین خلیفہ ہوا، اور آخر یہ امامت سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھون تباہ ہوئی، اسی سلسلہ کے لوگ آج ہندوستان مین بوہرے کہلاتے ہین، اور نزاری کی بنا حسن بن صباح نے کوہستان ایران مین ڈالی، اور قلعہ الموت مین باطنی حکومت کی بنیاد استوار کی جس کا خاتمہ ہلاکو خان تاتار کے ہاتھ سے ہوا، اسی سلسلہ کے امام ہز ہائنس آغا خان ہین،

اس مخفی تحریک دعوت کے چلانے کی صورت یہ تھی، کہ کسی مناسب مقام پر جہان امام ہوتا، اوس کا پوشیدہ صدر مقام ہوتا، اور اوس کے تحت تمام ملک مین اوسکے ہشیار مبلغون کی نگرانی مین اوسکی شاخین ہوتین، اور ان مین سے ہر ایک اوس امام کی بیعت لوگون سے لیتا، اور جب کسی حصۂ ملک مین کسی نائب کو معتد بہ افراد کی بیعت حاصل ہوجاتی، وہ ان کو لیکر حکومت کے مقابلہ کے لئے اوٹھ کھڑا ہوتا، اب یا وہ کامیاب ہوجاتا، اور یا مارا جاتا، پھر اوس کا دوسرا جانشین مقرر ہوتا، اور یہ تحریک آگے کو چلاتا، ان مبلغون کا اصطلاحی نام داعی اور جمع کی صورت مین دعاۃ تھا،

ان اسماعیلی دعاۃ اور خصوصاً داعی الدعاۃ کی تعلیم و تربیت صدر مقام کے افاضل کے زیر اہتمام ہوتی، اور جب وہ تعلیم و تربیت مین پورے اوترجاتے تو حسب ترتیب تعلیم و تربیت کی مناسبت سے مختلف مقامات پر بھیج دیئے جاتے، اور یہی دعاۃ اپنی ولایت مین شیعی دعوت کی تبلیغ و اشاعت تحریک کے مخالف افواہون کی تردید و انسداد، اور حکومت وقت کے خلاف بغاوت کی منظم جد وجہد کرتے اور اپنی تمام جدوجہد کی مفصل روداد نیز باشندگان ولایت کی ذہنی استعداد و ذہنی انقلاب کی پوری تشریح صدر مقام مین بالالتزام بھیجتے، اور پھر یہان سے اونھی رودادون کے حسب اقتضار مختلف ہدایتین جاری ہوتین،

چنانچہ اسی اصول کے زیر اثر سرزمین افریقیہ مین بھی اسماعیلیون کے دعاۃ نامزد ہوئے، ارباب تاریخ کا بیان ہے، کہ افریقیہ مین اسماعیلی دعوت کا سب سے پہلا داعی ایک شخص حلوانی نامی آیا، اور اسی کی مدد کے لئے ایک اور داعی ابوسفیان نامی بھیجا گیا، یہ دونون حضرت امام جعفر مصدق بن محمد المکتوم بن جعفر صادق کے فرستادہ تھے، ان لوگون نے افریقیہ پہنچ کر حکومت کے پایہ تخت سے دور بنو کتامہ نام ایک مشہور بربری قبیلہ کی سرزمین کو اپنی جد وجہد کی جولانگاہ بنایا،

بنو کتامہ بربریون مین سب سے زیادہ بہادر تھے، اور وہ افریقیہ کی حکومت وقت سے ہمیشہ برسرپیکار رہتے تھے، اسماعیلی داعیون نے ان کو بہت جلد اپنے قابو مین کرلیا،

چنانچہ اسماعیلی داعی حلوانی اور ابو سفیان ارض کتامہ پہنچ کر ان لوگوں میں اپنی پوری قوت سے تبلیغ شروع کر دی، حلوانی نے اپنا مستقر مرماجنہ[1] کو قرار دیا، اور ابو سفیان نے شہر سوق حمار کو، ان لوگوں نے زہد وورع، تقویٰ اور مذہبی تقدس کے اظہار سے بنو کتامہ میں بہت جلد ہر دلعزیزی حاصل کر لی، اور لوگ عقیدتمندانہ ان کے پاس آنے لگے، یہ ان کی پہلی کامیابی تھی، اس کے بعد دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا، اور ان شہروں کے آس پاس مذہب کے پیروں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا لیکن ابھی یہ داعی اپنی کوششوں کے ثمرات نہ دیکھنے پائے تھے کہ کچھ دنوں آگے پیچھے دونوں کا انتقال ہو گیا،

ان دونوں کے انتقال کے بعد افریقہ کے لئے ابو عبد اللہ کا انتخاب ہوا، ابو عبد اللہ حسین بن احمد بن محمد بن زکریا صنعا کا رہنے والا تھا، امام اسماعیلی محمد الحبیب نے اس کی تعلیم و تربیت کے لئے اوسکو کمسنی سے ابن حوشب کے سپرد کیا، ابن حوشب شیعی دعوت کے بڑے مبلغوں میں سے اور امام اسماعیلی محمد کا دست راست تھا، چنانچہ عبد اللہ کی ہر قسم کی تعلیم و تربیت ابن حوشب ہی کے زیر نگرانی ہوئی، ابن حوشب نے اس کو ان الفاظ میں افریقہ کی خدمت سپرد کی، کہ

"حلوانی و ابو سفیان مغرب میں ارض کتامہ کو قابل زراعت بنا چکے ہیں، اب ان کے انتقال کے بعد اس سرزمین کے لئے تم سے بہتر کوئی دوسرا موجود نہیں، جلد سے جلد جاؤ کہ صالح اور تیار زمین تمہارے لئے موجود ہے"

اتفاق سے حج کا موسم تھا، ابو عبد اللہ اپنے ایک رفیق کار عبد اللہ بن ابی ملاحف کے ساتھ دولت و ثروت کا ایک انبار ساتھ لئے ہوئے مکہ معظمہ پہنچا، کہ یہاں بنو کتامہ کے کچھ لوگ حج کے لئے آئے ہوں گے اس کے بعد وہ مکہ معظمہ سے بنو کتامہ کے چند افراد کی معیت میں مختلف حیلوں سے مصر پہنچا، اور پھر صحرا الصحرا

---

[1] ابن اثیر میں "مرمجنہ" اور ابن خلدون میں اسی کا نام "مرغنہ" ہے، لیکن جغرافیہ کی متداول کتابوں ابن حوقل مقدسی اصطخری اور یاقوت وغیرہ میں "مرماجنہ" ہے، اسلئے میں نے ابن اثیر کے لفظ مرمجنہ کو مرماجنہ لکھا ہے[2] ابن خلدون ج ۴ ص ۲۳، و ابن اثیر ج ۸ ص

ہوتا ہوا، افریقیہ روانہ ہوا، اور مختلف مقامون مین ٹھہر کر ۱۵ ربیع الآخر ۲۸۸ھ (۹۰۱ء) کو ارضِ کتامہ کے ایک مرکزی مقام انکجان مین پہنچ گیا،

ابوعبداللہ کے مکہ معظمہ سے افریقیہ پہنچنے یہان تحریک شروع کرنے اور اوس مین رفتہ رفتہ کامیاب ہونے کی ایک طویل داستان ہی، جو دولتِ فاطمی کی مستقل تاریخ کا ایک باب ہوسکتی ہی، یہان مختصراً یہ کہنا کافی ہی، کہ ابوعبداللہ بنوکتامہ کو منظم کرکے بربریون کا ایک لشکرِ جرّار حکومتِ اغلبیہ کے خلاف میدانِ جنگ مین لے آیا، لوائے اسماعیلی اسکے ہاتھ مین امامِ منتظر کے لئے سر بلند تھا، فرمانروائے افریقیہ ابراہیم کے عہد سے کھلم کھلا مقابلہ ہونے لگا، اور بالآخر رجب ۲۶ جمادی الاخریٰ ۲۹۶ھ (۹۰۹ء) کو آخری اغلبی تاجدار ابومضر زیادۃ اللہ افریقیہ سے فرار ہوا تو ابوعبداللہ نے فوراً ہی تمام افریقیہ مین دولتِ اسماعیلی فاطمی یا دولتِ عبیدین کے قیام کا اعلان عام کردیا، اور جمعہ کے دن خطبہ مین ابوعبداللہ نے اپنے امامِ منتظر عبیداللہ المہدی کو امیرالمومنین المہدی کے لقب سے موسوم کیا، اور اسی دن افریقیہ سے خلافتِ عباسیہ کا قطعی انقطاع ہوگیا،

عبیداللہ المہدی اسماعیلی

۲۹۶ھ (۹۰۸ء) — ۳۲۲ھ (۹۳۳ء)

افریقیہ کا دولتِ فاطمیہ کا پہلا فرمانروا فرقۂ اسماعیلیہ کا امام عبیداللہ المہدی تھا، اس کا سلسلۂ نسب چند پشتون سے حضرت امام حسینؓ تک پہنچتا ہے، بغداد کے خلفائے عباسیہ نے گو اس کے نسب کی صحت مین کلام کیا، اور علما، اور سادات کی طرف سے ۴۰۲ھ (۱۰۱۱ء) مین ایک محضر بھی تیار کرایا جسمین فاطمیہ کی صحتِ نسب کا انکار کیا گیا، مگر محققین اس محضر کو خلفائے عباسیہ کی ایک سیاسی سازش سے زیادہ وقعت نہین دیتے، چنانچہ ابن اثیر ابنِ خلدون اور مقریزی نے بدلائل اس محضر کا پردہ چاک کیا ہی،[1]

---

[1] تاریخ ابن اثیر ج ۸ ص ۱۸ تا ۲۸، ابن خلدون ج ۴ ص ۳۱، و مقریزی در خطط مصر ج ۲ ص ۱۵۹،

عبید اللہ کو اوس کے باپ محمد الحبیب نے اپنی وفات کے وقت اپنا جانشین بنایا، اور مغرب میں جانے کی وصیت کی جب وہ اس وصیت کے مطابق مغرب روانہ ہوا، تو اوس کی خبر عباسی خلیفۂ وقت تک پہنچی، اور دربارِ خلافت سے اوس کی گرفتاری کا حکم صادر ہوا، عبید اللہ اپنے لڑکے ابو القاسم کو ساتھ لے کر شام سے مصر کو روانہ ہو گیا معتضد نے قاصد دوڑائے اور والیٔ مصر کو اسکی گرفتاری کے لئے لکھا، یہ قاصد عبید اللہ کے پہنچنے سے پہلے مصر پہنچ گئے چنانچہ عبید اللہ مصر میں داخل ہوتے ہی گرفتار کر لیا گیا لیکن عجیب اتفاق کہ وہ شخصی مشابہت سے مصر میں رہا کر دیا گیا، اور وہان سے افریقیہ روانہ ہو گیا،

جب معتضد کو خبر ملی تو والیٔ مصر کو تہدید آمیز خط لکھا، اور پھر فرمان والیانِ افریقیہ کو لکھ بھیجا، کہ وہ ڈھونڈ کر گرفتار کر لیا جائے، چنانچہ اوسکی گرفتاری کا حکم افریقیہ کے تمام شہرون مین بھیج دیا گیا،

عبید اللہ مغرب و افریقیہ کی مختلف شہرون مین روپوش مارا مارا پھرا، لیکن بنو کتامہ تک کسی طرح رسائی حاصل نہ ہوئی، بالآخر وہ اپنے رفقا سمیت سلجماسہ مین گرفتار کر لیا گیا،

لیکن قضاؤ قدر کا فیصلہ اس کے برعکس تھا، بنو فاطمہ کا آفتابِ اقبال طلوع ہو چکا تھا اسی اثنا مین ابو عبد اللہ الداعی کی قوت کو فروغ حاصل ہوا، آخری اغلبی تاجدار ابو مضر تاج و تخت چھوڑ کر افریقیہ سے بھاگ کھڑا ہوا ابو عبد اللہ نے دار الحکومت پر قبضہ کرنے کے بعد سلجماسہ پر لشکر کشی کی، اور ۶ ذی الحجہ یوم شنبہ کو شہر مین داخل ہو گیا،

عبید اللہ اور اوس کا لڑکا ابو القاسم مریم بنت مدرار کے مکان مین مقید تھے، قید سے باہر نکلے اور ابو عبد اللہ اوب سے آگے بڑھا، اور فرطِ مسرت سے اوس کے قدمون پر گر پڑا، اور تاج و تخت پیش کئے اور

ﻠﮧ ابن خلدون ج ۴ ص ۳۰ تا ۳۷، ابن اثیر ج ۸ ص ۲ تا ۳۹، ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۱۹۰ تا ۲۰۲، اور دولت فاطمیہ کا بانی ابو عبد اللہ الداعی انسنت جاریہ کے مطابق دولت عباسیہ کے بانی ابو مسلم خراسانی کی طرح تہ تیغ کیا گیا،

فرقۂ اسماعیلیہ کے تبعین نے اپنے امام وقت کے ہاتھ پر بیعت کی، اور پھر یہ پوری جماعت شاہانہ تزک و احتشام سے دار الحکومت مین داخل ہوئی،

پھر رفتہ رفتہ تمام شمالی افریقیہ بنو فاطمہ کے زیرِ اقتدار آگیا، اور بنو اغلب کے ممالک محروسہ کے علاوہ بنو مدرار کی ۱۳۰ سالہ حکومت (سجلماسہ) اور بنو رستم کی ۱۶۰ سالہ حکومت (تاہرت) کا بھی خاتمہ ہوا، اور سارے افریقیہ مین بنو فاطمہ کی واحد خود مختار حکومت قائم ہوگئی،

انقلابِ حکومت کا اثر صقلیہ پر

افریقیہ کے انقلابِ حکومت کے اثرات فوراً صقلیہ بھی پہنچے، اور یہان کے معززین اور عام باشندے بھی دو گروہون مین منقسم ہوگئے، ایک گروہ نے افریقیہ کی فاطمی حکومت کا استقبال کرنا چاہا، جس کی قیادت علی بن محمد بن ابی الفوارس نے اپنے ہاتھ مین لی جس کو ابو العباس سابق فرمانروائے افریقیہ نے ابو مضر زیادۃ اللہ کے بعد صقلیہ کی حکومت تفویض کی تھی، اور دوسرا گروہ احمد بن ابی الحسین بن رباح کے ساتھ تھا، جس کو ابو مضر نے افریقیہ کی حکومت سنبھالنے کے بعد علی بن محمد بن ابی الفوارس کے بجائے نامزد کیا تھا، اور اوس وقت یہی صقلیہ کا وہ آخری والی تھا جسکو سب سے آخری اغلبی تاجدار نے مقرر کیا تھا،

حامیانِ دولتِ فاطمیہ کو اقتدار حاصل ہوا، اور علی بن محمد بن ابی الفوارس کی سرگردگی مین ایک ہی حملہ مین موجودہ والیِ صقلیہ احمد بن ابی الحسین بن رباح کو گرفتار کر کے قید خانہ مین ڈال دیا گیا اور اوس کے گھر بار، مال و متاع سب لوٹ لیا، یہ واقعہ ۱۱ رجب ۲۹۶ھ (۹۰۹ء) یعنی حکومتِ اغالبہ کے زوال کے ٹھیک پندرھوین دن پیش آیا،

اسکے بعد علی بن محمد بن ابی الفوارس نے احمد بن ابی الحسین کو پابہ زنجیر عبید اللہ المہدی کی خدمت مین پیغام تہنیت کے ساتھ افریقیہ بھیج دیا، اور اس طرح مسلمانانِ صقلیہ نے اس جدید حکومت سے اپنی اطاعت کا اظہار کیا، اور اسی کے ہمراہ عبید اللہ کی خدمت مین مسلمانانِ صقلیہ کا ایک محضر بھی پہنچا جس مین دستور کے

مطابق علی بن محمد بن ابی الفوارس کو عہدۂ ولایت پر سرفراز کرنے کی استدعا کی گئی تھی، عبید اللہ نے یہ درخواست منظور کرلی، اور وہ دولت فاطمی افریقیہ کا صقلیہ مین سب سے پہلا والی مقرر ہوا،

علی بن محمد بن ابی الفوارس فاطمی والی صقلیہ (۱)

۲۹۶ھ ۹۰۸ء سے ۲۹۷ھ ۹۰۹ء

علی بن محمد بن ابی الفوارس عہد اغالبیہ مین بھی ولایت صقلیہ کے خدمات انجام دے چکا تھا، اور اگرچہ اسی کے ہاتھون صقلیہ مین دولت اغلبیہ کا خاتمہ ہوا، اور فرمانروا ے فاطمی کو صقلیہ پر تسلط حاصل کرنے کی کوئی خاص زحمت نہین کرنی پڑی، اس لئے یہ علی بن محمد بن ابی الفوارس کا دولت فاطمی کے لئے ایک اہم کارنامہ کہا جاسکتا ہی،

لیکن اس کے باوجود علی بن محمد بن ابی الفوارس نے جس حیثیت سے ولایت صقلیہ پر قبضہ کیا تھا، سیاسی مصالح کے لحاظ سے اوس کا یہ اقتضا نہ تھا، کہ یہان کی حکومت اوسکو تفویض کردیجائے، کردہ فاطمی حکومت کے بغیر کسی ایک سپاہی کی موجودگی کے یہان مطلق العنان حیثیت اور باشندگان صقلیہ کی پشت پناہی سے حکومت کرے، اس طور پر یہان دولت فاطمی کے اثر واقتدار کے قیام کے کم امکانات ہوسکتے تھے، تاہم وقتی مصالح کا یہی اقتضا تھا کہ اسی طور پر اوس کو یہان کا والی نامزد کردیا جائے چنانچہ عبید اللہ نے اس کو ولایت صقلیہ کی سند لکھکر بھیج دی، اور بری وبحری حملے جاری کرنے کا حکم دیدیا،

لیکن جب افریقیہ مین انقلاب حکومت کا قیامت خیز طوفان ختم ہوا، اور ملک مین امن وامان کا دار دورہ ہوا تو ہر ایک صیغہ کے لئے جداگانہ نظام قائم ہوا، اور حکومت کا نظم ونسق نئے سر سے جاری ہوگیا، تو اسی سلسلہ مین مختلف لوگون کی وفاداری وجان نثاری کے صلہ کا وقت بھی آپہنچا، اور عبید اللہ کے معتمدین افریقیہ کی مختلف ولایتون پر نامزد کردیئے گئے، اس موقع پر قدرۃً صوبہ صقلیہ کا سوال بھی سامنے آیا لیکن علی

(۱) نہایۃ الارب درا ماری ص ۴۴۴،

بن محمد بن ابی الفوارس کو معزول کر کے ایک نئے فتنہ کا سامان پیدا کرنا تھا، اس لئے عبید اللہ نے موقع کا انتظار کیا، اتفاق وقت کہ علی بن محمد بن ابی الفوارس نے عبید اللہ سے افریقیہ آنے کے لئے چند دن کی عارضی رخصت طلب کی جو سکار خود نشانہ پر آرہا تھا، عبید اللہ نے اجازت بھیجی، اور جب وہ افریقیہ پہنچا، تو آتے ہی دار الحکومت رقادہ کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا[1]،

اس کے بجائے اپنے ایک معتمد خاص حسن بن احمد بن ابی الخنزیر کو صقلیہ کی ولایت پر روانہ کیا،

حسن بن احمد بن ابی الخنزیر فاطمی والی صقلیہ[2]

۲۹۷ھ – ۲۹۹ھ
۹۰۹ء – ۹۱۱ء

حسن بن احمد بن ابی الخنزیر بنو فاطمہ کے محسن ترین قبیلہ کتامہ کا ایک رکن تھا[2]، وہ افریقیہ سے روانہ ہو کر سال رواں کے ختم ہونے سے پیشتر ۱۰ ذی الحجہ ۲۹۷ھ ۹۰۹ء کو مازر پہنچا، اور یہاں سے دار الحکومت بلرم آیا،

جدید نظم و نسق اور حکومت کا مذہب شیعی قرار پایا ابن ابی الخنزیر دولت فاطمی کا وہ پہلا شیعی گورنر تھا جو افریقیہ سے نامزد ہو کر آیا، اور صقلیہ کی حکومت کا دولت فاطمی کے نقطۂ نظر سے جدید نظم و نسق قائم کیا، اس نے حکومت صقلیہ کو مختلف صوبوں بلرم، جرجنت، قصریانہ اور سینا وغیرہ میں تقسیم کیا، ہر صوبہ پر جدا جدا والی مقرر کئے جن میں سے صوبہ جرجنت کی گورنری اپنے ایک حقیقی بھائی کے سپرد کی،

انقلاب حکومت کے بعد جس طرح افریقیہ کی حکومت کا سرکاری مذہب شیعی قرار پایا، اسی طرح ابن ابی الخنزیر کی آمد کے بعد صقلیہ کی حکومت کا سرکاری مذہب بھی شیعی قرار دیا گیا، اور اسی لیے جس طرح

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۳۸، و نہایۃ الارب باد راماری ص ۴۲۵، [2] ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۷،

مذہب کے بدلنے سے افریقیہ کے مذہبی و نیم مذہبی عہدون مین تغیر و تبدل ہوا، اوسی طرح صقلیہ کے عہدون مین بھی ردّ و بدل ہوا، چنانچہ اسی سلسلہ مین والیِ صقلیہ نے سابق قاضیِ صقلیہ کو معزول کر کے اوس کے بجائے عہدۂ قضاء کے فرایض ایک شخص اسحٰق بن منہال کے سپرد کر دئے[1]،

مشرقی صقلیہ کے رومیون کی سرکشی اور صقلیہ مین اسلام و عیسائیت کی جنگ کا دوبارہ آغاز

افریقیہ اور صقلیہ کے اس انقلابِ حکومت سے صقلیہ کے اوس مشرقی حصہ نے جس کو ابراہیم نے اپنے آخری حملہ مین زیر کیا تھا، اور جو تمامتر رومی باشندون پر مشتمل تھا، فائدہ اوٹھایا، اور اسلامی حکومت سے بغاوت کر کے اٹلی کی عیسائی حکومتون سے مدد طلب کی، اور پھر صقلیہ مین اسلامی حکومت کے خلاف رومیون کی اس سرکشی سے حکومت بیزنطی کی امیدین بھی تازہ ہو گئین، اور بیزنطی بیڑے صقلیہ اور جنوبی اٹلی کے سمندرون مین پھر منڈلانے لگے، کہ اپنے کھوئے ہوئے اقتدار کو دوبارہ حاصل کرین، اور اسکی وجہ سے صقلیہ اور اٹلی مین اسلام اور عیسائیت کی جنگ کا بھی دوبارہ آغاز ہو گیا، اور اس کا سلسلہ صقلیہ مین اسلام کے آخر عہدِ حکومت تک جاری رہا، چنانچہ انسائکلوپیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار ابراہیم کے فتوحات کے تذکرہ کے بعد لکھتا ہے:-

"ابراہیم کے بعد خانہ جنگی شروع ہو گئی، اور صقلیہ کے عیسائیون نے دنیائے عیسائیت سے مدد طلب کی، اور مشرقی صقلیہ مین عربون کے اقتدار کو زوال آگیا، اور پھر نہ بیزنطی فرمانروا صقلیہ کے دعوی سے کبھی دستبردار ہوئے، اور نہ کبھی اس کے دوبارہ حصول سے ناامید ہوئے، اور جزیرہ مین عیسائیت سے جنگ کے علاوہ خود بیزنطی شہنشاہیت اور مسلمانون مین براہ راست لڑائی شروع ہو گئی، لیکن یہ لڑائیان بہ نسبت صقلیہ کے ایطالیہ مین زیادہ پیش آئین،،

دمنش کی سرکشی اور استیصال

صقلیہ مین ان لڑائیون کے پیش نہ آنے کی وجہ یہ تھی کہ یہان رومیون نے جب کبھی سر اوٹھایا اسلامی حکومت نے انھین فوراً زیر کر لیا، چنانچہ اس سلسلہ مین دولتِ فاطمیہ کے عہد

[1] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۳، نہایۃ الارب درامارِی صفحہ ۴۲۹، ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۰،

ین صقلیہ مین جو سب سے پہلے بغاوت رونما ہوئی، وہ ۲۹۰ھ ۹۰۱ء مین مشرقی صقلیہ مین اہل دنش کی جانب سے تھی[1]
ابن ابی الخنزیر نے بغاوت کی خبر سنتے ہی فوجکشی کی، اور بغاوت فرو کی اور قیدیون کو ساتھ لیکر بلرم چلا آیا،

صقلیہ مین ایک جدید انقلاب کے آثار،

ادھر صقلیہ کے رومیون مین یہ نقل وحرکت تھی، اور اِدھر ابن ابی الخنزیر کی آمد کے بعد صقلیہ کی حکومت شیعی قرار پاجانے کے باعث مسلمانان صقلیہ کے درمیان بھی ایک حرکت پیدا ہوگئی، کیونکہ دعوت شیعی کی تبلیغی کوششین جو کچھ تھین وہ صرف افریقیہ تک محدود رہی تھین، اسلیے مسلمانان صقلیہ تک اس دعوت کی کوئی آواز نہین پہنچی تھی، اور وہ اسی طرح مذہب اہل السنۃ والجماعۃ کے راسخ العقیدہ پیرو تھے،

پھر مسلمانان صقلیہ اپنے نامزد کیے ہوئے اہل سنت والی علی بن محمد بن ابی الفوارس کے معزول کیے جانے پر پہلے سے چین بجبین تھے کہ یہان کی حکومت کے مختلف شعبون مین دولت شیعی کے اثرات نمودار ہوے، اور مختلف معزز عہدون پر شیعون کو مقرر کردیا گیا علاوہ ازین ابن ابی الخنزیر کا عام طرز عمل بھی یہان کے باشندون کے ساتھ کچھ اچھا نہ تھا، ان وجوہ سے یہان دولت فاطمی کے خلاف بدگمانیان پیدا ہوئین، جس سے یہان کے باشندون اور عمال حکومت کے تعلقات مین کشیدگی پیدا ہوگئی، اور وہ روز بروز ترقی کرتی گئی، خصوصًا ابن ابی الخنزیر مسلمانان صقلیہ کے تمام حلقون مین بری نگاہ سے دیکھا جانے لگا،

اسی سلسلہ مین ایک اتفاقی حادثہ یون پیش آیا، کہ والی صقلیہ ابن ابی الخنزیر نے دنش سے واپسی کے تھوڑے دنون بعد کسی تقریب سے عمائدین شہر کو اپنے محل مین کھانے پر مدعو کیا، اور شہر کے معززین ورؤسا قصر حکومت مین جمع ہوے، اتفاق سے قصر مین داخلہ کے بعد ان مہمانون مین سے کسی نے کمرے کے کسی بیرونی حصہ مین والی کے پیش خدمتون کو ننگی تلوارون سے مسلّح دیکھا، معززین صقلیہ وعمال حکومت کے

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۵ صد ۱۳۲ وابن اثیر ج ۸ صد ۳۰،

تعلقات پہلے سے کشیدہ تھے، ان ننگی تلواروں سے کھٹک پیدا ہوئی، اور لوگ اضطراری طور پر کمرے کی کھڑکیاں کھول کر "السلاح السلاح" ہتھیار ہتھیار چلانے لگے، اس ندائے عام سے سارے شہر مین ایک ہلچل مچگئی، اور لوگ ہر طرف سے تلوارین لئے ہوئے قصرِ شاہی کے گرد جمع ہوگئے اور پھر جوشِ غضب مین مشتعل مجمع نے محل کی کھڑکیون سے آتش باری شروع کردی،

لیکن تھوڑے ہی وقفہ مین محل کے مہمانون کو اپنی غلط فہمی کا احساس ہوا، اور خطرہ کے انسداد کے لئے سب کے سب محل سے باہر نکل کر مجمع کے سامنے آئے لیکن مشتعل مجمع کو سمجھانا آگ سے کھیلنا ہے، عمائدین نے مجمع کو لاکھ لاکھ سمجھایا، لیکن اس نے ایک نہین سنی، اور کسی طرح قابو مین نہ آسکا، اور پھر بڑھتے بڑھتے محل مین گھس آیا، اور والیِ صقلیہ پر جھپٹ پڑا، ابن ابی الخنزیر سے اوسوقت کچھ نہ بن پڑی تو جان بچانے کے لئے اپنے محل کی پشت پر اپنے ایک ہمسایہ کے مکان مین کود پڑا، جس سے پنڈلی کی ایک ہڈی ٹوٹ گئی، اور بھاگ نہ سکا، اس اثنا مین مشتعل مجمع یہان بھی آپہنچا اور اوسکو گرفتار کرلیا، یہ واقعہ ۲۹۹ھ ۹۱۱ء کے آخری مہینون مین پیش آیا،

ابن ابی الخنزیر ابھی شورش پسندون کے ہاتھ مین رہا، اور اس کے بجائے صقلیہ کے محکمۂ خراج کے افسرِ اعلیٰ خلیل نے حکومت کا نظم ونسق عارضی طور پر سنبھال لیا، اور ان واقعات کی تفصیل عبید اللہ فرمانروائے افریقیہ کے پاس بھیج دی، اصل واقعہ کے لحاظ سے ابن ابی الخنزیر کی معزولی کا کوئی سبب موجود نہ تھا بلکہ سرکشون کی یہ انتہائی فتنہ انگیزی تھی جس کی پاداش مین انہین کیفر کردار تک پہنچانا تھا لیکن حکومتِ فاطمی کے ابتدائی ایام تھے، کارکنانِ حکومت کو ابھی بہت سے امور سے چشم پوشی کرنی پڑتی تھی، اسلئے عبید اللہ نے مصالحِ حکومت کو پیشِ نظر رکھکر باشندگانِ صقلیہ کی اس حرکت کو نظر انداز کردیا، اور حکومت کی طرف سے عفوِ عام کا اعلان کیا گیا، اور اس اعلان کے بعد نہ حکومت کے رعب و داب کے لحاظ سے ابن ابی الخنزیر کو ولایتِ صقلیہ پر برقرار رکھا جاسکتا تھا، اور نہ اسکی غیرت اسکو قبول کرسکتی تھی کہ ان حالات

کے بعد اس منصب کو اپنے لئے باعث سرفرازی تصور کرتا، اس لئے اس کے بجائے علی بن عمر البلوی کو والی مقرر کیا گیا،

علی بن عمر البلوی فاطمی والی صقلیہ (۲)

۲۹۹ھ
۹۱۱ء

علی بن عمر البلوی، ۲۷ ذی الحجہ ۲۹۹ھ ۹۱۱ء کو صقلیہ پہنچا،[1]

انقلاب حکومت

لیکن اس اثنا میں صقلیہ میں دولتِ فاطمی کے خلاف منظم جد و جہد ہو چکی تھی، اس لئے عبید اللہ نے حسن بن احمد بن ابی الخنزیر کو معزول کر کے جس طرح آتشِ بغاوت کو فرو کرنا چاہا تھا، اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکا، اور باشندگانِ صقلیہ نے علی کے ورود کے ساتھ ہی اختلافِ مذہب کے نام پر جس کا تذکرہ ابھی کیا جا چکا ہے، دولتِ فاطمی کے خلاف علانیہ علمِ بغاوت بلند کر دیا،

علی اولاً ایک کمزور فطرت کا انسان تھا، اور پیری میں اس خدمت پر مامور کیا گیا تھا، اور شاہانہ حکومت کے نظم و نسق کا کوئی سابقہ تجربہ بھی نہیں رکھتا تھا، اور علاوہ ازیں ابھی تک دولتِ فاطمی صقلیہ کی فوجی طاقت تمام تر مسلمانانِ صقلیہ ہی کی اجتماعی طاقت پر مشتمل تھی، اس لئے وہ اس متحدہ بغاوت کا چند دن بھی مقابلہ نہ کر سکا اور روپوش ہو کر کسی جانب نکل گیا، اور مسلمانانِ صقلیہ نے فاطمی علم کو سرنگون کر کے صقلیہ سے آناً فاناً دولتِ فاطمی کا خاتمہ کر دیا،

---

[1] نہایۃ الارب در امازی صفحہ ۴۲۵ و ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۹۱،

طوائف الملوکی

سنہ ۳۰۳ھ تا سنہ ۳۰۴ھ
۹۱۵ء تا ۹۱۶ء

تشکیل حکومت کی کوشش باشندگان صقلیہ نے دولت فاطمیہ کے خلاف بغاوت محض مذہبی اختلاف کے باعث کی تھی، اس لئے بغاوت کی کامیابی کے بعد اس موقع پر جدید حکومت قائم کرنے کیلئے اون کے درمیان صقلیہ کی گذشتہ اسلامی حکومت دولت اغالبہ کی یاد قدرۃً تازہ ہوگئی اور جدید حکومت کی تشکیل کے فرائض صقلیہ کے ایک رئیس احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب کے سپرد کرنا چاہے، جو صقلیہ میں خانوادۂ اغالبہ کا چشم وچراغ تھا، اور اوس کا خاندان یہان ایک مدت سے سکونت پذیر تھا،

چنانچہ صقلیہ کے مسلمان احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اوس سے صقلیہ مین ایک آزاد وخود مختار حکومت قائم کرنے کی درخواست کی،

لیکن ابن قرہب کی پوری زندگی صقلیہ مین گذری تھی، وہ مسلمانان صقلیہ کے وقتی جوش وخروش اور اطاعت کر کرکے منحرف ہوجانے کی عادتون سے آگاہ تھا، اور ابھی چند دن پیشتر دولت اغالبہ سے انحراف کرکے دولت فاطمیہ کا جس جوش وخروش سے استقبال کیا اور پھر دولت فاطمیہ سے بغاوت کرکے ابن ابی الخنزیر کے ساتھ جو طرز عمل اختیار کیا تھا، وہ سب اون کے سامنے تھے اس لئے اوس نے اس اہم ذمہ داری کے قبول کرنے سے انکار کردیا، اور اسی شور وشر سے بچنے کے لئے ایک غار مین جاکر چھپ گیا لیکن شورش پسندون نے اوسکو وہان بھی جا گھیرا، اور اپنی اطاعت اور وفاداری کا یقین دلاکر اس بار امانت کو اوٹھا لینے پر اس قدر سخت مجبور کیا کہ اوس نے چار ناچار

سپرڈال دی، اور بلرم آکر حکومت کی تشکیل مین مصروف ہوگیا،

احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب عباسی والی صقلیہ

سنہ ۳۰۰ھ - ۳۰۳ھ
۹۱۲ء - ۹۱۵ء

احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب نے ایک مرتبہ پھر صقلیہ مین خانوادۂ اغالبہ کے اقتدار کو از سر نو قائم کر دیا اور ایک آزاد خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے حکومت ہاتھ مین لیلی،

ابن قرہب نے جب عنان حکومت سنبھالی صقلیہ کا چپہ چپہ اس کا مطیع و منقاد تھا، البتہ صرف بعض مقامات مین بعض فاطمی والیان صوبہ مستولی رہے، ورنہ ملک کے تمام عمال حکومت، فوج اور عام باشندون نے اوس کی ہمنوائی کی،

حکومت کا جدید نظم و نسق اور خلافت عباسیہ سے تجدید تعلقات اوس نے عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی اولاً عمال حکومت مین ردّ و بدل کیا، فوج کو اپنے لڑکے کی نگرانی مین دیا، اور عہدۂ قضا پر جو ایک نیم مذہبی عہدہ تھا ایک شخص ابن خامی کو مقرر کیا، پھر عباسی خلیفہ وقت المقتدر باللہ سے سلسلہ جنبانی کی کہ وہ یہان کا ایک جائز والی تسلیم کیا جائے،

جنوبی اٹلی پر فوجکشی مشرقی صقلیہ اور جنوبی اٹلی مین اسلام اور عیسائیت کی جنگ کے سلسلہ کے آغاز کا جو تذکرہ انسائیکلوپیڈیا کے حوالہ سے گذر چکا ہے، اتفاق سے اوس سلسلہ کی ایک کڑی اس زمانہ مین بھی نمودار ہوئی، اور جنوبی اٹلی اور مشرقی صقلیہ دونون مقامون پر رومیون نے سر اٹھایا، اسلئے ابن قرہب نے اپنی گوناگون مصروفیتون کے باوجود ان کے حملون کے جواب مین ایک بیڑا سنہ ۳۰۰ھ ۹۱۲ء مین صوبہ قلوریہ روانہ کیا، جو وہان کے رومی شہرون کو تاخت و تاراج کرکے وافر مال غنیمت ساتھ لیکر واپس آیا،

طبرمین پر فوجکشی اس کے بعد ابن قرہب کو صقلیہ مین مشرقی صقلیہ کے رومیون کے طبرمین مین

جمع ہونے کی اطلاع ملی، رومیون نے اس شہر کو نئے سرے سے مستحکم کر کے اسکو مشرقی صقلیہ کا مرکز قرار دیا، ابن قرہب نے اس کے انسداد کے لئے اپنے لڑکے علی کی سرکردگی مین ایک لشکر روانہ کیا،

طبرمین اسلامی دارالحکومت سے دور پر تھا جس کی وجہ سے ابھی تک کوئی اسلامی آبادی قائم نہ ہوسکی، اسلئے یہان کے عیسائی جب موقع پاتے اطاعت سے منحرف ہو جاتے اور اسی شہر کو مشرقی صقلیہ کا مرکز بناتے، اس لیے ابن قرہب نے اس مرتبہ اوس کو فتح کر کے یہان اسلامی آبادی قائم کرنی چاہی، تاکہ اولاً مشرقی صقلیہ کے عیسائیون کو بار بار سر اوٹھانے کا موقع نہ مل سکے، اور نیز اوس نے اسی شہر کو اپنے اہل وعیال کے لئے بھی مامن قرار دینا چاہا، کیونکہ ابھی تک اوس کو مسلمانان صقلیہ کی اطاعت پر پورا بھروسہ نہین ہوا تھا،

لیکن ابن قرہب کے یہ منصوبے پورے نہ ہوسکے، علی چھ مہینے تک محاصرہ کئے پڑا رہا، اور کامیابی کی کوئی صورت نہین نکلی، اسی اثنا مین اس طویل محاصرہ سے چند نوجوان اُکتا گئے، اور وہ ایک دن کسی بات پر ایسے برگشتہ ہوئے کہ خود اپنے سپہ سالار علی کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور انہین آگ لگا دی، جب آگ کے شعلے بلند ہوئے اور علی باہر نکل آیا تو ایک جماعت آگے بڑھی، کہ علی کا کام تمام کر دے، لیکن اوس کے چند جان نثارون نے اوس کی جان بچائی، اور علی اپنا ناکام محاصرہ اٹھا کر چلا آیا،

خلافت عباسیہ ابن قرہب کو سند دیرالایت

اس اثنا مین ابن قرہب کا فرستادہ قاصد صقلیہ کی ساری سرگذشت لے کر بغداد پہنچا، جسکی بارگاہ خلافت مین پذیرائی ہوئی، اور پھر خلیفہ المقتدر باللہ کی جانب سے چند قاصدون کی معرفت ابن قرہب کے لئے حکومت کی سند، سیاہ علم، سیاہ رنگ کا خلعت اور نیز طلائی طوق اور کنگن صقلیہ روانہ کئے گئے،

ابن قرہب نے خلیفہ عباسی کے ان قاصدون کا اون کے شایان شان خیر مقدم کیا، اور عباسی خلعت کو عقیدت سے قبول کیا،

اب ابن قرہب کی حیثیت صقلیہ مین متغلب کے بجای ایک جائز والی عباسی کی تھی، دربار خلافت کی جانب سے ابن قرہب کے ان امتیازات سے سرفراز ہونے سے اسکو صقلیہ مین بہت بڑی تقویت حاصل ہوئی، اور نیز خلافت عباسیہ سے بھی باشندگان صقلیہ کو مزید وابستگی ہوگئی،

دولت فاطمی سے انقطاع

اسی کے بعد ابن قرہب نے صقلیہ مین خلافت عباسی کی عام دعوت کا غلغلہ بلند کر دیا، اور یہان کی تمام مسجدون مین جمعہ کے خطبہ مین عبید اللہ المہدی کے نام کے بجائے المقتدر باللہ عباسی کا نام لیا گیا، اور صقلیہ چند سال کے وقفہ کے بعد ضابطہ کے ساتھ ایک مرتبہ پھر دولت عباسیہ کے زیر سایہ آگیا، یہ واقعہ سنہ ۳۰۰ھ ۹۱۲ء مین پیش آیا،

افریقیہ اور صقلیہ کی جنگ

یون اگرچہ عملاً صقلیہ سے بنو فاطمہ کی حکومت کا خاتمہ علی بن عمر البلوی پر ہو چکا تھا لیکن ابھی تک ابن قرہب نے عبیدیین سے انقطاع کا کوئی باضابطہ اعلان نہین کیا تھا، خطبۂ جمعہ مین یہ پہلا اتفاق تھا کہ خلیفہ فاطمی کے بجائے خلیفہ عباسی کا نام لیا گیا، اور یہی گویا دولت فاطمی سے اعلان جنگ کے مترادف تھا،

اس لئے یہ ممکن نہ تھا کہ عبید اللہ المہدی اپنے دور حکومت کے آغاز کے باوجود ابن قرہب کی اس جسارت سے چشم پوشی کرتا، کیونکہ صقلیہ مین بنو عباس کے اثر و اقتدار قائم ہو جانے سے حکومت افریقیہ کی زندگی کے لئے مستقل خطرات پیدا ہو جانے کے امکانات تھے، اس لئے یہ ممکن نہ تھا کہ صقلیہ مین ان حالات کے پیدا ہو جانے کے باوجود عبیدیین کا جنگی بیڑا ساحل صقلیہ پر لنگر انداز نہ ہو جائے،

صقلی بیڑے کی افریقیہ کو مدافعانہ روانگی

اس لئے ابن قرہب نے اسی پیش بینی کے ساتھ خود پیشقدمی مناسب سمجھی اور قبل اس کے کہ افریقیہ کا بیڑا صقلیہ پر حملہ آور ہو، خود صقلیہ کا جنگی بیڑا افریقیہ پر حملہ آوری کیلئے سنہ ۳۰۱ھ ۹۱۳ء مین اپنے ایک لڑکے محمد کی سرکردگی مین روانہ کیا، ابن قرہب کی دور بینی برمحل ثابت ہوئی، اور افریقیہ کے قریب پہنچتے ہی ساحل لمطہ پر ایک مسلح فاطمی بیڑا نظر آیا جسکی قیادت

سابق والیِ صقلیہ حسن بن احمد بن ابی الخنزیر کے ہاتھ میں تھی،

دولتِ فاطمیہ کی شکست

ساحلِ لمطہ پر ان دونون بیڑون مین نہایت خونریز جنگ ہوئی، اہلِ صقلیہ اپنی جدید خود مختار حکومت کے نشہ سے سرشار تھے، دل کھول کر لڑے، اور افریقی بیڑے کو مغلوب کر لیا، فاطمی امیر البحر ابن ابی الخنزیر صقلی امیر البحر محمد کے ہاتھ سے قتل کیا گیا، اور پھر محمد نے اوس کا سر کاٹ کر نویدِ فتح کے طور پر اوسکو اپنے باپ ابن قرہب کے پاس صقلیہ بھیج دیا، اور چھ سو سپاہیون کو گرفتار کر کے فاطمی بیڑے کو جلا کر خاکستر کر دیا،

فاطمی بیڑے کی تباہی کے بعد عبید اللہ کی ایک فرستادہ فوج لمطہ پہنچی، جو اسی بیڑے کی معاونت کے لئے آئی تھی، محمد نے نوجوانانِ صقلیہ کو خشکی پر اوتار کر صف درصف آراستہ کیا، اور دونون فوجون مین بڑی جنگ شروع ہوگئی، ممکن تھا کہ صقلی فوج کے لئے یہ مقابلہ دشوار ہوتا لیکن دوسری طرف فاطمی لشکر صاحب الدول المنقطعہ کی تصریح کے مطابق لڑائی مین دلچسپی لینے کے بجائے لہو ولعب مین مصروف ہوگیا، اور اس جنگ کا نتیجہ بھی فاطمیین کے خلاف نکلا، اور دست بدست معرکہ آرائی کے بعد انجام کار افریقہ کی فوج کو پسپا ہونا پڑا، اور اوس کے ساتھ جو خیمہ وخرگاہ تھا، وہ نوجوانانِ صقلیہ کے ہاتھ آیا،

اس کامیاب جنگ سے نوجوانانِ صقلیہ کے حوصلے بلند ہوگئے، اور امیر لشکر محمد آگے بڑھ کر افریقہ کے ایک دوسرے ساحلی شہر سفاقس کے ساحل پر اوترا، اور شہر کو تاخت وتاراج کیا، اور پھر یہان سے طرابلس المغرب کی جانب روانہ ہوگیا، لیکن وہان عبید اللہ المہدی کا لڑکا القائم پہلے سے مورچہ جمائے موجود تھا، اس لئے وہان اوترنے کی ہمت نہ کر سکا، مالِ غنیمت سے لدے پھندے جہاز لیکر صقلیہ چلا آیا،

جنوبی اٹلی پر تاخت

پھر اوسی زمانہ مین صوبہ قلوریہ پر ایک دوسری فوجکشی کی ضرورت پڑی، اور ایک اسلامی لشکر یہان روانہ کیا گیا، جو یہان کے مختلف شہرون کو تاخت وتاراج کرنے کے بعد اِلِ

غنیمت لے کر بلرم لوٹ آیا،

صقلیہ کی افریقہ پر چڑھائی اور ناکامی

ابن قرہب کے حوصلے ان پے در پے فتوحات سے بڑھ گئے، اور فتح افریقہ کے خواب دیکھنے لگا، اور ایک عظیم الشان بیڑا افریقہ پر حملہ آوری کے لئے روانہ کردیا، لیکن اگرچہ صقلیہ کی بحری طاقت ایسی مستحکم تھی، کہ اوس نے بحر روم کی ناکہ بندی کر رکھی تھی، اور وہ دنیا کی بڑی سے بڑی قوتون کا مقابلہ کرتی تھی تاہم یہ اوسی وقت تک ممکن تھا جب تک افریقہ کی بحری طاقت اوسکی پشت پناہ ہوتی، اور افریقہ و صقلیہ کی متحدہ طاقت کسی تیسری طاقت کے مقابلہ مین آتی، لیکن ان دونون کی انفرادی حیثیت مین افریقہ پھر بھی ایک مرکزی حکومت کا صدر مقام تھا اوسکی عسکری و بحری طاقت مرکزی طاقت کی حیثیت رکھتی تھی، پچھلی جنگ مین صقلیہ کو افریقہ پر جو فتح حاصل ہوگئی تھی، وہ ایک امر اتفاقی تھا، جو خاص حالات مین پیش آگیا، ورنہ صقلیہ کی عسکری و بحری طاقت اس لائق نہ تھی کہ وہ افریقہ کے مقابلہ مین میدان مین لائی جاتی، زیادہ سے زیادہ یہ ممکن تھا، کہ وہ ان افریقی بیڑون کا مقابلہ کرسکتی، جو افریقہ سے مسافت طے کرکے صقلیہ پر حملہ آور ہوتے،

اس لئے ابن قرہب کی اس ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ جو کچھ ہونے والا تھا، وہ پیش آیا، افریقی بیڑے نے صقلیہ کے تمام جہازون کو گرفتار کرلیا،

صقلیہ مین ابن قرہب کے خلاف بغاوت

ابن قرہب کی اس ناعاقبت اندیشی کے نتائج صرف اسی حد تک نہین رہے، بلکہ یہی بحری شکست اوس کے زوال کا دیباچہ بنی، صقلیہ مین اوس کے خلاف علم بغاوت بلند ہوئے، اور ابن اثیر وغیرہ بہ اتفاق لکھتے ہین کہ اوسکی اسی ناکامی سے صقلیہ مین اوس کے اثر و اقتدار کو صدمہ پہنچا، اور جا بجا بغاوت نمودار ہوگئی، اور اس سلسلہ مین سب سے پہلے اہل جرجنت نے اپنی بغاوت کا اعلان کیا، جرجنت مین خالص اسلامی آبادی تھی، اور عجب کیا کہ ابن ابی الخنزیر کا بھائی اپنی جماعت کے ساتھ یہان ابھی تک موجود ہو، چنانچہ ابن قرہب کے خلاف

خروج کر کے اسکی اطلاع عبید اللہ المہدی کو افریقیہ بھیج دی گئی،

اس کے بعد آناً فاناً ہر جگہ ابن قرہب کی ہوا اوکھڑ گئی، اور جا بجا سے اس کے دست بردار ہو جانے کے مطالبے آنے لگے، ابن قرہب نے معاملات کو روبہ اصلاح لانے کی کوشش کی اور اپنے مخالفین کو لطف و ملائمت سے ہموار کرنا چاہا، انھین اون کے گذشتہ مواعید یاد دلائے لیکن کوئی تدبیر کارگر ثابت نہین ہوئی، اور دست برداری کا مطالبہ روز بروز بڑھتا گیا،

اس وقت تک علم بغاوت صرف اہل جرجنت کے ہاتھ مین تھا، پھر رفتہ رفتہ دوسرے شہر بھی اس علم کے نیچے آتے گئے، یہان تک کہ عام بغاوت پھیل گئی، لوگون کا میلان طبع بدلا، افریقیہ کی ماتحتی قبول کرنے پر آمادگی ظاہر ہونے لگی، پھر باغیون کی منتشر جماعت کی شیرازہ بندی ہوئی، اور صقلیہ کے ایک سربرآوردہ شخص ابوالغفار نامی کو امیر جماعت قرار دے کر ابن قرہب پر متفقہ حملہ کی تیاریان کی گئین،

ابن قرہب سے دستبرداری کا مطالبہ، اگرچہ یہ بغاوت ابن قرہب کے خلاف ہوئی تھی لیکن اس کی بجز اوس بحری شکست کے کوئی ایسی خطا نہ تھی، کہ باشندگان صقلیہ یا باغیون کے اس جدید سرگروہ ابوالغفار کے دل مین اوس کے خلاف بغض و عناد ہوتا، اس لئے ابوالغفار نے صقلیہ کے چند اصحاب حل و عقد کی ایک جماعت کو اوس کے پاس بھیجا، کہ وہ حکومت سے کنارہ کشی کے بعد جدھر مناسب سمجھے چلا جائے، لیکن ابن قرہب کی غیرت نے اسکو قبول نہین کیا، اور ایک فیصلہ کن جنگ پر اپنی قسمت کا فیصلہ رکھا ادھر باغی ابوالغفار کی قیادت مین تھے، اور ادھر ابن قرہب اپنی جان نثار جماعت کے ساتھ میدان مین تھا، دونون مین جنگ آزمائی ہوئی اور بالآخر ابن قرہب کو اپنی پوری جماعت کے ساتھ قلعہ بند ہونا پڑا،

ابن قرہب کا فرار اور گرفتاری جب ابن قرہب اپنی کامیابی سے مایوس ہوگیا، تو اوس نے چند جہازون

کا خفیہ انتظام کیا، اور اندلس فرار ہو جانے کے قصد سے اپنا مال و اسباب جہازون پر لادا لیکن باغیون کو عین موقع پر اطلاع مل گئی، تمام جہاز لوٹ لئے، اور ابن قرہب مع اپنے تمام اعوان و انصار کے جن مین اوس کا لڑکا محمد اور اوس کے عہدِ حکومت کے قاضی ابن خامی بھی تھے، گرفتار کر لئے گئے، اور پھر پابہ زنجیر عبید اللہ المہدی کے پاس افریقیہ روانہ کر دئے گئے،

ابن قرہب کی افریقیہ کو روانگی، اور عبید اللہ سے دو بدو گفتگو

یہ واقعہ اواخر ۳۰۳ھ ۹۱۶ء مین پیش آیا، اور محرم ۳۰۴ھ ۹۱۶ء مین یہ تمام قیدی طوق و سلاسل سے جکڑے ہوئے، افریقیہ کے ساحلی شہر سوسہ پہنچے، اتفاقِ وقت کہ عبید اللہ اوس وقت وہین موجود تھا، اوس نے ابن قرہب کو اپنے پاس بلایا، اور بغاوت کے اسباب و علل پوچھے، ابن قرہب نے صرف ان چند لفظون مین اسکو جواب دیا: کہ

"باشندگانِ صقلیہ نے زبردستی مجھے اپنا فرمانروا بنایا، اور مین اسکو ناپسند کر رہا تھا، مین نے ایک غار مین جا کر پناہ لی، اور روپوش ہوا، لیکن اونھون نے وہان پہنچ کر نذرِ آتش کر دینے کی دھمکی دی اور اوس کے بعد پھر زبردستی مجھے معزول کر دیا، حالانکہ اب یہ بھی میرے لئے ناپسندیدہ تھا،"

ابن قرہب کا قتل

اس گفتگو کے بعد عبید اللہ ان سب کو لیکر دار الحکومت رقادہ پہنچا، جرم پہلے سے ثابت تھا، سزا تجویز ہوئی، پہلے اونھین تازیانے لگائے گئے، پھر سب کو ابن ابی الخنزیر کی قبر پر باب سلم لیجایا گیا، ابن ابی الخنزیر ابن قرہب کے لڑکے محمد کی تلوار کا نشانہ بنا تھا، اور صقلیہ مین باغیون کی یورش سے اوسکی ایک ٹانگ پہلے ٹوٹ چکی تھی، ابن قرہب اسی انتقام مین یہان لایا گیا تھا چنانچہ پہلے سب کے پیر اور ہاتھ کاٹے گئے، اور اس کے بعد ہر ایک کو باب سلم پر چڑھا کر مصلوب کر دیا گیا،

مدتِ حکومت

ابن قرہب نے صقلیہ پر کل تین برس گیارہ مہینے حکومت کی[1] اور اوس کے خاتمہ کے ساتھ صقلیہ سے خلافت عباسیہ کا بھی خاتمہ ہو گیا، اور صقلیہ کی فضا مین تین سال گیارہ مہینے کی فرقت کے بعد پیغام مہدویت کی صدائین پھر گونج اٹھین

[1] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۵۲ و ۴۲ ۵، ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۱، نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۳۶ ۴، ابن عذاری حوادث ۳۰۳ھ، الدول المنقطعہ در یادگاری مضامین جلد ۲ صفحہ ۱۱۲، اعمال الاعلام در یادگاری ج ۲ صفحہ ۲۶ ۴، نہایۃ الارب مین صرف "گیارہ مہینے" ہے جو نسخہ کی غلطی ہے

۳۰۴ھ تا ۳۳۶ھ
۹۱۶ء تا ۹۴۷ء

ولایت صقلیہ کا عارضی انتظام

مسلمانانِ صقلیہ نے ابن قرہب کے استیصال کے بعد ابو الغفار کی اطاعت قبول کی، لیکن پھر نہ ابو الغفار کے مستقل تقرر کی درخواست افریقیہ بھیجی، اور نہ ابو الغفار نے خود اس کی تحریک کی، بلکہ افریقیہ سے کسی دوسرے شخص کو اس عہدہ کے لئے طلب کیا،

باشندگانِ صقلیہ کی ایک درخواست

لیکن ادھر چند سال سے مسلمانانِ صقلیہ حکومت کے نظم ونسق پر جس طرح حاوی ہو گئے تھے، وہ اپنے اس اقتدار کو بھی نقصان نہ پہنچانا چاہتے تھے اسلئے ان لوگون نے یہ بھی افریقیہ لکھ بھیجا کہ جدید فاطمی والی کے ساتھ کسی نئے لشکر کے بھیجنے کی ضرورت نہین ہے، یہان کی فوجی طاقت حکومت کا اقتدار قائم رکھنے کے لئے کافی ہے، اس طرح گویا وہ رسمی طور پر دولتِ فاطمیہ کے نامزد کردہ والی کے ماتحت رہ کر یہان کی حکومت پر اپنا موجودہ اقتدار بھی قائم رکھنا چاہتے تھے،

درخواست کی نامنظوری جدید والی اور ایک نئے لشکر کی روانگی

لیکن عبید اللہ نے اپنے پچھلے تجربون کی بنا پر اپنے قائم مقام کو یہان کے باشندون کے رحم وکرم پر چھوڑ کر بھیجنا مناسب نہ سمجھا، اور بے پروائی سے اس درخواست کو مسترد کر دیا، اور

ابوسعید موسیٰ بن احمد نامی ایک شخص کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ صقلیہ کی ولایت پر بھیج دیا،

ابوسعید موسیٰ بن احمد فاطمی والی صقلیہ (۴)

۳۰۴ھ
۹۱۶ء

ابوسعید کی آمد اور باشندگان صقلیہ کا طرز عمل

ابوسعید موسیٰ بن احمد صقلیہ کے ساحلی شہر طرابنش پہنچا، اوس کا لشکر قبیلہ کتامہ کے جرار سپاہیون پر مشتمل تھا، اور نیز انھی مین سے چند ایسے ممتاز اصحاب حل وعقد بھی تھے، جو مشیر سلطنت کی حیثیت رکھتے تھے، اور ابوسعید اس اہتمام سے صقلیہ پہنچا، کہ گویا وہ یہان دولت فاطمی کی نئے سرے سے بنیاد ڈالنے اور حکومت کے نظم ونسق کو درست کرنے آیا تھا،

لیکن باشندگان صقلیہ کی طبعی سرکشی بھی مسلم تھی، عبید اللہ نے ان کے علی الرغم یہ لشکر بھیجا تھا اسلئے وہ اسمے اپنی ناراضی کا اظہار کئے بغیر نہین رہ سکے، اور اس کا پہلا مظاہرہ یون ہوا کہ جب ابوسعید صقلیہ کے ساحل پر اترا تو وہان اوس کے استقبال کے لئے ایک متنفس بھی موجود نہ تھا، اگرچہ باشندگان صقلیہ کی یہ سردمہری جدید والی کیلئے قدرۃً اشتعال انگیز ثابت ہوئی اور اوس کے ساحل پر قدم رکھتے ہی راعی ورعایا کے درمیان اختلاف کی بنیاد نئے سرے سے قائم ہو گئی، تاہم ابوسعید نے اس موقع پر اون کی اس حرکت سے چشم پوشی کی، اور جب معززین جرجنت کا ایک وفد اس کی خدمت مین باریاب ہوا، تو اوس نے توقع سے زیادہ اوسکے ارکان کی پذیرائی کی اور حکومت کی جانب سے انھین خلعت پیش کیا، اہل جرجنت کی یہ پذیرائی خصوصیت کے ساتھ اسلئے بھی تھی، کہ سب سے پہلے انھی لوگون نے فاطمی دولت کا علم دوبارہ اوٹھایا تھا، اور انھی کی یہ خواہش تھی کہ جدید والی کی معیت مین کسی لشکر کے بھیجنے کی ضرورت نہین ہے،

ابوالغفار کی گرفتاری

ابوسعید کی اس حکمت عملی کا باشندگان صقلیہ پر اچھا اثر ہوا، اور اون کی مرضی کے خلاف لشکر بھیج دینے سے جو ناخوشگواری پیدا ہو گئی تھی وہ دور ہو گئی، لیکن یہ ابوسعید کی ایک وقتی کارروائی تھی وہ

موقع کا منتظر رہا، اور بالآخر ایک دن باشندگان صقلیہ کے سرغنہ ابو الغفار کو گرفتار کر لیا، یہ وہی ابو الغفار ہی جو ابن قرہب کے بعد باشندگان صقلیہ کے اتفاق عام سے عارضی طور پر والی مقرر کیا گیا تھا اور درحقیقت اس وقت اسی کی شخصیت ابو سعید والی صقلیہ کے مدمقابل تھی،

بغاوت

لیکن ابو سعید نے باشندگان صقلیہ کے جذبات کا غلط اندازہ لگایا تھا اس نے ابو غفار کی گرفتاری مین کسی قدر عجلت ہو گئی، چنانچہ اسکی گرفتاری سے سارے جزیرہ مین آگ لگ گئی، سب سے پہلے اس کا بھائی احمد یہ خبر لے کر جرجنت پہنچا، اور باشندگان جرجنت کو حکومت کے خلاف برانگیختہ کرنے مین کامیاب ہو گیا پھر باغیون کا ایک لشکر اپنی قیادت مین لے کر طرابنش پہنچا، اہل طرابنش پہلے ہی سے آمادۂ فساد تھے وہ بھی اس کے زیر علم آئے، اور اوس کے بعد مختلف شہرون سے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے آئے، اور احمد کے علم کے نیچے جمع ہوتے گئے، اور ابو سعید والی صقلیہ اور احمد برادر ابو الغفار کی فوجون کے درمیان محاذ جنگ قائم ہو گیا،

ابو سعید نے اس موقع پر ایک نئی حکمت عملی اختیار کی وہ اپنے لشکر کو لے کر طرابنش کے ایک ساحلی میدان مین نکل گیا، اور اسی میدان مین اپنے مورچے جمالئے، شاہی فوج کی پشت پر سمندر لہرین مار رہا تھا اور سامنے طرابنش کی آبادی تھی، اسی کے ساتھ اوس نے آبادی اور اس میدان کے درمیان سد سکندری کے طور پر ایک شہر پناہ کی دیوار تعمیر کی اور دونون فوجون مین موقع موقع سے جنگ شروع ہو گئی،

جنگ آزمائی کا یہ سلسلہ چند ماہ تک قائم رہا، اس اثنا مین نہایت خونریز لڑائیان ہوئین، اور گرچہ ان لڑائیون مین رفتہ رفتہ باغیون کی قوت کمزور ہوتی گئی، اور ان کے بہت سے آدمی کام آئے لیکن وہ ہمت نہ ہارے، اور جنگ کا سلسلہ طول پکڑتا گیا، بلرم بھی ابو سعید سے باغی تھا، اور اس کا بھی محاصرہ کر لیا گیا،

جب ابو سعید نے جنگ کا یہ نقشہ دیکھا تو اوس نے پھر وحشیانہ طرز عمل اختیار کیا، قبیلہ کتامہ کے وحشی

وندوں کو طرابنش کے مضافات میں بھیج دیا، وہ صقلیہ کی شریف آبادیوں میں سے عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرلاتے اور ان مسلمان شریف زادیوں کے ساتھ بھی اپنی حیاسوز حرکتوں سے باز نہ آتے اس قسم کے ایک ایک حملہ میں دو دو ہزار عورتیں اور بچے گرفتار ہو ہوکر آئے، اور اسکی وجہ سے مسلمانان صقلیہ کے درمیان حکومت کے خلاف مذہبی جذبۂ منافرت وعناد کو ترقی ہوتی ہوگئی لیکن وہ ہمینوں سے مقابلہ کرتے کرتے عاجز آگئے تھے اسی اثنا میں افریقہ سے ابوسعید کو ایک زبردست کمک پہنچ گئی جس سے باغیوں کی رہی سہی قوت بھی زائل ہوگئی، اور وہ ہتھیار رکھنے پر مجبور ہوگئے،

طلب امان | چنانچہ اہل صقلیہ کا ایک وفد ابوسعید کے پاس امان طلب کرنے کے لئے آیا، ابوسعید نے اس شرط پر درخواست منظور کی کہ فساد کے جو بانی ہیں وہ اوس کے سپرد کردئے جائیں،

اہل صقلیہ نے یہ شرط آسانی سے قبول کر لی، اور باغیوں میں سے دو سرغنہ ابوسعید کے سپرد کردئے جن میں سے ایک ابوالغفار کا بھائی احمد تھا، اور ایک دوسرا سردار ابن علی داد السعاری تھا ان دونوں کی گرفتاری کے بعد جنگ کے اختتام کا اعلان کردیا گیا، شاہی فوج طرابنش میں داخل ہوئی، اور اسی اعلان کے ساتھ بلرم کے باشندوں نے بھی اطاعت قبول کرلی،

سزائیں | جنگ کے خاتمہ سے پہلے اگرچہ باغیوں کو امان مل چکی تھی لیکن ابوسعید نے طرابنش میں داخلہ کے بعد اس کا کوئی لحاظ نہیں کیا، اور بغاوت کے مستقل استیصال کے لئے اولاً شہر کی فصیل منہدم کی، پھر عام باشندوں کے تمام ہتھیار گھوڑے اور غلام ضبط کر لئے، اور تاوان جنگ کے طور پر ایک بھاری ٹیکس اہل شہر پر عائد کیا، اور پھر جنگ کے تمام قیدیوں اور دونوں رہبروں کو جو پہلے گرفتار کر لئے گئے تھے بظاہر عبیداللہ کے پاس افریقہ روانہ کیا، اور جب یہ جہاز وسط سمندر میں پہنچا تو نہایت بیدردی سے غرقاب کردیا گیا،

شاہی معافی نامہ | سب سے آخر میں ضابطہ کے طور پر یہ رسم بھی پوری ہوئی کہ عبیداللہ کی جانب سے عام

باشندگان صقلیہ کے نام ۳۰۴ھ/۹۱۶ء کے اواخر مین ایک معافی نامہ آیا، اور اس پروانۂ شاہی کی سارے جزیرہ مین تشہیر کی گئی،

ابو سعید کی عہدۂ ولایت سے سبکدوشی اور سالم بن ابی راشد کا تقرر

قیامِ امن وامان کے بعد ابو سعید نے یہان اپنے قیام کی ضرورت نہین سمجھی، اسلئے خود ہی ولایتِ صقلیہ کی خدمت سے سبکدوشی چاہی، اور عہدۂ ولایت کو معززینِ کتامہ مین سے ایک شخص سالم بن ابی راشد کے سپرد کیا، اور اوسکی معیت مین قبیلۂ کتامہ کے چند آدمی بطور مشیر مقرر کردیے، اور خود قیروان چلا آیا[1]،

سالم بن ابی راشد فاطمی والی صقلیہ (۵)

۳۰۵ھ - ۳۲۵ھ / ۹۱۷ء - ۹۳۶ء

سالم بن ابی راشد ۳۰۵ھ/۹۱۷ء مین عہدۂ ولایت پر آیا، اور کامل آٹھ سال امن وامان سے گذر گئے، اس ہشت سالہ مدت مین وہ ملکی نظم ونسق مین مصروف رہا جب اس مدت مین صقلیہ کی جانب سے کامل اطمینان ہوگیا تو ۳۱۳ھ/۹۲۵ء سے پھر فوجی مظاہرے شروع کئے گئے، اور مسلمانانِ صقلیہ کی یہ تمام فوجی پیشقدمیان سب کی سب جنوبی اٹلی مین پیش آئین،

اٹلی پر تاخت

اس دور مین جنوبی اٹلی پر تاخت کا آغاز افریقہ کے ایک بیڑے سے ہوتا ہے، یہ بیڑا ایک آزمودہ کار بحری قائد قوارب کی سرکردگی مین آیا، اور ریو مین اسلامی اقتدار کو بحال کیا، اس کے بعد ۳۱۰ھ/۹۲۲ء مین ایک بیڑا ایک فوجی افسر مسعود کی سرکردگی مین جو آزاد کردہ غلام تھا، اٹلی پہنچا، یہ اسلامی بیڑا بیس[2] جہازون پر مشتمل تھا، اور اٹلی کے ایک شہر آغاثی پر حملہ آور ہوا، اٹلی مین اس نام کے ایک سے زیادہ شہر ہین غالبًا اس موقع پر آغاثی سے وہ آبادی مراد ہے،

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۵۵، البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۴۱، نہایۃ الارب درامارئ ص ۴۲۶، وتاریخ جزیرۂ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون درامارئ ص ۱۲۸،

جو شہر ریو سے جانب شمال چار میل پراگاٹا کے نام سے آباد ہے، مسعود اپنے معمولی حملہ کے بعد کامیاب ہوا، اور شہر اسلامی قلمرو مین داخل ہوگیا، فتحمندی کے بعد وہ اپنے قیدیون کو ساتھ لیکر مہدیہ چلا آیا،[1] مسعود کی اس کامیابی سے حکومت افریقہ کو اٹلی مین ایک درخشان مستقبل کی جھلک دکھائی دی لیکن قدیم تجربون سے اٹلی کی پیشقدمیون مین حکومت صقلیہ کی شرکت ضروری قرار پاگئی تھی اسلیے عبید اللہ نے اپنے صاحب خاص ابو محمد جعفر بن عبید کی سرکردگی مین ایک زبردست جنگی بیڑا روانہ کیا، کہ وہ صقلیہ پہنچ کر اٹلی کے تاخت وتاراج کیلیے روانہ ہوجائے، لیکن اتفاق وقت کہ حالات ایسے نہ تھے، کہ اس وقت اٹلی کی طرف پیش قدمی کیجاتی، اسلیے جعفر بن عبید کو مجبوراً موسم سرما صقلیہ ہی مین بسر کرنا پڑا، اور اسی سلسلہ مین تقریباً ایک سال گذر گیا،

فتح ریصانہ وغیرہ

بالآخر ایک مدت کی تعویق کے بعد ۳۱۳ھ ۹۲۵ء مین اسلامی لشکر اٹلی روانہ ہوا، یہ لشکر صقلیہ اور افریقہ دونون کی فوج پر اپنے اپنے امیر کے ماتحت مشتمل تھا، امیر سالم اور امیر جعفر دونون اٹلی پہنچکر دو مختلف سمتون مین اپنی اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوگئے، سالم نے اپنی پیشقدمی کے لیے صوبہ انکبردہ کو منتخب کیا، اور یہان کے متعدد اہم شہر ریصانہ وغیرہ پر قبضہ کرلیا، اوران پیشقدمیون مین اسلامی لشکر کو کثیر مال غنیمت حاصل ہوا،[2]

فتح واری

دوسری طرف امیر جعفر شہر واری (داوریا ORIA) پر حملہ آور ہوا، اور یہان عیسائیون اور مسلمانون مین ایک نہایت زبردست زور آزمائی ہوئی جسمین مسلمانون کو ظفریابی ہوئی چھ ہزار عیسائی تہ تیغ اور تقریباً دس ہزار سپاہی گرفتار کیے گئے اور انھی مین شہر کا گورنر جو ایک بطریق تھا، گرفتار ہوگیا، گورنر نے اپنی گرفتاری کے بعد صلح کا پیغام دیا، اور پانچ ہزار مثقال پر معاملہ طے پایا، اور شہر اوکی

[1] ڈکشنری آف جغرافیہ مرتبہ جارج، آمہ، امیری و البیان المغرب (ترجمہ اردو) حصہ ۲۶ ۔ البیان المغرب (ترجمہ اردو) حصہ ۱۶۳

[2] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۱۰، و تاریخ جزیرۂ صقلیہ من عین وقلہا المسلمون ذرا ماری ص ۱۷۰

گورنر کے سپرد کر دیا گیا، جس نے اسلامی حکومت کی اطاعت کا وعدہ کیا، اور ضمانت میں دو یرغمال جعفر کے سپرد کئے، جنمیں سے ایک صقلیہ کا اسقف اور دوسرا اقلوریہ کے کسی شہر کا والی تھا، جعفر ان دونوں کو ساتھ لیکر ۲۷ ربیع الثانی ۳۱۳ھ / ۹۲۵ء کو صقلیہ واپس آگیا[1]، اور اسی کے ساتھ سالم کا لشکر بھی لوٹ آیا[2]۔

مالِ غنیمت

اٹلی کے اس اسلامی حملہ میں بے حد و حساب دولت ہاتھ آئی جعفر نے صقلیہ واپس آکر تمام فتوحات کی اطلاع عبید اللہ کو بھیجی، اور پھر کچھ دنوں کے بعد مالِ غنیمت کا انبار جہاز پر لاد کے خود مہدیہ روانہ ہوا، اور عبید اللہ کی خدمت میں پیش کیا،

لیکن خود عبید اللہ کا بیان ہے کہ اٹلی کے اس اسلامی حملہ میں جس قدر مالِ غنیمت ملا اس کا عشر عشیر بھی عبید اللہ تک نہیں پہنچا، عبید اللہ کا ایک خادم ذیل کا واقعہ بیان کرتا ہے:۔

"میں ایک دن عبید اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اوس کے سامنے زر و جواہر، بیش قیمت ریشم اور دولت و ثروت کا ایک انبار لگا ہوا تھا، میں نے کہا "آقائے من! میری نگاہوں نے یہ منظر اپنی زندگی میں اس سے پہلے نہیں دیکھا"، عبید اللہ نے کہا "یہ مالِ غنیمت ہی جو واری سے حاصل ہوا ہے" اس پر میں نے ابو احمد جعفر کی تعریف شروع کی کہ یہ شخص بڑا امانت دار ہے، لیکن عبید اللہ یہ سنتے ہی فوراً مجھے روک کر کہنے لگا بخدا اوس نے اونٹ کے دو کانوں کے سوا مجھے اور کچھ بھی نہیں دیا[3]۔"

جنوبی اٹلی پر صارب صقلی کے بحری حملے اور فتح طارنت و ترمولہ وغیرہ

اس کامیابی سے حکومتِ اسلامی کو اٹلی سے مزید توقعات وابستہ ہوگئے اور ۳۱۵ھ / ۹۲۷ء میں ایک نوجوان صقلبی صارب[4] نامی چوالیس[44] جہازوں کے بیڑے کے

---

[1] البیان المغرب ترجمہ اردو ص ۲۶۵، و تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون درباری ص ۱۷۹، [2] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۱، [3] البیان المغرب ترجمہ اردو ص ۲۶۵

[4] "صارب" نام نویری کے نسخہ میں ہے البیان المغرب میں "صابن" بغیر نقطہ ہے لیکن اوس کے اردو مترجم مولوی محمد جمیل الرحمن صاحب نے اسکو صابر کر دیا ہے مگر ہمارے خیال میں "صابن" کو "صابر" کرنے کے بجائے زیادہ سے زیادہ "صابن" کر سکتے ہیں خصوصاً اسلئے کہ اس کا یہی املا تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون میں ہے، عجب کیا کہ یہی "صابن" صحیح ہو، لیکن ہم نے بغیر کسی معقول ترجیح کے نویری کے نسخہ سے اسکو "صارب" اختیار کر لیا ہے۔

ساتھ صقلیہ پہنچا، اور یہاں سے اٹلی روانہ ہو گیا اور صوبہ انکبردہ کے ایک شہر ترنتو (OTRANTO) پر لنگر انداز ہوا، یہاں متعدد معرکہ آرائیاں ہوئیں جن میں بہت سے عیسائی مقتول ہوئے، یہ اسلامی بیڑا فتوحات کے بعد مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر مہدیہ واپس آ گیا۔[1]

صابر اس مراجعت کے چند ہی ماہ بعد ۳۲۲ھ میں مہدیہ سے تیس جہازوں کے بیڑے پر دوبارہ روانہ ہوا، اور صقلیہ پہنچا، اور یہاں سے صقلیہ کی بحری فوج ہمراہ لی، اور انکبردہ میں لنگر انداز ہوا لیکن یہاں کوئی مقابلہ نہیں ہوا، صرف کسی موقع پر چند قیدی پکڑ لیے،

اس کے بعد اسلامی جہاز اسی صوبہ میں آگے روانہ ہوئے اور طارنت (ٹارنٹو) پہنچے، اور شہر کا محاصرہ کر لیا، یہ شہر مسلمانوں کے زیر اقتدار رہ چکا تھا، عیسائیوں نے چند دن اسلامی حملہ کا جواب دیا، پھر تاب مقاومت نہ لا سکے اور شہر اسلامی اقتدار میں داخل ہو گیا،[2]

اسکے بعد دو قلعوں قلعہ غیران اور قلعہ حسب کا رخ کیا، اور ان پر چھاپے مارے، جو بہت جلد مفتوح ہو گئے، اور قلعہ کے تمام املاک پر قبضہ کر لیا، پھر یہاں سے سلیر کے شہر پناہ کے نیچے ڈیرے ڈال دیے، لیکن اہل شہر نے ایک متعین رقم، اور یہاں کی خام پیداوار ریشم پر صلح کی، پھر نیپلس (NAPLES) پہنچے، یہاں کے گورنر نے بھی اسی طرح کچھ مال و دولت اور کپڑے وغیرہ دے دلا کر جان بچائی[3] لیکن یہ صلحیں کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتی تھیں صرف عارضی طور پر ایک سال کیلئے معاہدہ کر لیا گیا تھا۔[4]

پھر اسلامی لشکر ان مقامات کو طے کر کے اٹلی کے ایک دوسرے اہم شہر ادرنت پہنچا، یہاں مقابلہ سخت تھا، اہل شہر، شہر پناہ کے دروازے بند کر کے بیٹھ گئے، مسلمانوں نے بھی طویل محاصرہ کا ارادہ کر لیا، چنانچہ اسلامی لشکر شہر پر وقتاً فوقتاً مختلف آلات حرب سے حملہ آور ہوتا، اور شہر کی عمارتوں کو نقصان

---

[1] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۲۵ [2] تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون (داماری) ص ۱۱۱، [3] نہایۃ الارب (داماری) ص ۴۲۶، [4] ابن اثیر جلد ۸ ص ۱۱۱ ابن اثیر نے تارنتو کو صوبہ قلوریہ میں بتایا ہے حالانکہ وہ انکبردہ میں تھا [5] البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۲۷ [6] تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون (داماری) ص ۱۷۰،

پہنچاتا رہا، لیکن کوئی آخری نتیجہ برآمد نہ ہونے پایا تھا کہ سوئے اتفاق سے اسلامی لشکر مین ایک مہلک وبا پھیل گئی، اور لشکر کو مجبوراً کوچ کر دینا پڑا[۵۱] لیکن روانگی سے پہلے حکومتِ قلوریہ سے ایک سال کیلئے معاہدہ کر لیا، اور اوس سے کچھ مال غنیمت حاصل ہو گیا،[۵۲]

اس کے بعد صارب نے تیسری مرتبہ ۳۱۷ھ ۹۲۹ء مین پھر کوچ کیا، اتفاقِ وقت کہ کسی موقع پر صارب کے ساتھ صرف چار[۲] جہاز تھے اور ادھر کوئی رومی افسر سردغوس گذر رہا تھا، دونون کی وسط سمندر مین مڈبھیڑ ہو گئی، اور فتحمندی کا سہرا صارب ہی کے سر بندھا،

اسکے بعد وہ شہر ترمولہ (TERMOLI) پہنچا جو اٹلی کے مشرقی ساحل پر کپٹینا ٹا کے علاقہ مین اسوقت بھی نقشون مین اسی نام سے نظر آتا ہے اس حملہ مین بھی صارب فتحیاب ہوا، اور شہر پر قابض ہو گیا اس جنگ مین بیشمار قیدی ہاتھ آئے جن کی تعداد صاحب تاریخ صقلیہ کی روایت کے بموجب ۱۲ ہزار تھی،[۵۳]

حکومت کلبریہ کا قبول جزیہ مسلمانون نے ۳۱۰ھ ۹۲۲ء سے ۳۱۷ھ ۹۲۹ء تک کی ان مسلسل پیش قدمیون سے اٹلی مین تہلکہ ڈال دیا، اور بالآخر حکومتِ قلوریہ اسلامی حکومت کے سامنے سپر ڈالنے پر مجبور ہو گئی، اور مستقل امن وامان کے حصول کیلئے صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی، اسلامی حکومت نے جزیہ کی ادائی کی شرط پیش کی، اور اسی پر معاہدہ مرتب ہو گیا، اور اس کے بعد اسی سال ۳۱۷ھ ۹۲۹ء مین اسلامی لشکر اٹلی سے واپس چلا آیا،

اس معاہدۂ صلح کے بعد مسلمانون کو اٹلی کے ایک وسیع علاقہ پر کامل اقتدار حاصل ہو گیا، اور جزیہ کی یہ رقم کم از کم عبید اللہ کے عہدِ حکومت تک بہ تحقیق معلوم ہے کہ سال بسال

---

۵۱ نہایۃ الارب در اماری ص ۴۳۶، وابن اثیر ج ۸ ص ۱۰۱، ابن اثیر نے سب واقعات ۳۱۳ھ کے ذیل مین یکجا بیان کر دیے ہین ۵۲ تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری ص ۱۷۵، البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۲۷۲ و تاریخ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری ص ۱۷۰،

افریقہ آتی رہی،[۱]

حملۂ جنووا — جب اسلامی حکومت اور حکومت کلبریہ کے درمیان معاملات یکسو ہوگئے، اور جنوبی اٹلی پر مسلمانون کی پیشقدمی کا سلسلہ موقوف ہوگیا، تو عبید اللہ المہدی نے یورپ کی دوسری سمتون کا رخ کیا، نگاہ انتخاب شہر جنووا پر پڑی، جو آج کل اٹلی اور فرانس کی عین سرحد پر نقشہ مین نظر آتا ہے، چنانچہ ۳۲۲ھ (۹۳۳ء) مین ایک بحری لشکر یعقوب بن اسحاق کی سرکردگی مین وہان روانہ ہوا، لیکن شہر پر حملہ آور نہ ہوسکا، اسکے مضافات مین لوٹ مار کر اور شہر کے استحکامات وغیرہ کو دیکھ کر واپس آگیا،[۲]

عبید اللہ کی وفات — یورپ مین اسلامی فتوحات اور پیشقدمیون کی رفتار یہین تک پہنچی تھی کہ عبید اللہ المہدی کا انتقال ہوگیا، اوس نے شب سہ شنبہ ۱۵ ربیع الاول ۳۲۲ھ (۹۳۴ء) کو وفات پائی،

یہ دولت فاطمی یا دولت عبیدیین کا بانی تھا، چوبیس ۲۴ برس اور دس مہینے حکومت کی، اور اپنے قوت بازو اور عقل و تدبیر سے افریقہ، مغرب، طرابلس، برقہ اور صقلیہ پر قابض ہوا، پھر اپنی اولوالعزمی سے اٹلی پر تاخت کی اور چند سال کی جد و جہد مین اسکو مطیع کرلیا،

اسکے بعد اس کا سب سے بڑا لڑکا ابو القاسم القائم بامر اللہ کے لقب سے اوسکا جانشین ہوا،

ابو القاسم بن عبید اللہ القائم بامر اللہ فاطمی فرمانروائے افریقہ

۳۲۲ھ – ۳۳۴ھ
(۹۳۴ء – ۹۴۶ء)

ابو القاسم نے تخت نشین ہونے کے بعد اپنے باپ کے نقش قدم کی پیروی کی، اور خصوصًا

[۱] نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۳۶، [۲] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۵،

فوجی مہمین اوسی طرح جاری رکھین، اسی سلسلہ مین مختلف اطراف مین فوجین روانہ کین جن مین ایک بحری فوج بھی تھی تاکہ اس مہم کی تکمیل ہو جسکی داغ بیل اس کے باپ عبید اللہ کے عہد مین پڑ چکی تھی،

حملہ سردانیہ و کورسیکا چنانچہ یہ بحری مہم اسی سال ۳۲۲ھ مین یعقوب بن اسحاق کی سرکردگی مین جنووا کے قصد سے روانہ ہوئی، جو تیس جنگی جہازون پر مشتمل تھی، اثناے راہ مین جزیرہ سردانیہ ملا، جو اس سے پہلے حکومت افریقیہ کا باجگذار رہ چکا تھا، پہلے اسی جزیرہ پر حملہ کیا گیا، رومیون کو شکست ہوئی، کچھ آدمی مقتول اور کچھ گرفتار ہوے، اور ان کے چند جہاز بھی قبضہ مین آئے، پھر اسلامی بیڑا آگے بڑھا، راستہ مین جزیرہ کورسیکا ملا جسے بعد مین نپولین کے مولد ہونے کی حیثیت سے شہرت حاصل ہوئی، کورسیکا کے ساحل پر چند رومی جہاز کھڑے ہوے تھے، مجاہدین نے ان کو نذر آتش کر دیا،

فتح جنووا کورسیکا سے کوچ کر کے جنووا آئے جو اوس کے بالمقابل نقشہ مین نظر آتا ہے اوس عہد مین شہر کے گرداگرد شہر پناہ کی دیوارین کھنچی ہوئی تھین، مجاہدین دیوار مین نقب مار کر شہر مین داخل ہوگئے، اہل شہر تاب مقاومت نہ لائے، مجاہدین کے قدمون پر دولت و ثروت کا انبار لگ گیا، اور ایک ہزار حسین لونڈیان منتخب کی گئین، اور اسلامی بیڑا سب کو ساتھ لے کر مہدیہ چلا آیا، اور شہر پر عرب مورخین مؤلف تاریخ صقلیہ ابن عذاری ابن اثیر نویری ابن خلدون اور ابو الفداء وغیرہ کے بیان کے رو سے اسلامی اقتدار قائم ہو گیا[۱]،

صقلیہ مین بغاوت اور اس کے اسباب جس زمانہ مین اسلامی حکومت صقلیہ کے استحکام اور اثر و نفوذ کی ترقی کیلئے یورپ کے مختلف حصون مین اسلامی پیشقدمیان جاری تھین، اتفاق وقت کہ انھین دنون صقلیہ پر بعض ایسے آفات ارضی و سماوی نازل ہوے کہ باشندگان صقلیہ اقتصادی حیثیت سے تباہ

---

[۱] تاریخ الاسلام ذہبی در امارہ ص ۵۹، وابن خلدون وغیرہ۔

ہونے لگے، اور پھر انھی دنون مین سالم کے بعض مشیر کارون نے جنھیں حکومت کے نظم ونسق مین شریک بنایا گیا تھا، باشندون پر بعض ناروا محصول عائد کئے اور ان حالات سے صقلیہ کے باشندون مین حکومت کے خلاف بغض وعناد کے جذبات پھر تازہ ہوگئے،

بعض جدید محصولات کی وصولی اس کی ابتدا عبید اللہ کے عین حیات ہی سے شروع ہوگئی تھی، چنانچہ اس کے آخری دورِ حکومت مین حکومت کے ممتاز مشیر کار بلزمی، قلشانی، ابن سلمہ، اور ابن الدابہ وغیرہ نے سالم کے مشورہ سے باشندگانِ صقلیہ پر بعض جدید گران قدر محصول عائد کئے، اور رقمون کو سختی سے وصول کر کے خود افریقیہ روانہ ہوگئے، حکومت کی اس سخت گیری سے باشندون مین شورش پھیلی، اور بعد مین فرمانروائے افریقیہ نے ان لوگون کے اس طرزِ عمل پر بازپرس بھی کی،

آفاتِ ارضی وسماوی ابھی باشندون کے جذبات ٹھنڈے نہین ہونے پائے تھے، کہ جزیرہ مین چند طوفانی حوادث آگئے، پہلے متعدد دریاؤن کے جوش مین آجانے سے سیلاب کا ایک طوفان اُمنڈا، اور سیلاب کا پانی بلرم کے مضافات اور شہر کے اندر پھیل گیا، جس سے بہ کثرت مکانات کے انہدام کے علاوہ کثرت سے لوگ غرقاب ہوگئے، اور یہ پریشانیان ابھی رفع نہین ہوئی تھین کہ دوسرے سال جزیرہ مین ایک بادِ سموم چلی، جس سے پوری فصل برباد ہوگئی، اور باغون کے پھل بھی گر پڑے، اور اسکی وجہ سے سارے جزیرہ مین سخت ابتری پھیل گئی،

سالم کے مظالم اس موقع پر ضرورت تھی کہ حکومت عوام سے ہمدردی کرتی، لیکن سالم اپنی سخت گیر حکمت عملی پر قائم رہا، مسلمانانِ صقلیہ ان آفاتِ ارضی وسماوی سے پریشان تھے، اور سالم اپنے جبر وتشدد سے سرکاری ٹیکسون کی وصولی مین مصروف تھا،

دوسری طرف صقلیہ کی عیسائی رعایا بھی مطمئن نہین رہی کیونکہ اس نے انھی دنون طبرمین کے عیسائی والی رنداش کو کسی جرم مین گرفتار کیا، اور اپنے قصر کے سامنے قتل کرادیا،

آتش بغاوت ان حالات سے سارے جزیرہ مین بغاوت کے لئے فضا تیار ہوگئی، اور صقلیہ کی فتنہ پرداز جماعت نے موقع سے فائدہ اوٹھا کر لوگون کو بغاوت پر آمادہ کیا، اور صوبہ جرجنت مین بغاوت کا اعلان ہوگیا، اور باغیون نے جرجنت کے گورنر ابن ابی احمد کو وہان سے باہر نکال دیا، یہ واقعہ ۳۲۵ھ ۹۳۶ء مین پیش آیا، اور اسی طرح قلعہ بلوط کے لوگون نے بھی بغاوت کی اور وہان کے حاکم ابن عمران کو شہر سے نکال دیا،

جب سالم کو ان واقعات کی اطلاع ملی تو اوس نے افریقیہ اور صقلیہ دونون کی متحدہ فوج کا ایک لشکر اہل جرجنت کی گوشمالی کیلئے روانہ کیا، باغیون نے مقابلہ کیا، اور شاہی فوج کو شکست دیدی،

اس کے بعد سالم نے ایک دوسرا لشکر مرتب کرکے فوج کی کمان خود اپنے ہاتھ مین لی، اور دار الحکومت سے روانہ ہوا، جرجنت کے بیرونی حصہ مین شہر کے باہر دونون فوجین باضابطہ صف آرا ہوئین اور نہایت سخت لڑائیان شروع ہوگئین، بالآخر ماہ شعبان مین اہل جرجنت پسپا ہوئے،

لیکن ابھی سالم جرجنت مین داخل ہوکر امن وامان قائم نہ کرنے پایا تھا، کہ خود دار الحکومت بلرم سے بغاوت کی خبر پہنچی، بلرم مین اس وقت اسحاق بنانی اور محمد بن حمود و فتنہ پرداز اشخاص سالم کے خلاف مصروف عمل تھے، ان لوگون نے اولا اہل جرجنت کی کامیابی کی مبالغہ آمیز داستانین مشہور کین، اور پھر اہل شہر کو سالم کے دردناک مظالم کے افسانے سنا کر انھین برانگیختہ کیا، جس سے شہر مین بھی بغاوت کی آگ لگ گئی،

جب سالم کو یہ حالات معلوم ہوئے تو وہ بھاگا ہوا بلرم آیا، یہان شہر کے دروازے بند تھے، اس نے محاصرہ کرلیا، اور شاہی فوج اور باغیون مین موقع بموقع جھڑپ ہونے لگی اور محاصرہ طویل ہوتا گیا یہانتک کہ ذی القعدہ کا مہینہ آگیا،

سالم کا افریقیہ سے امداد طلب کرنا، سالم کو ابھی تک بغاوت سے کوئی سابقہ نہین پڑا تھا، اسکو ابوسعید کی تیاری کی ہوئی زمین ملی تھی، اور اتنے دنون اطمینان سے حکومت کرتا رہا، جرجنت کی بغاوت کو

ابتداً اوس نے اتفاقی واقعہ خیال کیا، اور معمولی لشکر بھیج دیا، پھر اوس کی ناکامی کے بعد خود کوچ کر بیٹھا، لیکن دار الحکومت سے روانگی کے پہلے یہان کا انتظام مکمل کر لینا تھا اسلئے اب جیسے جیسے بلرم کی بغاوت طویل ہوتی گئی، اس کی پریشانیون مین اضافہ ہوتا گیا، آخر ان تمام حالات کی مفصل اطلاع دربار افریقیہ لکھ بھیجی، اور وہان سے جلد از جلد کمک طلب کی،

فرمانروائے افریقیہ القائم نے ایک لشکر جرار مرتب کیا جس مین متعدد شجاع اور بہادر فوجی افسر بھی تھے، اور اس لشکر کو ایک تجربہ کار قائد خلیل بن اسحاق کی سرکردگی مین سالم کی معاونت کے لئے صقلیہ روانہ ہو جانے کا حکم دیا،

اہل صقلیہ کی ایک کامیاب حکمت عملی

جب جزیرہ مین سالم کی ان کارروائیون کی اطلاع پھیلی، اور شاہی فوج کی آمد کی خبر گشت کرنے لگی، تو باغیون کو ہوش آیا، انھین اپنی اندرونی قوت کا اندازہ تھا، اسلئے نہایت عجلت اور ہوشیاری سے باشندگان صقلیہ کی طرف سے ایک عرضداشت مرتب کی، اور ایک تیز رو جہاز کے ذریعہ سے ایک وفد القائم کی خدمت مین روانہ کر دیا،

عرضداشت مین پہلے القائم کو باشندگان صقلیہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا یقین دلایا گیا، اور پھر بغاوت و سرکشی کا اصل باعث صرف سالم کے طرز حکومت اور اوس کے بے پناہ جور و ظلم کو قرار دیا گیا، اور تصریح کی گئی، کہ یہ بغاوت حکومت افریقیہ کے مقابلہ مین نہین صرف سالم کے خلاف برپا ہے،

سالم کا عزل اور خلیل بن اسحاق کا تقرر،

یہ حکمت عملی باغیون کے سرغنہ اسحاق بستانی کی تھی، جو کامیاب ثابت ہوئی، چنانچہ القائم نے عرضداشت سنتے ہی خلیل بن اسحاق کو سالم کی معاونت پر بھیجنے کے بجائے اس کے ہاتھ اوسکی معزولی کا پروانہ دیکر اوسکو صقلیہ روانہ کر دیا،[1]

سالم کامل بیس برس سے اس جزیرہ پر حکمرانی کر رہا تھا، القائم کے اس طرز عمل سے باغیون کے مقابلہ مین

[1] نہایۃ الارب و اماری ج ۲ ص ۴۳، تاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری ج ۱ ص ۱۷۱، ابن اثیر ج ۸ ص ۵۲،

اسکی سخت توہین ہوئی، اور اگرچہ القائم کے اس طرزِ عمل سے صقلیہ کی بغاوت فوری طور پر فرو ہو گئی، لیکن اس طرزِ عمل کی اصولِ حکمرانی کے لحاظ سے توصیف نہین کیجا سکتی، اگرچہ یہ بھی صحیح ہو کہ سالم نے صقلیہ مین نہایت دردانگیز مظالم کئے تھے، تاہم یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ جو عرضداشت بعد مین بھیجی گئی، وہ علمِ بغاوت بلند کرنے سے پیشتر بھیجی جا سکتی تھی، لیکن اگر اس کے باوجود باغیون کو پاداشِ عمل سے محفوظ رکھنا تھا، تو کم سے کم حکومت کے وقار کو سنبھالنے کے لئے سالم کو بلطائف صقلیہ سے بلا لیا جاتا، ورنہ جو کچھ آج سالم کے ساتھ پیش آیا، کیا معلوم کل وہی اسکے جانشین خلیل کے ساتھ بھی پیش نہ آئے گا،

ابو العباس خلیل بن اسحٰق فاطمی والی صقلیہ (۶)

۳۲۶ھ ۹۳۷ء سے ۳۲۹ھ ۹۴۰ء

ابو العباس خلیل بن اسحاق بن ورد افریقیہ کے ذی اثر و ممتاز فاضل مین تھا، طرابلس الغرب اوس کا وطن تھا، ابتداءً علمِ ادب کی تحصیل مین مصروف رہا، پھر تصوف کا ذوق ہوا، اور صوفیہ کی صحبت مین شبانہ روز مسجد مین رہنے لگا،

اس کے بعد بعض حوادث کے پیش آجانے سے اوسکی زندگی مین انقلاب ہوا، اور امورِ مملکت مین دلچسپی لینے لگا، چنانچہ جب عبید اللہ کے عہدِ حکومت مین القائم کی سرکردگی مین مصر پر حملہ کیا گیا، تو اوس لشکر مین خلیل بھی اسکندریہ پہنچا، اور پھر مصر کے محکمۂ خراج کا افسرِ اعلیٰ مقرر ہوا، بعد ازین وہان سے افریقیہ آیا، اور افریقیہ اور مصر کی متحدہ فوج اور افریقی کی بحری طاقت کا افسرِ اعلےٰ مقرر کیا گیا،

خلیل جیسے جیسے اپنے ان مراتب مین ترقی کرتا گیا اوسے فرمانروائے افریقیہ عبید اللہ کی خدمت مین زیادہ رسوخ ہوتا گیا، اور پھر رفتہ رفتہ اس کا عبید اللہ کے مقربینِ خاص مین شمار ہونے لگا، عبید اللہ کی شان مین اس کے بعض قصائد بھی ہین، جن مین وہ کسی حد تک تجاوز کر گیا ہے،

پھر اتفاق سے کچھ دنون کے بعد کسی سلسلہ مین عبید اللہ کو خلیل سے تنگر رنجی پیدا ہوگئی جو بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچی کہ وہ خلیل کے خون کا پیاسا ہوگیا، اور اس کا کام تمام ہوچکا ہوتا، اگر القائم اسکو اپنے باپ کی خشمگین نگاہون سے بچاکر اپنے دامن مین چھپا نہ لیتا،

اس واقعہ کے بعد ہی خود القائم کا عہد حکومت آگیا اور صقلیہ مین اون حالات کے پیش آجانے سے عہدۂ ولایت پر مقرر کیا گیا[۱]،

خلیل اواخر ذی الحجہ ۳۲۵ھ ۹۳۶ء مین افریقیہ سے روانہ ہوا، اور اوائل محرم ۳۲۶ھ ۹۳۷ء مین ساحل بلرم پر اوترا[۲]، اوس کی آمد کی خبر جزیرہ مین پھیلتے ہی لوگ جوق درجوق آتے، اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کرتے، خلیل نے باشندگان صقلیہ کے اس طرزعمل پر اپنی خوشنودی کا اظہار کیا،

اہل صقلیہ کی وفاداری

پھر باشندگان صقلیہ نے خلیل کی خوشنودی وہمدردی دیکھ کر اپنی عورتون اور بچون کو اس کے پاس بھیجا کہ رو رو کر سالم کے مظالم بیان کرین چنانچہ سب بچے اور عورتین خلیل کے پاس آتین، اور رقت انگیز لہجہ مین سالم کے مظالم کی ہولناک داستانین بیان کرتین، اور اپنے گریہ و ماتم سے ساری مجلس سر پر اٹھا لیتین، خلیل سب کو تسلی وتشفی دیتا، اور تلافی مافات کے وعدے کرتا،

اسی طرح جرجنت اور بلرم کے معززین کے وفود خلیل کی خدمت مین باریاب ہوے، اور سالم کے ظالمانہ طرزعمل اور اپنی بغاوت کے اسباب و وجوہ بتفصیل بیان کئے، اور پھر خلیل کے مطیع و منقاد رہنے کے حلف اوٹھائے[۳]،

---

[۱] الحلیۃ السیرا، ابن آبار، در اماری ص ۱۰۷، [۲] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۳۶ [۳] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۵۳، وابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۹،

خلیل کا جدید نظم و نسق خلیل نے انھی حالات سے متاثر ہو کر، ان وفود کے ارکان کے مشورہ سے جن کے بموجب سالم کے مقرر کیے ہوئے تمام عمال کو صوبہ داریون اور دوسرے اہم عہدون سے معزول کیا، اور ان کی جگہ نئے عمال مقرر کرکے باشندگان صقلیہ مین اپنا مزید اعتماد حاصل کیا،[1]

دوسری طرف سالم معزول ہونے کے بعد اسی جزیرہ مین موجود تھا جب اوس نے خلیل کا یہ رنگ دیکھا، تو اوس کے منتقمانہ جذبات ابھر پڑے، اور وہ خلیل کے خلاف اپنی معاندانہ کارروائیون مین مصروف ہو گیا، اور لوگون کو اس سے برگشتہ کرنے کیلئے مختلف افواہین پھیلانے لگا،

سالم کی بغاوت انگیزی چنانچہ اوس نے سب سے پہلے انھی معززین جرجنت و بلرم کو جو خلیل کی خدمت مین باریاب ہو چکے تھے، اپنا تختہ مشق بنایا، اور اون کے درمیان افواہ پھیلائی کہ القائم نے خلیل کو در اصل شاہی فوج کے قتل کا جو پچھلی بغاوت مین تہ تیغ کیگئی ہے، اہل صقلیہ سے انتقام لینے کیلئے روانہ کیا ہے، اگرچہ اسوقت وہ لطف و ملائمت سے پیش آرہا ہے لیکن در پردہ انتقام لینے کی تیاریون مین مصروف ہے، سالم کا یہ حربہ کارگر نکلا، اور جزیرہ مین خلیل کے خلاف آوازین پیدا ہو گئین لیکن خلیل نے دور اندیشی سے کام لیا، اور قبل ازین کہ کسی کھلی بغاوت سے اوسے سابقہ پڑے اوس نے اس کی انسدادی تدبیرین شروع کر دین،

ایک جدید شہر خالصہ کی تعمیر صقلیہ کی بغاوتون مین عمال حکومت کو سب سے زیادہ دشواری اور مجبوری دارالحکومت بلرم کی بغاوت مین پیش آتی تھی، والی صقلیہ جب کسی دوسرے شہر کو مطیع کرنے روانہ ہوتا، تو خود دارالحکومت کے باشندے شہر کے دروازے بند کر لیتے، اور والی صقلیہ کو بار بار محاصرہ و مقابلہ کرنا پڑتا، اسلئے خلیل کو یہ خیال پیدا ہوا کہ حکومت کے دفاتر اور عمال کے قیامگاہون کیلئے بلرم سے الگ اسی کے قریب ایک نیا شہر تعمیر کرے، اور اوسکو عام باشندون کے میل جول سے بچائے رکھے، کہ جب کسی

[1] نہایۃ الارب در امار ی ص ۴۲۳،

دوسری جگہ فوج لشی کیجائے، تو تھوڑی سی شاہی فوج بھی دارالحکومت کے دروازے بند کرکے شہر پر تسلط قائم رکھ سکے، ورنہ اس وقت بلرم کی موجودہ شکل یہ تھی کہ والیٔ صقلیہ اندرون شہر میں مقیم تھا، شاہی فوج جابجا پھیلی ہوئی تھی، اس لئے کبھی یہ پیش آتا کہ باغی ولاۃ پر اچانک حملہ کردیتے اور ولاۃ بے دست وپا گرفتار ہوجاتے، کیونکہ بلرم دارالحکومت ہونے کے علاوہ ایک تجارتی شہر تھا، اس لئے آبادی نہایت گنجان تھی، ایک ہی مقام پر کسی شہری کا مکان ہے، تو وہیں پر کسی فوجی افسر کا، ایک جگہ تجارت کی منڈی لگی ہوئی ہے، اور وہیں پر عمالِ حکومت نے اپنے دفاتر کھولے ہیں، اس مشترک زندگی سے اولاً اربابِ حکومت کا رعب داب صحیح طور پر قائم نہیں ہوتا تھا، اور پھر ملکی معاملات کے انصرام میں بھی دشواریاں پیش آتی تھیں، قصرِ حکومت کی ہر قسم کی خبریں محلہ محلہ گشت کرتیں، اور پھر ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھیل جاتیں، اور اس طرح جزیرہ کے چپہ چپہ میں حکومت کے متعلق مختلف قسم کی موافق ومخالف افواہیں پھیل جاتیں، چنانچہ بہ کثرت بغاوتوں کے علاوہ ابن ابی الخنزیر کا واقعہ چند ہی دن پیشتر گذرا تھا کہ محض تھوڑی سی غلط فہمی سے باغی اس کے محل میں اچانک گھس پڑے اور وہ جست لگا کر ایک پڑوسی کے مکان میں کود پڑا، مگر وہاں بھی پناہ نہیں ملی،

اس لئے حسن نے بلرم کی چہار دیواری کے باہر ساحلِ سمندر پر ایک وسیع رقبہ میں ایک جدید شہر کی تعمیر کا فیصلہ کیا[۱] اور اوسکی بنا وتخطیط کے بعد تیزی سے عمارتیں بننے لگیں، تمام عمارتیں ایک دوسرے سے الگ اور حسبِ ضرورت تعمیر ہوئیں، جن میں والیٔ صقلیہ اور اسکے ماتحت عمال کے جداگانہ محلات کے علاوہ حکومت کے تمام صیغوں کے لئے الگ الگ عمارتیں بنائی گئیں، جن میں ایوانِ حکومت، فوجی بارکیں، قید خانہ، اور جہاز اور دیگر بحری آلاتِ حرب کے کارخانہ دار الصناعۃ کی عمارتیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، نیز اس حلقہ کے باشندوں کے لئے ایک مسجد اور سڑکوں پر جابجا حمام بنائے گئے، اس شہر کی تعمیر میں یہ خصوصیت سے لحاظ رکھا گیا، کہ اس میں تعمیری حیثیت سے ایسی کوئی شان پیدا نہ ہو کہ رفتہ رفتہ یہ محدود رقبہ بھی شہر کی

---

[۱] ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۱۵۲

شکل مین تبدیل ہو جائے، اسلئے اس عہد مین شہر کے جو جو لوازم مثلاً بازار، دوکان اور ہوٹل وغیرہ خصوصیت سے سمجھے جاتے تھے، وہ اس محدود حلقہ مین جگہ نہ پا سکے اور اون کے لئے ایک عمارت بھی تعمیر نہین ہوئی عمارتون کی تعمیر کے بعد نہایت مضبوط و مستحکم سنگی دیوار ہر چہار طرف کھینچ دی، اور اس سنگی شہر پناہ مین آمد و رفت کیلئے چارون سمتون پر چار دروازے رکھے گئے، یہ شہر پناہ بلرم کی قدیم فصیل کو مسمار کر کے اوسی کے ملبہ سے تعمیر کی گئی،

یہ سلسلۂ تعمیر چند ماہ مین اختتام کو پہنچ گیا، اور خلیل نے اس محدود رقبہ کو "خالصہ" کے نام سے موسوم کیا، اور اسی سال حکومت کے تمام شعبے اس مین منتقل ہو گئے،[۱]

خالصہ کی تعمیر باشندگان صقلیہ کی مرضی کے خلاف عمل مین آئی تھی، اور وہ اسقدر آناً فاناً اتمام کو پہنچائی گئی کہ سرکشون کو اپنی سرکشی کا موقع نہ ملسکا،

علاوہ ازین خلیل نے خالصہ کی تعمیر مین اپنی جرات کا مزید ثبوت یہ دیا کہ وہ عمارتون کا تمام سامان یہان سے منتقل کر کے گیا، جسمین سرکاری اور غیر سرکاری مکانون کے انہدام کی ضرورت پیش آئی، اور خصوصاً خالصہ کی شہر پناہ بلرم کی فصیل کو مسمار کر کے اوسی کے ملبہ سے تیار کیگئی، اور اس طریقہ سے اگرچہ باشندگان بلرم کو خالصہ کی تعمیر نہایت شاق گذری لیکن انکے غیر مسلح کر دئے جانے کے باعث وہ بے دست و پا ہو چکے تھے اور درحقیقت اسی سلسلہ مین بلرم کی بغاوت و سرکشی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا،

بغاوت جزیرہ مین بلرم کے بعد جرجنت دوسرا سرکش شہر تھا جب وہان کے باشندون کو خلیل کی اس کارروائی کا علم ہوا، تو اونھین سالم کی پھیلائی ہوئی افواہون کا مزید یقین آیا، اور وہ حکومت سے مقابلہ پر آمادہ ہو گئے، اور اپنی حفاظت کیلئے جرجنت کی فصیل کے کمزور مقامات کو مستحکم کر لیا، لیکن ابھی وہ کوئی مزید پیشقدمی نہ کرنے پائے تھے

---

[۱] نزہۃ المشتاق ص ۲۳، معجم البلدان ج ۳ ص ۲۹، شمس الدین صوفی دمشقی نے اپنی نخبۃ الدہر فی عجائب البر والبحر مین اختتام تعمیر کا زمانہ ۳۲۵ھ قرار دیا ہے لیکن یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے یہ تو خلیل کے ورود صقلیہ کے زمانہ سے بھی پہلے ہے۔

کہ اس اثنار مین یہ خبر خلیل کو پہنچ گئی وہ سنتے ہی ماہ جمادی الاولیٰ ۳۲۶ھ مین جرجنت پر حملہ آور ہوا اہل شہر فصیل کے دروازے بند کرکے محصور ہو گئے خلیل نے ڈیرے ڈالدئے اس کے بعد جرجنت والے فصیل سے باہر نکلتے اور محاصرین پر حملہ آور ہوتے! اور یہ تقریبًا دستور ہو گیا کہ صبح کو نکلتے اور شام تک نبرد آزمائی کرتے، اور رات کو فصیل کے اندر چلے جاتے اس طریقہ سے محاصرہ طویل ہوتا گیا، اور اسی طرح سات آٹھ مہینے گذر گئے،

آخر خلیل محاصرہ سے عاجز آگیا، اسی اثنار مین موسم سرما بھی آگیا، اور وہ محاصرہ اوٹھا لینے پر مجبور ہوا چنانچہ ماہ ذی الحجہ ۳۲۶ھ مین وہ جرجنت سے بے نیل مرام خالصہ واپس آگیا،

خلیل کی اس ناکام واپسی سے اہل جرجنت کی ہمت بڑھ گئی وہ بغاوت کا علم ہاتھ مین لیکر سارے جزیرہ مین پھیل گئے، اور شاہی فوج پر اپنی کامیابی و فتحمندی کے افسانے مشہور کئے، اور دوسرے شہر کو بغاوت پر آمادہ کرنے کیلئے فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے مختلف شہرون اور قلعون پر بھیج دئے، کہ وہ اہل شہر کی امداد و معاونت سے شاہی عمال اور شاہی فوج کو شہر اور قلعہ سے نکال دین،

چنانچہ ۳۲۷ھ کے آغاز مین اہل جرجنت کی جدوجہد سے صقلیہ کے اکثر ممتاز شہر اور قلعے مازر ابلاطنو، بلوط، اور قلعہ ابی ثور وغیرہ باغی ہو گئے، اور ان مقامات سے حکومت کے تمام عمال اور فوج باہر نکال دی گئی،

قحط سالی اس وقت صقلیہ کے باغی ہر طرف بہتر حال مین تھے لیکن صقلیہ کے پے درپے فسادات و انقلابات سے جزیرہ اور خصوصًا بلرم اور اوس کے مضافات مین سخت قحط پڑ گیا، اور لوگ اپنے لخت جگر بچون کو بھون بھون کر کھانے لگے، چنانچہ صاحب تاریخ جزیرہ صقلیہ لکھتا ہے:-

وکانت فی تلک الایام مجاعۃ شدیدۃ فی المدینۃ والبوادی حتی اکل الوالدون اولادھم	اور اسی زمانہ مین شہر اور دیہاتون مین سخت قحط پڑا، یہان تک کہ لوگ اپنے بچون کو کھا گئے،

باغیوں کی حکومت بیزنطی سے استمداد

جب جزیرہ میں یہ صورت پیدا ہوگئی تو باغیوں نے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا، اور صقلیہ کے مسلمان باشندون نے اسلامی حکومت کے خلاف اوسکی قدیم دشمن و متحارب حکومت حکومت بیزنطی قسطنطنیہ سے امداد طلب کی، حکومت بیزنطی کا تعلق ایک زمانہ سے صقلیہ سے منقطع ہوچکا تھا لیکن جب ایسے مواقع خود پیش کئے گئے، تو اُسس نے اس سے فائدہ اوٹھایا، اور ایک بیزنطی بیڑا صقلیہ کے مسلمان باغیوں کی امداد کے لئے قسطنطنیہ سے روانہ کیا جس پر فوج کی ایک کثیر تعداد سوار تھی، اور نیز باغیوں کو قحط زدگی سے بچانے کے لئے غلون سے بھرے ہوئے جہاز بھی اس جنگی بیڑے کے ساتھ صقلیہ بھیجے گئے،

افریقیہ سے کمک اور سالم کی وفات

دوسری طرف خلیل نے ان واقعات کی مفصل روداد القائم کو لکھ بھیجی، اور وہان سے ایک عظیم الشان لشکر صقلیہ پہنچا، اسی اثنا میں سالم سابق امیر صقلیہ نے جو در پردہ باغیوں کی رہنمائی کر رہا تھا، وفات پائی، اور خلیل کو اس کمک کی آمد اور سالم کی وفات سے بڑی تقویت پہنچی اور اوس نے ایک منظم طریقے سے باغی شہرون اور قلعون پر تاخت شروع کی،

بغاوت کا استیصال

خلیل کی یہ فوجکشی نہایت کامیاب ہوئی، اور باغی بیزنطی لشکر کی امداد کے باوجود شاہی لشکر کا راستہ کہین نہ روک سکے، وہ سب سے پہلے اپنا لشکر لیکر قلعہ ابی ثور پہنچا، اور اس پر قابض ہوا پھر بلوط گیا اور وہان بھی کامیاب ہوا یہان سے ابلاطنو پہنچا، اور یہان ابھی محاصرہ ہی مین تھا کہ ۳۲۷ھ / ۹۳۸ء ختم ہوگیا،

جب ابلاطنو کے محاصرہ مین سال ختم ہوگیا، تو وہ یہان کا محاصرہ اوٹھاکر جرجنت چلا گیا کہ یہی باغیون کا مرکزی مقام تھا، اور اوس کا محاصرہ کرلیا، اگرچہ ملک مین قحط سالی اور سالم کی وفات کے باعث اہل جرجنت کی قوت ٹوٹ چکی تھی لیکن حالت محاصرہ مین بیرون شہر سے اون کے تعلقات چند خفیہ راستون سے قائم تھے، اسلئے خلیل کا یہ محاصرہ بھی طویل ہوگیا، اور وہ اس

سے گھیر لیا، اس کا اہتمام ایک تجربہ کار فوجی افسر ابو خلف بن ہارون کے سپرد کیا اور خود خالصہ چلا آیا، کہ یہاں حکومت کی مختلف ضرورتوں کو پورا کرے،

اسی طریقہ سے جرجنت کے محاصرہ کو کامل دو سال گذر گئے اس اثنا میں نہ محاصرین شہر میں داخل ہوئے، اور نہ محصورین نے امان طلب کی، لیکن دو سال گذرنے کے بعد ان کی حالت بد سے بدتر ہو گئی، اور ایسی صلاحیت بھی نہیں رہی، کہ خفیہ راستوں سے آمد و رفت جاری رکھنے کے باوجود محاصرہ کا مقابلہ کرتے رہیں،

باغیوں کا ترک وطن و ترک مذہب

جب اہل جرجنت کو مقابلے سے بالکل مایوسی ہو گئی، تو یہاں کے باشندوں میں سے ایک کثیر تعداد جو بیشتر زیادہ تر یہاں کے امراء و معززین تھے، حکومت کے انتقام کے خوف سے انھی خفیہ راستوں سے فرار ہو گئے، اور آس پاس کے عیسائی ملکوں میں پناہ گزین ہوئے اور وہاں امن و امان سے زندگی بسر کرنے کیلئے مذہب اسلام ترک کر کے عیسائیت قبول کر لی، جو تمامتر انہی کی بغاوتوں اور سرکشیوں کا نتیجہ تھا،

شہر کے معززین و امراء کے نکلنے کے بعد باقی ماندہ لوگوں کے لئے محاصرہ کے مشکلات زیادہ بڑھ گئے، اسلئے اسلامی سپہ سالار ابو خلف بن ہارون کو بہت جلد صلح کا پیغام بھیجا، ابو خلف نے اس شرط پر امان دی کہ جرجنت کے مستحکم قلعہ سے جس پر اس شہر کی حفاظت کا دار و مدار ہے شہر کی فوج نیچے اتر آئے، اور اوسکو خالی کر کے حکومت کے قبضہ میں دیدے، اہل شہر نے اس شرط کی تعمیل کی، اور شہر پر قبضہ ہو گیا،

لیکن ارباب حکومت کے دل میں اہل جرجنت کی طرف سے اس قدر غیظ و غضب پیدا ہو چکا تھا کہ اونھوں نے شہر میں داخلہ کے بعد اپنے مواعید کا بھی کوئی پاس نہیں کیا، اور شہر کے تمام جنگجو باشندوں کو گرفتار کر کے خالصہ روانہ کر دیا،

جرجنت کی اطاعت کے بعد پھر صقلیہ کے دوسرے شہرون مین حکومت کا اقتدار خود بخود قائم ہوگیا، اور بلا استثنا، تمام شہرون اور قلعون نے اپنی اپنی اطاعت کا اقرار کیا، اور اب گویا پورے جزیرہ مین پھر ایک نئے سرے سے ایک منتظم حکومت کا دار و دورہ شروع ہوگیا،

یہ بغاوت جسقدر اہم تھی، اسی قدر دیرپا رہی، چنانچہ جمادی الاولی ۳۲۶ھ ۹۳۷ء سے شروع ہوئی تھی، اور ذی الحجہ ۳۲۹ھ ۹۴۰ء مین اختتام کو پہنچی[۱]

افریقیہ مین آتش بغاوت

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ادھر صقلیہ کی بغاوت فرو ہوئی، اور ادھر مرکزی حکومت افریقیہ مین اس سے زیادہ سخت بغاوت اوٹھ کھڑی ہوئی، اس بغاوت کا علمبردار قبیلہ زناتہ کا ایک شخص ابویزید بن کیداد تھا، ابویزید عقیدۃً خارجی تھا، اور اگرچہ اوس نے عبید اللہ المہدی ہی کے عہد حکومت ۳۱۶ھ ۹۲۸ء مین دولت فاطمی کے خلاف خروج کیا تھا، اور عبید اللہ کے بعض مذہبی تشدد و مظالم کے باعث مسلمانان افریقیہ کے مختلف فرقوں کے پیرو اس کے زیر علم آگئے تھے، اور باغیون کا ایک اچھا خاصہ جتھا تیار ہوگیا تھا، تاہم عبید اللہ اپنی قوت بازو سے اس فتنہ کو دبائے رہا، اگرچہ اوسکے حملون کا سلسلہ کبھی موقوف نہین ہوا، مگر القائم کے عہد حکومت کے آغاز کے ساتھ ہی ابویزید کی دعوت کو زیادہ فروغ حاصل ہوا، القائم کو اوس کے فرو کرنے مین دشواریون کا سامنا ہوا،[۲]

اس موقع پر اوس کو اپنا قدیم تجربہ کار قائد خلیل یاد آیا، اور اسکو جلد سے جلد صقلیہ سے افریقیہ طلب کیا،

خلیل کی افریقیہ روانگی

خلیل کو یہ فرمان بلین اوس وقت ملا جب اوس نے صقلیہ کی تمام بغاوتین سر کرکے ایک اطمینان کی سانس لی تھی، چنانچہ اوسکو چند دن بھی اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہین ہوا، اور صقلیہ کی زمام حکومت عارضی طور پر ابوعطاف محمد بن اشعث کے سپرد کی، اور ایک دوسرے شخص

---

۱ ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۵۳، والبیان المغرب (ترجمہ اردو) صفحہ ۲۹۹ و تاریخ جزیرۂ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون درا ماری صفحہ ۱۲۳،

۲ ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۱۵، ۲۱۶، ۳ تاریخ جزیرۂ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون مین "ابوعطاف" کے بجائے "ابن عطاف" ہے جو عام روایتون کے خلاف ہے

ابن کونی کو اسکا معاون مقرر کیا، اور انہی دونون کی ذمہ داری پر بھروسہ کرکے وہ ماہ ذی الحجہ ۳۲۹ھ ۹۴۰ء مین جمعہ کے دن صقلیہ سے روانہ ہوا، اور صقلیہ کی بغاوتون کے قطعی استیصال کیلئے جرجنت کے باغیون مین سے چیدہ سرکشون کو ایک جہاز پر اپنے ہمراہ سوار کیا، اور جب وہ وسط سمندر مین پہنچا، تو قیدیون کے اوس جہاز کو نیچے سے توڑوا ڈالا، اور سرکشون کی یہ پوری جماعت غرقاب ہوگئی،[۱]

خلیل کا عہد حکومت کہا جاتا ہے کہ خلیل کا عہد حکومت نہایت دردناک مظالم سے لبریز ہے لیکن اسکو نظر انداز نہ کرنا چاہیے، کہ خلیل کا تمام دور حکومت بجز ابتدائی چند دنون کے، فتنہ و فساد سے مملو رہا، باشندگان صقلیہ نے خلیل سے مسلسل چار برس تک باضابطہ جنگ کی، اس لئے اس شورش وانقلاب اور اوس کے بعد کے ہنگامہ دار و گیر مین باشندگان صقلیہ کی کثیر تعداد تہ تیغ ہوئی، ابن عذاری نے خلیل کے عہد حکومت پر ایک اجمالی تبصرہ کیا ہے، وہ لکھتا ہے:-

خلیل بن اسحاق نے صقلیہ مین وہ کچھ کیا جسکو نہ اوس کا کوئی پیش رو وہان انجام دیسکا تھا، اور نہ اوس کے بعد کے آنے والون نے کیا، اس نے مسلمانون کو خونریزی اور گرسنگی سے ہلاک کر ڈالا، یہان تک کہ وہ عیسائی ممالک مین بھاگ گئے، اور ان مین سے اکثر نے عیسائی مذہب قبول کر لیا،

یہ صقلیہ مین چار سال تک والی رہا جب وہان سے ۳۲۹ھ ۹۴۰ء مین افریقیہ پہنچا، تو ایک دن معززین افریقیہ کے ایک مجمع مین مختلف موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی، اسی سلسلہ مین اوسکے صقلیہ جانے کا بھی تذکرہ آیا۔ اس پر خلیل خود نہایت فخر و تبختر سے اپنے کشتگان ظلم کی تعداد کے متعلق رک رک کر یون کہنے لگا "مین نے وہان ہزارون کو قتل کیا، لیکن پھر کچھ ٹھہر کر کہا نہین مین نے وہان چھ ہزار آدمی مارے ہونگے" مگر پھر فوراً ہی اسکی بھی تردید کی، اور کہہ اوٹھا "نہین واللہ اس سے کہین زیادہ"[۲]

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۵۳، [۲] البیان المغرب حوادث ۳۲۵ھ (ترجمہ اردو) ص ۲۹۹، پھر خلیل افریقیہ مین ابویزید سے مقابلہ کیلئے روانہ ہوا اور ۳۳۲ھ مین اس کا لشکر اس سے باغی ہوگیا، ابویزید نے اسکو مع چند رفقاء کے گرفتار کر لیا اور پھانسی پر لٹکا دیا،

ابوعطاف محمد بن اشعث الازدی فاطمی والی صقلیہ (۷)

۳۲۹ھ تا ۳۳۶ھ
۹۴۰ء تا ۹۴۷ء

ابوعطاف کو خلیل نے عارضی طور پر اپنا قائم مقام بنایا تھا، اس کا یہی عارضی انتخاب مستقل تقرر کی حیثیت سے قبول کر لیا گیا، کیونکہ حکومت افریقیہ اس وقت اپنے داخلی مشکلات میں مبتلا تھی، ان جزئی امور پر توجہ نہ کر سکی، اسی لئے خلیل ہی کی نامزدگی سے ابوعطاف نے مستقل طور پر عنان حکومت سنبھال لی، اور حکومت افریقیہ کی خاموشی سے اس انتخاب کی تصدیق ہوگئی،

بغاوت کے بعد بدامنی

جب ابوعطاف نے حکومت سنبھالی تو اوس کو نئے حالات سے دوچار ہونا پڑا، اگرچہ خلیل یہاں کا سیاسی مطلع صاف کر چکا تھا لیکن گذشتہ چند سال کی بغاوت، قحط سالی، اور آفات ارضی و سماوی کے پیش آجانے سے یہاں کے باشندوں کی اقتصادی و معاشی حالت ابتر ہوگئی، اور ملک میں ایک دوسری قسم کی بدامنی اور ابتری پھیل گئی، چوری، ڈاکہ، اور رہزنی لوٹ مار قتل اور غارتگری کی وارداتیں کثرت سے پیش آنے لگیں، اور ملک میں ہر طرف خوف و ہراس طاری ہوگیا،

ابوعطاف نے دانائی سے ان حالات پر قابو حاصل کیا، اور ملک میں نظم و نسق کر کے ہر طرف امن و امان قائم کیا، [۱]

القائم کی وفات اور المنصور کی جانشینی

اسی اثناء میں ۱۳ شوال ۳۳۴ھ ۹۴۵ء کو فرمانروائے افریقیہ القائم بامر اللہ نے وفات پائی، اس کی وفات نازک موقع پر ہوئی تھی، ابویزید کا لشکر دار الحکومت کے قریب آچکا تھا، اعیان حکومت نے نہایت خاموشی سے اس کے لڑکے اسمٰعیل کو المنصور من اللہ کے

---

[۱] تاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون درامادی ص ۱۰۳،

لقب سے تخت پر بٹھا دیا، اور القائم کی وفات کو راز مین رکھ کر سکہ اور خطبہ بدستور اوسی کے نام سے جاری رکھا[1]

ابوطاہر اسمعیل بن ابی القاسم المنصور من اللہ فاطمی فرمانروائے افریقیہ

سنہ ۳۳۴ھ – سنہ ۳۴۱ھ
۹۴۵ء – ۹۵۲ء

افریقیہ کی بغاوت کا اثر صقلیہ پر

اسمٰعیل المنصور ۳۲ برس کی عمر مین تخت حکومت پر بیٹھا لیکن اوس نے جس پر آشوب زمانہ مین عنان حکومت ہاتھ مین لی تھی اس وقت دولت افریقیہ موت و زیست کی کشمکش مین مبتلا تھی، اس کے سریر آرائے حکومت ہوتے ہی ابویزید پایۂ تخت مہدیہ کے قلعہ تک آپہنچا اور المنصور سخت سراسیمگی مین مبتلا ہو گیا،

انہی وجوہ سے وہ صقلیہ کی طرف مطلق توجہ نہ کر سکا، اور سیاسیات صقلیہ سے بالکل کنارہ کش رہا[2] اور پھر جب اسی اثنا مین ابویزید مہدیہ کے دروازے تک پہنچ گیا تو باشندگان مہدیہ کی ایک کثیر تعداد خوف و دہشت سے وہان سے فرار ہو کر صقلیہ مین آکر پناہ گزین ہوئی،

صقلیہ کے عیسائیون کی سرکشی

المنصور کی صقلیہ سے عدم توجہی اور ان مصیبت زدون کی صقلیہ مین پناہ گزینی سے دولت فاطمی کی بیچارگی اور بے بسی کی مبالغہ آمیز داستانین سارے جزیرہ مین پھیل گئین، اور اس سے ابوعطاف کے رعب و داب اور صقلیہ مین شاہی اقتدار کو صدمہ پہنچا، اور اس کا نمایان اثر یہان یہ ظاہر ہوا، کہ یہان کی عیسائی رعایا نے سالانہ خراج کی ادائی سے متفقہ طور پر انکار کر دیا، اور اگرچہ ان لوگون نے تلوارین بے نیام نہین کین، لیکن درحقیقت یہ سرکشی صقلیہ کی پہلی بغاوتون سے زیادہ سخت تھی، ابوعطاف خاموشی سے سب تماشا دیکھتا رہا، اور کچھ نہ کر سکا، اس طرح سے تحصیل وصول مطلق بند ہو گئی، اور اس کا نمایان اثر صقلیہ کے خزانہ پر پڑا،

---

[1] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۳۴۲، وغیرہ، [2] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۲،

ابوعطاف پر حملہ

اسی اثنا میں ۳۳۵ھ/۹۴۶ء میں ایک دوسرا واقعہ پیش آیا، کہ صقلیہ کے ایک معزز و شجاع قبیلہ طبری کے چند معززین اور ابوعطاف میں کچھ اختلافات پیدا ہوئے، ابوعطاف کی بیچارگی کا اندازہ ہو چکا تھا اس قبیلہ کے ایک انبوہِ کثیر نے اوس پر عین عید الفطر کے دن حملہ کیا، حملہ آوروں کی جماعت میں اہلِ بلرم بھی شریک ہوگئے، ابوعطاف کے اردگرد جو محافظ دستہ تھا، وہ تہِ تیغ ہوا، اور اسکو فرار ہونے کا موقع ملگیا، چنانچہ خالصہ کے قلعہ میں آکر پناہ لی، چونکہ اوس کی فوجی طاقت ایسی نہ تھی کہ باشندگانِ بلرم پر فوجکشی کرتا اسلئے خاموشی سے قلعہ بند ہو گیا،

حملہ آور قلعہ کے گرد منڈلاتے رہے، لیکن یہ قلعہ بلرم کا کوئی محل نہ تھا کہ وہ اپنی تیراندازی سے اسکے تختے گرا ڈالتے، آخر حملہ آوروں کو ناکام لوٹنا پڑا، البتہ جوشِ غیظ و غضب میں شاہی طبل و علم قلعہ سے اوتار کر ساتھ لیتے گئے،

افریقیہ میں امن و امان کا قیام اور اس کا اثر صقلیہ پر

صقلیہ میں یہ بدامنی اور سرکشی صرف افریقیہ کی بغاوت کی وجہ سے تھی، وہاں کے حالات ۳۳۶ھ/۹۴۷ء کے اوائل میں رو بہ اصلاح آئے اور ابویزید باغی آغازِ سال کے ساتھ ہی ماہ محرم ۳۳۶ھ/۹۴۷ء میں مار ڈالا گیا، اور اسکے قتل کے بعد اسکے جو چند اعیان و انصار سرغنہ باقی رہ گئے تھے، چھ مہینے ان کے تعاقب میں گذرے، یہانتک کہ رمضان ۳۳۶ھ/۹۴۷ء میں المنصور اپنے دار الحکومت میں لوٹ آیا،[1] اور سارے ملک میں امن و امان قائم ہو گیا،

حسن بن علی الکلبی کا ولایت صقلیہ پر تقرر،

ابوعطاف مدت سے اس موقع کا منتظر تھا جب افریقیہ کے امن و امان کا حال سُنا تو اپنی بیکسی کی مفصل داستان لکھ بھیجی، اور اس جزیرہ کے حالات کے اصلاح و درستی کی طرف توجہ دلائی، المنصور نے اس پر فوری توجہ کی، اور ایک آزمودہ کار قائد حسن بن علی الکلبی کو جو ابویزید کی بغاوت فرو کرنے میں کارہائے نمایاں انجام دیچکا تھا صقلیہ کی ولایت کا فرمان لکھکر حوالہ کیا، اور وہ صقلیہ روانہ ہو گیا،[1] اس جدید والی حسن بن علی الکلبی کے ورودِ صقلیہ سے تاریخ صقلیہ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوتا ہے اور وہ دولتِ کلبیہ صقلیہ کی بنا ڈالتے ہیں،

---

[1] ابن اثیر ج ۸ ص ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۵۴ و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۰، ابوالفداء ج ۲ ص ۹۷، کتاب المونس ص ۸۶، ۱

دولت کلبیہ صقلیہ

۳۳۶ھ - ۴۳۱ھ
۹۴۷ء - ۱۰۳۹ء

حسن کے ورود صقلیہ سے یہاں ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اور وہ صقلیہ میں سلطنت کلبیین کا قیام ہے اس نے یہاں کی زمام حکومت سنبھالنے کے بعد اپنے خاندان کی ایک موروثی خود مختار سلطنت قائم کردی، جو اگرچہ اصولاً پورے طور پر آزاد و خود مختار نہیں کہی جاسکتی کہ اسوقت بھی اسکی حیثیت سلطنت فاطمیہ کے ایک صوبہ کی رہی تاہم یہ حکومت اپنے تمام اندرونی معاملات میں بالکل آزاد تھی، آل حسن یکے بعد دیگرے تخت حکومت پر آتے گئے، جنھیں شاہان فاطمی کی طرف سے خطاب و خلعت رسماً عطا کیا جاتا تھا اسلئے اس دور میں آیندہ چلکر سلطنت فاطمیہ سے صقلیہ کی وابستگی گویا ویسی ہی رہ گئی تھی، جیسے آل اغلب خلافت عباسیہ سے وابستہ کہے جاتے تھے، چنانچہ صقلیہ میں بھی کلبی فرمانروا اپنی جانشینی کے لئے اپنے خاندان میں سے ولی عہد مقرر کرتے، اور رسمی طور پر ان کی تصدیق شاہان فاطمیہ کی طرف سے کیجاتی تھی اسی طرح معاملات ملکی کے انصرام اور فتوحات کی وسعت و التوا میں مرکزی حکومت کو دخل نہیں تھا، خزانہ کا شعبہ تمامتر انھی کے قبضہ میں تھا، صرف ایک محدود رقم مرکزی حکومت کو بطور خراج سالانہ بھیج دیجاتی، اور اسی طرح ملکی سکے بھی انھی فرمانروان کلبیہ کے نام سے مضروب ہوتے تھے، اسلئے وہ سلطنت فاطمیہ سے بجز ایک رسمی تعلق کے تمام حیثیات سے آزاد تھے اور انھوں نے اسی کے شایان شان شاہانہ شان و شوکت کر و فر، خدم و حشم، ایوان و دربار اور چتر و جلوس کی صقلیہ میں نمود و نمایش کی، اور

صقلیہ نے بھی اسلامی دور حکومت مین ایک خود مختار حکومت کی بہار دیکھ لی جس کی داغ بیل ڈالنے والا یہی حسن بن علی الکلبی تھا،

ابو الغنائم حسن بن علی بن ابی الحسن بانی دولت کلبیہ

سنہ ۳۳۶ھ - سنہ ۳۴۳ھ
۹۴۷ء - ۹۵۴ء

حسن بن علی افریقیہ کے ایک معزز قبیلہ بنو کلب کا ایک ممتاز رکن تھا، اس کا خاندان سلطنت فاطمیہ کے جان نثارون مین شمار ہوتا تھا اور اسے موروثی بزرگی وعظمت حاصل تھی، پھر خود حسن مین ذاتی اوصاف جمع ہو گئے تھے، نہایت شجاع اور ذکی وفہیم تھا، اسی نے ابو یزید کے فتنہ کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا، اسلئے یہ اپنے خاندانی شرف ومجد اور اپنے ذاتی اعزاز واکرام واوصاف وخصائل سے افریقیہ کے ذی اثر ومرتبت اشخاص مین شمار کیا جاتا تھا، اور فرمانروائے فاطمی المنصور سے اسکو نہ صرف تقرب خاص حاصل تھا، بلکہ خود المنصور اس سے ادب واحترام سے پیش آتا، اور اس سے بزرگانہ نصیحتین حاصل کرتا، اس لئے افریقیہ مین المنصور کا یہ دست راست سمجھا جاتا تھا،[1]

حسن کا ورود صقلیہ اور بنو طبری کی مخالفانہ شورش

حسن افریقیہ سے روانہ ہوا، اور صقلیہ کے سب سے قریب بندرگاہ مازر پر لنگر انداز ہوا اہل شہر کو اس کی آمد کی خبر ہو چکی تھی، لیکن ساحل پر کوئی شخص پیشوائی کیلئے موجود نہین تھا، جب آفتاب غروب ہو گیا، اور رات کی تاریکی اچھی طرح چھا گئی، تو باشندگان صقلیہ کی ایک جماعت رات کی تنہائی مین نہایت پوشیدہ طور پر حسن کی خدمت مین باریاب ہوئی، اس جماعت مین افریقیہ کے مہاجرین اور قبیلہ کتامہ کے معززین تھے، باشندگان صقلیہ کی یہ جماعت حکومت کی حقیقی وفادارون مین تھی، اس نے حسن کو صقلیہ کی سیاسیات کے رازہائے سربستہ سے آگاہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ خاندان بنو طبری کی

---

[1] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۱۷۵ وابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۸،

بغاوت انگیزی کا سلسلہ ابو عطاف کی معزولی کے بعد بھی جاری ہے، اور جب سے بنو طبری کو حسن کے تقرر کی اطلاع ملی ہے، وہ اسکے خلاف ریشہ دوانیون مین مصروف ہین،

چنانچہ اسی جماعت سے یہ بھی معلوم ہوا، کہ حسن کے خیر مقدم کے مقاطعہ کے اصل محرک یہی بنو طبری اور اون کی ہمنوا جماعت ہے، اور جب اون لوگون نے حسن کی آمد پر کسی خیر مقدم کی تیاری نہین کی، تو عام باشندگان صقلیہ کو بھی ان کے شر و فساد کے خوف سے اس سے گریز کرنا پڑا، اور یہ معززین بھی محض بنو طبری کے شر و فساد سے بچنے کے لئے نہایت پوشیدہ طور پر امیر کی خدمت مین حاضر ہوئے ہین،

اس کے بعد اون لوگون نے حسن کو اس اہم راز سے بھی آگاہ کیا، کہ بنو طبری کا ایک وفد جو علی بن طبری اور محمد بن عبدون وغیرہ پر مشتمل ہے افریقیہ گیا ہے، تاکہ وہ المنصور سے حسن کی ولایت صقلیہ کے فرمان کو منسوخ کرائے، اور وہی لوگ باشندگان صقلیہ کو ہدایت کر گئے ہین، کہ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس وفد کے مطالبہ کا المنصور نے کیا جواب دیا، اور وہ اس کے ساتھ کس طریقہ سے پیش آیا، اوس وقت تک حسن کو ساحل صقلیہ سے سرزمین صقلیہ پر قدم رکھنے سے باز رکھا جائے،

پھر اس جماعت کے رخصت ہونے کے بعد اوسی سرکش قبیلہ طبری کے چند سربرآوردہ اشخاص حسن کے پاس پہنچے، کہ حسن اور اس کے رفقا کو دیکھکر کچھ عام اندازہ کر سکین اور علاوہ ازین جب وہ مازر مین اتر چکا تھا، تو کم سے کم اپنی حیلہ سازیون سے اس کو دار الحکومت بلرم تک پہنچنے نہ دین، تاوقتیکہ افریقی وفد کی جد و جہد کے نتائج معلوم نہ ہو جائین، چنانچہ یہ لوگ اسی قصد سے حسن کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور بیباک طریقہ سے رسمی ملاقات کی، اس کے جواب مین حسن نے بھی اسی گرمجوشی کا اظہار کیا، باتون باتون مین بلرم کی روانگی کا تذکرہ چھیڑا گیا، اور مشورہ سے یہ طے پایا، کہ پہلے وہ لوگ بلرم جاتے ہین، اور جب وہان سے لوٹ آئین، تو وہ اون کی معیت مین بلرم روانہ ہو، حسن نے بھی اس تجویز پر اپنی رضامندی ظاہر کی، اور پھر سب کو حسن اخلاق سے رخصت کر دیا،

ادھر یہ جماعت روانہ ہوئی، اور اُدھر حسن نے بلرم کے کوچ کا سامان کیا، اور کوشش کی کہ وہ اس فتنہ پرداز جماعت کے بلرم پہنچنے اور وہان ان کے ریشہ دوانیان کرنے سے پہلے بلرم پہنچ جائے،

جب حسن بلرم کے قریب پہنچا، تو دور ہی سے اوس کی آمد کی خبر شہر مین پہنچ گئی، اور حاکم شہر متاز عہدہ داران حکومت اور شہر کے پرامن باشندے اس کی پیشوائی کے لئے شہر سے باہر نکلے، اور نہایت اعزاز واکرام سے اوس کا استقبال کیا، اور حسن نے بھی اس کا مناسب جواب دیا،

اسی اثنا مین حسن کے آجانے اور معززین حکومت اور پرامن باشندون کی جانب سے اسکے استقبال کئے جانے کی خبر بنوطبری کو ملی، اور اس موقع پر اونھین بجز اسکے کوئی چارہ نظر نہ آیا، کہ وہ بھی اس کے خیر مقدم مین شریک ہوجائین چنانچہ سرخیل جماعت اسمٰعیل بن طبری بہ عجلت استقبال کے لئے خود روانہ ہوا، اور اثنا راہ مین استقبال کیا حسن بھی خندہ جبینی سے آگے بڑھا، اور حسن اخلاق سے پیش آیا، اور خیر مقدم کے یہ ابتدائی مراسم حسن کی ابتدائی کامیابی کا راز اپنے اندر نہان رکھتے ہوئے ختم ہوگئے،

چنانچہ اسکے بعد صقلیہ کے عام باشندون کا میلان حسن کی طرف ہوگیا، اور لوگ بنوطبری کو چھوڑ کر حکومت کے ہواخواہ بنتے گئے، یہان تک کہ بنوطبری مین علانیہ مخالفت کرنے کی ہمت باقی نہین رہی، اور تقریبًا پورا صقلیہ حسن کا اطاعت گذار بن گیا،

جب حکومت کے مخالفون نے حسن کے اثر واقتدار کا یہ رنگ دیکھا، تو ایک ایسی چال اختیار کی کہ کیا عجب تھا کہ حسن کا تمام بنابنایا کھیل بگڑ جاتا، ان لوگون نے کسی قدیم مسلمان صقلی باشندہ سے سازو باز کرکے حسن کے کسی جان نثار خادم کو جو شجاعت وتہور مین مشہور اور حسن کے معتمدین خاص مین تھا، اوس کے گھر مدعو کیا، وہ خادم وقت موعودہ پر اس کے گھر پہنچا صقلی نے تواضع سے اوسے گھر مین بٹھایا اور خود کسی ضرورت کا بہانہ کرکے باہر نکل آیا، اور شارع عام پر سرپیٹ پیٹ کر چلانے لگا، اس کے شور سے شہر کی ایک مخلوق جمع ہوگئی، اور اسمٰعیل بن طبری وغیرہ بھی اس مجمع مین شامل ہوگئے، پھر وہ صقلی اپنے

نو وارد مہمان کی جانب اشارہ کرکے شور و کر بیان کرنے لگا، کہ

"حسن کا یہ غلام میرے گھر میں گھس پڑا، اور میری آنکھوں کے سامنے میری بیوی کی عصمت دری کی"۔

اس واقعہ سے مجمع میں اشتعال پیدا ہوا، اور پھر اسمٰعیل وغیرہ نے اپنے مختلف فقروں سے مجمع کو اور بھی برانگیختہ کیا، اور اسی سلسلہ میں اوس نے کہا:۔

"یہ ان لوگوں کے کرتوت ہیں، حالانکہ ابھی شہر پر پورا تسلط بھی نہیں ہوا ہے"۔

اس کے بعد اسمٰعیل نے مجمع کو حسن کے پاس فریادی بنکر جانے کا مشورہ دیا، چنانچہ یہ مشتعل مجمع اور دہ صقلی غیظ و غضب میں شور و واویلا کرتا محل شاہی پر پہنچا، حسن نے مستغیث کو فوراً محل کے اندر طلب کیا، اور اوس سے سارے واقعہ کی روداد سنی، مستغیث کے بیان پر کوئی دوسرا شاہد موجود نہیں تھا، اسلئے اسکو اپنے بیان پر حلف شرعی دیا، جس کو اوس نے خاموشی سے اوٹھا لیا، اس کے بعد حسن نے بھی نہایت صبر و سکون سے اپنی جان نثار و بہادر اور اپنے عزیز ترین خادم کے قتل کا حکم صادر کردیا، اور وہ سیاسیات صقلیہ کی راہ میں قربان کردیا گیا،

حسن کے اس طرزِ عمل سے مجمع کا رنگ بدل گیا، اور زور زور سے یہ فقرے گونجنے لگے، ہمیں ایسے ہی عادل فرمانروا کی ضرورت ہی اب ہماری مسرت و شادمانی کا وقت آپہنچا، اب ملک آبادیوں سے پُر رونق اور عدل و انصاف سے مالا مال ہو گا، مجمع کے یہ مسرت کے نعرے حسن کے دشمنوں کے خرمنِ امید پر بجلی بن کر گرے، اور وہ مایوسی و حرمان نصیبی کے ساتھ اپنے اپنے گھر لوٹ آئے،

مخالفینِ حکومت کا استیصال

اس کے بعد حسن اس سر برآوردہ سازشی گروہ کے استیصال کی فکر میں لگا رہا، اسی اثنا میں المنصور کے پاس سے ایک خفیہ ہدایت نامہ پہنچا کہ اوس نے اس صقلی وفد کے عمائد عیسٰی بن طری، محمد بن عبدون اور محمد بن حیا وغیرہ کو جو حسن کی تقرری کے خلاف کوشش کرنے کیلئے افریقہ پہنچے تھے گرفتار کرلیا ہی اب ضرورت ہی، کہ وہ لوگ بھی گرفتار کر لئے جائیں، جو صقلیہ میں اس گروہ کے سرخیل کی

حیثیت رکھتے ہین، اور ان مین سے اسمٰعیل بن طبری، رجا بن جنا وغیرہ کے نام بہ تصریح تھے،

لیکن اگرچہ اس واقعہ کے بعد ابن خلدون کی تصریح کے مطابق اس جماعت کا زور ٹوٹ چکا تھا، تاہم ابھی حسن کو ایسی ہر دلعزیزی حاصل نہین ہوئی تھی، کہ وہ کھلے طور پر ان لوگون پر ہاتھ ڈالتا اور جزیرہ مین فتنہ و فساد کی آگ نہ بھڑک جاتی، اس لئے ان کے استیصال کے لئے ایک جدید طرز عمل اختیار کیا، اور اس فتنہ پرداز سازشی جماعت کو اپنی سازش سے برباد کیا،

حسن نے رفتہ رفتہ سرگروہ جماعت اسمٰعیل وغیرہ سے اپنے معاصرانہ مراسم پیدا کیئے، وہ لوگ شاہی محل مین آتے، اور حسن بازدید کیلئے ان کے یہان جاتا، اسی سلسلہ مین حسن نے ایک دن اسمٰعیل کے باغ کی سیر کا اشتیاق ظاہر کیا، اور پھر کچھ دنون کے بعد اسمٰعیل کو بلا بھیجا کہ وہ اس کی معیت مین اسکے باغ کی سیر کو جائے گا، اور اسی کے ساتھ اس نے اس جماعت کے تمام سربرآوردہ اشخاص کے پاس اسمٰعیل کی طرف سے پیغام بھیج دیا، کہ وہ شاہی محل مین آئین، اور یہان سے والی کی معیت مین باغ کی سیر و تفریح کے لئے روانہ ہون،

سہ پہر کو یہ مجمع اکٹھا ہو گیا، حسن نہایت بے تکلفی سے میزبانی کے فرائض انجام دیتا رہا، اور اپنی دلچسپ گفتگو کا ایک طویل سلسلہ چھیڑ دیا، جس مین ایسی محویت ہوئی کہ آفتاب غروب ہو گیا، اور محل کے فراش فانوس جلانے لگے، اس وقت حسن متعجب ہو کر چونک پڑا، اور وقت کی تاخیر پر افسوس کرنے لگا، پھر مہمانون کو نہایت سادگی سے مخاطب کرکے کہہ دیا "اب تو رات ہو گئی مناسب ہے کہ آپ لوگ آج میری میزبانی قبول فرمائین،، اور جواب کا انتظار کئے بغیر وہین سے بیٹھے بیٹھے مہمانون کے تمام ملازمین اور سپاہیون کو جو سواریون کے ساتھ آئے تھے، کہلا بھیجا کہ "آج امیر کی طرف سے ضیافت ہے، سب لوگ یہین شب باش ہونگے، تم لوگ اپنے گھرون کو واپس جاؤ،، اور اس کے بعد پھر باتون مین مشغول ہو گیا،

جب رات کچھ زیادہ آئی، تو خود مجمع سے اوٹھ گیا، اوسی وقت اچانک فوج کے ایک مضبوط مسلح دستہ نے ان معزز مہمانون کو اپنی حراست مین لے لیا، اور سب لوگ قیدخانہ بھیج دئے گئے، اور پھر پچھلی شب مین ان تمام معزز قیدیون کے سر بفلک محلون پر توپین دوڑا دی گئین، اور اون کا تمام گھر بار ضبط کر لیا گیا،

صبح کو شہر مین یہ ہیبت ناک واقعہ مشہور ہوا، اور سارے شہر مین سناٹا چھا گیا، اب مخالفین حکومت مین ایسا کوئی بھی موجود نہ تھا، جو عوام کی رہبری کرکے اونھین آمادۂ فساد کرتا، تمام شہری دم بخود اپنے اپنے گھر مین خاموش بیٹھے رہے،

حکومت کی کامل اطاعت حسن کو جزیرہ مین ہر دلعزیزی حاصل ہو چکی تھی، اس واقعہ سے سارے جزیرہ مین حکومت کے رعب و داب کا سکہ بھی قائم ہو گیا، اور جزیرہ کے چپہ چپہ مین اطاعت و فرمانبرداری کی فضا پیدا ہو گئی،

چنانچہ اسی واقعہ کے بعد جزیرہ کے وہ عیسائی علاقے بھی خود بخود مطیع ہو گئے جنھون نے حکومت کی کمزوری سے فائدہ اوٹھا کر ٹیکس دینا بند کر دیا تھا، چنانچہ تمام عیسائیون نے بغیر کسی فوج کشی یا کسی ادنیٰ تحریک کے از خود تین تین سال کی مالگذاری یکشت جمع کی، اور ایک راہب کو اپنا نمائندہ بنایا، کہ وہ عرض و معذرت کے بعد حکومت کے دفتر مال مین جمع کر دے، حسن نے اون کی معذرت قبول کی اور تین سال کی یکشت مالگذاری خزانۂ عامرہ مین داخل کر لی گئی،

بزنطی بیڑے کی صقلیہ پر حملہ آوری اور حسن کی فوجکشی اٹلی پر اور فتوحات حسن، صقلیہ کے معاملات کے یکسو ہو جانے کے بعد اب قدرۃً اٹلی کی طرف توجہ کرتا، مگر اتفاق وقت کہ اسکی ابتدا اوسی جانب سے ہوئی اور اطلاع ملی کہ قیصر روم صقلیہ مین خاندان طبری کی سرکشی اور یہان کی عام بدامنی سے جو حسن کے پیشرو یا اوس کے زمانہ مین قائم تھی، فائدہ اوٹھانا چاہتا ہے، اور اس کی فاتحانہ و حوصلہ مندانہ نظر مین

پر صقلیہ پر پڑنے لگی ہین، اور اس نے جہازون کا ایک بڑا بیڑا صقلیہ پر حملہ آوری کے لئے روانہ کر دیا ہے،

اس لئے اس موقع پر صقلیہ کے معاملات کا روبہ اصلاح ہو جانا حسن کے لئے قیمتی ثابت ہوا، چنانچہ جب امن وامان کے قیام کے بعد ان انتظامات سے فراغت حاصل ہوئی تو قیصرِ روم کے مقابلہ کی تیاریان کین، لیکن صقلیہ کی فوج بیزنطی بیڑے کے مقابلہ کے لئے کافی نہین تھی، اس لئے المنصور سے امداد طلب کی، اور اوس نے ایک بڑا فرح صقلبی کی سرکردگی مین صقلیہ روانہ کیا، جس مین ۷ ہزار سوار اور ۳۵۰۰ پیادے تھے، اور نیز بحری فوج اس کے علاوہ تھی، حسن نے اس اثنا مین جزیرہ سے بھی ایک بڑی فوج تیار کر لی تھی، چنانچہ ان سب کو لے کر وہ بری وبحری راستہ سے مسینا پہنچا، لیکن یہان میدان خالی تھا، بیزنطی بیڑا ابھی تک نہین پہنچا تھا،

حسن نے بیزنطی بیڑے کے انتظار مین وقت ضایع کرنا مناسب نہ سمجھا، اور یہان مناسب انتظام کرکے اپنی فوج لیکر اٹلی روانہ ہو گیا، کیونکہ گذشتہ چند سال کی بدامنی سے اٹلی کی اسلامی فتوحات کے اثرات زائل ہو چکے تھے، اٹلی کے معاملات زیادہ تر معاہدون سے وابستہ تھے، جب القائم کی تخت نشینی کے بعد صقلیہ مین بغاوت کی آگ مشتعل ہوئی اور خلیل اون کے فرو کرنے مین مصروف ہوا، اوسی زمانہ سے حکومت قلوریہ نے بھی اپنے جزیہ کی متعینہ رقم کو ادا کرنا موقوف کر دیا تھا، اور اس وقت تک یہ سلسلہ اسی طرح منقطع تھا،

حسن سب سے پہلے ریو پہنچا، یہان اسلامی آبادی ابھی تک قائم تھی، اور یہی ایک ایسا شہر تھا جسکو اسلامی حکومت کا مطیع کہا جا سکتا تھا، حسن نے اسی کو فوجی مرکز قرار دیا، اور یہان سے قلوریہ کے مختلف شہرون پر فوجین روانہ کر دین، اور خود ایک عظیم الشان لشکر لے کر ایک اہم شہر جراچہ (GERACA) پہنچا یہ ریو سے شمال مشرق مین ۴۴ میل پر واقع تھا، اور اس زمانہ کے خوبصورت شہرون مین شمار کیا جاتا تھا[1]،

---

[1] ڈکشنری آف جغرافیہ ج ۱ ص ۶۷۰، نزہۃ المشتاق ادریسی ص ۱۴، ابن اثیر ج ۸ ص ۳۵۷ و ۲۷۱ وابن خلدون، وتاریخ صقلیہ من عین دخلہا المسلمون در اماری ص ۱۷۴ وغیرہ،

حسن نے اسکا محاصرہ کرلیا، شہر کے کنارے ایک وادی، وادی جراجہ کے نام سے بہتی تھی، اور شہر مین اُسی کا پانی پیا جاتا تھا، حسن نے اس وادی پر قبضہ کرکے اہل شہر پر پانی کے تمام راستے روک دیئے اور اس کا ایسا شدید محاصرہ کیا، کہ چند ہی دن مین پیاس کی شدت سے شہر کے باشندون کے ہلاک ہونے کی نوبت آگئی، اور قریب تھا کہ حسن اس شہر پر بزورِ شمشیر قبضہ کرلے لیکن اس اثنا مین بیزنطی بیڑے کے آمد کی خبر آئی کہ وہ ادرنت مین آکر مقیم ہے، اسلیے حسن نے جراجہ والون سے کسی متعینہ رقم پر صلح کرلی، اور محاصرہ اوٹھاکر رومیون کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوگیا، لیکن رومی اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سنتے ہی ادرنت سے فرار ہوکر صوبہ انکبردہ کے مشہور شہر باری روانہ ہوگئے، حسن نے ان کا تعاقب نہین کیا، اور یہین صوبہ قلوریہ کے مختلف شہرون کو تخت و تاراج کرتا رہا، چنانچہ خود قلوریہ کے ایک قلعہ قسانہ کا محاصرہ کیا، اور فوج کے چھوٹے چھوٹے دستے مختلف مقامات پر بھیج دئے، قلعہ قسانہ کا ایک مہینہ تک محاصرہ جاری رہا، آخر اہل قلعہ عاجز آگئے، اور صلح کی درخواست پیش کی، حسن نے ایک معقول رقم وصول کرکے محاصرہ اُٹھالیا،

اسی اثنا مین جاڑون کا موسم آگیا، یہ زمانہ فتوحات کے لئے موزون نہ تھا، اکثر راستے جو فوجی نقل و حرکت مین کام آتے تھے، برف سے ڈھکے رہتے تھے، اسلئے مراجعت کا قصد کیا، اور فوج لیکر اٹلی سے مسینا چلا آیا، چونکہ رومی بیڑا مسینا کے قریب موجود تھا، اس لئے فوج کا بیشتر حصہ یہین رکھا، اور خود ملکی نظم و نسق کے لیے بلرم چلا آیا،

اسکے بعد المنصور نے قلوریہ کے حملے کا دوبارہ حکم دیا، چنانچہ حسن جاڑے گذرنے کے بعد ذی الحجہ ۳۴۰ھ (۹۵۱ء) مین مسینا سے قلوریہ روانہ ہوا، یہان معلوم ہوا کہ جراجہ والون کی امداد کے لیے بیزنطی لشکر پہنچ چکا ہے، حسن نے بھی اسی طرف رُخ کیا، وہان شہر کی فوج اپنے عیسائی حکمران سرغوس کی معیت مین اور بیزنطی لشکر بحری قائد ملجان (MANGIAS) کی سرکردگی مین موجود تھا، یوم عرفہ کے دن دونون فوجین آمنے سامنے آئین، اور معرکۂ کارزار گرم ہوگیا، دونون طرف کے جوانمردون نے

واد شجاعت دی، آخر زور کے رن کے بعد عیسائیون کو شکست ہوئی اور میدان جنگ چھوڑ کر فرار ہوئے مسلمانون نے تعاقب کیا اور یہ سلسلہ رات گذرنے تک جاری رہا، یہانتک کہ جراجہ کی شہر پناہ نے مسلمانون کا راستہ روک دیا، اس معرکہ مین مسلمانون کو فوجی ضروریات کی بیشمار چیزین باربرداری کے جانور اور آلات جنگ وغیرہ ہاتھ آئے،

اس کے بعد حسن نے دوسرے شہرون ترملس (TREMELI) اور بطرقوقہ وغیرہ پر تاخت کی، اور ہر جگہ کامیاب ہوا، ان لڑائیون مین بیشمار قیدی مسلمانون کے ہاتھ آئے انھی مین بنرنطی بیڑے کا امیر البحر بھی تھا، یہ سب قیدی صقلیہ اور افریقیہ کے مختلف شہرون مین بھیج دئے گئے، اور بنرنطی امیر البحر کو سولی پر چڑھا دیا گیا[1]

عارضی صلح اور اسکے شرائط حسن کی اس مہم کا آخری میدان جراجہ قرار پایا، ۳۴۱ھ ۹۵۲ء مین اوس نے اس کا محاصرہ کر لیا، محاصرہ کو چند ہی دن گذرے تھے، کہ شہنشاہ قسطنطین ہفتم پارفیرو جنٹس (CONSTANTINE VII POYPYROGENITUS) (۹۱۲ء تا ۹۵۹ء) نے اصرولس راہب کو نمایندہ بنا کر حسن کی خدمت مین بھیجا جس نے مشرقی روم کے فرمانروا کی طرف سے ایک عارضی صلح کی درخواست پیش کی، جو منظور ہوئی،

مسجد ریو حسن کے شرائط صلح مین ایک یادگار شرط مسلمانان ریو کے لئے ایک مسجد کی تعمیر تھی، اور نیز اس مسجد کے استحفاظ و بقا کے لئے اس معاہدہ مین تمام ممکن شرطین بھی طے کر لی گئین، جو حسب ذیل تھین،

(۱) مسلمانون کو ریو (ریگیو) مین مسجد تعمیر کرنے اور اس مین نماز پڑھنے اور اذان دینے سے روکا نہ جائیگا،

(۲) اس مسجد مین عیسائیون کو داخلہ کی اجازت نہ ہوگی،

(۳) وہ مسلمان قیدی جو کسی وقت عیسائیون کے ہاتھ مین گرفتار ہون، وہ کسی طرح فرار ہو کر آئین

---

[1] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۳۵۶، ۱۷۱، و تاریخ جزیرہ صقلیہ من حین دخلہا المسلمون در اماری، صفحہ ۱۷۲،

داخل ہو جائیں، تو وہ مامون ہو جائیں گے، عام ازین کہ وہ مسلمان قیدی اپنے دین پر قائم ہوں یا اپنے مرتد ہونے کا اعلان کر چکے ہوں،

(۴) اگر عیسائیوں نے اس مسجد کی ایک اینٹ بھی نکالی تو صقلیہ اور افریقہ کے تمام گرجے اور کنیسے بیک وقت مسمار کر دئے جائیں گے،

حسن تکمیل صلح کے بعد ریو آیا، اور اسی معاہدہ کے رو سے جسکو رومیوں نے قبول کر لیا تھا، یہاں وسط شہر میں ایک عالیشان مسجد کی بنیاد ڈالی اور اس کے ایک پہلو میں ایک نہایت بلند ماذنہ (اذان دینے کی جگہ) تعمیر کیا تاکہ شہر کے سب سے بلند ترین مقام سے توحید الٰہی کا اعلان کیا جا سکے اس مسجد کی شکل میں مسلمانان صقلیہ کی فتوحات کی ایک شاندار یادگار اٹلی میں قائم ہو گئی،

حسن مسجد کی تعمیر کے بعد اپنے لشکر کو لے کر صقلیہ لوٹ آیا، حسن کے اٹلی کی فتوحات پر تبصرہ کرنے کے لئے اس مسجد کی تعمیر کے شرائط پر نگاہ ڈالنا کافی ہے، کہ اوس نے کس فاتحانہ انداز میں شہنشاہ قسطنطنیہ سے شرائط صلح طے کئے، ابن اثیر ان شرائط کو نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھتا ہے۔

فوفا الروم بھذہ الشروط کلھا ذلۃ وصغارا[۱]	پھر رومیوں نے ان تمام شرطوں کو ذلت و حقارت برداشت کر کے پورا کیا،

فرمانروائے افریقہ کی وفات حسن کی واپسی کے بعد شوال ۳۴۱ھ ۹۵۲ء میں المنصور فاطمی فرمانروائے افریقہ کا انتقال ہو گیا، اور اس کا لڑکا معد المعز لدین اللہ کے لقب سے تخت حکومت پر بیٹھا،

المعز لدین اللہ بن المنصور فاطمی فرمانروائے افریقہ،

۳۴۱ھ ۹۵۲ء – ۳۶۵ھ ۹۷۵ء

حسن کی روانگی افریقہ المعز ماہ شوال ۳۴۱ھ ۹۵۲ء میں تخت نشین ہوا، حسن کو مرکزی حکومت افریقہ کے معاملات سے

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۵۰ و ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۰۹، و تاریخ صقلیہ من حین فتحھا المسلمون در اماری صفحہ ۱۷۱ و انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۵ صفحہ ۳۷

بھی وابستگی رہتی تھی، اسلئے وہ المنصور کی وفات اور المعز کی تخت نشینی کے بعد صقلیہ سے افریقیہ روانہ ہوا، اور اٹلی کے فتوحات کے مال غنیمت اور امدادی فوج کے سپہ سالار فرج صقلبی کو معیت مین لیکر ۳۴۲ھ ۹۵۳ع مین افریقیہ پہنچا،

حسن کا لڑکا احمد بطور قائم مقام والی صقلیہ

حسن نے صقلیہ مین اپنے لڑکے ابوالحسن احمد کو اپنا قائم مقام بنا دیا، اور وہ اپنے باپ کی طرف سے نیابۃً حکومت کرنے لگا،[۱]

احمد کا ولایت صقلیہ پر مستقل تقرر

حسن افریقیہ پہنچکر وہان کے ضروری کامون مین مصروف ہوگیا، اور اس سلسلہ مین ایک سال گذر گیا، وہ اثنا مین کسی ایسے موقع کا منتظر رہا۔ کہ اپنے لڑکے احمد کے لئے صقلیہ کی ولایت کا فرمان تقرری حاصل کرے آخر ایک سال کی کامل خاموشی کے بعد اس نے اس مسئلہ کو المعز کے سامنے چھیڑا، جس نے ۳۴۳ھ ۹۵۴ع مین احمد کے نام فرمان ولایت لکھکر بھیج دیا،[۲]

حسن کا صقلیہ مین زمانہ حکومت

احمد کے اس فرمان تقرر سے صقلیہ مین حسن کا عہد حکومت ختم ہوگیا، جو ابوالفدا کی صحیح روایت کے رو سے پانچ برس دو مہینے ہوتے ہین، اس اثنا مین اوس نے اولاً بغاوت کے تمام سرچشمون اور فتنون کا سدباب کیا، اٹلی مین اقتدار حاصل کیا، اور آخر مین اپنے خاندان کی متوارث حکومت کی کوششین کین، چنانچہ اس کے بجائے احمد کا تقرر اس کی متوارث حکومت کے لئے ایک پیش خیمہ ثابت ہوا،

---

[۱] البیان المغرب ابن عذاری (ترجمہ اردو) ص ۳۲۲ و ابوالفدا ج ۲ ص ۹۶ و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۵ حسن کے روانگی افریقیہ کا سال صرف ابوالفدا نے صاحب تاریخ القیروان کی تالیف تاریخ جزیرۂ صقلیہ کے حوالہ سے متعین کی ہے،

[۲] نہایۃ الارب دراماری ص ۴۴۲، ۴۴۳ ابوالفدا ج ۲ ص ۹۶ حسن کی مدت حکومت مختلف مورخین نے مختلف اعتبار سے مختلف لکھی ہے یعنی بعض لوگون نے احمد کے تقرر کو اس کی طرف سے نیابۃً تصور کیا ہے، لیکن جب المعز کی طرف سے اوسکو فرمان تقرر موصول ہوچکا، تو اوسکو عارضی تقرر سے کیونکر تعبیر کرسکتے ہین، اسی طرح بعض دوسرے مورخین نے دوسرے اعتبارات لئے ہین لیکن ان مین سے کوئی بھی صحیح نہین،

ابو الحسن احمد بن حسن کلبی فرمانروائے صقلیہ (۲)

سنہ ۳۴۳ھ ۹۵۴ء - سنہ ۳۵۸ھ ۹۶۸ء

صقلیہ کے ڈاک کے جہاز کی وجہ سے افریقیہ واندلس میں آویزش

احمد کے فرمان ولایت پانے کے دوسرے سال سنہ ۳۴۴ھ ۹۵۵ء میں ایک ایسا ناخوشگوار واقعہ پیش آیا جس سے مغرب کی دو اسلامی حکومتوں بنو امیہ اندلس اور فاطمیہ افریقیہ میں باہمی آویزش ہوگئی،

حکومت فاطمیہ افریقیہ اور حکومت امویہ اندلس میں فاطمیین کے ابتدائے قیام سے آویزش شروع ہوگئی تھی، چنانچہ اس سے پہلے افریقیہ کے بعض شمالی علاقہ کے لئے دونوں حکومتوں میں مختلف لڑائیاں ہوچکی تھیں، جنکی وجہ سے فاطمیین کے ممالک محروسہ میں سے ایک خاصہ رقبہ فاطمیین کی اطاعت سے منحرف ہوکر امویین کے سایۂ عاطفت میں جاچکا تھا اس لئے دونوں حکومتوں کے تعلقات ابتدا ہی سے ناخوشگوار تھے، لیکن اس کے باوجود بحر روم دونوں کی آماجگاہ تھا، اور دونوں کے جہاز آزادی سے آمد ورفت رکھتے تھے،

چنانچہ سنہ ۳۴۴ھ ۹۵۵ء میں صقلیہ کا ایک جہاز سرکاری وغیر سرکاری ڈاک لیکر افریقیہ جارہا تھا جسمیں حکومت کے ضروری سرکاری کاغذات اور دیگر معمولی رسائل تھے، اور ادھر اموی حکومت کا ایک عظیم الشان بیڑا مشرق سے واپس آرہا تھا، اس اموی بیڑے کو عبد الرحمن الناصر فرمانروائے اندلس نے اہتمام سے تیار کرایا تھا، اور اسکو سب سے پہلی مرتبہ نہایت قیمتی مال واسباب لادکر مشرق روانہ کیا تھا، اور واپسی میں اسی انداز کے نہایت قیمتی تحفے جن میں گانے والی خوبصورت لونڈیاں بھی تھیں، فرمانروائے اندلس کے لئے اسکندریہ سے بھیجے جارہے تھے، اور اسکندریہ کے دوسرے مسافر بھی سوار تھے، یہ اندلسی بیڑا صقلیہ

کے جہاز سے نسبتہً بہت بڑا تھا، اسلئے اس نے صقلیہ کے جہاز کو بے دست و پا پا کر گرفتار کر لیا، اور اپنے ساتھ لے کر اندلس روانہ ہو گیا،

المعز نے یہ خبر سنکر ایک عظیم الشان بیڑا اندلسی جہاز کے تعاقب مین روانہ کیا، اور بیڑے کی قیادت بانیِ دولت کلبیہ حسن کے سپرد کی، حسن نہایت تیزی سے اپنا بیڑا لے کر روانہ ہو گیا، وہ اندلسی بیڑا اندلس کے ایک ساحلی شہر مریہ پہنچکر لنگر انداز تھا، وہ بھی اسی ساحل پر جا پہنچا، مریہ مشرق و مغرب کے اتصال کا دروازہ تھا، اور اسی وجہ سے نہایت پر رونق تجارتی شہر تھا، اور ساحل پر بھی بڑے بڑے جہاز تجارتی مال و اسباب سے لدے ہوئے لنگر انداز رہتے تھے،[۱]

حسن نے یہان پہنچتے ہی قطار در قطار جہازون اور کشتیون مین آگ لگا دی، اور آگ کے شعلے آناً فاناً تمام پھیل گئے، اور لوگون مین عام بھگدڑ مچ گئی، پھر حسن نے اوس جہاز کو گرفتار کر لیا جس کے تعاقب مین یہان تک پہنچا تھا، ابھی تک اوس کا مال و اسباب اوتارا نہین گیا تھا، حسن نے سب پر قبضہ کر لیا، اور اوس اچانک حملہ کا اچانک حملہ سے جواب دیکر بغیر کسی قسم کا نقصان اوٹھائے ہوئے مظفر و منصور واپس آگیا، عبد الرحمٰن الناصر نے اوس کے جواب مین ایک لشکر فاطمیین کے ممالک محروسہ مین غارتگری کرنے کیلئے روانہ کیا، اور ادھر سے المعز نے مقابلہ کے لئے فوج بھیجی، دونون مین معرکہ آرائی ہوئی، اور دونون طرف کے سپاہی تہ تیغ ہوئے، اور صقلیہ کی ڈاک کے ایک معمولی جہاز کے لئے یہ سخت ہنگامہ آرائی برپا ہو گئی،[۲]

---

[۱] معجم البلدان ج ۸ (مریہ) ص ۳۴۲، ۳۴۳، [۲] ابن اثیر ج ۸ ص ۳۸۵، پھر ایک دو جنگ کے بعد دونون حکومتون مین مصالحت ہو گئی، اور المعز کو چند مقامات سے دستبردار ہونا پڑا، موسیو سدیو نے فاطمیہ و بنو امیہ کی اس آویزش کی ابتدا حسن کے اوس حملہ سے کی ہے، جو مریہ پر اوس نے کیا تھا (تاریخ عرب صفحہ ۲۴۹)، لیکن یہ صحیح نہین ہے، سلسلہ واقعات خود اسکی تردید کرتے ہین،

اٹلی کی پر فوجکشی

اس کے بعد حسن نے ۳۴۵ھ ۹۵۶ء مین اٹلی پر تاخت کرنے کیلئے ایک بیڑہ تیار کیا، اور خود اپنی سرکردگی مین لیکر روانہ ہوا، یہ بیڑا اثنائے راہ مین تھا، کہ سمندر مین طوفان آیا، اور بہت سے جہاز غرقاب ہو گئے، صرف معدودے چند جہاز ڈوبنے سے باقی رہ گئے، اور حسن بقیہ جہازون کو افریقیہ لوٹا لایا،

اٹلی کے ایک اسلامی قلعہ کا سقوط

اسلامی جہازون کی اس غرقابی سے اٹلی کی حکومتون کو حوصلہ پیدا ہو گیا، اور اونھون نے ایک اسلامی قلعہ پر تاخت کی، اور اوس پر قبضہ کر لیا، حسن نے اس کے تدارک کے لئے ایک دوسرا بیڑا تیار کیا، اور اس کو اپنے سگے بھائی عمار کی سرکردگی مین روانہ کیا، لیکن اتفاق وقت کہ یہ بیڑا بھی طوفان مین گھر گیا، اور اس مین اسلامی امیر البحر عمار بھی ہلاک ہو گیا،[۱]

والی صقلیہ کا بیعت کیلئے افریقیہ آنا،

حسن افریقیہ مین در پردہ اپنے موروثی سلطنت کے قیام کی کوششون مین مصروف تھا، اسی سلسلہ مین اُس نے احمد کو المعز کی خدمت مین باریاب کرنا چاہا، اور بیعت امامت کے بہانہ سے اوسکو افریقیہ بلوایا،

چنانچہ احمد ۳۴۷ھ ۹۵۸ء مین صقلیہ کے تیس عمائد و معززین کو ساتھ لے کر افریقیہ آیا، اور اس صقلی جماعت نے المعز کی خدمت مین باریاب ہو کر اوسکے ہاتھ پر بیعت امامت کی، المعز نے سب کو حسب مرتبت خلعت عطا کیا، اور پھر سب لوگ صقلیہ واپس آئے، یہ صقلیہ کی جانب سے خلافت فاطمی کی بیعت تھی،

ایک شاہی جشن مسرت

اسکے بعد ۳۵۱ھ ۹۶۲ء مین المعز کے لڑکے کے ختنہ کی تقریب ہوئی جسمین صقلیہ اور افریقیہ دونون میں بیک وقت ایک جشن عام منایا گیا کیونکہ المعز نے چاہا کہ اس تقریب کے ساتھ صقلیہ مین بھی عام تقریب منائی جائے اور اس وقت صقلیہ مین جسقدر غیر مختون بچے ہین ایک ہی دن سب کا ختنہ کر دیا جائے، اسی غرض سے المعز نے احمد سے صقلیہ کے غیر مختون لڑکون کے اعداد و شمار دریافت کئے، چنانچہ احمد نے جزیرہ کے تمام غیر مختون بچون کی فہرست مرتب کی، جو تعداد مین ۱۵ ہزار تھے، اور المعز کو ان سے مطلع کر دیا، المعز نے

---

[۱] اعمال الاعلام در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۲۷۱،

ختنہ کی تقریب کی انجام دہی کی تاریخ یکم ربیع الاول مقرر کی،

چنانچہ یکم ربیع الاول ۳۵۱ھ (۹۶۲ء) کو پہلے صقلیہ کے تمام غیر مختون بچون کو ختنہ کی تقریب مین حکومت کی طرف سے نئے کپڑے پہنائے گئے، پھر احمد نے سب سے پہلے اپنے لڑکے کا ختنہ کرایا، پھر اپنے بھائیون کا اور اُن کے بعد معززین و رؤسا کے صاحبزادون کی باری آئی، اور پھر صقلیہ کے عام باشندون کے غیر مختون بچون کی تقریب ادا ہوئی، اور ایک ہی دن نہایت دھوم دھام سے پندرہ ہزار بچون کا ختنہ کر دیا گیا، اسکے بعد المعز کی طرف سے ایک لاکھ درہم اور تحائف کے پچاس بوجھ افریقیہ سے آئے جوان تمام بچون مین تقسیم کر دئے گئے [1]

اس طریقہ جشن سے یا تو بادشاہ اور رعایا کے درمیان باہمی یگانگت پیدا کرنا مقصود تھا، یا یہ ایک مشرقی طرز شہنشاہی کی ایک دلچسپ نمائش تھی، جو فرمانروائے وقت کی مرضی کے مطابق بخیر و خوبی انجام پائی،

شہنشاہ روما کا صقلیہ کے خلاف مذہبی جنگ کا اعلان

ادھر چند سال سے صقلیہ مین کامل امن وامان قائم تھا، اور حکومت ملک کی تمدنی و علمی ترقیون مین مصروف تھی، اسی اثنا مین اٹلی مین ایک اہم سیاسی انقلاب ہوا، اور شاہ جرمنی اوتھو اعظم (OTHO THE GREAT) (۹۱۲ء تا ۹۷۳ء) نے اٹلی کے بعض حصص پر اقتدار حاصل کر کے سلطنت کلیسائے روما اور اس کے فرمانروا پوپ کو اپنے قبضہ و اختیار مین کر لیا، اور پوپ کے عزل و نصب کا اختیار اپنے ہاتھ مین لیلیا، اور پوپ کی جانب سے شہنشاہ کا لقب حاصل کر کے اٹلی کے اکثر حصۂ ملک پر فرمانروائی کرنے لگا،

اوتھو اعظم نے کلیسائے روما سے تعلق پیدا کر کے قدرتاً مسیحیت کی خدمت کی ذمہ داری بھی قبول کی اور خدمت مسیحیت کے نام سے اٹلی کی اسلامی آبادیون اور اسلامی حکومت کے زیر اثر شہرون پر حملہ آوری

---

[1] ابو الفداء ج ۲ ص ۹۶

شروع کر دی، چنانچہ یورپین مورخین مذہب عیسوی کے ایک خدمت گذار کی حیثیت سے اسکا نام لیتے ہیں[۱]

صقلیہ کے عیسائیون کی بغاوت

اٹلی مین اسلام و عیسائیت کے جنگ کی صدائے بازگشت صقلیہ بھی پہنچی، اور یہان کی وہی عیسائی رعایا، جو حسن کے قیام اقتدار کے بعد خود بخود مطیع ہوئی، اور بلرم مین اپنا نمایندہ بھیج کر اپنی سہ سالہ مالگذاری از خود خزانہ مین داخل کر گئی تھی اوتھو کی دعوت جہاد سے متاثر ہوئی، صقلیہ مین عیسائیون کا مرکزی شہر طبرمین تھا، وہ اگرچہ ایک سے زیادہ مرتبہ اسلامی حکومت کے قبضہ مین بزور شمشیر آچکا تھا، تاہم اسلامی حکومت نے صقلیہ کے عیسائیون کی درخواست پر اس کو باجگذار شہرون مین تسلیم کر لیا تھا، اسلئے اوسکے باشندون نے آسانی سے علم بغاوت بلند کر دیا،

دوسری طرف جب احمد کو عیسائیون کی اس تحریک کی اطلاع ملی، تو اوس نے بھی صقلیہ کی فوج کو نئے سرے سے آراستہ کیا، اور نیز افریقیہ سے مزید فوجی کمک طلب کی، اس لئے طبرمین کی بغاوت کی خبر سنتے ہی وہ بلرم سے روانہ ہوا، اور اواخر ماہ جمادی الاولی ۳۵۱ھ ۹۶۲ء بروز جمعہ طبرمین پہنچا، اور شہر کا محاصرہ کر لیا، اسی اثنا مین افریقیہ کی کمک بھی احمد کے چچازاد بھائی ابن عمار کی سرکردگی مین آپہنچی، اور دونون فوجین طبرمین کے محاصرہ مین مصروف ہوگئین،

فتح طبرمین اور وہان کے عیسائیون کا استیصال

اگرچہ اسلامی حکومت کی جنگی تیاریان، عیسائی دنیا کی طلب مبارزت کے جواب مین تھین، اس لئے ایک شہر کا محاصرہ اس کے لئے کچھ دشوار نہ تھا، لیکن فصیل شہر کے استحکام کے باعث محاصرہ مین ایک طویل مدت گذر گئی، آخر احمد کو اپنے باپ حسن کی وہ حکمت عملی یاد آئی، جو اوس نے جراجہ کے محاصرہ مین اختیار کی تھی، چنانچہ طبرمین مین بھی ایک دریا شہر سے ہو کر گذرتا تھا، اور اوسی کا پانی یہان پیا جاتا تھا، احمد نے اس دریا کا رخ پھیر کر اہل شہر پر پانی روک دینے کا فیصلہ کیا، اور اسی غرض سے ایک نہر کھدوانے لگا، اور چند دن مین دریا کے دہانے کا رخ پھر گیا، اور

[۱] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۰ صفحہ ۳۷ طبع یازدہم،

اہل شہر پانی کے ایک ایک قطرہ کے لئے ترس گئے، اور انھین مجبوراً مسلمانون کے سامنے سپر ڈالکر خود اپنی جانب سے ذیل کی شرطین پیش کرنی پڑین،

۱۔ شہر کی تمام دولت و ثروت پر قبضہ کر لیا جائے،

۲۔ تمام اہل شہر کی جان بخشی کیجائے،

۳۔ شہر کے جنگجو باشندے طوق غلامی پہننا قبول کرتے ہین،

احمد نے یہ شرطین منظور کر لین، اور ۲۵ ذی القعدہ ۳۵۱؁ھ ۹۶۲؁ء کو سات مہینے کے محاصرہ کے بعد مسلمان شہر پر قابض ہوگئے، اور شہر کے باشندے گرفتار کر کے افریقیہ بھیج دئے گئے، جن کی مجموعی تعداد نویری کے بیان کے مطابق ایک ہزار پانسو[۱] اور ابو الفدا کی تصریح کے مطابق ایک ہزار سات سو[۱] ستر سے کچھ زیادہ تھی،

طبرمین مین اسلامی نو آبادی اس کے بعد شہر مین اسلامی نو آبادی قائم کیگئی، اور اس کا نام المعز فرمانروائے افریقیہ کے نام پر المعزیہ رکھا گیا، اور جنگی حیثیت سے اسکی قلعبندی کر دی گئی،[۱]

عیسائیت و اسلام کی ایک جنگ عظیم اور فتح رمطہ طبرمین کا قطعی استیصال صقلیہ کے دوسرے شہرون رمطہ اور مسینا وغیرہ کے عیسائیون کو شاق گذرا، اور جہان جہان ممکن ہوا، اونھون نے جوش انتقام مین علم بغاوت بلند کر دیا، اور پھر بیزنطی حکومت سے امداد طلب کی، چنانچہ نویری لکھتا ہے،

"اور جب مسلمانون نے طبرمین فتح کر لیا، اور وہان سکونت اختیار کر کے اوسکو آباد کر لیا، اور قلعہ بندی کر لی تو اہل رمطہ بغاوت پر آمادہ ہوے اور دمستق[۲] شاہ قسطنطنیہ سے امداد چاہی"،

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۲۰۴، ابو الفدا ج ۲، صفحہ ۱۰۴، نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۴۳، [۲] دمستق اون شاہان بیزنطی کو کہتے تھے، جو خلیج قسطنطنیہ کے مشرقی حصون کے والی ہوتے تھے، اور وہ نسلاً بیزنطی حکومت کے شاہی خاندان سے تعلق نہیں رکھتے تھے، (ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۱۴۴) یہ وہی دمستق ہے جو سیف الدولہ کے مقابلہ مین گیا تھا، اور متنبی نے اپنے مشہور قصیدہ مین (بقیہ)

المعزنے یہ حالات سنکر احمد والی صقلیہ کو لکھ بھیجا کہ وہ حسن بن عمار کو رمطہ کے محاصرہ کے لئے روانہ کردے، اور اوسکو بھی طبرمین کی طرح عیسائیون سے خالی کرالے،

ابن عمار یوم پنجشنبہ ۲۹ رجب ۳۵۲ھ ۹۶۲ء کو رمطہ پہنچا، اہل رمطہ پہلے سے تیار تھے، ابن عمار نے محاصرہ کرلیا، اور اہل رمطہ روزانہ شہر سے نکل کر صفین درست کرتے، اور لڑبھڑ کر شہر مین داخل ہوجاتے، جب ابن عمار نے جنگ کا یہ نقشہ دیکھا، تو اوس کو اس کے طول پکڑنے کا یقین آگیا، لیکن بہرصورت اس شہر کو عیسائیون سے خالی کرانا تھا، اس لئے اوس نے طویل محاصرہ کا سامان کیا، چنانچہ اسلامی لشکر کے قیام کے لئے میدان محاصرہ مین پختہ بارکین بنوائین، اور خود اپنے لئے بھی ایک محفوظ قلعہ تعمیر کرایا،

ابن عمار، رمطہ مین محاصر تھا کہ صقلیہ پر حملہ آوری کے لئے ایک عظیم الشان بیزنطی بیڑے کی آمد کی خبر ملی، جسکو نقفور نے بڑے اہتمام سے تیار کرایا تھا، ابن عمار نے اوسکی اطلاع احمد کے پاس بھیجی، اور احمد نے ایک تیز رو جہاز المعز کے پاس بھیجا، اور افریقیہ سے جلد سے جلد کمک طلب کی، اور خود صقلیہ مین جنگی تیاری کرنے لگا، چنانچہ تمام شکستہ حال جہازون کو از سر نو درست کیا، کچھ نئے بنے ہوئے جہاز بیڑے مین شامل کئے، اور جسقدر بری و بحری فوج تیار مل سکتی تھی، سب کو مسلح کرلیا، اور اودھر المعز نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۷) الدمستق ہارث سے اوسی کو مراد لیا ہے، اس کا نام نقفور تھا، اور دمستق سے نویری کی مراد بھی نقفور ہے، ابن اثیر کے مطبوعہ نسخہ کے متن مین اس کا نام نقفور چھپا ہے یہ صحیح نہین، اس کا صحیح نام وہی نقفور ہے، جو ابن اثیر کے دوسرے نسخہ سے حاشیہ پر منقول ہے، کیونکہ اس کے نام کا یورپین تلفظ نائیکیفورس یا نسیفورس دوم فوکس (NICEPHOYUS II PHOCAS) ہے، جس کا عربی تلفظ نقفور صحیح ہوگا، اس کا عہد حکومت ۳۵۲ھ ۹۶۲ء سے ۳۵۹ھ ۹۶۹ء تک ہے، یہ شاہان بیزنطی مین سے باسل دوم اور قسطنطین ہشتم کا اتالیق تھا، اور ۳۵۲ھ ۹۶۳ء سے حکومت بیزنطی کا مدار المہام شہنشاہ CO-REGENT EMPERORS تسلیم کیا گیا، اور چھ سال تک ان تینون کی مشترکہ شہنشاہی رہی، (اسٹوری آف دی نیشنس بیزنٹائن ایمپائر ج ۲۰ صفحہ ۲۲۹، ۲۳۲) نقفور اسلامی حکومتون کا دشمن تھا، جب طرطوس اور مصیصہ وغیرہ پر قابض ہوا، اور صقلیہ پر حملہ آوری کیلئے جنگی بیڑے بھیجے، (ابن اثیر جلد ۸ صفحہ ۲۴۴)

بھی پورا اہتمام کیا، اور اپنے صیغۂ فوج کا جائزہ لے کر چیدہ لشکر تیار کیا، اور ان سپاہیون کے تالیف قلوب کے لئے ان مین گرانقدر رقمین تقسیم کین، اور پھر سب کو حسن کلبی کی قیادت مین صقلیہ روانہ کر دیا، کہ صقلیہ مین ایسے مشکل وقت مین حسن کی رہبری کی ضرورت تھی، چنانچہ وہ ماہ رمضان ۳۵۲ھ مین صقلیہ پہنچ گیا،

اس کے بعد وہ عظیم الشان رومی بیڑا جس کی آمد کا غلغلہ ڈیڑھ دو مہینے سے جزیرہ مین بلند تھا، یوم چہار شنبہ ۱۴ شوال ۳۵۲ھ کو ایک تجربہ کار جنرل منویل کی سرکردگی مین صقلیہ پہنچا اور مسینا کے ساحل پر لنگر انداز ہو گیا، اس بیڑے مین چالیس ہزار سے زیادہ کار آزمودہ سپاہی تھے مسینا کے عیسائی پہلے سے آمادۂ بغاوت تھے، شہر کے دروازے کھل گئے، اور بزنطی لشکر شہر مین داخل ہو گیا، اور اسی شہر کو اپنا مرکز قرار دیا، یہان اولاً فصیل کی کمزوریان درست کین، پھر اوس کے گرداگرد ایک عمیق خندق کھود ڈالی،

یہ رومی لشکر ستم زدگان طرمین کے انتقام مین آیا تھا، اور نیز جزیرہ کے عام عیسائیون کو مسلمانون کے پنجۂ ظلم سے نجات دلانا بھی اس کا مطمح نظر تھا، اس لئے جزیرہ کے عیسائیون مین بھی جوش و خروش پیدا ہوا، منویل نے جزیرہ مین بھی فوجی بھرتی کی تحریک کی، چنانچہ جزیرہ کے عیسائی ہر طرف سے جوق درجوق اس کے زیر علم آتے گئے، یہانتک کہ اس قدر عظیم الشان لشکر اس کے علم کے نیچے آ گیا، کہ عرب مورخین ابن اثیر اور نویری وغیرہ کے بیان کے مطابق اتنی بڑی فوج کبھی صقلیہ مین جمع نہین ہوئی تھی،

منویل نو دن تک مسینا مین مقیم رہا، اور پھر ۱۵ ارشوال ۳۵۲ھ کو ایک ٹڈی دل انسانون کے مجمع کو ساتھ لیکر رمطہ کے عیسائی محصورین کو مسلمان محاصرین سے نجات دلانے کے لئے روانہ ہوا، بعض مورخین کے بیان کے روسے یہ رومی لشکر تقریباً ایک لاکھ انسانون پر مشتمل تھا،[۱]

[۱] عقد الجمان دریاد گاری ج ۲ صفحہ ۸۶،

ادھر بھی اگرچہ فوج کی تعداد بہت ہی کم تھی، لیکن دو آزمودہ کار قائد حسن کلبی اور حسن بن عمار کے ہاتھوں میں فوج کی کمان تھی، کیونکہ حسن کلبی بھی رمضان ہی میں ابن عمار کی اعانت کیلئے رمطہ پہنچ چکا تھا،[۱]

حسن اور ابن عمار عیسائیوں کی تیاریوں سے آگاہ تھے، اس کے ساتھ اپنی قوت کا بھی اندازہ تھا، علاوہ ازیں اب محصورین کا خوف علحدہ تھا، کہ وہ عین موقع کارزار پر شہر کے دروازے کھول حملہ آور نہ ہوجائیں، اس لئے اون لوگوں نے ایک جنگی حکمت عملی اختیار کی، اسلامی لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا، اور چاروں کو چار راستوں پر مقرر کیا، چنانچہ ایک مضبوط دستہ مسینا کے راستہ پر ابن عمار کی نگرانی میں روانہ ہوا، مسینا، رمطہ سے نو میل پر واقع تھا، اور منویل اسی راستہ سے کوچ کرتا آرہا تھا، دوسرا دستہ رمطہ کے رُخ پر محاصرہ قائم رکھنے کے لئے چھوڑ دیا گیا کہ محصورین عقب سے حملہ نہ کر بیٹھیں، اور تیسرا دستہ میقس کے راستہ پر بھیج دیا گیا، جو رمطہ سے جنوب کی طرف واقع تھا، یہ راستہ طرمین اور مسینا

[۱] ابن اثیر کی تصریح سے رمطہ کے اس محاصرہ اور آیندہ پیش آنے والی عظیم الشان جنگ کی کمان ابن عمار کے ہاتھ میں تھی، لیکن ابوالفدا، اور لسان الدین ابن الخطیب نے اس کو حسن بن علی الکلبی کی طرف منسوب کیا ہے، اس لئے ہمارے خیال میں اصل واقعہ یوں ہے کہ ابن عمار پہلے سے محاصرہ کئے ہوئے تھا، حسن افریقہ سے امدادی فوج لے کر جب صقلیہ پہنچا، تو اس کا ایک حصہ رمطہ کے محاصرہ میں امداد پہونچانے کے لئے یہاں چلا آیا، جو یقیناً حسن ہی کی سرکردگی میں آیا ہوگا اگرچہ حسن کے نام کی کوئی تصریح نہیں ہے، چنانچہ ابن اثیر لکھتا ہے،

وسیرھم مع الحسن بن علی والد احمد فوصلوا الی صقلیۃ فی رمضان فسار بعضھم الی الذین یحاصرون رمطۃ فکانوا معھم علی حصارھا، ج ۸ ص ۲۱۷	اور المعز نے تقسیم انعامات کے بعد ان سپاہیوں کو احمد کے والد حسن بن علی کی سرکردگی میں روانہ کردیا، اور وہ لوگ رمضان میں صقلیہ پہونچے، اور ان میں سے کچھ لوگ محاصرین رمطہ کے پاس چلے گئے، چنانچہ یہ لوگ بھی محاصرہ میں شریک تھے،

اس لئے درحقیقت اون مورخین نے ان واقعات کو حسن کی شخصیت کی وجہ سے اسی کی طرف منسوب کیا، اور ابن اثیر نے ابن عمار کے نام کو اس لئے باقی رکھا کہ اسی کی سرکردگی میں محاصرہ کا آغاز ہوا تھا،

کی آمد و رفت کا تھا، اور نہایت دشوار گذار تھا، اور چوتھے دستہ کو دنش کے راستہ پر بھیجا، جو رمطہ سے شمال مین واقع تھا، اس طریقہ سے ہر چہار طرف سے ناکہ بندی کر دی گئی، اس تقسیم سے اس کا اصل منشا یہ تھا، کہ جب رومی فوج قریب آئے تو میقس اور دنش والے دستے اوس پر میمنہ اور میسرہ سے اچانک حملہ کر بیٹھین، اور پھر سامنے سے خود ابن عمار اپنی جمعیت لیکر ٹوٹ پڑے،

لیکن اتفاق سے مسلمانون کی یہ حکمت عملی منویل پر کسی طرح آشکارا ہو گئی، اور اوس نے بھی نہایت خاموشی سے اپنے دو مضبوط دستے اون دونون راستون پر مقابلہ کے لئے بھیج دئے، اور نیز ایک تیسرا دستہ اوس راستہ پر بھیج دیا، جو بلرم سے رمطہ آتا تھا، تاکہ اگر ابن عمار کی امداد کے لئے کوئی کمک آتی ہو، تو اوسکو بھی روک دیا جائے، اور خود رمطہ کی طرف بڑھتا رہا،

جب دونون فوجین آمنے سامنے آئین، تو منویل نے اپنے لشکر کو چھ صفون مین ترتیب دیا، اور اپنے جنگی قواعد سے اسلامی لشکر کو ہر طرف سے گھیر لینے کی کوشش کی، مسلمانون کی اوس حکمت عملی کی ناکامی سے نقشہ جنگ بگڑ چکا تھا، اسلئے ایک ہی جگہ جمع ہو کر مقابلہ کرنے لگے، اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی، اسی اثنا مین محصورین رمطہ موقع پا کر باہر نکل آئے، اور مسلمانون پر عقب سے بھی حملہ ہونے لگا، اسلامی لشکر اس وقت ایک دائرہ مین محصور تھا، اور ہر طرف سے بجلی کی طرح تلوارین اون کے سرون پر گرنے لگین، دیر تک یہی حالت قائم رہی، آخر مسلمانون کے پائے استقلال مین لغزش آئی، اور نہایت ابتری سے پسپا ہوئے، عقب مین حملہ آور محصورین کی ایک قلیل تعداد تھی، اسلئے راستہ ملگیا، اور مسلمان افتان و خیزان کسی طرح اپنے خیمون تک پہنچ گئے،

اب رومیون کو اپنی فتح کا یقین ہو گیا، وہ جوش و خروش سے تعاقب کرتے آگے بڑھے، اس وقت قریب تھا کہ مسلمان ہتھیار ڈالدین، لیکن ابن عمار کو یہ بخوبی معلوم تھا کہ یہ میدان صقلیہ کی سہ صد سالہ اسلامی تاریخ کے لئے فیصلہ کن ثابت ہوگا، یہ سوچتے ہی آگے بڑھا، اور ایک زبردست

آواز کے ساتھ چلا اوٹھا،

اَللّٰھُمَّ اِنَّ بَنِی آدَمَ اَسْلَمُوْنِیْ — خداوندا! انسانون نے تو مجھے دشمن کے سپرد

فَلَا تُسْلِمْنِیْ، — کردیا، مگر تو مجھے ہرگز اون کے سپرد نہ کرنا،

ابن عمار یہی چلاتا ہوا قریب کے ایک دستہ کو ہمرکاب لے کر رومیون کے بڑھتے ہوئے لشکر پر ٹوٹ پڑا، ابن عمار کے اس دستہ کا ایسا متفقہ حملہ تھا کہ گویا ایک ہی شخص تمام رومیون کو زیروزبر کر رہا ہے،

رومیون کو اپنی کثرت تعداد پر ہمیشہ گھمنڈ رہا ہے، ابن عمار کے اس مختصر دستہ کی اس جرأت پر حقارت کی نظر ڈالی، اور ابن عمار کے جواب مین رومی سپہ سالار منویل نے بلند آواز سے چند طنزآمیز فقرے کہے عجب اتفاق انھی چند فقرون نے مسلمانون پر جادو کا کام کیا، اور کچھ ایسی دینی غیرت وحمیت پیدا ہوئی کہ جان پر کھیل کر ہر جوان جوش وخروش سے پھر میدان مین کود پڑے اودھر منویل نے بھی وفور غضب سے بیتاب ہوکر خود اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور نیزہ سنبھال لیا، اور ایک جوان مرد مسلمان سپاہی کو ایسا تاک کر نیزہ مارا کہ وہ وہین سرد ہوگیا، منویل ابھی تک فوج کو لڑا رہا تھا، اب وہ خود میدان مین آیا تھا، مجاہدین ایسے موقع کے ہمیشہ انتظار مین رہتے ہین، اس کو دیکھتے ہی ہر طرف سے گھیر لیا، اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ اوس پر ٹوٹ پڑے اور اس پر نیزون پر نیزے پڑنے لگے، لیکن مسلمانون کے نیزے اوس کے آہنی خود اور زرہ بکتر سے اچیٹ اچیٹ جاتے، تب مسلمانون نے اوسکے گھوڑے کو نشانہ بنایا، گھوڑا چند لمحون مین زخمی ہوکر گر پڑا، گھوڑے کے گرتے ہی منویل زمین پر آرہا، اور مجاہدین نے چشم زدن مین اوس کا سرتن سے جدا کیا،

منویل کے قتل سے رومیون مین تہلکہ مچ گیا، بڑے بڑے کارآزمودہ افسر اور مقدس بطارقہ جوش انتقام مین سینہ سپر آگے بڑھے، اس وقت بڑے زورون کا رن پڑا، اسلامی لشکر کے حوصلے بھی بڑھ چکے

سکتے، ایک ہی نرغہ میں اس ہیش رو جماعت کو کائی کی طرح کاٹ کر ڈال دیا، اب جنگ کا پانسہ پلٹ چکا تھا، پھر بھی رومی لشکر سے میدان پٹا پڑا تھا، وہ بھیڑ بکریوں کی طرح مسلمانوں کے سامنے آتے، اور مسلمان صفوں کی صفیں چاک کرتے چلے جاتے اس سے رومیوں میں ابتری پیدا ہوئی، رومی سرداروں نے فوج کو بہت کچھ سنبھالنا چاہا، لیکن تھوڑی دیر میں تمام صفیں درہم برہم ہوگئیں،

اسی اثنا میں تائید ایزدی سے آسمان پر گھنگھور گھٹا اوٹھی، اور بادل کی گرج اور بجلی کی تڑپ سے میدان جنگ میں اور زیادہ خوفناک سماں پیدا ہوگیا، ادھر مسلمانوں کی تلواروں کی کوند کیا کم تھی کہ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں برق و رعد کی خوفناک چمک اور تڑپ سے رومیوں میں عام بدحواسی طاری ہوگئی، اسی سراسیمگی میں ایک طرف کو پسپا ہوئے، لیکن شومی قسمت سے اودھر ایک عمیق خندق کھدی ہوئی تھی، ادھر مسلمانوں کا تعاقب جاری تھا، آخر خوف و دہشت اور عام بدحواسی میں اسی خندق میں کود پڑے لیکن خندق میں جان کی سلامتی کیلئے کچھ آپس میں کشمکش ہوگئی، اور آپس ہی میں ایک دوسرے کا خاتمہ کرنے لگے، یہانتک کہ رومیوں کی لاشوں سے خندق پٹ گئی، اور مفرور رومی سپاہی اپنے گھوڑوں کی ٹاپ سے اپنے بھائیوں کی لاشیں روندتے ہوئے پار نکل گئے، اور میدان جنگ کا مطلع صاف ہوگیا، مگر مسلمانوں نے اس وقت بھی پیچھا کرنا نہ چھوڑا، رومی جدھر موقع پاتے فرار ہوتے، اور مسلمان نشان قدم ڈھونڈ ڈھونڈ کر تعاقب کرتے اور پکڑ پکڑ کر قتل کرتے،

جنگ کا آغاز پو پھٹتے ہوا تھا، عصر تک میدان کارزار گرم رہا، پھر فرار اور تعاقب کا سلسلہ رات گذرنے تک جاری رہا،

نویری کے بیان کے مطابق مقتولین جنگ کی تعداد دس ہزار سے متجاوز تھی، کچھ لوگ زندہ گرفتار ہوئے جنمیں اکثر معززین اور کار آزمودہ قائدین تھے، مال غنیمت کثیر مقدار میں حاصل ہوا جو فوجی خیمہ و خرگاہ گھوڑے بار برداری کے سامان اور آلات جنگ وغیرہ کے علاوہ تھا، اسی سلسلہ میں

مسلمانون کی خوش قسمتی سے اون کی ایک کھوئی ہوئی عزیز ترین متاع بھی ہاتھ آئی، وہ آنحضرت صلعم کے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی ایک ہندی تلوار تھی، جو بارہا غزوات نبوی مین آنحضرت صلعم کے حضور مین کام کر چکی تھی، اس مبارک شمشیر پر یہ الفاظ کندہ تھے،

ھذا سیف ھندی وزنہ مائۃ	یہ ہند کی بنی ہوئی تلوار ہے جس کا وزن ایک سو ستر
وسبعون مثقالا طال ما ضرب بین	مثقال ہے اس نے بارہا رسول اللہ صلی اللہ
یدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	علیہ وسلم کے سامنے کام دیا ہے،

یہ تلوار غالباً قسطنطنیہ کے پہلے حملہ مین کسی صحابی کے ساتھ قسطنطنیہ گئی ہو، اور یا شام کی لڑائیون مین حکومت بزنطی کو دستیاب ہوئی ہو، اب یہ متاع گران مایہ مسلمانون کے ہاتھ مین تھی، اور یہی اس فتح کا سب سے بڑا ثمرہ تھا،

اس کے بعد جنگ کے تمام قیدی جو تعداد مین صرف دو سو تھے، اور مال غنیمت جسمین یہ تلوار بھی تھی المعز کے پاس مژدہ فتح کے ساتھ بھیج دیے گئے،[1]

جب دوسری صبح نمودار ہوئی، رمطہ کا میدان سنسان پڑا تھا، جو مفرور رومی بچ گئے تھے، وہ پو پھٹتے پھٹتے صقلیہ کی سرزمین کو الوداع کہکر جہازون پر سوار ہو گئے، اور ریو مین جا کر پناہ لی، انھی کے ساتھ مسینا وغیرہ کے عیسائی باغی بھی فرار ہو گئے،

حکومت ریو کا قسطنطنیہ کے مفرور سپاہیون کو پناہ دینا اون معاہدون کے خلاف تھا، جو اسلامی حکومت صقلیہ اور ریو مین طے پائے تھے، اس لئے رمطہ کی اس جنگ کا آخری میدان آپ سے آپ ریو قرار پا گیا، لیکن ابھی ابن عمار کو شہر رمطہ کا آخری فیصلہ کرنا تھا اسلئے وہ یہین ٹھہر گیا،

---

[1] نہایۃ الارب حوادث ۳۵۴ھ در امازی ص ۲۴۹، ابن اثیر ج ۸ ص ۴۱۲ و عقد الجمان فی تاریخ اہل الزمان در یادگاری ج ۲ ص ۸۶،

اگرچہ میدانِ رمطہ میں مسلمانوں کی اس پر فخر عظیم الشان فتحمندی کے بعد باشندگانِ رمطہ میں مقاومت کا حوصلہ باقی نہیں رہا تھا، مگر رمطہ کے عیسائیوں میں مذہبِ عیسوی پر فدائیت کا جنون آمیز جذبہ ابھی تک کارفرما تھا، اس لئے اون لوگوں نے آخر دم تک مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا، اور محاصرہ کے شدائد سے بچانے کے لئے شہر کی ضعیف اور ناتوان آبادی کو جن میں عورتیں اور بچے زیادہ تھے شہر کی فصیل سے باہر نکال دیا، اور صرف جنگ آزما سپاہی اپنے چند رشتہ داروں کے ساتھ قلعہ میں محصور ہو کر بیٹھ گئے، مگر پھر ان میں سے بھی ایک ہزار سپاہیوں نے فاقہ کشی سے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دئے، اور مسلمانوں کے رحم و کرم پر اسلامی لشکر میں چلے آئے، اسلامی سپہ سالار نے انھیں گرفتار کر کے بلرم بھیج دیا،

اس کے بعد اسلامی لشکر کے سپہ سالار نے اہلِ شہر کی بیچارگی و درماندگی کا اندازہ لگا کر طریقۂ محاصرہ بدل دیا، اور ایسے مسلسل حملوں کا سلسلہ جاری کر دیا، کہ محصورین کو ایک لمحہ بھی اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہ ہوتا، یہاں تک کہ چند ہی دن کے اندر ایک دن چند مسلمان سپاہی شب کے تاریکی میں فصیل پر سیڑھیاں لگا کر چڑھ گئے، اور شہر کے دروازے کھول دئے، اور رات ہی کے وقت پورا اسلامی لشکر شہر میں گھس گیا، اور قتلِ عام کا بازار گرم کر دیا، جو بچے اور عورتیں شہر میں باقی رہ گئی تھیں، وہ گرفتار کر لی گئیں، اور شہر کی دولت و ثروت مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں ملی،

اس کے بعد اس شہر کو بھی طبرمین کی طرح عیسائیوں سے خالی کرا لیا گیا، اور یہاں بھی مسلمانوں کی ایک نوآبادی شہر کے مکانوں کی معمولی مرمت اور فصیل کے جنگی استحکام کو از سرِ نو درست کر کے قائم کی گئی، اور پھر حسن بن علی الکلبی اور ابن عمار اسلامی لشکر لیکر بلرم چلے آئے،

ایک فیصلہ کن بحری جنگ حکومتِ صقلیہ فتحِ رمطہ کی تکمیل کے بعد ریو کی طرف متوجہ ہوئی، یہاں مفرور رومی لشکر، اور صقلیہ کے مختلف رومی شہروں کے مفرور عیسائی باغی پناہ گزین تھے، چنانچہ احمد ایک عظیم الشان جنگی بیڑا خود اپنی سرکردگی میں لیکر اٹلی روانہ ہوا، صقلیہ کے وہ مفرورین پہلے سے خائف تھے، عجب اتفاق کہ یہ اسلامی بیڑا

عین اوسی وقت پہنچا جب وہ لوگ ساحل ریو سے سوار ہو کر جان بچانے کیلئے کسی اور طرف جارہے تھے، دونون بیڑون کا سمندر مین مقابلہ ہو گیا، وہ لوگ بھی پوری طرح مسلح تھے، دیر تک بحری جنگ ہوتی رہی اسی اثنا مین چند جانباز مجاہدین سمندر مین کود پڑے، اور جہازون کو اپنے بحری آلات حرب سے توڑ کر برباد کرنے لگے، اس طریقہ سے بیشمار جہاز تہ آب ہو گئے، اسی کے ساتھ خونریزی کا سلسلہ بھی جاری رہا، اور بیشمار عیسائی قتل ہوئے،

اس بحری جنگ مین رومی فوج تقریبًا برباد ہو گئی، ان مین کا ایک بڑا حصہ مارا گیا، ایک حصہ سمندر مین غرق ہوا، کچھ لوگ فرار ہو گئے، لیکن وہ ایسے منتشر ہوئے کہ کسی کو آپس مین ایک دوسرے کی خبر نہین ملی، اور کچھ لوگ زندہ گرفتار ہوئے جن مین ایک بہت بڑی تعداد معززین و بطارقہ کی تھی چنانچہ ابن خلدون کی تصریح کے مطابق ایک ہزار عمائد و معززین اور ایک سو بطارقہ تھے، اور اسی کے شایان شان مال غنیمت بھی ملا، یہ بحری جنگ اس سلسلۂ محاربات مین ایک فیصلہ کن جنگ قرار پائی، اور اس کا نام "وقعۃ المجاز" پڑ گیا،

مسلمانون کی اس شاندار فتح سے بزنطی ممالک مین صف ماتم بچھ گئی، نقفور قیصر روم اس وقت علاقۂ شام مین ایک اسلامی شہر مصیصہ پر حملہ آور تھا، اور اگرچہ مسلمانان مصیصہ بہت زیادہ درماندہ ہو چکے تھے لیکن جب اوسکو اس حسرتناک تباہی کا حال معلوم ہوا، تو وہ اسی پریشانی و دل تنگی مین محاصرہ سے دستبردار ہو گیا اور دیوانہ وار قسطنطنیہ چلا آیا،

سرزمین یورپ مین ایک کامل عربی جزیرہ

صقلیہ کی تاریخ مین یہی جنگ حقیقی معنون مین فیصلہ کن ثابت ہوئی، اور اسی جنگ کے بعد صقلیہ پر عیسائی دنیا نے حقیقی معنون مین اقتدار تسلیم کیا، اور اسی دن سے صقلیہ کی عیسائی آبادی بھی حقیقی طور پر مطیع ہوئی، اور شہنشاہ قسطنطنیہ بھی صقلیہ کے دعوی سے قطعًا دستبردار ہو گیا، اگرچہ امر واقعہ کے لحاظ سے دولت اغالبہ کے آخر عہد مین فتح صقلیہ پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی تھی، لیکن

یورپین مورخین اسی فتح رمطہ پر صقلیہ میں اسلامی حکومت کی فاتحانہ پیشقدمیون کا سلسلہ ختم کرتے ہیں، اور اسی دن سے صقلیہ پر کامل اقتدار تسلیم کرتے ہیں، چنانچہ ان کے نقطۂ نظر سے ۱۳۸ سال کی مسلسل تگ و دو کے بعد جو ۲۱۲ھ ۸۲۷ء سے شروع ہو کر ۳۵۴ھ ۹۶۵ء پر ختم ہوتی ہے صقلیہ کی تسخیر پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

جس طرح سرقوسہ (سیراکیوز) باسل مقدونی کے عہد حکومت میں عیسائیون کے ہاتھ سے نکلا، اوسی طرح عربون کے حملے نقفور (نکفورس) کے عہد حکومت میں عین اوسی سال جس سال کہ وہ تخت نشین ہوا، پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے، چنانچہ ۳۵۲ھ ۹۶۳ء میں اون لوگون نے طبرمین (ٹاورمنیا) پر قبضہ کیا اور سنوسال کے لئے اس نے اسلامی حیثیت اختیار کرلی، اور پھر ۳۵۴ھ ۹۶۵ء میں رمطہ کو بھی زوال آگیا اور اسلامی مقبوضات میں داخل ہو گیا،

اس طرح ۱۳۸ سال میں عربون نے وہ کیا، جو کنعانیٹ (CANAANITE) سے کبھی نہ ہو سکا، اب پورا جزیرہ ایک عربی جزیرہ تھا جس نے ایک خالص اسلامی حیثیت اختیار کرلی،[1]

حسن کلبی کی وفات احمد نے اختتام جنگ کے بعد یوم المجاز کے تمام معزز قیدیون اور مال غنیمت کو اپنے باپ حسن کے پاس صقلیہ بھیج دیا، جو اس وقت صقلیہ کی حکومت سنبھالے تھا، اوسے یوم المجاز کی ایسی غیر متوقع کامیابی کی کبھی امید نہ تھی، اس لئے جب اوسکو اپنے لڑکے کی اس عظیم الشان فتح مندی کی اچانک خوشخبری پہنچی، اور ایسے ایسے نامی اور مشہور رومی قائدین پابہ جولان اسکے سامنے لائے گئے تو وہ فرط مسرت سے مدہوش ہو گیا، اور شادمانی و کامرانی کے نشہ سے مخمور قیدیون کی لانے والی جماعت کے استقبال کو آگے بڑھا، لیکن اوس کے جذبات مسرت اعتدال پر قائم نہیں رہے، جذبات مسرت سے اوسکی طبیعت ہیجان میں آگئی، اور شدت سے بخار چڑھ آیا، اور یہ واقعہ شادی مرگ ثابت ہوا، اور سات

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا طبع یازدہم ج ۲۵ ص ۳۲، کنعانائٹ یعنی کنعانی یہان اس سے مراد صقلیہ کی فنیقی حکمران ہیں،

کی علالت کے بعد ۱۸ ذی القعدہ ۳۵۳ھ مطابق ماہ نومبر ۹۶۴ء کو اوس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، وفات کے وقت اسکی عمر ۵۳ سال کی تھی،

جنوبی اٹلی پر تاخت

اودھر احمد بحری جنگ کے اختتام کے بعد اندرون اٹلی مین چلا گیا تھا، کہ یہان کی مقامی حکومتون کو ان کی غداری کی سزا دے، چنانچہ وہ مختلف شہرون کو تاخت و تاراج کرتا رہا، بالآخر صلح کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، اور نئے سرے سے عہدنامے مرتب ہوے، جن کے رو سے ایک معقول رقم بطور تاوان کے وصول کیگئی، اور ہر سال کے لئے جزیہ کی ایک متعین رقم کی ادائی طے پائی، اسی اثنا مین اسکو اپنے باپ کے سانحۂ ارتحال کی خبر پہنچی، چنانچہ یہان کے تمام امور با تکمیل کو پہنچا کر اوائل ۳۵۴ھ ۹۶۵ء مین صقلیہ لوٹ آیا،

حکومت بزنطی اور حکومت افریقیہ مین مصالحت

حکومت بزنطی ۳۵۴ھ ۹۶۵ء تک کی شکستون کے تلخ تجربون کے بعد جب صقلیہ کے دعوی سے دستبردار ہوگئی تو کچھ دنون کے بعد چاہا، کہ دونون حکومتون مین مستقل طور پر دوستانہ مراسم قائم ہو جائین، چنانچہ ۳۵۶ھ ۹۶۷ء مین حکومت بزنطی اور افریقیہ مین دوستانہ مصالحت کے نامہ و پیام ہونے لگے، اور اسکی ابتدا خود قیصر روم نقفور نے کی المعز نے بھی اس کے جواب مین نہایت خندہ جبینی سے دست مصالحت بڑھایا، طرفین سے عزت و احترام کے ساتھ تحائف کا سلسلہ جاری رہا، اور آخر ایک پائدار صلح نامہ مرتب ہو گیا، اس مصالحت کا تذکرہ عرب اور یورپین مورخین دونون نے کیا ہے، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین قیصر روم نقفور (فوکس) کا سوانح نگار لکھتا ہے، کہ

"جب وہ بری بحری شکستون کے بعد سسلی کے دعوے سے کلیۃً دستبردار ہو گیا، تو اوس نے ۹۶۷ء مین قیروان کی تحریر سے صلح کر لی"[۲]

تکمیل صلح کے بعد المعز نے پورے حالات کی تفصیل احمد کے پاس لکھ بھیجی اور صقلیہ مین بھی اس صلح کا اعلان کر دیا گیا، اور اسی سال المعز کی تحریر کے بموجب اسی سلسلہ مین صقلیہ مین چند نئے احکام نافذ کئے گئے،

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۱۸۳ نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۸ ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۷ و ص ۲۰۹ ابو الفدا ج ۲ ص ۹۵ و اعمال الاعلام در یادگار ج ۲ ص ۴۴۵ کتاب المونس ص ۶۱ و نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۸ [۲] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا در سوانح نیکیفورس فوکس ج ۱۹ ص ۶۴۵ وغیرہ

اس کے بعد دونون حکومتون مین نہایت دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے باہم تحائف کے تبادلے ہوئے چنانچہ ۳۵۸ھ ۹۶۸ء مین قیصر روم کی طرف سے قسطنطنیہ سے المعز کے پاس پھر ہدیے آئے، المعز نے اس کے جواب مین خلوص و مودت کے اظہار کے لئے صقلیہ کی دونون عیسائی آبادیوں طرمین اور رمطہ کو پہلے کی طرح عیسائیون کے سپرد کردینا چاہا، چنانچہ احمد کو اس کا فرمان موصول ہوگیا، کہ ان دونون شہرون کو مسلمانون سے خالی کرکے عیسائیون کو دیدیا جائے، اور اس طریقہ سے رومیون نے اون شہرون کو جنھین وہ بزور شمشیر نہ لے سکتے تھے، عربون سے اپنے دوستانہ مراسم کے پردہ مین حاصل کیا،

طرمین اور رمطہ کی بربادی	المعز کا یہ فرمان خواہ قیصر روم کی خواہش کی تکمیل کے لئے ہو یا دوستانہ تعلقات کے عملی ثبوت کے لئے از خود آیا ہو، بہرحال یہ عام مسلمانان صقلیہ کو نہایت ناگوار گذرا،

اور خود والی صقلیہ احمد نے لئے اس درجہ ناقابل برداشت ثابت ہوا، کہ اوس نے امتثال امر کے بجائے اپنے بھائی ابو القاسم اور اپنے چچا جعفر کو بھیج کر دونون شہر مسلمانون سے خالی کرائے، اور انھین عیسائیون کے حوالہ کرنے کے بجائے مسمار کرکے اُن مین آگ لگا دی گئی،

احمد یہ جو کچھ کر گذرا وہ محض ایک غیر معتدل ملی و قومی غیرت و عصبیت او ربیچارگی کے جوش انتقام مین تھا، جو ایسے موقعون پر سرزد ہو جاتا ہے، اسی قسم کی ایک مثال دور حاضر مین بھی پیش آچکی ہے جب جنگ عظیم کے بعد ۱۹۱۹ء مین معاہدۂ سیورسے طے پایا، اور جرمن امیر البحر کو جرمن بیڑے اتحادیون کے حوالہ کرنے کا حکم ملا، تو عین اُسدن جب وہ جہاز دشمنون کے قبضہ مین جانے والے تھے، جرمن امیر البحر نے جہازون کو آگ لگا کر غرقاب کر دیا،

لیکن اس قسم کے واقعات جب بھی پیش آئین، اور وہ جس جذبہ سے بھی سرزد ہون ان کے ارتکاب کرنے والے حکومت کی نگاہ مین بے قصور نہین ٹھہر سکتے اس لئے احمد بھی اس جرم کے بعد اپنے عہدہ پر قائم نہین رکھا جا سکتا تھا، چنانچہ جب المعز کو یہ حال معلوم ہوا، تو اوس کی پاداش مین ولایت صقلیہ کے عہدہ سے

اوس کو معزول کیا، اور صقلیہ سے ترک سکونت کرکے افریقیہ واپس آنے پر مجبور کردیا،

خاندان کلبیہ کا صقلیہ سے انقطاع

احمد شاہی خاندان کی بجاآوری مین اپنے تمام اہل خاندان، بال بچون، بھائی بہن عزیز واقارب اور اپنی تمام دولت وثروت اور خدم وحشم کے کیساتھ تیس جہازون مین سوار ہوکر صقلیہ سے روانہ ہوگیا، اور اس کے بعد بظاہر خانوادۂ کلبیہ کا ایک متنفس بھی صقلیہ مین باقی نہین رہ گیا، اور صقلیہ سے دولت کلبیہ کا بظاہر انقطاع ہوگیا،[۱]

کلبین کی صقلیہ سے بے تعلقی مین تعلق

لیکن واقعات کی ترتیب سے جہان تک سمجھا جاسکتا ہے، المعز کا خانوادۂ کلبیہ کے ساتھ یہ برتاؤ صرف ایک سیاسی نمایش تھی، کہ شاہی فرمان کی نافرمانی کی بظاہر سزا دیجائے تاکہ روم وعرب کی اوس مصالحت مین کوئی فرق نہ آنے پائے، اسی لئے المعز نے اپنی برافروختگی کے اوس اظہار کے باوجود خانوادۂ کلبیہ کے ارکان کے ساتھ اون کے افریقیہ پہنچنے کے بعد اچھا برتاؤ کیا اور خود احمد اور خانوادۂ کلبیہ کے دوسرے اکابر کو حکومت کے جلیل القدر عہدون پر سرفراز کیا،[۲]

جدید والی کا تقرر

المعز نے صقلیہ کو دولت کلبیہ سے بظاہر بے تعلق کردینے کے بعد ایک خوش آیند طریقہ سے اس بے تعلقی مین بھی ایک تعلق قائم رکھا، اور صقلیہ سے خانوادۂ کلبیہ کے اخراج کے بعد اسی خانوادہ کے ایک آزاد کردہ

---

[۱] نہایۃ الارب در امار ی ص ۴۴۱، ۴۲۵ جب خانوادۂ کلبیہ افریقہ پہنچا، تو المعز نے احمد کو افریقیہ کے پورے بحری بیڑون کا افسر اعلیٰ مقرر کیا، اور اسوقت مصر وشام مین جو پیشقدمی جاری تھی، اسکی نگرانی اوسی کے سپرد کی، لسان الدین ابن الخطیب صاحب اعمال الاعلام لکھتا ہے،

ولما ولی احمد بن حسن قام بامر صقلیہ خیر قیام وولی الجہاد بنفسہ استدعاہ المعز وحمل لہا رجل الی تملک البلاد المصریۃ والشامیۃ فقدمہ علی جیوش البحر وکان اسطولہ عظیمۃ قد ذکرت مفاخرہ وآثرہم

(دریا دگاری مضامین تاج اصف ۲۹۷)

اور جب احمد بن حسن صقلیہ کا والی مقرر ہوا تو اوس نے نظم ونسق اور سلسلہ فتوحات کا بہترین انتظام کیا، پھر المعز نے اوسکو اپنے پاس اوس وقت طلب کر لیا جب وہ مصر وشام پر حملہ آور ہونے لگا، اور اوسکو بحری لشکر کا افسر اعلیٰ مقرر کیا چنانچہ اوس کے بیڑے نہایت عظیم الشان تھے جن کا

[۲] [illegible]

غلام یعیش کو جو بانی دولت کلبیہ حسن کا پروردہ تھا، والی مقرر کیا، اور اس طریقہ سے اگرچہ کلبین کو بظاہر صقلیہ سے کوئی تعلق باقی نہین رہا، تاہم اس تقرر سے دولت کلبیہ کا انتساب کسی نہ کسی حیثیت سے قائم رہا، اگرچہ جدید والی صقلیہ یعیش صقلیہ اور افریقہ دونون جگہ خود بھی اثر واقتدار رکھتا تھا، تاہم اوسکی شہرت "مولیٰ حسن" کے انتساب کے ساتھ قائم تھی، اور عجب کیا کہ اس کا تقرر اسی لئے ہوا ہو، کہ مناسب موقع سے کلبین

(بقیہ حاشیہ ص ۳۷۰) اور اسی طرح ابو الفداء لکھتا ہے کہ المعز نے اوس کو اس اہم خدمت کے لئے عارضی طور پر افریقہ طلب کیا اور احمد نے یعیش کو (جو اوس کے بعد والی ہوا) اپنی طرف سے اپنا قائم مقام بنایا، ابو الفدا اور لسان الدین ابن الخطیب نے طرمین و رمطہ کے خالی کرانے اور اس سلسلہ مین جو واقعات پیش آئے انکا تذکرہ نہین کیا ہے اس لئے ان واقعات کو ان لوگون نے اس طرز ادا مین بیان کیا ہے،

اسی طرح خانوادۂ کلبیہ کا ایک دوسرا رکن ابو عبد اللہ محمد الکلبی (المولود ۳۱۹ھ ۹۳۱ء) صقلیہ سے افریقہ آنے کے بعد المعز کے مقربین خاص مین شامل ہو گیا، پھر جب المعز مہدیہ سے ترک سکونت کر کے مصر پہنچا، اور قاہرہ مین قیام پذیر ہوا تو وہ بھی اوس کے ساتھ قاہرہ پہنچا، مقریزی لکھتا ہے،

وقدم ابو عبد اللہ ھذا الی مصر مع المعز وکان اخص الناس بہ واقربہم (کتاب المقفی مقریزی)	یہ ابو عبد اللہ المعز کی معیت مین مصر پہنچا، یہ اوس کے مخصوص ترین اشخاص اور مقربین مین تھا)

ابو عبد اللہ محمد جب مرض الموت مین مبتلا تھا، تو المعز کو اس سے جو تعلق خاطر تھا، اُسکے تقاضے سے اُسکے مکان پر اسکی عیادت کو آیا کرتا، اور جب ۲ر جمادی الاولیٰ ۳۶۳ھ ۹۷۴ء کو وفات پائی، تو تجہیز و تکفین مین خود شریک ہوا، اور شاہانہ تزک واحتشام سے جنازہ اٹھایا، قاضی نعمان بن محمد نے غسل دیا، اور خود المعز نے نماز جنازہ پڑھائی پھر خود ہی تابوت کھولا، اور اوس کے بعد ولیعہد امیر عبد اللہ بن المعز کی استعانت سے لاش کو اپنے ہاتھون سے اٹھا کر تابوت مین رکھا، اور قاہرہ کے سکونتی مکان مین دفن کیا،

یہ واقعات ان تعلقات کو اچھی طرح واضح کرتے ہین، جو خاندان بنو فاطمہ اور خانوادۂ کلبیہ کے درمیان قائم تھے اس لئے المعز صرف کسی ایک امر مین عدول حکمی کر دینے سے اس پورے خاندان کو صقلیہ سے جلا وطن ہو جانے پر مجبور نہ کرتا، لیکن سیاسی حکمت عملی کا یہی اقتضا تھا کہ فوری طور پر کوئی نمایشی کاروائی اختیار کیجائے، اور چونکہ احمد نے ان شہرون کے برباد کرنے کیلئے اپنے خاص رشتہ دارون ہی کو منتخب کیا تھا، اسلئے پورے خاندان کا سوال سامنے آگیا تھا، اور اسی لئے صقلیہ سے خانوادۂ کلبیہ کو بلا لینے کا فیصلہ کیا،

کو پھر برسر اقتدار کر دیا جائے، اور اسی لئے ہم یعیش کو بھی فرمانروایان کلبیین کے سلسلہ کی ایک کڑی شمار کرتے ہین،

احمد کا زمانہ حکومت | مورخین احمد کا زمانہ، حکومت سولہ سال نو مہینے لکھتے ہین، جو اوس کے قائم مقامی کے زمانہ کو ملا کر ہوتا ہے[۱]،

یعیش مولی الحسن کلبی فرمانروا صقلیہ (۳)

۳۵۸ھ ۹۶۸ء - ۳۵۹ھ ۹۶۹ء

یعیش ۳۵۸ھ ۹۶۸ء مین والی مقرر کیا گیا، باشندگان صقلیہ کو قدرۃً اس کا تقرر ناگوار گذرا، وہ احمد اور خانوادۂ کلبیہ کو مستوجب سزا نہین سمجھتے تھے،

دار الصناعۃ کے مزدورون مین کشت و خون اور بغاوت | عجب اتفاق کہ اسی اثنا مین جزیرہ مین ایک واقعہ پیش آگیا، اور اسی سلسلہ مین یعیش کے خلاف بغاوت پھیل گئی،

بلرم مین جہاز سازی کے لئے ایک دار الصناعۃ قائم تھا اور اس پر موالی بنی کتامہ کو زیادہ رسوخ حاصل ہو گیا تھا، یہ کارخانہ صقلیہ کے بڑے کارخانون مین تھا، صقلیہ کے جنگی بیڑے اسی مین تیار ہوتے تھے، اس مین زیادہ تر موالی بنو کتامہ کام کرتے تھے، اور چھوٹے بڑے عہدہ دار اور مزدور اکثر انھین مین سے تھے، یعیش نے برسر حکومت آنے کے بعد اس کے کاریگرون مین موالی بنی کتامہ کے علاوہ صقلیہ کے مختلف اسلامی قبائل کے کاریگر بھرتی کر دیئے، اور کارخانہ کے اندرونی سیاسیات مین باہمی کشمکش شروع ہو گئی،

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۴۴۹، ابو الفدا ج ۲ ص ۹۶، نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۱، و اعمال الاعلام در یادگاری ج ۱ ص ۷۷۴، اعمال الاعلام مین احمد کے افریقہ کی روانگی کی تاریخ اواخر ماہ شوال ۳۵۹ھ ہے، ممکن ہے مہینہ کی تعیین صحیح ہو مگر یہ سنہ ابن اثیر، نویری اور ابو الفداء وغیرہ کی روایت سے مختلف ہے اور واقعات کی ترتیب سے انھی روایتون یعنی ۳۵۸ھ کی تائید ہوتی ہے،

بغاوت | یہ واقعہ کوئی ایسا اہم نہ تھا کہ اس کا اثر سارے جزیرہ مین پھیل جاتا، اور اوسکی وجہ سے اتنے عام کشت وخون کی نوبت آجاتی، لیکن جزیرہ مین یعیش کے خلاف جو فضا پہلے سے موجود تھی، اس سے اوسکو مدد ملی، اور اسکی لہر کارخانہ سے نکل کر سارے جزیرہ مین پھیل گئی، ابتداءً کارخانہ کے اندر موالی بنی کتامہ اور دوسرے قبیلون کے کاریگرون مین کشت وخون ہوا، اس کا اثر شہر بلرم پر پڑا، پھر موالی جہان جہان آباد تھے، یہ فتنہ ان مقامات تک پہنچا، اور سرقوسہ وغیرہ مین بدامنی پھیل گئی اور وہان اوراس کے مضافات مین موالی کی ایک کثیر تعداد قتل کی گئی،

یعیش نے ابتداءً معاملات کے سدھارنے کی کوشش کی، اور فریقین مین مصالحت کی سلسلہ جنبانی کی لیکن اوسکو کامیابی نہین ہوئی، اسی اثنا مین وہ جماعت بھی اوٹھ کھڑی ہوئی، جو ملک مین یعیش کے خلاف ہنگامہ آرائی چاہتی تھی، چنانچہ ملک مین ہرطرف ہنگامۂ و شورش برپا ہوگئی، شورش پسندون نے اپنا سارا غصہ ان عیسائیون پر اوتارا، جو صقلیہ مین جابجا آباد تھے کیونکہ اون کے خیال مین المعز نے انھی کی دوستی مین خانوادۂ کلبیہ کو یہان سے جلاوطن کیا تھا،

احمد کا دوبارہ تقرر | جب المعز کو ان حالات کی خبر ہوئی، تو اوس نے اس کے تدارک کے لئے باشندگان صقلیہ کا مطالبہ منظور کیا، اور یعیش کو معزول کرکے احمد کے تقرر کا دوبارہ اعلان کردیا،

احمد بن حسن کلبی والیٔ صقلیہ (۴)

سنہ ۳۵۹ھ
۹۶۹ء

احمد کی نیابت | احمد دوسری مرتبہ صقلیہ کی ولایت پر سرفراز کیا گیا، اس واقعہ سے صقلیہ مین دولت کلبیہ کی بنیاد اور زیادہ مستحکم ہوگئی، احمد کا یہ دوبارہ تقرر اسکی عدم موجودگی مین عمل مین آیا تھا، وہ اس وقت اپنے سابق عہدہ امارت البحر پر سرفراز تھا، اور مصر کی مہم مین گیا ہوا تھا، اس لئے المعز نے اوس کے بھائی ابوالقاسم کو اس کا قائم مقام

بنا کر صقلیہ بھیج دیا،

ابوالقاسم احمد کے قائم مقام کی حیثیت سے ۱۵ شعبان ۳۵۹ھ ۹۶۹ء کو صقلیہ پہنچا، باشندگان صقلیہ نے احمد کے تقرر اور ابوالقاسم کی اس قائم مقامی کو دل سے پسند کیا، ملک میں ہر طرف آپ سے آپ امن و امان قائم ہو گیا،[۱]

احمد کی وفات ابوالقاسم کا تقرر

ابوالقاسم چند ماہ تک احمد کی طرف سے نیابۃً فرائض امارت انجام دیتا رہا، لیکن مسلمانان صقلیہ کی بدقسمتی سے احمد کا وہ سفر سفر آخرت ثابت ہوا، اور وہ طرابلس الشام کے ساحل پر کسی مرض میں مبتلا ہوا، اور اواخر ۳۵۹ھ ۹۶۹ء میں اوس نے وفات پائی، اور اوسکی وفات کے بعد ابوالقاسم کے نام اوائل ۳۶۰ھ ۹۷۰ء میں مستقل فرمان تقرر موصول ہوا،

ابوالقاسم بن حسن کلبی فرمانروائے صقلیہ (۵)

۳۶۰ھ ۹۷۰ء - ۳۷۲ھ ۹۸۲ء

المعز نے احمد کی وفات پر اولاً ابوالقاسم کو تعزیت بھیجی، اور ایک فرمان تقرر بھیج کر اوس کو صقلیہ کا مستقل والی بنایا، یہ فرمان ماہ محرم ۳۶۰ھ ۹۷۰ء میں صقلیہ پہنچا،[۲]

دولت کلبیہ صقلیہ کا استقلال

ابوالقاسم کلبیین میں وہ خوش قسمت فرمانروا ہے، جس کے عہد میں دولت کلبیہ صقلیہ کا استقلال

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۴۹، [۲] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۲، ابوالفداء ج ۲ ص ۹۷، اعمال الاعلام در یادگاری ج ۲ ص ۴۷، میں نے بقرائن نہایۃ الارب کے بیان کو لیا، ورنہ اعمال الاعلام میں احمد کی تاریخ وفات یوم پنجشنبہ ۲۸ ذی الحجہ ۳۶۰ھ ہے اور ابوالقاسم کے جدید فرمان تقرر کے آنے کی تاریخ اواخر ماہ رجب ۳۶۰ھ ہے، تاہم سنہ کی تصحیح کے ساتھ تاریخ وفات صحیح ہے،

باضابطہ تسلیم کیا گیا، جو دولت فاطمیہ کے پایۂ تخت کے افریقیہ سے مصر منتقل ہو جانے کا ایک نتیجہ تھا،

خلافت عباسیہ اور دولت فاطمیہ افریقیہ مین اسی وقت سے آویزش شروع ہو گئی تھی جب وہ تاسیس حکومت کے لئے افریقیہ آرہے تھے، یہانتک کہ چوتھی صدی کے وسط مین حکومت عباسیہ عالم نزع مین آگئی، اوران کی حلیف حکومت اخشیدیہ مصر بھی دم توڑ رہی تھی، چنانچہ ۳۵۶؁ھ ۹۶۶؁ء مین معز الدولہ جو خلیفہ عباسی پر حاوی ہو چکا تھا، انتقال کر گیا، اور اوس کے انتقال کے بعد اوس کے لڑکے بختیار اور اوس کے چچازاد بھائی عضد الدولہ مین باہمی رقابت پیدا ہوئی، اور کارکنان دولت عباسیہ اپنے انھی مناقشون مین الجھے رہے، اور دولت عباسیہ کے ممالک محروسہ اوران کی حلیف سلطنتون مین اختلال پیدا ہوا، خصوصًا مصر کے والی کافور اخشیدی کے انتقال کے بعد مصر مین عام اضطراب پیدا ہوا، اور ملک کو قحط کے مصائب سے بھی دوچار ہونا پڑا،

عباسیہ کی حریف سلطنت دولت فاطمیہ کے فرمانروا المعز نے ان حالات سے فائدہ اوٹھانا چاہا، اور ایک فوجی افسر جوہر کی سرکردگی مین جو سرزمین صقلیہ ہی کا ایک فرزند تھا، مصر پر چڑھائی کر دی اور ۱۵ شعبان ۳۵۸؁ھ ۹۶۸؁ء کو مصر پر قابض ہو گیا، اور پھر اوس نے سال کے اختتام سے پہلے پہلے شام کا مطلع بھی صاف کر لیا، اور مصر و شام پر فاطمی پرچم لہرانے لگے،

ان فتوحات کے بعد المعز نے جوہر صقلی کے اصرار سے افریقیہ سے منتقل ہو کر مصر کے جدید تعمیر شدہ شہر القاہرہ کو اپنا پایۂ تخت قرار دیا، جسکی تعمیر جوہر کی سرکردگی مین ۳۶۱؁ھ تک انجام پا گئی تھی،

چنانچہ المعز ۳۶۱؁ھ ۹۷۱؁ء مین اپنے لاؤ لشکر اور خدم و حشم کے ساتھ افریقیہ سے روانہ ہوا، پہلی منزل سردانیہ مین قرار پائی، اور یہان تین چار مہینے مقیم رہ کر مغربی ممالک کے صوبون کا انتظام کیا، اس جدید نظم مین افریقیہ کی ولایت کو یوسف بن بلکین بن زیری بن مناد صنہاجی کے سپرد کیا جس نے افریقیہ مین آیندہ چلکر دولت صنہاجیہ

ـــــــــــــــــــــــ

سلہ ابن اثیر ج ۸ ص ۴۲۵، ص ۴۲۶، ص ۴۳۵،

قائم کی، لیکن افریقیہ کی ولایت سے صقلیہ اور طرابلس الغرب وغیرہ کو الگ کر لیا، اور ان میں سے صقلیہ کو افریقیہ کے ایک مساوی درجہ حکومت تسلیم کرکے اسکو مستقل طور پر آل حسن یعنی کلبین کے سپرد کر دیا اور ابو القاسم کو اپنی نگرانی میں صقلیہ کا ایک خود مختار فرمانروا تسلیم کیا،

کلبین اگرچہ عملاً پہلے ہی سے یہان کے خود مختار والی تھے تاہم اب ضابطہ کے ساتھ یہ خانوادہ یہان کا شاہی خاندان تسلیم کیا گیا، اور یہان اون کی ویسی ہی متوارث حکومت قائم ہوگئی جیسی کسی زمانہ میں اغالبہ کی افریقیہ میں قائم تھی، چنانچہ اغالبہ کی طرح ان کا بھی صقلیہ میں سکہ وخطبہ جاری ہوگیا، اور فاطمیین سے اون کو اوسی قسم کا ایک برائے نام تعلق قائم رہا، جیسے اغالبہ کا عباسیہ سے تعلق قائم تھا،

اس کے بعد المعز مصر دانیہ سے جدید دار السلطنت قاہرہ مصر پہنچا، اور اب جزیرۂ صقلیہ کے مرکزی حکومت سے جو روابط تھے وہ افریقیہ کے بجائے مصر سے وابستہ ہوگئے،[۱]

المعز کی وفات اور اس کی جانشینی

ورود مصر کے چند سال کے بعد المعز نے ۱۱ ربیع الآخر ۳۶۵ھ ۹۷۵ء کو قاہرہ میں ۴۵ سال کی عمر میں وفات پائی کل مدت خلافت ۲۳ سال، ۱۰ مہینے ہوئی، المعز نہایت نیک سیرت حلیم طبع اور اہل علم کا قدردان اور خود ماہر علم وفن تھا، یہ فاطمیین میں سب سے زیادہ خوش قسمت فرمانروا گذرا ہے، حدود مملکت میں دیار مغرب کے علاوہ مصر وشام حرمین شریفین، اور بعض حصص عراق داخل تھے، اس کے بعد اس کا لڑکا نزار تخت خلافت پر العزیز باللہ کے لقب سے سرفراز ہوا،[۲]

العزیز باللہ ابو منصور نزار بن معز خلیفہ فاطمی

۳۶۵ھ ۹۷۵ء — ۳۸۶ھ ۹۹۶ء

العزیز ۱۴ محرم ۳۴۴ھ ۹۵۵ء کو افریقیہ پیدا ہوا، ۲۱ سال کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا، سپہ سالاری کے عہد

---

[۱] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۵۶، وابن خلدون ج ۴ ص ۴۹، [۲] ابو الفداء ج ۲ ص ۱۱۲، خطط مصر مقریزی ج ۲ ص ۱۶۷،

پر جوہر صقلی کو سرفراز کیا، اور وزارت عظمیٰ کا قلمدان یعقوب بن کلس کے سپرد کیا،

اب فرمانروایان صقلیہ استقلال تام رکھتے تھے اس لئے خلافت مصر مین تبدیلی کی وجہ سے ابوالقاسم کیلئے ولایت صقلیہ کے فرمان کی تجدید کی ضرورت نہین تھی،

اٹلی کا حملہ صقلیہ پر اور صقلیہ کی جوابی پیشقدمی اٹلی پر

ابوالقاسم ایک امن پسند فرمانروا تھا، مدت تک سکون واطمینان سے حکومت کرتا رہا یہان تک کہ المعز کا عہد کامل امن وامان سے گذر گیا، لیکن اوسکی امن پسندی جنگ وجدل اور کشت وخون کو روکنے مین زیادہ دنون تک کامیاب نہ ہوسکی، کیونکہ روما پر شاہ جرمنی اوتھو اعظم کے برسر اقتدار ہوجانے سے عیسوی دنیا مین نئی جان پڑگئی تھی، اوس کے انتقال کے بعد جب سنہ ۹۷۳ء مین اوس کا لڑکا اوتھو دوم (سنہ ۳۴۴ھ ۹۵۵ء - سنہ ۳۷۲ھ ۹۸۳ء) کے لقب سے شہنشاہ ہوا، تو مذہب عیسوی کی خدمت کی ذمہ داری اوس کے ہاتھ مین آگئی، اور اوس نے نئے جوش وخروش سے کلیسا کی خدمت شروع کی،

چنانچہ عرب مورخین کے بیان کے روسے سنہ ۳۶۵ھ ۹۷۵ء مین اٹلی سے ایک عظیم الشان مسیحی لشکر صقلیہ پر حملہ آوری کیلئے مسینا پہنچا، مجاہدین صقلیہ نے بھی مدت سے شوق جہاد کو پورا نہین کیا تھا، فرمانروائے صقلیہ ابوالقاسم نے جہاد کا اعلان کیا، اور مسلمان جوق در جوق جہاد کی شرکت کے لئے فوج مین داخل ہوگئے جن مین ایک کثیر تعداد علماء وصالحین امت کی بھی تھی،

مجاہدین کا یہ مقدس لشکر مبارک ماہ رمضان مین مسینا پہنچا، مگر عیسائی مسلمانون کی تیاریون کی خبر سنکر آبنائے مسینا عبور کرکے اٹلی فرار ہوگئے،

جب ابوالقاسم مسینا پہنچا تو میدان خالی تھا، مسینا کے عیسائیون نے اٹلی کے عیسائیون کی امداد کی تھی، اونھین سرزنش کی اور پھر اٹلی روانہ ہوگیا، اور یہان کسنتہ کا محاصرہ کیا، چند دن محاصرہ مین گذرے تھے کہ اہل شہر طالب امان ہوئے، اور زر نقد کی ادائی پر صلح ہوگئی اور ابوالقاسم یہان سے ایک دوسری قلعہ جبلوا[1]

---

[1] بعض مورخین نے حلوی لکھا ہے،

اور چند دیگر مقامات پر پہنچا، اور یہان بھی اسی طرح کامیابی حاصل ہوئی،

اس کے بعد ابو القاسم نے لشکر کو دو حصون مین تقسیم کیا، ایک حصہ اپنے ساتھ رکھا، اور دوسرے حصہ کو اپنے بھائی قاسم کے سپرد کیا، جو جنگی جہازون پر سوار ہو کر قلوریہ روانہ ہوا، اور ایک ساحلی شہر بربولہ[1] پہنچا، اور لشکر کو قلوریہ مین جابجا پھیلا دیا جو تاخت و تاراج کرتا رہا، عیسائیون سے مختلف لڑائیان ہوئین جنمین بہت سے عیسائی کام آئے، اور کچھ گرفتار کئے گئے، اور غلام بنائے گئے، اور کثیر مال غنیمت حاصل ہوا، اور کچھ دنون کے بعد ابو القاسم لشکر کو لے کر بلرم چلا آیا[2]،

رمطہ کی دوبارہ تعمیر فوجی نقل و حرکت کے اس آغاز کے بعد ابو القاسم کو رمطہ کی تعمیر کا دوبارہ خیال پیدا ہوا، کیونکہ صوبہ مسینا مین ایسا کوئی مستحکم شہر نہ تھا جہان فوجی چھاؤنی قائم کیجاتی، مسینا کے باشندون سے جزیہ پر صلح تھی اور اب اٹلی کی گذشتہ تاخت سے عیسائیون کے حملہ کا ہر وقت اندیشہ ہو گیا تھا، اس لئے ابو القاسم نے رمطہ کو نئے سرے تعمیر کرنا شروع کیا، تاکہ اس سے صقلیہ کے شمالی ساحل کی نگرانی کا کام لیا جاسکے، رمطہ کی تعمیر کا سال نویری کے بیان کے روسے ۳۶۵ھ اور ابن اثیر کے بیان کے روسے ۳۶۶ھ ہے، غالباً تعمیر کا آغاز ۳۶۵ھ مین ہوا ہو، اور ۳۶۶ھ مین وہ اختتام کو پہنچا، پھر ابو القاسم نے شہر کی تعمیر کے بعد اپنے موالی مین سے ایک آزمودہ کار افسر کی سرکردگی مین یہان ایک فوج متعین کر دی[3]،

مہم مناخ البقر اس کے بعد ابو القاسم ۳۶۶ھ مین دوبارہ اٹلی روانہ ہوا، اور قلوریہ پہنچا، یہ لشکر اہتمام سے روانہ ہوا تھا، وافر سامان رسد ساتھ تھا، ابرجہ (BRAGIA) مین پہلی منزل ہوئی، یہان ابو القاسم کو خیال ہوا کہ سامان رسد ضرورت سے زیادہ ہے، اور اوس کے نقل و حمل سے فوج کی نقل و حرکت مین دیر ہوتی ہے، اس لئے

---

[1] ابن اثیر مین شہر کا یہی نام ہے، ادریسی کے نقشہ مین ایک شہر کا نام (Bova) ہے، عجب کیا کہ یہی شہر ہو، ورنہ ترمولہ (Termoli) کے بجائے بربولہ چھپ گیا ہو، مگر ترمولہ صوبہ انکبردہ مین واقع تھا، [2] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۴۹ و ابو الفدا ج ۲ ص ۱۱۶ و انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۰ ص ۲۷۴ سوانح ادتھو دوم مبصر یازدہم [3] ابن اثیر ج ۸ ص ۲۴۹ و نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۲

اوس نے لشکر مین منادی کرادی کہ جس قدر گائین اور بکریان ساتھ ہین، وہ کھالی جائین اور جو اوس سے بھی بچ جائین، وہ منتشر کردی جائین، چنانچہ ابرجہ مین گائین اور بکریان ذبح کی گئین اور جو باقی بچ گئین، انھین دِٹلی کے میدان مین منتشر کردیا گیا، اور پھر فوج کو کوچ کا حکم دے دیا گیا، لوگون نے اسی مناسبت سے ابو القاسم کی ۳۶۶ھ کی اس مہم کو مناخ البقر (مویشیون کی چراگاہ) کے نام سے موسوم کیا ہے[۱]

پھر ابو القاسم نے شنت اغاثہ (Sant Agata) کا محاصرہ کیا، اہلِ قلعہ تاب مقاومت نہ لاسکے، اور قلعہ کو مع مال و متاع مسلمانون کے سپرد کردیا، اور یہ اس مہم کی پہلی کامیابی تھی،

تارنٹو کی بربادی اُس کے بعد اسلامی لشکر تارنٹو پہنچا، اہلِ شہر مسلمانون کے ساتھ بار بار بدعہدی سے پیش آچکے تھے اس لئے ان لوگون نے خوفزدہ ہو کر یہ دلچسپ حرکت کی کہ اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سن کر شہر کے دروازے اندر سے بند کردئے، اور پھر فصیل پر چڑھ کر پوشیدہ طور پر شہر کو خالی کردیا، ابو القاسم کو اسکی کسی طرح خبر لگ گئی، اوس نے بھی فصیل پر سیڑھیان لگا کر چند سپاہیون کو شہر مین پہنچایا، جنھون نے شہر کے دروازے کھول دئے اور مسلمان شہر مین داخل ہوگئے، پھر ابو القاسم نے فصیل کو مسمار کردینے کا حکم دیا، اور شہر مین جو کچھ مال و متاع باقی رہ گیا تھا، اوس پر قبضہ کرلیا، اور پھر شہر مین آگ لگادی،

فتوحات اس کے بعد ابو القاسم نے فوج کو دو حصون مین تقسیم کیا، ایک حصہ کو شہر ادرنت اور اس کے اطراف مین تاخت و تاراج کرنے کیلئے روانہ کیا، اور خود اوس نے ایک شہر غزنلیہ[۲] (Cerignola) کا محاصرہ کیا، یہان مسلمانون اور عیسائیون مین مقابلہ ہوا، اور آخر زرِ نقد کی ادائی پر صلح ہوئی، اور اوس کے بعد پوری فوج

---

[۱] ابو الفدا، ج ۲ ص ۹۷، [۲] ابن اثیر مین "غرسلہ" بغیر نقطون کے ہے، ہمارے خیال مین اس سے مراد غزنلیہ ہی جو صوبہ انجبردہ مین واقع تھا اور جو نزہۃ المشتاق ادریسی ص ۴۸ مین مذکور ہے، ادریسی کے مختلف نسخون مین بھی اختلاف ہے، ہم نے اوس کے یورپین تلفظ کے لحاظ سے یہ اختیار کیا ہے، اور یہی ادریسی کے مطبوعہ نسخہ کے متن مین اختیار کیا گیا ہے"

بلرم واپس آگئی ؎

مسلمانون کے یہ حملے شہنشاہ اوتھو دوم کی گذشتہ پیشقدمی کے جواب مین تھے، اس لئے اوسے قدرۃً ان حملون کا جواب دینا تھا، اتفاق سے وہ ابھی ونون آٹلی کی بعض سیاسی گتھیان سلجھا رہا تھا، چنانچہ بینیڈکٹ ہفتم (Benedict VII) کو پوپ کی مسند پر دوبارہ بٹھایا، اور اس موقع پر اوس نے مغربی یورپ کے تمام حصون سے شاہزادون اور امراء کو مدعو کرکے ایک دربار منعقد کیا، اور پھر عربون کے ان حملون کے سدباب کا سوال پیش آیا کہ آٹلی کی سرزمین کو عربون سے خالی کرایا جائے،	اوتھو دوم کا حملہ اسلامی نوآبادی پر
چنانچہ اوس نے ماہ ستمبر ۹۸۱؁ء مین صوبہ اپولیا پر پیشقدمی کی اور اوسکو نمایان کامیابی ہوئی؎ اور پھر اوس نے ایک اسلامی شہر پر قبضہ کرلیا، آخر مورخین کے بیان کے روسے اوتھو دوم کو یہ کامیابی ایک اسلامی نوآبادی قلعہ ملیطو (Mileto) پر ہوئی، مسلمانون کو دو لڑائیون مین ناکامی ہوئی، اور قلعہ اون کے ہاتھ سے جاتا رہا،	سقوط ملیطو

؎ ابن اثیر ج ۸ صفحہ ۹۱ ؎ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۰ ص ۴۷۲، طبع یازدہم انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار کا یہ بیان مجمل ہے، نہین کہا جا سکتا کہ عربون پر حملہ آور ہونے کی تحریک مغربی یورپ کے شاہزادون اور امراء کے اوسی اجلاس مین ہوکر باہمی مشورت وتعاون باہمی کے اظہار کے بعد طے پائی، یا اوس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا، اگر اسی اجلاس مین طے پائی تو مقالہ نگار نے اوس کو عمداً مجمل رکھا، اور اس انداز مین بیان کیا، کہ حرف گیری کا موقع نہ ہو، ؎ عربی اور یورپین ماخذون مین ان لڑائیون کے جو حالات ہین وہ ایک دوسرے سے مطابق ہین، نہ زمانہ اور سنہ مین اختلاف ہے اور نہ اون کے آغاز وانجام کے بیانات مین، جو کچھ اختلاف ہے وہ یہ ہے حملہ آور عیسائی فرمانروا کے نام مین ہے، عرب مورخین اس کا نام "بردویل" لکھتے ہین، اور یورپین ماخذون مین یہ واقعات اوتھو دوم کے نام لکھے ہین، بردویل اور اوتھو مین کوئی مطابقت سمجھ مین نہین آتی، ایک شبہہ ہوتا ہے، اور شاید یہی صحیح ہو، کہ "بردویل" "بنیڈکٹ" کا معرب ہے، بینیڈکٹ ہفتم رومی کلیسا کا پوپ اور سلطنت کلیسا کا فرمانروا تھا، اور اوتھو دوم سلطنت کلیسا کا شہنشاہ، اور اوتھو کی اٹلی مین تمام سرگرمیان کلیسا کے زیر اہتمام جاری تھین اسلئے یہ کچھ مستبعد نہین کہ عرب مورخین نے اوتھو کی سرگرمیون کو بینیڈکٹ کی جانب منسوب کردیا ہو، اسلئے ہم بردویل کے بجائے اوتھو دوم کے نام کو متن مین درج کرتے ہین؛ ؎ اس کے نام مین کتابون کے مختلف نسخون مین اختلاف ہے، ابن خلدون مین "مطہ" ہے، لیکن یہ بہرصورت نسخہ کی غلطی ہے، ابن اثیر کے مطبوعہ پیش نظر نسخہ کی متن مین "ملطہ" ہے، یہ بھی صحیح نہین کہ عربی مین جزیرہ مالٹا کو ملطہ لکھتے ہین، اور مالٹا پر اس عہد مین

صقلیہ کا جوابی حملہ اٹلی پر

جب ملیطو کے سقوط کی خبر صقلیہ پہنچی تو ابوالقاسم ماہ ذیقعد ۳۷۱ھ ۹۸۲ء مین ملیطہ کو واگذار کرانے کے لئے اٹلی روانہ ہوا لیکن عجب اتفاق کہ جب منزل مقصود کو صرف ایک مرحلہ باقی رہ گیا، تو اسکی طبیعت پر افسردگی طاری ہوئی، اور مقابلہ کا ارادہ فسخ کر دیا، اور فوج کے بڑے افسرون کو بلاکر کہا کہ "مین یہان سے لوٹ جانا چاہتا ہون آپ لوگ میری مخالفت نہ کرین ہم اس تنگ مقام کو چھوڑ کر کسی وسیع مقام پر دشمنون کا مقابلہ کرین گے"،

چنانچہ اس فیصلہ کے بعد جنگی بیڑون کا رخ پھیر دیا، مگر اتفاق سے وہین کسی طرف سمندر مین عیسائیون کے چند جہاز چکر کاٹ رہے تھے، اونھون نے مسلمانون کی یہ بدحوصلگی دیکھ لی، اور اوتھو کے پاس قاصد بھیجے کہ مسلمانون نے اوس سے مرعوب ہو کر جنگ کا ارادہ فسخ کر دیا، اور واپس لوٹ گئے، اون کا تعاقب کیا کرے کامیابی یقینی ہے،

اوتھو دوم یہ سنتے ہی فوج لیکر روانہ ہوا، اور ۱۵ روز کے سفر کے بعد ۲۰ محرم ۳۷۲ھ مطابق ماہ جولائی ۹۸۲ء کو اسلامی لشکر سے دوچار ہوا،

سرزمین اٹلی مین مقام اسٹیلو (STILO) کے پاس دونون فوجون کا مقابلہ ہوا مسلمان پہلے سے افسردہ خاطر تھے، اوتھو نے اپنے پہلے ہی حملہ مین مسلمانون کی صفین درہم برہم کر دین، پھر کچھ دیر کے بعد مسلمانون نے ازسرنو مقابلہ کیا، دونون کے طرف کے بہادرون نے داد شجاعت دی اور دونون طرف کے مرد میدان سپاہی کٹ کٹ کر میدان مین گرنے لگے، فتح و شکست کا کوئی فیصلہ نہ ہوسکا،

امیر ابوالقاسم کی شہادت

اسی اثنا مین عیسائیون کا ایک دستہ ابوالقاسم کے حلقہ کی طرف بڑھا، جو اپنے جان نثار غلامون کے محافظ دستہ کی حفاظت مین سمندر کے کنارے گھوڑے پر سوار تھا، عیسائی فوج کے اوس دستہ نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۰) عیسائیون کا کوئی حملہ نہین ہوا، ابن اثیر کے دوسرے نسخہ مین جس کے اختلافات حاشیہ پر درج ہین ملطیہ ہی ہمارے خیال مین یہی لفظ صحیح ہے، ملطیہ دراصل وہی قلعہ ہے جسکو ادریسی نے ملیطو لکھا ہے۔

اس جماعت پر حملہ کیا، ابوالقاسم کا دستہ مختصر تھا، عیسائیون کو غلبہ حاصل ہوا، اور آزمودہ کار مجاہدین کام آنے لگے، اتفاقِ وقت اسی حملہ مین ایک عیسائی سپاہی کسی طرح ابوالقاسم تک پہنچ گیا، اور اس کی پیشانی پر تاک کر ایک ایسا نیزہ مارا کہ اوس کا سر پھٹ گیا، اور گھوڑے سے گرتے ہی دم توڑ دیا،

مسلمانون کی فتح اوتھو دوم پر

ابوالقاسم کی یہ شہادت واقعہ کے لحاظ سے نہایت اہم تھی، لیکن خوش قسمتی سے ابوالقاسم کی شخصیت مستور رہی، نہ مسلمانون کو خبر ہوئی، کہ وہ اپنی ایسی گرانمایہ دولت کھو چکے ہین، اور نہ عیسائیون کو پتہ چلا کہ وہ اصل میدان جیت چکے ہین[1] اسلئے لڑائی کا سلسلہ بدستور قائم رہا،

اس واقعہ کے تھوڑی دیر کے بعد مسلمانون نے تازہ دم ہوکر پھر ایک سخت حملہ کیا، عیسائیون نے بھی ترکی بترکی جواب دیا، لیکن اس مرتبہ وہ زیادہ ثابت قدم نہ رہ سکے، اور پسپا ہونے لگے، مسلمانون نے یہ دیکھ کر حملہ اور زیادہ سخت کر دیا، اور عیسائیون مین ایک عام بھگدڑ مچ گئی، مسلمان پیچھا کرکے قتل کرتے رہے،

اوتھو دوم کا فرار

تعاقب کا سلسلہ رات تک جاری رہا، اتفاق سے مفرورین مین خود اوتھو، ایک گھوڑے پر بھاگتا ہوا نظر آیا، مسلمانون نے اس کا پیچھا کیا، اور اس کے گھوڑے تک پہنچ گئے، وہ بھاگتا جاتا، اور حملون کا جواب دیتا جاتا، یہان تک کہ اوس کے گھوڑے نے جواب دے دیا، وہ خود بھی زخمون سے چور ہو چکا تھا، اور قریب تھا کہ مسلمان اسی میدان مین اس کا کام تمام کر دین مگر ایک یہودی کی جان نثاری کام آگئی، وہ اس کے مقربین مین تھا، اوس نے اپنا گھوڑا، اوس کے سپرد کیا، اور کہا "میرے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ، اگر مین مارا جاؤن تو میرے بال بچے تمھارے سپرد ہین"، اوتھو اوسی گھوڑے پر سوار ہو کر آناً فاناً نظرون سے اوجھل ہو گیا اور وہ یہودی جان سے مارا گیا،

اوتھو فرار ہو کر اپنے خیمہ مین پہنچا، یہان اوس کے اہل و عیال اور چند احباب موجود تھے اونھین ساتھ لیا، اور ایک تیز رو جہاز پر یہان سے چھپ کر روسانو (			) روانہ ہو گیا، عرب مورخین

[1] عیسائی مورخین کو اب تک اسکی خبر نہین چنانچہ انسائیکلوپیڈیا وغیرہ کے مقالہ نگار اور مورخین اس کا تذکرہ نہین کرتے،

اسکی روانگی روما کو لکھتے ہین،

ادتھو دوم کی موت

اس کے بعد عرب مورخین کا بیان ہے، کہ اوتھو کو اس جنگ مین ایسے کاری زخم لگے تھے کہ وہ جانبر نہ ہوسکا، اور کچھ دنون کے بعد انتقال کرگیا، اور دوسری طرف یورپین مورخین ہین ان کو اس کا اعتراف ہے کہ اوسکی موت طبعی نہین ہوئی، "صدمات" سے انتقال ہوا، لیکن ان "صدمات" کا تعلق عربون کی اس جنگ سے نہین، بلکہ ادتھو جرمنی کی مشرقی سرحد پر عام بغاوت کی خبر سنکر، ۷ دسمبر ۹۸۳ء کو روما مین صدمہ سے انتقال کرگیا۔[۱]

انسائیکلوپیڈیا مین ادتھو کی شکست کی غلط توجیہ

اس جنگ کے صرف آخری حملہ مین چار ہزار عیسائی مقتول اور بہت سے بطارقہ گرفتار ہوئے۔ اور اٹلی اور جرمنی کی سلطنتون پر اس کا گہرا اثر مرتب ہوا لیکن یورپ مورخین ادتھو دوم کی اس ذلت آمیز شکست کی پردہ پوشی کے لئے اس کے بعض دور از کار اسباب بیان کرتے ہین، چنانچہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین ادتھو دوم کے سوانح نگار نے اس شکست کو ہلکا کرنے کیلئے اوس کو اس رنگ مین پیش کیا ہے:-

"اور پھر اوس سے اٹلی کی سرزمین پر عرب حملہ آورون کو سزا دینے کی تحریک کیگئی، اور ستمبر ۹۸۱ء مین اوس نے اپولیا مین کوچ کیا، جہان اوسکو اولًا ایک لائق التفات کامیابی حاصل ہوئی،

لیکن عرب اور مشرقی سلطنت (بیزنطی حکومت) کے درمیان ایک معاہدہ ہوگیا، اور مشرقی سلطنت اس وجہ سے مشتعل ہوئی کہ ادتھو نے اپولیا پر حملہ کیا تھا، اور اس صلح نامہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ادتھو کی فوجون کو سٹیلو کے قریب ماہ جولائی ۹۸۲ء مین ایک سخت ہزیمت اوٹھانی پڑی"،

حکومت بیزنطی کا اپولیا کے حملہ پر مشتعل ہوجانا ایک امر آخر ہے لیکن حکومت بیزنطی اور عربون مین جو صلح ہوئی تھی، اس کی روداد اس سے بیشتر گذر چکی ہے، یہ کس درجہ حیرت انگیز امر ہے کہ ایک معاہدہ صلح

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۰ صفحہ ۳۸۳ (سوانح ادتھو دوم طبع یازدہم)

کے وقوع کو کامل پندرہ برس پیچھے محض اسلئے ہٹا دیا جائے کہ اس پوپ کے ایک شہنشاہ کی شکست کا جرم ہلکا ہوتا ہے، وہ معاذ اللہ عرب مورخین کے متفقہ بیان کے رو سے اوتھو دوم کی تخت نشینی سے کامل سات برس پہلے اوتھو اول کی زندگی مین ہوا تھا، چہ جائیکہ اوس کا وقوع ۹۸۲؁ء کے حملۂ اپولیا کے بعد محض اسی حملۂ اپولیا کے باعث تصور کیا جائے، اور اسکو نہ صرف عرب مورخین ۳۵۶؁ھ مین لکھتے ہین، جسکے مطابق ۹۶۶؁ء ہوتا ہے بلکہ خود انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کی ایک دوسری جلد مین نقفور (فوکس) کا سوانح نگار اس حقیقت کو بیان کرچکا ہے اور انسائیکلوپیڈیا کے اوراق کی تردید انسائیکلوپیڈیا ہی کے اوراق سے ہوتی ہے، نقفور فوکس کے سوانح نگار کا وہ بیان یہ ہے:۔

"لیکن بری و بحری دونون شکستون سے مجبور ہو کر اوسے (نقفور کو) اس جزیرہ کو چھوڑ دینا پڑا ۹۶۶؁ء مین اوس نے پھر دولت عرب (یعنی مسلمانون) سے صلح کی اور اوتھو اول سے اپنے کو محفوظ کرنے کی طرف متوجہ ہوا جو دونون (حکومت بزنطی و حکومت افریقیہ) کا دشمن تھا،"

فرمانروایان یورپ کی کانفرنس عربون کے خلاف

بہر حال اس شکست کا جرمنی اور اٹلی کی سلطنتون پر گہرا اثر پڑا، چنانچہ اٹلی اور جرمنی کے شاہزادون کی ایک دوسری کانفرنس ویرونا مین منعقد ہوئی، اور اس مین اُن مختلف سلطنتون کے فرمانرواؤن نے عربون کو تباہ و برباد کرنے اور اونکو اٹلی سے خارج کر دینے کا ایک نیا عہد و پیمان کیا، جسکے نتیجے بعد مین ظہور پذیر ہونگے

مجاہدین کی مراجعت اور ابو القاسم کی جانشینی

سلسلۂ بیان کے لحاظ سے صقلیہ کا اسلامی لشکر ابھی اٹلی کے میدان جنگ مین ہے، وہان جنگ کے خاتمہ کے بعد مسلمانون کو ابو القاسم کی شہادت کی خبر ملی، اور فوج مین کہرام مچ گیا، ابو القاسم کا لڑکا جابر فوج مین موجود تھا، اوسی نے باپ کی جانشینی کی، اور بہ عجلت صقلیہ کی واپسی کا اہتمام کیا، مسلمانون نے مال غنیمت جمع کرنا چاہا، اور کچھ جمع بھی کرلیا، مگر جابر نے اس قدر جلدی مچائی کہ مال غنیمت جمع کرنے سے روک دیا، اور لڑائی کا بہت کچھ ساز و سامان میدان مین پڑا رہ گیا، اور جابر اپنی فوج لیکر بادیدۂ پرنم صقلیہ چلا آیا، اور یہین تجہیز و تکفین کے مراسم ادا کرکے صقلیہ کی خاک کے سپرد کر دیا،

ابو القاسم کا عہدِ حکومت و عادات و خصائل

ابو القاسم کی حکومت کا زمانہ بارہ سال پانچ مہینے اور پانچ دن ہے، مورخین کا بیان ہے کہ وہ ایک نیک سیرت، حلیم، بردبار، عادل، منصف، اور امن پسند فرمانروا تھا، حکومت

کے فرائض سعی وجانفشانی سے ادا کرتا، اور اگرچہ امن پسند تھا لیکن جب اوسکو چھیڑ دیا جاتا، تو لڑائیون مین بھی سرگرمی سے حصہ لیتا، اور لڑائیون مین خود شریک ہوتا، آخری مہم مین موت سے ہمکنار ہوتا تھا، شاید اسی لئے بشریت غالب آئی، اور از خود دل پر ایسے اثرات طاری ہوئے کہ واپسی کا فیصلہ کر بیٹھا اور اسلئے بعض مورخین نے اس واقعہ خاص کو اسکی بزدلی سے تعبیر کیا لیکن بعض دوسرے مورخین نے اوسکو اسکی رائے کی غلطی پر محمول کیا ہے، ذاتی فضائل مین بھی یگانہ تھا، خود فاضل روزگار مین تھا اور اس لئے علما، واہل علم کا نہایت قدردان تھا، داد و دہش اوس کے ممتاز خصائل تھے، وفات کے بعد نہ ایک درہم و دینار چھوڑا، اور نہ اوس کے ورثہ کو جائداد غیر منقولہ کا کوئی ایک چپہ ترکہ مین ملا، اوسکی ذاتی ملکیت جو کچھ تھی، سب کو زندگی ہی مین غربا و مساکین کے لئے وقف کر چکا تھا، اس لئے اوس کی وفات سے صقلیہ کے عام باشندون کو سخت ملال ہوا، اور اپنے انھی اوصاف وخصائل اور جنگ مین شہادت پانے کی وجہ سے شہید کے لقب سے پکارا گیا، اور "ابوالقاسم الشہید" اس کا نام پڑ گیا،[۱]

جابر بن ابوالقاسم کلبی فرمانروائے صقلیہ[۲]

۳۷۲ھ - ۳۷۳ھ
۹۸۲ء - ۹۸۳ء

جابر کی نااہلی اور فرمان تقرر

جابر اثنا ہی مین اپنے باپ کا جانشین ہو گیا تھا لیکن افسوس ہے کہ اوس مین حزم واحتیاط، تدبر و دور اندیشی اور اصابت رائے کا فقدان تھا، وہ ابوالقاسم کا صحیح جانشین ثابت نہین ہوا، اور برسر حکومت ہوتے ہی اس کی کمزوریان آشکارا ہونے لگین، مگر اوس کے باوجود خلیفہ فاطمی العزیز باللہ نے اسکی ولایت کی تصدیق کر دی، اور مصر سے اوسکو فرمان تقرر موصول ہو گیا جسمین اوس کو اپنے باپ

---

[۱] ابن اثیر ج ۹ صفحہ ۱۱، ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱۰، ابوالفداء ج ۲ صفحہ ۹۵، نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۴۲، اعمال الاعلام دریادگاری ج ۲ صفحہ ۴۷، وانسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۰ صفحہ ۴۴۳، (سوانح اوتھو دوم) ج ۲۵ صفحہ ۳۳ (سسلی) وسوانح (نکیفورس فوکس) ج ۱۹ صفحہ ۶۴، واسٹوری آف دی نیشنس ج ۵۸ ص ۱۶۷ (دی پاپل مانیری)

کی جگہ صقلیہ کا فرمانروا تسلیم کیا، چنانچہ اوس کے بعد وہ صقلیہ کے قصرِ شاہی مین جو موجودہ خلیفۂ فاطمی العزیز کے نام سے "قصرِ عزیز" کہا جاتا تھا، فروکش ہوا، اور انصرامِ حکومت مین مصروف ہوگیا[1]

چند ہی ماہ مین اس کے خلاف عام جذبات پیدا ہوئے خصوصًا فوج مین بغاوت پھیل گئی، اور اس کی کمزوریون اور بدانتظامیون کا عام چرچا ہونے لگا، دربارِ مصر مین پے درپے شکایتین پہنچین اور اسکے معزول کرنے کا مطالبہ ہونے لگا،

عزل و جانشینی

آخر العزیز نے اوس کو معزول کردیا، اور اوس کے بجائے خانوادۂ کلبیہ مین سے ایک لائق اور تجربہ کار شخص جعفر بن محمد کو نامزد کیا، جو اس وقت مصر مین موجود تھا، جابر کو قدرۃً اپنی معزولی کا رنج ہوا، لیکن اپنی کمزوریون سے آگاہ تھا، خاموشی سے دستکش ہوگیا، یہ واقعہ اسی سال ۳۷۲ھ ۹۸۲ء مین پیش آیا،

زمانۂ حکومت

جابر کا زمانۂ حکومت صرف ایک سال چند مہینے رہا،

---

[1] لیکن ابو الفدا کے بیان کے رو سے فرمانِ تقرر موصول نہین ہوا، وہ لکھتا ہے، فولی الامر ابنہ جابر بغیر ولایۃ الخلیفہ یعنی ابو القاسم کے بعد اس کا لڑکا جابر خلیفۂ مصر کے فرمان کے بغیر والی ہوا) لیکن دوسری طرف لسان الدین ابن الخطیب اور نویری یہ تصریح لکھتے ہین کہ فرمانِ تقرر موصول ہوچکا تھا، نویری لکھتا ہے، ولی بعدہ جابر بن ابی القاسم آتاہ سجل العزیز باللہ بن المعز لدین اللہ من مصر (اس کے بعد جابر بن ابو القاسم والی ہوا، اوسکو العزیز کی طرف سے مصر سے فرمان پہنچا) ممکن ہے ابو الفدا نے اسلئے لکھا ہو کہ جابر اٹلی مین والی بنگیا تھا، اوس وقت بہرحال تقرر کا کوئی فرمان نہین آسکتا تھا، اور پھر اوس کے بعد ہی جابر سے کمزوریان ظاہر ہوئین، اور وہ معزول کردیا گیا، اسلئے گمان ہوسکتا ہے کہ تقرر کا فرمان نہ آیا ہو، لیکن ابو الفدا اور نویری دونون سے قدیم روایت لسان الدین بن الخطیب کی ہے، وہ جس انداز مین اوسکو لکھتا ہے اس سے یہ شبہات بھی دور ہوجاتے ہین، کہتا ہے، ولم یکن بجابر حزم ولا سداد رأی ولکن وصلہ تقلید من ملک العبیدیہ من مصر وسجل لہ علی ملک ابیہ (یعنی جابر مین اگرچہ حزم و اصابت رائے کا فقدان تھا، اسکے باوجود اوس کو نزار فرمانروائے عبیدیہ مصر کی طرف سے فرمان آیا جس نے اسکو اسکے باپ کی جگہ مقرر کیا،)

دیکھو ابو الفدا، ج ۲ ص ۱۲۹ نہایۃ الارب نویری در اماری ۴۴۲ و اعمال الاعلام لسان الدین بن الخطیب در یادگاری مضامین ج ۲ ص ۴۷۰

جعفر بن محمد کلبی فرمانروائے صقلیہ (۷)

۳۷۳ھ - ۳۷۵ھ
۹۸۳ء - ۹۸۵ء

جعفر خانوادہ کلبیہ کا رکن رکین اور سابق فرمانروا جابر بن القاسم کا چچا زاد بھائی تھا، اوس کا سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن جعفر بن حسن (بانی دولت) بن علی بن ابی الحسین،

جعفر مصر مین شعبہ وزرات کے کسی جلیل القدر عہدے پر فائز تھا، اور العزیز کو اس پر کامل اعتماد تھا، جس کی وجہ سے حکومت کے معاملات مین دخیل رہتا تھا اسلئے اوسکو مصر چھوڑنا ناگوار گذرا اور یہ تقرر پسند نہ آیا، لیکن مصر مین اس کی روزافزون ترقی، اور بارگاہ خلافت مین اس کی پذیرائی و رسوخ مصر کے وزیر اعظم یعقوب بن کلس کو کھٹک رہی تھی، اس لئے وہ موقع کا منتظر تھا، اور کسی مناسب طریقہ سے مصر سے اوس کو علحدہ کرنا چاہتا تھا، اسی اثنا مین سابق فرمانروائے صقلیہ جابر کی شکایتین دربار خلافت مین پہنچین ابن کلس نے موقع کو غنیمت سمجھا، اور اس عہدہ کے لئے جعفر کا نام پیش کردیا جعفر خانوادہ کلبیہ کا رکن تھا، اور اس عہدہ کیلئے کسی کلبی فرمانروا کی ضرورت تھی، پھر یعقوب بن کلس کی شخصیت بھی ایسی نہ تھی کہ جعفر اوس کا کھلا ہوا مقابلہ کرتا، اس لئے جعفر نے خاموشی سے سپر ڈال دی، اور چار وناچار بارگاہ خلافت کی اس پیشکش کو قبول کرلیا،

جعفر کا ورود صقلیہ

جعفر بری راستہ سے ساحل میرہ ہوکر مصر سے روانہ ہوا مشہور ترکی قائد سبکتگین آقائی محمود غزنوی بھی جعفر کا ہمسفر تھا، یہ لوگ یوم چہار شنبہ ۲۵ صفر ۳۷۳ھ / ۹۸۳ء کو المنصوریہ پہنچے اور پھر جعفر منصوریہ مین چند دن کے قیام کے بعد صقلیہ روانہ ہوا، اور جابر سے حکومت کا جائزہ لے لیا،[۱]

---

۱ ابو الفدا ج ۲ ص، ۹، اعمال الاعلام یادگاری ج ۲ ص ۸، ۴ و نہایۃ الارب ابن اثیر و ابن خلدون وغیرہ،

جعفر ایک ہوشمند مدبر فرمانروا ثابت ہوا حکومت کی تمام بدانتظامیون کی اصلاح کی، اور انتظام مملکت مین مصروف ہو گیا، اور ایک سال مین حکومت مین جو جو خرابیان پیدا ہو گئی تھین، وہ درست ہو گئین اور ایک عمدہ نظم و نسق قائم ہو گیا[۱]

رمطہ اور طبرمین کو عیسائیون کے حوالہ کرنے کا دوبارہ فرمان

کچھ دنون کے بعد جعفر کو ایک مشکل درپیش ہوئی، واقعہ یہ تھا کہ خلیفہ فاطمی العزیز باللہ کے حرم مین ایک عیسائی خاتون سیدۂ عزیزہ کے لقب سے تھی، جو العزیز کو دل سے عزیز تھی اوس نے اپنے رسوخ واثر سے صقلیہ کی سیاسیات مین مداخلت کی، اور صقلیہ کے عیسائی قیدیون کے آزاد کرنے اور عیسائیون کے اون شہرون کو جنھین ایک مرتبہ المعز بھی عیسائیون کو واپس کر دینے کا حکم نافذ کر چکا تھا، انھین واپس کر دینے کا حکم جاری کرایا،

چنانچہ "سیدہ عزیزہ" کا بھائی جو راہب بھی تھا، ایک فرمان لے کر جعفر کے پاس پہنچا، کہ صقلیہ کے شہر میقس رمطہ اور طبرمین کو اس راہب کے سپرد کر دے، اور اوس کے پاس جسقدر پرانے اور نئے عیسائی قیدی ہین اُن سب کو بھی اس کے حوالہ کر دے،

جعفر کا بہ لطائف الحیل ٹالنا

العزیز کا یہ فرمان صقلیہ مین اس مرتبہ بھی اوسی قدر ناپسندیدہ سمجھا گیا جس قدر اس سے پہلے اس قسم کے فرمان پر بھی ظاہر ہو چکی تھی، لیکن جعفر نے احمد کے برخلاف ہوش و خرد سے کام لیا اور حکمت عملی سے اس پر غالب آنا چاہا، چنانچہ جب وہ راہب ایک مہینہ کے بعد صقلیہ پہنچا، تو جعفر نے اوس کا پرتپاک خیر مقدم کیا، اور اوسکو اپنا مہمان بنایا، لیکن راز داری کے ساتھ اس پر سخت نگرانی رکھی کہ وہ صقلیہ کے عیسائیون مین سے جنلوگون سے ملنا چاہے، اوھنین اس سے ملنے سے باز رکھا جائے، یہان تک کہ چار مہینے اسی طرح بلطائف الحیل گذر گئے اوسکے بعد اوس نے العزیز کے فرمان کی تعمیل کا خیال ظاہر کیا، اور فرمان کے دوسرے ٹکڑے یعنی عیسائی قیدیون کو اوس کے حوالہ کر دینے کی تعمیل اس دلچسپ طریقہ سے کی کہ عیسائیون مین جس قدر بوڑھے

---

[۱] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱۱،

بوڑھیاں، مریض، اپاہج، اور لنگڑے لولے تھے، سب کو جمع کر کے اوس کے سپرد کیا، اور اوس سے کہا کہ اوسکو یہاں قیام کرنے کی اجازت نہیں وہ ان سب کو ساتھ لیکر یہاں سے فوراً کوچ کر جائے،

چنانچہ وہ راہب حیران و ششدر صقلیہ سے اون سب عیسائیوں کو ساتھ لے کر اوٹھ کھڑا ہوا، اور سیدھے قسطنطنیہ چلا آیا، اور وہاں پہنچ کر العزیز کو ایک مکتوب کے ذریعہ تمام سرگذشت لکھ بھیجی،

ادھر جعفر نے بھی العزیز کے سامنے اپنی جوابدہی کا سامان کیا کوئی معقول عذر موجود نہ تھا، اس لئے ایک دوسری تدبیر اختیار کی، جو کارگر نکلی، چنانچہ اوس نے صقلیہ سے راہب کی روانگی کے بعد نہایت رازداری سے ایک اندلسی جہاز خریدنے کا حکم دیا، اور پھر اس میں ہر قسم کے عمدہ اندلسی ساز و سامان مہیا گئے، پھر صقلیہ میں مشہور کرایا کہ یہ جہاز یہاں اس کے پاس ابن ابی عامر فرمانروائے اندلس کا فرستادہ آیا ہے، اس کے بعد العزیز کو حسب ذیل مکتوب بھیجا:۔

"فرمانروائے اندلس کا پیغام آیا ہے، کہ میں اسکی اطاعت قبول کرون، اور اس قبول اطاعت کے ساتھ یہ بھی شرط ہوگی کہ میں اس امر میں قطعاً خود مختار ہونگا کہ جب چاہوں اندلس سے قطع تعلق کر کے اپنی خودمختاری کا اعلان کر دون"

اس وقت امر واقعہ یہ تھا کہ صقلیہ کی حکومت کلبیہ معناً خود مختار تھی محض ایک رسمی حیثیت سے اس کا مصر سے تعلق قائم تھا، اس لئے جعفر کی یہ چال چل گئی، اور اس خط سے العزیز کافی متاثر ہوا، اور اوسکے جواب میں اوس نے ایک طویل مکتوب لکھا، جسمیں جعفر کو خانوادہ کلبیہ کی اطاعت شعاری یاد دلائی کہ وہ اور اوس کے تمام آباؤ اجداد اوسکی اور اوس کے ماسلف خلفاء کی اطاعت کرتے رہے، اور یہ یاد دلانیکے بعد اوسکو اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی، اور خصوصاً جعفر کے باپ محمد دادا حسن اور خانوادہ کلبیہ کے دوسرے ارکین عمار اور علی وغیرہ کو نام بنام مثال میں پیش کیا، اور سب سے آخر میں فرمانروائے

اندلس کی دعوت کو رد کر کے وفادارانہ طور پر اوسکی اطاعت پر قائم رہنے پر شکریہ ادا کیا،

یہ خط جس لب ولہجہ میں آیا، اوسکے بعد جعفر کے اوس سنگین جرم پر باز پرس کا کوئی سوال ہی باقی نہین رہا، اور اس طریقہ سے وہ چند شہر عیسائیون کی اس دوسری مرتبہ کی کوشش کے باوجود مسلمانون کے قبضہ مین باقی رہ گئے،[1]

وفات و جانشینی | جعفر اسی طرح حسن تدبیر سے فرمانروائی کرتا رہا، لیکن افسوس ہے، کہ زیادہ دنون تک اوسکو فرمانروائی کا موقع نہ مل سکا، اور ۳۷۵ھ ۹۸۵ء مین اوس کا انتقال ہو گیا جعفر کے بجائے اوس کے بھائی عبد اللہ نے جگہ لی،

علم و فن کی ترقی | جعفر امور مملکت مین دستگاہ رکھنے کے علاوہ اہل علم کا بھی نہایت قدر دان تھا، اہل علم و شعرا سے اوس کا دربار بھرا رہتا، اور اونھین انعام و اکرام سے مالا مال کرتا، اس لئے اوسکے چند سالہ دور حکومت سے صقلیہ مین ایک علمی فضا پیدا ہو گئی،[2] جس کی تفصیل جلد دوم مین آے گی،

عبد اللہ بن محمد کلبی فرمانروائے صقلیہ (۸)

۳۷۵ھ ۹۸۵ء - ۳۷۹ھ ۹۸۹ء

عبد اللہ، اپنے بھائی جعفر کی جگہ تخت حکومت پر بیٹھا، اوس نے بھی اپنے بھائی کے نقش قدم کی پیروی کی، پیشقدمیون کا سلسلہ چھیڑا، توقع تھی کہ اوس کے حسن سیرت، تدبر اور مآل اندیشی سے ملک کو فلاح پہنچیگا لیکن زمانہ نے زیادہ مہلت نہ دی اور چند سال مین انتقال ہو گیا، لسان الدین ابن الخطیب نے تاریخ وفات یوم سہ شنبہ ۲۳ ر رمضان ۳۷۵ھ ۹۸۵ء لکھی ہے، لیکن ابن خلدون اور ابو الفدا ۳۷۹ھ ۹۸۹ء لکھتے ہین،

جانشین | عبد اللہ نے اپنے حین حیات مین اپنے لڑکے ابو الفتوح کو اپنا جانشین بنایا،[3]

[1] اعمال الاعلام دریادگاری ج ۲ صفحہ ۴۷، [2] ابن خلدون ج ۲ صفحہ ۲۱، [3] اعمال الاعلام دریادگاری ج ۲ صفحہ ۴۹، ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱، ابو الفدا ج ۲ صفحہ ۹۷،

ثقۃ الدولہ ابو الفتوح یوسف بن عبد اللہ کلبی فرمانروائے صقلیہ (۹)

۳۷۹ھ - ۳۸۸ھ
۹۸۹ء - ۹۹۸ء

ابو الفتوح یوسف اپنے باپ کی جگہ صغر سنی میں تخت حکومت پر بیٹھا، تخت نشینی کے بعد خلیفہ فاطمی العزیز باللہ کی طرف سے فرمان ولایت آیا، اور ثقۃ الدولہ کے لقب سے اوسکو سرفراز کیا گیا،

ثقۃ الدولہ میں نظام حکومت کے سنبھالنے کی ایسی بہترین صلاحیت تھی کہ ابتک اوسکی نظیر فرمانروایان کلبیین میں نظر نہیں آئی تھی، حکومت کے نظم ونسق کو درست رکھنے کے ساتھ اوس نے اٹلی کی ریاستون کو بھی مطیع کرلیا،

اٹلی کی ریاستون کی اطاعت

اٹلی مین اوتھو دوم کی شکست کے بعد مختلف ممالک کے عیسائی فرمانرواؤن کی جو کانفرنس ہوئی تھی، اوس کے بعد اٹلی کی اسلامی نوآبادیون پر عیسائیون کی تاخت شروع ہوگئی تھی، ثقۃ الدولہ نے ان عیسائی حملون کا جواب دیا، اور ان مین اس قدر کامیاب ہوا کہ عرب مورخین باتفاق لکھتے ہین کہ اٹلی کی تمام عیسائی حکومتین اوسکے سامنے سر نیاز جھکانے پر مجبور ہوگئین، جس سے مسلمانان ایطالیہ امن وامان کی زندگی بسر کرنے لگے، اور صنعت وحرفت اور تجارت مین روز افزون ترقی کرنے لگے،

صقلیہ کا عمرانی شباب

اٹلی کی ریاستون کو مطیع کرنے کے بعد یہ صقلیہ مین امن وامان سے حکومت کرنے لگا، صقلیہ کے اسلامی عہد مین اس کا عہد حکومت تمدنی حیثیت سے بہترین سمجھا جاتا ہے، ہر قسم کی تمدنی ترقیان: نظام حکومت، علوم وآداب، صنعت وحرفت، زراعت اور تجارت اپنے معراج کمال پر پہنچی، ملک مین نہایت فارغ البالی کا دار دورہ شروع ہوا، اور معاشی واقتصادی حیثیت سے ایسی مرفہ الحالی رہی کہ عرب مورخین کے بقول اوس کی نظیر دوسرے ملکون مین اوسوقت معدوم تھی خصوصاً علم

اسلئے ارباب علم وفضل کا قدر دان تھا، اون پر بے دریغ دولت نثار کرتا، اور اوسکی داد ودہش سے ہر کہ ومہ فیضیاب ہوتا، دور دور کے اہل علم اور شعرا اس کی بخششون اور قدر افزائیون کا شہرہ سن کر کھینچ کھینچ کر صقلیہ چلے آئے اور صرف اوسی کی ذات خاص سے صقلیہ اس عہد مین علم وفن اور شعر وادب کا ایک مرکز بنگیا، اوس کے دربار مین شعر وادب کی محفلین گرم رہتین، درباری وغیر درباری شعرا کا پورا جزیرہ جھگھٹا لگا رہتا، مفسرین ومحدثین وفقہاء ومتکلمین اور اطبا، کی قدر افزائی ہوتی، اور اوس کی قدر دانی سے ان کے علم وعرفان کی بارش سے پورا جزیرہ سیراب ہوتا،

خلیفۂ فاطمی العزیز کی وفات؎ العزیز باللہ نے ۳۸۶ھ ۹۹۶ء مین وفات پائی، اوس کی مدت حکومت ۲۱ رسال اور چند ماہ رہی، ایک نیک سیرت فرمانروا تھا، وفات کے وقت اسکی عمر صرف ۴۲ سال چند ماہ کی تھی،

اس کے بعد اوس کا لڑکا ابو علی منصور فرمانروا ہوا، اور الحاکم بامر اللہ کا لقب اختیار کیا،

الحاکم بامر اللہ خلیفہ فاطمی مصرؔ

۳۸۶ھ ۹۹۶ء — ۴۱۱ھ ۱۰۲۰ء

الحاکم ۱۱ سال کی عمر مین تخت پر بیٹھا، ابتدا؎ وزارت عظمیٰ کے منصب پر العزیز کی وصیت کے مطابق برجوان فائز تھا، اوس خاندان کلبیہ کا رکن رکین ابو الفاتح الملقب محمد حسن بن عمار اوسکی طرف سے نیابۃً فرائض وزارت ادا کرتا تھا، حسن بن عمار نے اقتدار حاصل کر کے امین الدولہ کے لقب سے قلمدان وزارت سنبھال لیا،

امین الدولہ حسن بن عمار ثقۃ الدولہ فرمانروائے صقلیہ کا چچازاد بھائی تھا، اس لئے اس دور مین صقلیہ کی مرکزی حکومت مصر پر بھی خانوادۂ کلبیہ کو غلبہ حاصل ہو گیا تھا، جس کے اثرات صقلیہ پر بھی پڑتے تھے، چنانچہ الحاکم کے سریر آرائے حکومت ہونے کے بعد حکومت کلبیہ صقلیہ کی روایات مین ایک اور

؎ مقریزی ج ۲ ص ۱۴ و ابن خلدون ج ۴ ص ۵۶، ۵۲ ابو الفدا ج ۲ ص ۱۹ و ابن خلدون ج ۴ ص ۵۶

اضافہ ہوا یعنی ثقۃ الدولہ کے حین حیات ہی مین اوس کا لڑکا جعفر بارگاہ خلافت کی جانب سے اوس کا ولی عہد نامزد کیا گیا، اور اوس کی تصدیق مین الحاکم کا ایک فرمان صقلیہ مین شایع ہوا،[۱]

ثقۃ الدولہ کی علالت اور حکومت سے کنارہ کشی

عجب اتفاق کہ اس فرمان ولیعہدی کی اشاعت کے کچھ دنون بعد ۳۸۸ھ ۹۹۹ء مین ثقۃ الدولہ پر اچانک فالج کا حملہ ہوا، جس سے اوس کا بایان پہلو مفلوج ہو گیا، اور داہین پہلو پر بھی کچھ نہ کچھ اثر پڑا، اس لئے وہ اپنی زندگی ہی مین اپنے لڑکے جعفر کے حق مین حکومت سے دستکش ہو گیا،[۱]

ثقۃ الدولہ کا عہد حکومت

ثقۃ الدولہ کا عہد حکومت جس شان وشوکت اور فارغ البالی سے صقلیہ مین گذرا وہ ایک یادگار تھا، عام مورخین نے اوس کے عہد حکومت کا جو تذکرہ کیا ہے اس مین اوس کے ذاتی اوصاف وخصائل اور طرز حکومت، اور اس کے عہد مین صقلیہ کی عام ارزانی کا نہایت پرشکوہ الفاظ مین ذکر کیا ہے، ابن خلدون کہتا ہے:۔

"اس کی جلالت شان اور فضل وکرم سے اوس کے پیشرو فرمانرواؤن کو لوگ بھول گئے"،

ابن عذاری کہتا ہے:۔

اوس کے زمانہ مین لوگ اپنی بہترین خواہشون کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے، اور تمام کام اوس کی وجہ سے ٹھیک تھے، اوس نے رومی ممالک کو مسخر کر لیا، اور اوسکی فیاضی اور عدل کا جس کثرت سے ظہور ہوا بہت سے ملکون مین اوس کا وجود نہین پایا جاتا"،

اسی طرح لسان الدین بن الخطیب لکھتا ہے:۔

"اوس کے زمانہ مین لوگون کے ایام زندگی اُن کی بہترین خواہش کے مطابق بسر ہوتے تھے، اوس نے ملک کو پورے طور پر اپنے قابو مین کر لیا تھا، رومیون کو فرمانبردار بنا لیا اور تمام کام اوس کے درست ہو گئے"

[۱] نہایۃ الارب درامار ی ص ۴۴۲ سطر ۵۲ ابوالفداء جلد ۲ ص ۹۶، ونہایۃ الارب درامار ی ص ۴۴۲،

اوس نے لوگون پر اس قدر فیاضیان کین کہ حد بیان مین نہین آسکتین چنانچہ اس کے مملکت مین جس قدر امن آسائش اور امن وامان تھا وہ سب کو معلوم ہے۔[1]

کچھ دنون کے بعد اوس نے صقلیہ سے ہجرت کی جس کا تذکرہ آیندہ آئے گا جس وقت وہ صقلیہ سے ترک حکومت کرکے روانہ ہوا ہے اوسکے جود وسخا اور عام داد ودہش اور بخششون کے باوجود اوسکی ذاتی ملکیت کا ایک انبار اس کے ساتھ تھا، اوسکی ذاتی ملکیت کا اندازہ نمونہ کے طور پر اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اوسکے پاس ۱۴ ہزار باڑے ایسے تھے جنہین صرف اونٹ اور گھوڑے باندھے جاتے تھے خچرون کے باڑون کا شمار ان سے علحدہ ہے، اور ہجرت کے وقت ۶ لاکھ ۷۰ ہزار دینار اپنے ساتھ نقد مصر لے گیا۔[2]

تاج الدولہ سیف الملۃ جعفر بن ثقۃ الدولہ کلبی فرمانروائے صقلیہ (۱۰)

۳۸۸ھ تا ۴۱۰ھ
۹۹۸ء تا ۱۰۱۹ء

لقب اور لوائے فاطمی جعفر کی تخت نشینی کے چند دن بعد دربار خلافت سے فرمان ولایت موصول ہوا، اور اوسکے ساتھ الحاکم نے لوائے فاطمی اور تاج الدولہ سیف الملۃ کے لقب سے اوسکو سرفراز کیا،

صقلیہ کی مرفہ الحالی جعفر بھی اپنے باپ ہی کی طرح کر و فر اور شان وشکوہ کے ساتھ حکومت کرنے لگا،[3] اور امور مملکت اور طرز حکومت مین ثقۃ الدولہ کی روش کی پیروی کی چنانچہ اوس کے دور حکومت مین بھی صقلیہ اپنے مرفہ الحالی، امن وامان اور نظام حکومت کے لحاظ سے نہایت آسودہ حال رہا، ابن خلدون وغیرہ نے خصوصیت سے اس کا ذکر کیا ہے،

اس کے عہد حکومت کی مرفہ الحالی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب ۳۹۵ھ ۱۰۰۴ء مین القحط

---

[1] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱۱، ابن عذاری حوادث ۳۷۹ھ اعمال الاعلام در گاری ج ۲ صفحہ ۴۷۹ [2] ابن اثیر ج ۱۰ صفحہ ۱۱ و ابوالفداء ج ۲ صفحہ ۲۰ [3] نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۴۲ و ابوالفداء ج ۲ صفحہ ۹۵،

مین شدید قحط پڑا، اور ملک پر مصائب نازل ہوئے تو لوگ ہجرت کر کر کے صقلیہ آنے لگے، صاحب معالم الایمان افریقہ کے قحط کے سلسلۂ بیان مین جو کچھ لکھتا ہے، اوس سے صقلیہ کی عام مرفہ الحالی اور ملکی نظم و نسق اور امن و امان کا اندازہ ہوتا ہے وہ لکھتا ہے:-

اس سال یعنی ۲۹۵ھ مین افریقہ مین شدید قحط پڑا جس مین نہایت قیمتی جانین ضایع ہوئین، گاؤن کے گاؤن اور اکثر آباد شہر صاف ہوگئے، بازار اور مسجدین سنسان ہوگئین، یہان تک کہ بہائم بھی معدوم ہوگئے، چنانچہ اسی سال علما، اور صالحین کی ایک کثیر تعداد نے اس دار فانی سے رحلت کی، اور اسی وجہ سے افریقہ کے عام باشندون، بازاری لوگون اور دہقانیون کے علاوہ معززین و ذی اثر اشخاص کی ایک کثیر تعداد افریقہ سے صقلیہ چلی گئی کیونکہ وہان کا نرخ نہایت سستا تھا راستے پرامن تھے، اور سلطان عادل تھا۔[1]

دیباچۂ زوال

صقلیہ مین دولت کلبیہ کے قیام کو پچاس برس سے اوپر گذر چکے تھے، اس اثنا مین نو دس فرمانروا ون نے نسلاً بعد نسل فرمانروائی کی، اس پنجاہ سالہ مدت مین صقلیہ کے سرکش عیسائی علاقہ کی سرکوبی کے علاوہ اٹلی کی عیسوی ریاستون کو زیر کر لیا، اور امن و سکون سے صقلیہ مین فرمانروائی کرتے رہے، اور یہان نظام حکومت کی درستی، امن و امان کا قیام، ملک کی مرفہ الحالی، نرخ کی عام ارزانی، زراعت صنعت اور حرفت کی روز افزون ترقی، دولت و ثروت کی بہتات، علم و آداب کی گرم بازاری، فرمانروایان صقلیہ کی اہل علم کی قدر شناسی اون کے جود و کرم اور داد و دہش کی فراوانی، اور اون کا شاہی کروفر لاؤ لشکر، خدم و حشم، چتر و جلوس، جاہ و حشم اور شوکت و شان اپنے حد کمال کو پہنچ گئی،

اس لئے ضرور تھا کہ اصول توریث حکومت کے عام قانون کے مطابق اس کا رد عمل بھی شروع

[1] ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱ معالم الایمان ج ۳ صفحہ ۱۶۱

ہو جاے، اور اب اس کا آغاز خانوادۂ شاہی کی باہمی رقابت سے ہوتا ہے،

شاہی خاندان مین باہمی رقابت

چنانچہ تاج الدولہ کی تخت نشینی و فرمانروائی کے سولہ سترہ برس بعد ۴۰۵ھ / ۱۰۱۴ء مین اس کے بھائی علی نے اوس کے خلاف خروج کیا، اوس نے صقلیہ کے مختلف بربری قبیلون اور خاندان کلبیہ کے موالی کو اپنا ہمنوا بنایا تھا، اور انھی دونون کو اپنے زیر علم لیکر صقلیہ کے تاج و تخت کا دعویدار بنکر آگے بڑھا،

چونکہ صقلیہ کی شاہی فوج زیادہ تر انھی دونون جماعتون بربر اور موالی پر مشتمل تھی، اسلئے یہ بغاوت یکگونہ کامیاب ہوئی اور تاج الدولہ کے لئے اس کا فرو کرنا کچھ آسان نہ تھا، تاہم ابھی فوج کا ایک کثیر حصہ اوس کا مطیع و منقاد تھا تاج الدولہ نے اوسی کی امداد سے بھائی کے مقابلہ کے لئے ایک لشکر تیار کرکے روانہ کر دیا، اور نتیجہ کا انتظار کرنے لگا،

یہ جنگ بلرم کے قریب یوم چہار شنبہ، شعبان ۴۰۵ھ / ۱۰۱۴ء کو پیش آئی، شاہی فوج کو غلبہ حاصل ہوا، بربر و موالی کی ایک کثیر تعداد تہ تیغ ہوئی، اور جو باقی بچے ڈبھاگ کھڑے ہوئے، اور خود علی زندہ گرفتار ہوکر بھائی کے دربار مین پیش کیا گیا،

علی کا قتل

تاج الدولہ کا باپ ثقۃ الدولہ اسی مفلوج حالت مین ابھی تک زندہ تھا، وہ اس برادرانہ جنگ کو نہایت حسرت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا، پھر علی کو پابہ جولان دربار مین دیکھا، لیکن اس کی جان نہ بچا سکا، تاج الدولہ نے اوسکے قتل کا فیصلہ صادر کر دیا، یہ سانحہ ثقۃ الدولہ کے لئے اور زیادہ روح فرسا ثابت ہوا، اوسکو نہایت کرب و بیچینی سے اپنے سرکش لڑکے کی تڑپتی ہوئی لاش کا منظر دیکھنا پڑا، علی کے قتل کا واقعہ اوس کے خروج کے ٹھیک آٹھوین دن پیش آیا،

تاج الدولہ کی ایک اہم سیاسی غلطی

تاج الدولہ کا غصہ صرف علی کی جان لیکر فرو نہین ہوا، اس کے بعد اوس کا جذبۂ انتقام قبائل بربر و موالی کی طرف رجوع ہوا، اور ایک ایسی سیاسی غلطی کر بیٹھا

جس سے نہ صرف دولت کلبیہ کا آیندہ چل کر خاتمہ ہوا بلکہ وہ صقلیہ سے اسلامی حکومت کے زوال کا بھی ایک سبب قرار پاسکتا ہے،

قبائل بربر و موالی کا استیصال یہ سیاسی غلطی اس کے ایک فرمان کا اعلان اور اوسکی تعمیل ہی او س نے جذبۂ انتقام مین یا اپنے نقطۂ نظر سے صقلیہ کو آیندہ کے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے صقلیہ سے بربر اور موالی کے قطعی استیصال کا فیصلہ کرلیا، حالانکہ باغیون کی جماعت مین ان جماعتون کے تمام افراد شامل نتھے لیکن اوسکو ان دونون جماعتون سے بالکل بے اعتمادی ہوگئی، اور صقلیہ کو ان کے وجود سے خالی کرانا چاہا چنانچہ پورے جزیرہ مین یہ ایک عام حکم جاری کردیا کہ

"دولت کلبیہ کے قلمرو سے تمام بربر اپنے پورے اہل وعیال کے ساتھ جلاوطن کردیے جائین اور شاہی موالی مین سے ایک ایک شخص چن چن کر قتل کردیا جائے،،

فرمان شاہی کی فوراً تعمیل ہوئی، بربر تو ایک ایک کرکے افریقہ چلے آے، اور موالی مین سے ہر ایک شخص بلا استثناء وہین صقلیہ مین ذبح کردیا گیا،

ایک نئی فوج کی ترتیب اور اوس کے نتائج صقلیہ کی شاہی فوج مین غالب تعداد انھی دونون جماعتون کی تھی، اس لئے بربریون کی جلاوطنی اور موالی کے اس قتل عام سے صقلیہ کی فوجی چھاونیان خالی ہوگئین تاج الدولہ نے ان خالی چھاونیون کو باشندگان صقلیہ کی "وطنی فوج" سے آباد کیا، اور افریقی عہدیدار" اور "صقلی فوج،، کے امتزاج سے صقلیہ مین ایک نظام حکومت قائم کیا گیا،

لیکن یہ تاج الدولہ کی ایک ایسی سیاسی غلطی تھی جس سے دولت کلبیہ کی بنیاد متزلزل ہوگئی کیونکہ اولاً تو فوج کی تعداد بہ نسبت پہلے کے بہت کم رہ گئی، اس کے علاوہ اوٖھین لوگون کو حکومت کی محافظت سپرد کی گئی ہے کل تک جن کی خود نگرانی کیجاتی تھی، اور ملک کو اون کے آے دن کی بغاوتون سے بچایا جاتا تھا، اس لئے اب صورت حال یہ تھی کہ حکومت کے انتظامی صیغون کو نہ اس وطنی فوج پر

اعتماد تھا، اور نہ وطنی لشکر کو حکومت کے عہدیدارون پر اعتماد تھا، چنانچہ رفتہ رفتہ حکومت کے رعب و داب مین فرق آگیا، یہان تک کہ باشندگان صقلیہ کے دلون سے حکومت کی حقیقی ہیبت و عظمت زائل ہوگئی اور اس طریقہ سے اس کے اقتدار کو اسقدر شدید صدمہ پہنچا کہ چند ہی سال مین ایک محض معمولی بات پر تاج الدولہ کے خلاف ایک عظیم الشان فتنہ کھڑا ہو گیا،

حسن بن محمد باغائی تاج الدولہ کے عہد مین وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر ایک شخص حسن بن محمد باغائی سرفراز تھا، تاج الدولہ نے امور مملکت کو تمام وکمال اسی کے سپرد کر دیا تھا، باغائی نے استبداد پسند طبیعت پائی تھی، اور مزاج مین کسی قدر رعونت بھی تھی، لشکر کے قائدین سے اون کے شایان شان نہ ملتا، صقلیہ کے اہل علم اور صالحین امت کے مراتب کا لحاظ نہ کرتا، اون لوگون سے اپنے حسب منشا کام لینا چاہتا اور اسمین ناکامی ہوتی، تو اون کی توہین و تذلیل کے علاوہ ان پر مظالم کرنے سے بھی دریغ نہ کرتا، علاوہ ازین شاہی خاندان مین بھی باہمی رقابت پیدا ہو چکی تھی، اون پر بھی مظالم ہوتے رہتے، اس لئے باغائی سے باشندگان صقلیہ خوش نہ تھے، اور ادھر حکومت کا وقار پہلے ہی اوٹھ چکا تھا، لوگ موقع کے منتظر تھے، کہ اسی اثنا مین باغائی نے ۴۱۰ھ مین صقلیہ کے طریق خراج مین کچھ ترمیم کی جس سے باشندگان صقلیہ مین عام بے چینی پیدا ہوگئی،

قانون محاصل مین ترمیم اب تک صقلیہ کا رواجی قانون محاصل یہ تھا، کہ لگان پیداوار یا زمین کے اعتبار سے لئے جانے کے بجائے ہل بیل کی تعداد کے لحاظ سے وصول کی جاتی،

باغائی نے اس رواجی قانون مین ترمیم کی اور اسلامی ممالک کے عام قانون خراج یعنی عشر کو رائج کر دیا،

تاج الدولہ پر یورش اگرچہ اس جدید قانون مین فی نفسہ کوئی نقص نہین تھا، بلکہ یہ اون عام طریقوں کی پیروی تھی جو دیگر اسلامی ممالک مین رائج تھی تاہم باشندگان صقلیہ کی حیلہ جوئی کے لئے یہ بہانہ کافی تھا، چنانچہ اسی بنیاد پر حکومت

کے خلاف ایک عظیم الشان بغاوت اوٹھ کھڑی ہوئی، اور ایک مشتعل مجمع قصر حکومت کی جانب روانہ ہوا، مجمع کے غیظ وغضب اور اشتعال کا یہ عالم تھا کہ اس ٹڈی دل مجمع مین حملہ آور نوجوانون کے علاوہ بچے اور بوڑھے بھی شریک تھے، حکومت کی فوج پہلے سے بے قابو تھی، چنانچہ یہ غضب آلود مجمع بغیر کسی مزاحمت کے شاہی محل تک پہنچ گیا، تاج الدولہ روپوش ہوگیا، مجمع قصر شاہی کی عمارت پر چارون طرف سے ٹوٹ پڑا، جس سے محل کو بھی کچھ نقصان پہنچا، اور قریب تھا کہ تاج الدولہ بلوائیون کے پنجہ مین گرفتار ہوجائے کہ اچانک ثقۃ الدولہ یوسف محل سے باہر نکلا، اور اسی کی دستگیری اوس کے کام آئی،

ثقۃ الدولہ یوسف کی دست اندازی

ثقۃ الدولہ یوسف اگرچہ سالہا سال سے صاحب فراش تھا، تاہم فینس پر سوار ہوکر بلوائیون کے سامنے آیا، یوسف اس وقت بھی باشندگان صقلیہ کا محبوب تھا، اور اوسکی شخصیت اب بھی محبت وعقیدت کا مرکز تھی، اوس کو دیکھتے ہی اوس کے عہد حکومت کی یاد تازہ ہوگئی، مجمع اخلاص وعقیدت سے اس کی تعظیم مین سروقد آگے بڑھا، اور اوسکی فینس کو ہر طرف سے گھیر لیا، مجمع کی اس وقت عجیب کیفیت تھی، یوسف سامنے تھا، اور اس کے مبارک عہد کا ایک ایک واقعہ یاد آرہا تھا، اور ادھر خود یوسف موجودہ حالات سے سخت روحانی کرب وبےچینی مین مبتلا تھا، جس کے اثرات سے اُس کا بیمار وغمزدہ چہرہ اور زیادہ پژمردہ ہوگیا تھا، آخر مجمع بھی اس پردرد منظر کی تاب نہ لاسکا، اور مجمع کی آہ وبکا اور گریہ وزاری سے ایک حشر برپا ہوگیا،

تاج الدولہ کی معزولی کا مطالبہ

یوسف یہ دیکھکر مجمع کو تسلی وتشفی دینے لگا، پھر نہایت شفقت اور محبت سے اُس کو خطاب کیا، اور تاج الدولہ کے خلاف اوس کے تمام مطالبات دریافت کئے اور اوس کے منظور کرلینے کا وعدہ کیا، جس پر مجمع نے بےتکلفی سے اُس سے تاج الدولہ جعفر کی معزولی کا مطالبہ کیا، اور باغائی کو مجمع مین طلب کیا گیا،

تاج الدولہ کی معزولی اور اسکی جانشینی کا فیصلہ مجمع کی مرضی پر

چنانچہ یوسف نے مجمع کا مطالبہ فوراً منظور کرلیا، اور اسی مجمع مین تاج الدولہ کی معزولی کا اعلان کردیا، اور مزید برآن اوس کے بجاے کسی نئے فرمانروا کے انتخاب کا مسئلہ اسی کی مرضی پر چھوڑ دیا جس نے ثقۃ الدولہ کے دوسرے لڑکے احمد المعروف بہ اکحل کو نامزد کیا،

باغائی کا حشر

اس کے بعد مجمع کا دوسرا مطالبہ پورا کرنے کیلئے باغائی کو طلب کیا گیا، وہ جیسے ہی مجمع مین پہنچا، مشتعل مجمع ہر طرف سے اس پر ٹوٹ پڑا، اور اوسی وقت اوسکو قتل کرڈالا، اور پھر مجمع نے فرط مسرت سے اس مقتول کے سر کی تشہیر جلوس کی شکل مین پورے شہر مین کی، اور پھر جوش انتقام مین اوسکی بیحرمتی کیلئے اس کی لاش کو آگ مین جلادیا، باغائی کے ساتھ اس کا ایک عزیز ابورافع نامی بھی تہ تیغ ہوا،

تاج الدولہ جعفر کی صقلیہ سے ترک سکونت

ثقۃ الدولہ یوسف کو باغائی کا حشر دیکھکر باشندگان صقلیہ کے جوش انتقام کا اندازہ ہوا، اور اوس کو جعفر کی جان کا خطرہ پیدا ہوا، اس لئے اوس نے اس کے لئے یہی مناسب سمجھا، کہ وہ صقلیہ کو خیرباد کہدے، چنانچہ نہایت پوشیدہ طور پر اوسکو ایک جہاز پر سوار کرکے مصر روانہ کردیا،

یہ واقعات یوم دوشنبہ ۶ محرم ۴۱۰ھ / ۱۰۱۹ء کو پیش آئے،

تائید الدولہ احمد الاکحل بن ثقۃ الدولہ یوسف کلبی فرمانروائے صقلیہ (۱۱)

۴۱۰ھ / ۱۰۱۹ء — ۴۲۷ھ / ۱۰۳۵ء

امن وامان کا قیام

احمد الاکحل صقلیہ کی عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی نہایت جانفشانی سے صقلیہ کے حالات کی اصلاح ودرستی مین مصروف ہوا، جسمین اوسکو کوئی خاص دشواری پیش نہین آئی، کیونکہ وہ باشندگان صقلیہ کے انتخاب ہی سے سر برآرائے حکومت ہوا تھا، اسلئے لوگون نے قیام امن وامان

مین اس کا ہاتھ بٹایا، اور بلا استثنا ہر جگہ امن و امان قائم ہو گیا، اور صقلیہ کے تمام شہر اور قلعے مطیع و منقاد ہو گئے،

فرمان تقرر اور خطاب

پھر کچھ دنون کے بعد خلیفہ فاطمی مصر الحاکم کی طرف سے اوسکو ضابطہ کا فرمان ولایت موصول ہوا، اور اوس کو تائید الدولہ کے لقب سے سرفراز کیا گیا،

ثقۃ الدولہ کی مصر کو روانگی

اس طرف صقلیہ مین کچھ دنون جو حالات رونما ہوئے، اور شاہی خاندان کی رقابت کا جس طرح آغاز ہوا، اور اوس کے جو نتائج برآمد ہوئے، ثقۃ الدولہ یوسف اس عالم پیری مین اون سے گھبرا اوٹھا، اور اوس نے صقلیہ پر مصر کے قیام کو ترجیح دی، اور یہان امن و امان کے قیام کے بعد مصر روانہ ہو گیا، اور وہین سکونت اختیار کر لی،

وہ اپنے ساتھ دولت و ثروت کا ایک بڑا انبار بھی لیتا گیا، جس مین چھ لاکھ ستر ہزار دینار نقد تھے،[۱]

الحاکم خلیفہ فاطمی کی گمشدگی، اور جانشینی

اسی اثنا مین مرکزی حکومت مین ایک اہم واقعہ پیش آیا، وہ خلیفہ فاطمی مصر الحاکم کی گمشدگی ہے، سوء اتفاق سے الحاکم مرض خفقان مین مبتلا تھا، اس لئے تخت حکومت پر بیٹھنے کے چند سال بعد اوس سے نہایت ناشایستہ حرکتین سرزد ہوئین، اور بالآخر انہی حرکتون سے اوسکی جان گئی، اور وہ ماہ شوال ۴۱۱ھ ۱۰۲۱ء مین یکایک لاپتہ ہو گیا، اوس نے کل پچیس سال ایک مہینہ حکومت کی، اوس کی گمشدگی یا قتل کے بعد اسکی بہن نے اوس کے نوعمر لڑکے ابو الحسن علی کو اس کا جانشین بنایا، اور وہ الظاہر لاعزاز دین اللہ کے لقب سے تخت حکومت پر بیٹھا،

---

[۱] نہایۃ الارب درامار ی ص ۴۴۴، و ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳، و ابن خلدون ج ۴ ص ۲۰۱، و ابو الفداء ج ۲ ص ۹، و کتاب المونس ص ۶۵، ابن خلدون کے نسخہ مین احمد الاکحل کا لقب "اسد الدولہ" چھپ گیا ہے،

الظاہر لاعزاز دین اللہ ابو الحسن علی بن الحاکم خلیفہ فاطمی مصر

سنہ ۴۱۱ھ - سنہ ۴۲۷ھ
۱۰۲۰ء - ۱۰۳۵ء

الظاہر نے ۱۶ برس کی عمر مین تاج خلافت سر پر رکھا، اور عید الضحیٰ کے دن اس کی خلافت کا جشن منایا گیا، اولاً امور مملکت کی نگرانی الحاکم کی بہن نے اپنے ہاتھ مین لی، پھر چار سال کے بعد اس کا انتقال ہو گیا، اور مختلف امرائے دولت وزارت عظمیٰ پر فائز ہونے لگے [۱]

صقلیہ کی فوجی طاقت کا استحکام

تائید الدولہ رفتہ رفتہ صقلیہ کے معاملات کو نہایت مطمئن طریقہ سے رو باصلاح لے آیا، فوجی طاقت پر خصوصیت سے توجہ کی، اور تاج الدولہ کے عہد حکومت کی ناعاقبت اندیشیانہ حکمت عملی سے جو خرابیان پیدا ہو گئی تھین، اون کے دور کرنے کی کوشش کی، اور اپنی پوری قوت سی فوجی طاقت کو مستحکم کیا،

اٹلی مین نارمنون کی آمد

صقلیہ مین ادھر یہ حالات رونما تھے، اودھر جنوبی اٹلی مین مسلمانون کے خلاف ایک نئی صورت حال قائم ہو گئی یعنی اوسی زمانہ مین یورپ کی ایک وحشی قوم نارمن کو اقتدار حاصل ہوا جس کے تفصیلی حالات آیندہ صفحات مین آئین گے،

اتفاق وقت کہ سنہ ۴۰۷ھ (۱۰۱۶ء) مین کچھ نارمن یروشلم کی زیارت سے واپس آرہے تھے، کہ سلرنو کے قریب ان کا جہاز تباہ ہو گیا، یہ لوگ ظاہری شکل وصورت مین قوی ہیکل اور جنگجو تھے، اور ان کی بہادرانہ جنگجویانہ اور قزاقانہ روایات بھی یورپ مین شہرت پا چکی تھین، اس لئے اٹلی مین ان کے اتفاقاً آجانے پر شاہ سلرنو نے اون کے خدمات حاصل کر لئے، اسی زمانہ مین صقلیہ مین تاج الدولہ کے خلاف رعایا کے جذبات برانگیختہ

---

[۱] ابن خلدون ج ۴ ص ۵۶ وخطط مقریزی ج ۲ ص ۱۲۷،

تھے، اسلئے شاہ سلرنو نے صقلیہ کی ان سیاسی پیچیدگیون سے فائدہ اوٹھایا، اور ان نارمنون کی اعانت سے اٹلی کی اسلامی آبادیون پر جارحانہ حملے شروع کردیے۔[۱]

اٹلی پر تاخت

جب صقلیہ مین تاج الدولہ کی معزولی کے بعد سکون پیدا ہوا، اور تائید الدولہ نے فوجی طاقت درست کرلی، تو اوس نے اٹلی پر حملہ آوری کا اہتمام کیا، اور صقلیہ سے متعدد مہمین روانہ کین، کبھی کبھی خود اپنی قیادت مین لشکر لے کر وہان پہنچا، نہین معلوم ان اسلامی لشکرون کا مقابلہ شاہ سلرنو کے متاجر نارمن سپاہیون سے بھی ہوا یا نہین، لیکن عرب مورخین کے بیان کے مطابق اس زمانہ کی یہ اسلامی مہمین اٹلی مین نہایت کامیاب ہوئین، اسلامی لشکر کو ہر جگہ فتحیابی ہوئی، اور غلبہ و استیلا کے ساتھ لوٹ مار، غارتگری، آتش زدگی، حصول زر اور قیدیون کی گرفتاری کے بہ کثرت واقعات پیش آئے، اور یہ لشکر وہان سے کامیاب ہو ہو کر صقلیہ لوٹ آتے رہے۔[۲]

تائید الدولہ کے لڑکے جعفر کی ناعاقبت اندیشی

اگرچہ تائید الدولہ کو یہ کامیابیان حاصل ہوئین، اور اٹلی کی عیسوی حکومتون کے متاجر سپاہی بھی بہ ظاہر انکا راستہ روک سکے، لیکن دوسری طرف اس کے بعض نتائج بد صقلیہ مین ظاہر ہوئے، اور پھر بالواسطہ اون کے اثرات اٹلی پہنچے،

تائید الدولہ جب ان مہمون مین اٹلی جاتا، تو انصرام حکومت کے لئے اپنے لڑکے جعفر کو اپنا قائم مقام بنا جاتا جعفر نوعمر و ناتجربہ کار تھا، اون امور کا لحاظ نہ کرسکا، جو صقلیہ کے اس نازک دور مین فرمانروائی کے لئے ضروری تھے، اور جنھین سامنے رکھ کر تائید الدولہ فرمانروائی کرتا تھا، چنانچہ تائید الدولہ کی عدم موجودگی مین ملک کی فضا پھر خراب ہونے لگی، اہل صقلیہ کو رفتہ رفتہ حکومت کے خلاف شکایتین پیدا ہوگئین، اور جب تائید الدولہ اٹلی کے آخری سفر سے صقلیہ لوٹا، تو یہان تمام بنا بنایا کھیل بگڑ چکا

---

[۱] تاریخ یورپ الیور تھیچر و فرڈیننڈ شیول حصہ اول (ترجمہ شایع کردہ جامعہ عثمانیہ) صفحہ ۲۱۵ [۲] ابن اثیر ج ۱۰ صفحہ ۱۳۰ و نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۴۴۔

تھا، اور وہ یہاں آکر انہی سیاسی پیچیدگیون کے حل کرنے مین مصروف ہوگیا، لیکن یہ گتھیان سلجھنے کے بجائے اور الجھ گئین جسکی تفصیل آیندہ آتی ہے،

صوبہ قلوریہ سے اسلامی اقتدار کا زوال

اسی نازک دور مین جب تائید الدولہ صقلیہ کی پیچیدگیون کے حل کرنے کی ناکام کوششون مین مصروف تھا، اٹلی کے قلوریہ (کلیبریا) کے مسلمانون اور اسلامی آبادیون پر ایک ایسی آفت ناگہانی آئی جس سے قلوریہ مین مجاہدین کی سہ صد سالہ جانبازیون وخون فشانیون کے اثرات یکلخت زائل ہوگئے،

جب وہ نارمن سپاہ جو ۱۰۱۶ھ مین ریاست سلرنو مین متاجر سپاہ بن گئی تھی، اٹلی کی اسلامی بستیون اور آبادیون کو لوٹ مار کر مال غنیمت اور انعام واکرام سے لدی پھندی اپنے وطن نارمنڈی پہنچی، تو اون کے ہموطنون مین اس کا شہرہ ہوا، اور جنیہ قزاقی کے خوگر وحشی نارمنون کے جرگے جوق درجوق اٹلی آتے گئے، اور یہان کی عیسوی ریاستون مین ملازم ہوتے گئے،

اسی اثنا مین تائید الدولہ کے اون حملون سے جو ابھی وہان کیے گئے تھے عیسوی حکومتون مین جوش وخروش پھیلا، اور اونھون نے اٹلی سے اسلامی ریاست اور اسلامی آبادیون کا نام ونشان مٹا دینے کا فیصلہ کیا، اور ایک نارمن سردار کی سرکردگی مین زور وشور سے حملے شروع ہوگئے، اور جلد جلد صوبہ قلوریہ کے مختلف اسلامی شہرون پر قبضہ ہونے لگا، اور مسلمانان اٹلی کے دردناک مصائب کا آغاز ہوگیا،

اس کے بعد اس نارمن سردار نے چند اہم مقامات پر جنگی عمارتین تعمیر کین اور ایک مفتوح اسلامی شہر کو مرکز قرار دے کر نارمن حکومت کی تشکیل کر لی،

سلہ ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۰، نہایۃ الارب درامار ی ص ۴۴۴، ابو الفدا ج ۲ ص ۹۷ و ۲۰۰، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۱۲ کتاب الیٹس ص ۸۷،

یہ مسلمانانِ اٹلی کی شومیِ قسمت تھی کہ اون پر یہ اچانک متفقہ حملے ایسے وقت مین شروع ہوئے، جب اون کی پشت پناہ حکومت، دولت کلبیہ صقلیہ خود اپنے مصائب مین گرفتار تھی، چنانچہ فرمانروائے صقلیہ تائید الدولہ ایسے اہم اور نازک موقع کے ہونے کے باوجود مسلمانانِ اٹلی کی کوئی مدد نہ کرسکا،

جب حکومت صقلیہ کی طرف سے کوئی مدافعانہ بیڑا روانہ نہ ہوسکا، تو مغرب کی اسلامی حکومتون مین سے حکومت صنہاجیہ مین جنبش پیدا ہوئی، اس وقت افریقیہ پر ایک بیدار مغز اور غیور فرمانروا المعز کے لقب سے حکمران تھا، وہ اٹلی کے مسلمانون کے مصائب کے حالات سنکر کچھ تو اخوتِ اسلامی سے اور کچھ اس لئے کہ اٹلی مین افریقیہ ہی کے مسلمان خاندان آباد ہین، اون کی امداد کے لئے تیار ہوا، اور افریقیہ مین مسلمانانِ اٹلی کے مصائب کی پردرد داستان کے ذریعہ سے مذہبی جہاد کا وعظ کہلایا، اور مجاہدین جوق درجوق اس فوج مین شریک ہونے لگے،

جب پورا لشکر تیار ہوگیا، تو چار سو جہازون کا ایک عظیم الشان بیڑا ساحلِ افریقیہ سے اٹلی کی طرف روانہ ہوا، کہ نارمنون کا استیصال کرکے قلوریہ مین اسلامی اقتدار کو دوبارہ قائم کرے، لیکن قضا وقدر کا فیصلہ اوس کے برعکس ہوچکا تھا، چنانچہ وہ عظیم الشان امدادی بیڑا، افریقیہ سے ابھی تھوڑی ہی دور آگے بڑھا تھا کہ جزیرۂ قوصرہ کے قریب سمندر مین سخت طوفان آیا، اور بادِ مخالف کے سخت جھونکون، اور سمندر کی تلاطم خیز موجون سے پورا بیڑا غرقاب ہوگیا، صرف تھوڑے سے آدمی بچ گئے، جو افریقیہ چلے آئے، اور اوسی وقت قلوریہ کے حرمان نصیب مسلمانون کا آفتابِ اقبال غروب ہوگیا،

اٹلی کے صوبۂ قلوریہ سے مسلمانون کا باضابطہ تعلق ۲۲۵ھ مطابق ۸۳۹ء مین پیدا ہوا، اور ۴۱۶ھ مطابق ۱۰۲۵ء مین اونھین زوال آیا، اس اثنا مین کم وبیش دوسو برس تک مسلمانون نے یہان حاکمانہ اقتدار قائم رکھا، یہان ان کی آزاد وخود مختار حکومت اٹلی کی مختلف عیسوی حکومتون کے درمیان اس طرح قائم رہی، کہ ان

مین جس کے ساتھ اوسکی قوت بازو شامل ہوجاتی تھی وہ قوی ہوجاتی تھی،

صوبۂ انکبردہ کی منظم اسلامی حکومت کا خاتمہ تو خود مسلمانون کی خانہ جنگیون سے ہوچکا تھا جس کا تذکرہ اوپر گذر چکا ہے، اب صوبۂ قلوریہ کی اسلامی حکومت کا خاتمہ ان نارمنون کے ہاتھون ہوا، قلوریہ مین مسلمانون کو متعدد شہرون اور قلعون پر اقتدار حاصل رہا، اور وہ مقامات مستقل اسلامی آبادیون اور بستیون کی حیثیت سے دنیا مین رہے، اور ایسی بعض آبادیان صوبۂ قلوریہ کے علاوہ بعض دیگر حصص مین نارمنون کے اس حملہ کے بعد بھی انفرادی طور پر باقی رہین، اور اونھین بعد مین زوال آیا جس کا تذکرہ آیندہ آئے گا،

اٹلی مین مسلمانون کے قیام کا سب سے بڑا مقصد تجارتی ترقی تھا، وہ آزادانہ طور پر وہان قیام رکھ کر تجارت کرتے، اور ان آبادیون کی حیثیت بڑی حد تک تجارتی کوٹھیون کی تھی، تجارت کی ترقی کے لئے اونھین صنعت وحرفت پر خصوصیت سے توجہ تھی اس لئے صنعتی حیثیت سے مسلمانان اٹلی اس عہد کی ترقی یافتہ قومون مین شمار کئے جاتے تھے،

مسلمانان قلوریہ نے اپنی اون اسلامی آبادیون اور بستیون کی آزادی اسلامی حکومت صقلیہ کے زیر سایہ ہمیشہ برقرار رکھی، ان پر جب کبھی کسی عیسوی حکومت نے نظر اٹھائی صقلیہ کی اسلامی حکومت نے اپنی پیشقدمیون سے اوس کا جواب دیا، یہی وجہ ہے کہ اٹلی مین اسلامی حکومت صقلیہ کی بہ کثرت پیشقدمیان نظر آتی ہین،

قلوریہ سے اسلامی اقتدار کے زوال کے بعد وہان سے مسلمانون کی ایک بڑی جماعت جس مین علمأ اور صالحین اور اہل علم بھی تھے، ہجرت کرکے صقلیہ اور اٹلی کے صوبۂ انکبردہ کی بعض اسلامی آبادیون مین چلی آئی اور جو ستم زدہ وہین رہ گئے، اونھین اونکی نسلون کو اسلام سے بیگانہ ہوجانا پڑا،

صوبۂ انکبردہ کی اون اسلامی آبادیون تک جو ابھی تک انفرادی طور پر قائم رہ گئی تھین، نارمنون کو دسترس حاصل نہین ہوا، اور اون کی انفرادی خودمختاری کچھ اور دنون تک برقرار رہی،

صقلیہ پر بزنطی حملہ

انھی دنون حکومت بزنطی کے فرمانروا باسل ثانی (۳۶۵ھ ۹۷۶ء تا ۴۱۶ھ ۱۰۲۵ء) کو صقلیہ پر حملہ آوری کا خیال پیدا ہوا، اور ۴۱۶ھ ۱۰۲۵ء مین ایک عظیم الشان بیڑا صقلیہ روانہ کرنا چاہا، لیکن اوسکی اچانک موت سے یہ تیار شدہ بیڑا درہم برہم ہوگیا،[۱]

تائید الدولہ کی نفاق انگیزی

صقلیہ مین تائید الدولہ کے لڑکے جعفر کے طرزِ عمل سے رعایا اور حکومت کے درمیان جو کشمکش شروع ہوگئی تھی، تائید الدولہ نے اوس سے نکلنے کے لئے ایک نئی تدبیر اختیار کرنی چاہی، وہ رعایا کے درمیان باہمی نفاق انگیزی تھی،

صقلیہ مین اوس وقت دو قسم کے مسلمان آباد تھے، کچھ خانوادے ایسے تھے، جو افریقیہ سے آکر آباد ہوئے تھے اور کچھ ایسے تھے، جو اسی سرزمین کے قدیم باشندے تھے اور اونکے گھرانے ایک زمانے سے مسلمان تھے، صقلیہ کے مسلمانوں کی یہی ایک بڑی تقسیم افریقی و صقلی جماعتون کے نام سے ہو سکتی تھی، اسلئے تائید الدولہ کو انھی دونون قسم کے مسلمانون کو باہم تقسیم کر کے اونھین ایک دوسرے کے مدمقابل لانے کا خیال پیدا ہوا، اور اس کے لئے اوس نے خفیہ ریشہ دوانی شروع کردی، چنانچہ اوس نے وطنی و غیر وطنی کا سوال اوٹھانے کیلئے اولاً صقلی مسلمانون مین سے معزز و ذی اثر اشخاص کو ازراہ عزت کے ساتھ اپنے یہان مدعو کیا، اور اون سے اس مقصد پر دیر تک گفتگو کرتا رہا، جس کا ماحصل یہ تھا کہ اہل افریقیہ جو یہان اجنبی حیثیت رکھتے تھے، صقلیہ پر مستولی ہو گئے ہین، اُن کی جائداد و املاک اور دولت و ثروت مین شریک و سہیم بن گئے ہین، ضرورت ہے کہ ان ناانصافیون کا تدارک کیا جائے،

---

[۱] اسٹوری آف دی نیشنس بزنطائن ایمپائر، ج ۳۰ ص ۲۴۴ و انسائیکلو پیڈیا بریطانیکا (سسلی) ج ۲۵ ص ۳۲ طبع یازدہم، انسائیکلوپیڈیا مین ۱۰۲۵ء کے بجائے ۱۰۲۷ء ہے، اور یہ تصریح ہے کہ باسل نے اپنا بیڑا روانہ کردیا، لیکن اوس کی خبرِ وفات سے وہ صقلیہ تک نہین پہنچ سکا، لیکن یہ صحیح نہین ہے، باسل دوم ۱۰۲۷ء سے پہلے ۱۰۲۵ء ہی مین وفات پاچکا تھا، اور اسکی تصریح مذکورۂ بالا حوالہ کے علاوہ اسی انسائیکلوپیڈیا کی ایک دوسری جلد مین باسل دوم کے سوانح حیات کے ماتحت موجود ہے، (ج ۳ ص ۴۶ طبع یازدہم،)

صقلی جماعت کے مدبرین دوراندیش تھے، اس خوفناک سازش مین شریک ہونے کیلئے تیار نہین ہوئے، اور تائید الدولہ کو صفائی سے جواب دیدیا:-

"یہ ممکن نہین اب ہمارے اون کے ازدواجی تعلقات قائم ہوچکے ہین، اور ہم دونون ایک دوسرے سے نسبی قرابتون سے وابستہ ہین اور ہم دونون بمنزلہ واحد کے ہوچکے ہین"

جب تائید الدولہ اس صقلی جماعت کی طرف سے مایوس ہوا، تو اوس نے دوسرے فریق کو ٹٹولنا چاہا، اس دوسرے گروہ پر اس کا جادو چل گیا، اور صقلیہ کے افریقی مسلمان، اور حکومت مین صقلی باشندون کے خلاف جن مین مسلم وغیر مسلم دونون تھے، اتحاد قائم ہوگیا، اور اس سازش اتحاد کے بعد حکومت کو رعایا کی ایک جماعت کی تائید حاصل ہوگئی، اور وقتی طور پر تائید الدولہ اپنے مقصد مین کامیاب ہوگیا،

اس کے بعد اسی سازش اتحاد کے رو سے صقلیہ کے افریقی مسلمان حکومت کے مختلف شعبون مین پیش پیش ہوگئے، اعلیٰ عہدون پر بیش قرار تنخواہون کے ساتھ سرفراز ہوئے، اون کی جائدادین خراج سے آزاد کی گئین، اور ہر ممکن طریقہ سے انھین صقلی مسلمانون اور غیر مسلمون پر فوقیت دینے کی کوشش کیگئی، اولاً ان سے اعلیٰ عہدے خالی کرائے گئے، پھر حکومت کے صیغۂ مالیہ کا توازن قائم کرنے کیلئے افریقی مسلمانون کی اون جائدادون کے محاصل کے عوض جو خراج سے آزاد کیگئی تھین، اہل صقلیہ کی جائدادون پر خراج کا مزید بار ڈالا گیا، اور پھر اہل افریقیہ کی پاسداری مین ہر ہر قدم پر ان کی حق تلفی کیجانے لگی،

صقلی جماعت کی المعز صنہاجی سے استمداد

صقلی مسلمان واقعات کی اصلیت سے واقف تھے، کہ وہ تمام حقوق ومراعات جن سے اہل افریقیہ اس وقت فائدہ اوٹھا رہے ہین، اس سے پہلے خود ان کے سامنے پیش کئے جاچکے تھے اور وہ اون کو رد کرچکے تھے، اس لئے ایسی صورت مین ان ناانصافیون پر حکومت کو دوبارہ توجہ دلانا لاحاصل تھا، اسلئے وہ حکومت کے طریق عمل کی اصلاح ودرستی سے مایوس ہوگئے، اور اس کے بجائے اوس کا حل ایک دوسری شکل مین تلاش کیا، وہ حکومت صنہاجیہ افریقیہ سے استمداد تھی، چنانچہ نہایت خوشی سے اہل صقلیہ کا

ایک وفد المعز صنہاجی فرمانروائے افریقیہ کی خدمت مین استمداد کے لئے حاضر ہوا،

المعز اگرچہ ابھی تک خلفائے فاطمی کا ماتحت خیال کیا جاتا تھا لیکن اوس کے شیعی مذہب کو ترک کرکے سنی المذہب ہوجانے سے وہ حقیقی تعلقات جوان دونون مین ہونے چاہیئے تھے، قائم نہین رہے تھے، اور پھر فرمانروایانِ کلبین کے شیعی ہونے سے افریقیہ اور صقلیہ مین بھی کچھ اچھے مراسم قائم نہین تھے[1]، کیونکہ المعز افریقیہ مین شیعون کیلئے شمشیر برہنہ تھا، مذہبی عصبیت ان دونون حکومتون مین مخلصانہ تعلقات کے قائم ہونے مین مانع تھی جس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے، کہ ۴۰۹ھ مین شیعون کی ایک جماعت نے جو دوسو سوارون پر مع اہل وعیال کے مشتمل تھی، افریقیہ کے مظالم سے عاجز آکر صقلیہ کو اپنی پناہ گزینی کے لئے منتخب کیا اگرچہ اوسکو صقلیہ پہنچنے کا موقع نہین ملا، اور ایک گاؤن مین قتل کردی گئی[2]، تاہم اس سے ان دونون حکومتون کے تعلقات کا اندازہ ہوجاتا ہے،

---

[1] المعز حکومتِ صنہاجیہ کا چوتھا فرمانروا تھا، جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے، خلیفہ فاطمی المعز نے یوسف بلکین صنہاجی کو افریقیہ کی فرمانروائی سپرد کی تھی، یوسف کے بعد منصور بن یوسف اور پھر بادیس بن منصور فرمانروا ہوئے، بادیس کا ۴۰۶ھ مین انتقال ہوا، اوران تینون کے عہدِ حکومت مین افریقیہ اور مصر کے تعلقات ویسے ہی رہے، جیسے کہ مصر وصقلیہ مین اس وقت تک قائم ہین، بادیس کے بعد اوس کا لڑکا المعز آٹھ سال اور چند مہینے کی عمر مین تختِ حکومت پر بیٹھا، اتفاق سے اوسکی تعلیم وتربیت ایک ایسے شخص کی نگرانی مین ہوئی، جو فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ مین سے مذہب مالکی کا پیرو تھا، اوس نے آہستہ آہستہ المعز کو مذہب اسماعیلی سے برگشتہ کرکے مذہب اہلِ سنتہ کی دعوت دی، اوراس مذہب کی طرف اوس کو مائل کرلیا، یہ واقعہ سیاسی حیثیت سے افریقیہ کے لئے نہایت اہم ثابت ہوا، کیونکہ اگرچہ افریقیہ پر اسماعیلی ایک صدی سے زیادہ سے حکمران تھے، لیکن باشندگان افریقیہ کی غالب آبادی اپنے آبائی مذہب اہل السنۃ والجماعۃ پر قائم تھی، اس لئے جب المعز کے تبدیلِ مذہب کے رجحانات کی خبر افریقیہ مین شایع ہوئی تو اہلِ افریقیہ کو بڑی مسرت حاصل ہوئی، اور شیعہ سنی کے فرقہ وارانہ جذبات جواب سرد پڑچکے تھے، پھر سے تازہ ہوگئے، اور اہلِ افریقیہ ایک مرتبہ آخری فیصلہ کرکے سرزمین افریقیہ سے شیعون کو نیست ونابود کرنے کا فیصلہ کر بیٹھے، چنانچہ المعز کے سال جلوس کے دوسرے ہی سال جب افریقیہ کے عوام کو ایک موقع پر المعز کے مذہب اہلِ سنت کی طرف مائل ہونے کا علم ہوا، تو وہ جذبات سے مغلوب ہوکر اس نشہ مین کہ اب صاحبِ تاج وتخت بھی انکا ہمنوا ہے، شیعون کے استیصال کے لئے اوٹھ کھڑے ہوئے اور افریقیہ مین

اس لئے جب صقلی وفد نے المعز کی خدمت مین پہنچکر اوس کو صقلیہ کی صورت حال سے آگاہ کیا، اور اس سے یہ تہدید آمیز درخواست کی کہ یا تو حکومت افریقیہ جزیرہ صقلیہ کو اپنے ممالک محروسہ مین داخل کرلے، اور اہل صقلیہ کو دولت کلبیہ سے آزاد کرائے، ورنہ وہ مجبور ہون گے کہ عیسائیون کو بلاکر اس اسلامی جزیرہ کو ان کے سپرد کردین[۱]

افریقیہ کا حملہ صقلیہ پر المعز انھی حالات کی بنا پر صقلیہ کی حملہ آوری پر تیار ہوگیا، اور اپنے لڑکے عبد اللہ کی سرکردگی مین چھ سو سپاہیون کا ایک مختصر دستہ روانہ کیا جسمین تین سو سوار تھے تاکہ وہ صقلیہ کی فوج کی امداد سے غلبہ حاصل کرے، یہ افریقی لشکر انھی اہل صقلیہ کی رہنمائی مین صقلیہ پہنچا، اور دار الحکومت بلرم کی طرف روانہ ہوگیا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰۹) ۴۰۷ھ مطابق ۱۰۱۶ء مین شیعون کا ایسا دردناک قتل عام ہوا کہ سرزمین افریقیہ تھرا اوٹھی،

اس طریقہ سے المعز کے تخت نشین ہونے کے دوسرے سال ہی اس کے اور فاطمیین کے درمیان بنائے اختلاف پیدا ہوگئی لیکن اب صنہاجیون نے افریقیہ مین پوری قوت حاصل کرلی تھی اس لئے فاطمیین کے لئے یہی بسا غنیمت تھا کہ افریقیہ مین فاطمی سکہ وخطبہ جاری رہے یہی وجہ تھی کہ ۴۰۷ھ مطابق ۱۰۱۶ء مین شیعون کے قتل عام پر حکومت فاطمی مصر نے کوئی احتساب نہین کیا بلکہ المعز کو مطیع وفرمانبردار رہنے کے لئے اوس پر اخلاقی دباؤ ڈالا، ہر دو چار برس پر خلعت اور تحائف مصر سے آتے، مختلف مواقع پر بلند خطابات عطا کئے جاتے، اور اس طریقہ سے اس کا وہ اعزاز واکرام ہوا، جو اس کے آبا واجداد کو بھی انکی بہترین وفاداریون کے باوجود نصیب نہین ہوا تھا، لیکن فاطمیین کی شومئی قسمت سے ان کی یہ سب کوششین بے سود ثابت ہوئین اور ابن اثیر کی روایت کے مطابق ۴۳۵ھ مطابق ۱۰۴۳ء مین اور ابن عذاری کے بیان کے رو سے ۴۴۰ھ مطابق ۱۰۴۸ء مین الامیر شرف الدولہ، عضد الدولہ المعز ابن بادیس نے فاطمیین کی اطاعت کا جوا اوتار پھینکا، اور افریقیہ مین ان کا خطبہ وسکہ موقوف ہوگیا اور اون کے بجائے خلافت عباسیہ سے افریقیہ کا دوبارہ تعلق قائم ہوا، اور خلیفہ عباسی القائم بامر اللہ نے المعز کو الملک الاوحد ثقۃ الاسلام شرف الامام عمدۃ الانام ناصر الدین اللہ قاھر اعداء اللہ ومویی سنۃ رسول اللہ صلعم ابو تمیم المعز بن بادیس کے خطاب سے سرفراز کرکے فرمان ولایت بھیج دیا (ابن اثیر وابن عذاری)[۲] ابن عذاری (ترجمہ اردو) صفحہ ۲۷۸

[۱] ابن اثیر ج ۹ صفحہ ۱۳۰ ونہایۃ الارب درامار ی صفحہ ۴۴۴،

اہلِ صقلیہ اس حملہ آور فوج کے لانے والے تھے، اور صقلیہ کی شاہی فوج مین صقلیین ہی کی زیادہ کثرت تھی، اس لئے شاہی فوج کا ایک بڑا حصہ قدرتی طور پر جنگ سے الگ ہوگیا، اس لئے عبد اللہ چند معرکہ آرائیون کے بعد بہت جلد دار الحکومت خالصہ کی شہر پناہ کے نیچے پہنچ گیا، اور تائید الدولہ اپنی مختصر جمعیت کے ساتھ خالصہ کے قلعہ مین محصور ہوگیا،

اہلِ صقلیہ مین اختلاف اور تائید الدولہ کا قتل،

چند دن اسی حال مین گذرے، اس اثنار مین تائید الدولہ اپنی صقلی فوج کو ہموار کرنے مین مصروف رہا، اور اس کی کوششون سے اکی نمک خوار سپاہ اوس کی امداد کے لئے تیار ہوگئی، اور قریب تھا کہ حالات بدل جائین کہ اسی اثنار مین اوس جماعت کو جو افریقی فوج کو اپنے ساتھ صقلیہ لائی تھی تائید الدولہ پر دسترس حاصل ہوگیا، اور اوس نے موقع پاتے ہی نہایت عجلت سے اوس کو قتل کر ڈالا، اور سر کاٹ کر المعز کے پاس افریقیہ بھیج دیا، یہ واقعہ ۴۲۷ھ یا ۴۲۵ھ مین پیش آیا،[۵۱]

اہلِ صقلیہ اور افریقیہ مین جنگ

تائید الدولہ کے اس قتل سے فتنہ اور زیادہ برانگیختہ ہوا، اور اوس کی موید جماعت دولتِ کلبیہ کی حمایت پر آمادہ ہوگئی، اور اون لوگون کے خلاف جو افریقیہ سے فوج لے آئے تھے، آوازین بلند ہوئین، لیکن دور اندیشون نے مصلحت اندیشی سے کام لیا، اور اون لوگون سے کوئی انتقامی برتاؤ کرنے کے بجائے، بحث و تمحیص سے اون کو ہموار کرنا شروع کیا، کہ اس غیر ملکی قبضہ کا کوئی خوشگوار نتیجہ نہ ہوگا، چنانچہ پھر ان لوگون کی بھی رائے بدل گئی، اور اب یہ جماعت بھی عبد اللہ کی مخالفت پر آمادہ ہوگئی، اور اوس کے خلاف متفقہ مقابلہ کیلیے صقلیہ کی ایک بڑی فوج میدان مین اوتر آئی،

عبد اللہ کے لئے یہ حالات خلافِ توقع تھے، وہ صرف اہلِ صقلیہ کی امداد کے بھروسہ پر مٹھی بھر فوج لے کر آیا تھا، تاہم اوس نے مقابلہ کیا، اور اوس کے تین سو جانباز سپاہی پہلے ہی حملہ مین تہ تیغ ہوگئے، اوس کے بعد وہ اپنی باقی ماندہ فوج لیکر افریقیہ واپس چلا گیا،[۵۲]

---

[۵۱] ابن خلدون کے نسخہ مین ۴۱۵ھ ہے لیکن صحیح نہین ہے، [۵۲] ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳ ونہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۴ وابن خلدون

خلیفہ فاطمی مصر کی وفات اور اوس کا جانشین،

اسی سال ماہ شعبان ۴۲۷ھ ۱۰۳۵ء مین خلیفہ فاطمی الظاہر لاعزاز دین اللہ نے وفات پائی کل مدتِ خلافت ۱۶ سال اور کچھ مہینے رہی؛ اس کے بعد اوس کا لڑکا ابوتمیم معد المستنصر بامر اللہ کے لقب سے تختِ خلافت پر بیٹھا،[۱]

المستنصر بامر اللہ ابوتمیم معد بن الظاہر خلیفہ فاطمی

۴۲۷ھ ۱۰۳۵ء - ۴۸۷ھ ۱۰۹۲ء

المستنصر نے بھی اپنے باپ کے نقشِ قدم کی پیروی کی، اور امورِ مملکت کو وزراء کے سپرد کر دیا، اور باوجودیکہ صقلیہ مین اس وقت اہم انقلابات ہو رہے تھے لیکن خلافتِ فاطمی کی طرف سے کوئی مداخلت نہین ہوئی،

دولتِ کلبیہ کا زوال،

کلبی فرمانروا کا انتخاب

صقلیہ مین تائید الدولہ کے قتل اور افریقی لشکر کی واپسی کے بعد انقلاب انگیز اضطراب پیدا ہو گیا، حکومت کا رعب و داب جاتا رہا، اور شورہ پشت جماعتون کے سرگروہ کو اقتدار حاصل ہو گیا، اور وہی لوگ صقلیہ کی حکومت کے سیاہ و سپید کے مالک بن بیٹھے، ان لوگون نے افریقی فوج کی واپسی کے بعد مجلس شوریٰ منعقد کی، اور تائید الدولہ کے چھوٹے بھائی حسین کو صمصام الدولہ کا لقب دیکر رسمی طور پر برائے نام تختِ حکومت پر بٹھا دیا،

(بقیہ حاشیہ ص ۴۱۱) ج ۴ ص ۲۱۱ و ابوالفداء ج ۲ ص ۹۰، ابن اثیر کے نسخہ مین افریقی فوج کے مقتولین کی تعداد آٹھ سو مکتوب ہے، لیکن یہ نسخہ کا اختلاف ہے "ثلاثمایۃ" "ثمانمایۃ" ہو گیا، کیونکہ فوج کی مجموعی تعداد صرف ۷۰۰ تھی؛ نویری ابن خلدون اور ابوالفداء مین یہی تعداد ہے، لیکن اماری نے ابوالفداء کے دو نسخون سے نقل کیا ہے، ایک مین "ثمانمایۃ" اور ایک مین "ثلاثمایۃ" ہے ۔

[۱] ابن خلدون ج ۴ ص ۶۲

صمصام الدولہ حسین بن ثقۃ الدولہ کلبی فرمانروائے صقلیہ (۱۲)

۴۲۷ھ - ۴۳۱ھ
۱۰۳۵ء - ۱۰۳۹ء

صمصام الدولہ وہ آخری بدبخت کلبی تاجدار ثابت ہوا جس کو ایک دن بھی سکون سے حکومت کرنا نصیب نہین ہوا جن شورش پسندون نے اُس کے سر پر تاج رکھا، دار الحکومت پر عملاً وہی قابض ہوگئے، اور عمال حکومت کا عزل و نصب اور ہنگامۂ دار و گیر برپا کردیا جس سے شہر کے معززین سر چھپاتے پھرنے لگے،

جب دار الحکومت مین یہ فضا پیدا ہوگئی، تو اورون کو بھی جرائت ہوئی، جو جس صوبہ کا گورنر تھا وہ خود حکمران بن بیٹھا جسکی معزولی کا پروانہ پہنچا، اوس نے اوس کو ٹھکرا کر خود مختاری کا اعلان کردیا، یہان تک کہ بعض شہرون کے حاکمون نے بھی اپنی مطلق العنانی کا اعلان کردیا، اور کسی کو مرکزی حکومت سے کوئی علاقہ باقی نہین رہ گیا، ابن اثیر اور عام مورخین لکھتے ہین:-

"حالات مین عام اضطراب پیدا ہوگیا، رذیلون کو حکمرانی کا موقع مل گیا، اور ہر شخص اپنے اپنے شہر کا مطلق العنان فرمانروا بن بیٹھا"

سینا پر بیزنطی قبضہ ایک طرف صقلیہ مین یہ اضطراب انگیز حالات طاری تھے، دوسری طرف اسی اثنا مین قیصر روم میکائل چہارم (MICHAEL IV ۱۰۳۴ء - ۱۰۴۲ء / ۴۲۵ھ - ۴۳۴ھ) نے اپنے پیشرو بیزنطی فرمانروا باسل دوم کی ناتمام آرزو کی تکمیل کرنی چاہی، اور صقلیہ پر حملہ آوری کے لئے مذہب کے نام پر فوج جمع کی، جس مین عیسوی مذہب کے ہر فرقہ کے پیرو شامل ہوئے، اور ایک بڑا بیڑا تیار ہوا جس کا امیر البحر اس عہد کے سب سے بڑے جنرل کپتان جارج مینکس (GEOYGE MANIACES) کو مقرر کیا گیا،

یہ بیزنطی بیڑا ۱۰۳۲ء ۴۲۳ھ میں مسینا پہنچا، اور انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار کے بقول ان حملہ آوروں کے اس حملہ کو مسلمانانِ صقلیہ کی باہمی جنگ سے تقویت پہنچی، اور وہ مسینا پر قابض ہو گئے ہیں[۱]

صقلیہ پر عیسوی حملہ کا اسی سے آغاز ہوا، اور ممکن تھا، کہ بعد میں بعض دوسرے حالات پیش نہ آجاتے، تو صقلیہ ایک مرتبہ دوبارہ بیزنطی صوبہ بن جاتا، لیکن بعد کے واقعات نے بیزنطی شہنشاہوں کی یہ آرزو پوری نہ ہونے دی،

دولتِ کلبیہ کا زوال بلرم میں صمصام الدولہ کی تخت نشینی کے بعد حکومت میں جو اختلال و اضطراب پیدا ہو گیا تھا، وہ روز بروز ترقی کرتا گیا، اور ۴۲۶ھ ۱۰۳۵ء سے ۴۳۱ھ ۱۰۳۹ء تک چند سال یہی حالات قائم رہے، اور مظلوم صمصام الدولہ کے بنائے کچھ نہ بن سکی، آخر وہ ساعت بھی آپہنچی کہ دولتِ کلبیہ کا یہ ٹمٹماتا ہوا چراغ بھی گل کر دیا جائے، چنانچہ ۴۳۱ھ ۱۰۳۹ء میں یہ آخری کلبی تاجدار بھی تختِ حکومت سے معزول کر دیا گیا، اور اسی پر دولتِ کلبیہ کا خاتمہ ہو گیا،[۲]

صمصام الدولہ معزول ہونے کے بعد خاموش بیٹھ گیا، لیکن دشمنوں نے پھر بھی اوس کی جان بخشی نہ کی، اور صقلیہ میں جلد جلد حالات بدلنے کے بعد جب ایک شخص ابن ثمنہ نامی القادر باللہ کے لقب سے تخت پر بیٹھا تو اوس نے خطرات کو مکمل طور پر ختم کر دینے کے لئے صمصام الدولہ کا کام تمام کر دیا، اور اوس کے قتل کے ساتھ ہی خانوادۂ کلبیہ کا چراغ ہمیشہ کیلئے گل ہو گیا،

دولتِ کلبیہ پر ایک نظر

ابو الغنائم حسن بن علی بانیٔ دولتِ کلبیہ ۳۳۶ھ ۹۴۸ء میں صقلیہ آیا، اور ۴۳۱ھ ۱۰۳۹ء میں صمصام الدولہ نے تختِ حکومت چھوڑا، اس طرح خانوادۂ کلبیہ کو کامل ۹۶ برس تک صقلیہ پر فرمانروائی کرنیکا موقع ملا،

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا جلد ۲۴ صفحہ ۲۳، ہسٹوری آف دی مینٹس ج ۳ ص ۴۲ ۔ ۵۲ ابن اثیر ج ۱۰ صفحہ ۱۳۱، ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱۰، نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۴۵، ابو الفداء ج ۲ صفحہ ۹، وغیرہ،

دولت کلبیہ صقلیہ پر اوس کی اس ۹۶ سالہ عمر مین متعدد دور گذرے، اس کی بناؤ تاسیس حسن بن علی کے مضبوط ہاتھون سے پڑی، اور اگرچہ اس کے ولایت صقلیہ پر مامور ہونیکے وقت اسکے خاندان کی متوات حکومت کا کوئی خیال نہین تھا، لیکن اوس نے اپنے اس اثر و رسوخ سے جو اس عہدہ پر فائز ہونے سے پیشتر اوس کو حاصل تھا، اور پھر صقلیہ مین آمد کے بعد اپنی دور اندیشی اور حسن تدبیر سے تمام بغاوتون کے استیصال کرنے اور جنوبی اٹلی مین فتوحات حاصل کرنے سے اوسکی شخصیت صقلیہ اور افریقیہ دونون جگہ اس قدر نمایان ہوگئی کہ اوس نے خود صقلیہ مین دولت کلبیہ کی تاسیس کا خواب دیکھا، اور اپنے بجائے اپنے لڑکے احمد کو قائم مقام بنایا، پھر افریقیہ پہنچ کر مرکزی حکومت مین رسوخ سے کام لیکر احمد کو صقلیہ کی مستقل ولایت کا پروانہ دلا دیا، یہ اوس کی وہ پہلی کوششین تھین، جو اس خاندان کی حکومت کو عالم وجود مین لائین، اور اوس کے بعد ابو القاسم کے عہد حکومت تک صقلیہ مین جسقدر کلبی فرمانروا گذرے اونھون نے اس حکومت کی بنیادین استوار کین، یہی دولت کلبیہ کا دور اول تھا،

پھر اسی عہد کے آخری فرمانروا ابو القاسم کے زمانہ مین خلافت فاطمی کے زیر سایہ حکومت کلبیہ کی مکمل آزادی و خودمختاری تسلیم کرلی گئی جس کے روسے اب خلفائے فاطمی مصر کو عملاً صقلیہ کے داخلی معاملات مین دخل اندازی کا کوئی حق حاصل نہین رہا، کلبی فرمانروا جس کو چاہتا، ولیعہد نامزد کرتا، اور خلیفہ فاطمی رسماً اوسکی تصدیق کرتا، اور سریر آرائی کے بعد اوس کو صقلیہ کی فرمانروائی کا فرمان بھیج دیتا، اور ادھر فرمانروائے کلبی کا فریضہ تھا، کہ اس حکومت کی نسبت کو خلافت فاطمی کے ساتھ برقرار رکھے صقلیہ کی مسجدون مین جمعہ کے خطبہ مین خلیفہ فاطمی کا نام لیا جائے، اور سالانہ خراج کی ایک متعینہ رقم سال بہ سال صوبہ صقلیہ سے مرکزی حکومت کو دیجائے،

ابو القاسم کے بعد اس حکومت کا دوسرا دور شروع ہوا، جو تاج الدولہ جعفر کے نصف اول عہد حکومت تک قائم رہا، فلسفہ تاریخ مین حکومتون کے زرین عہد سے اون کے دوسرے دور کو تعبیر

کیا گیا ہے، چنانچہ صقلیہ میں بھی یہی دور اپنے اول و آخر دونوں دوروں سے زیادہ شاندار رہا، تاجدارانِ حکومت کو ہموار کی ہوئی سرسبز و شاداب زمین ملی، امن و اطمینان سے انھیں کشت زاری کا موقع ملا، اور تمام سرزمین صقلیہ گلہائے رنگا رنگ سے لہلہا اوٹھی، حکومت کے تمام شعبے الگ الگ مصروفِ عمل رہے، بلکہ اپنی اقتصادی و مالی حیثیت سے ترقی کرتا رہا، صقلیہ کی زمین خود زرخیز تھی، جب دولتِ کلبیہ کو اس میں تمدنی آبیاری کا موقع ملا، تو وہ سرزمین یورپ کے ازمنۂ وسطیٰ کی مدنیت کا ایک ایسا اعلیٰ ترین نمونہ بن گئی، جس کی نظیر بجز غرناطہ و قرطبہ کے یورپ کے کسی دوسرے خطۂ ملک میں موجود نہیں تھی، فرمانروایانِ کلبین نے اپنے اس دور وسطیٰ میں صقلیہ کو تمدن کی تمام نیرنگیوں سے آراستہ کیا، اور ہر قسم کی تمدنی ترقیاں، متمدن نظامِ حکومت کے مختلف شعبوں (دار الوزراء، دار الکتاب، دیوان الخرج، عدالت و قضا اور دیوان نظر المظالم کا قیام، فرمانروایانِ حکومت کے شاہانہ شان و شوکت، اور لوازمِ شاہی کا اجراء، بادشاہوں کے عالیشان محلات، شاہانہ چتر و جلوس، اور شاہانہ القاب و آداب، اور خطاب کا رواج، علوم و آدابِ قرآن، حدیث، فقہ، کلام، طب، ادب، نحو، شعر و شاعری، اور فلسفہ و حکمت وغیرہ کی ترویج، مدارس کا قیام، علماء و شعراء کا پیشگاہِ حکومت سے شاہانہ عطایا و وظائف، فنونِ جمیلہ اور خصوصاً فنِ تعمیر کی اعلیٰ ترقیاں، صنعت و حرفت کی ترقی و ترویج، اور اسی طرح تجارت کی عام گرم بازاری وغیرہ اسی عہد میں معراجِ کمال پر پہنچیں، جن کا اصل مرقع کتاب کی دوسری جلد میں نظر آئے گا،

نیز اسی عہد سے قدرۃً فرمانروایانِ کلبین کے عیش و عشرت کا زمانہ آیا، اور اس کے نتیجہ کے طور پر شاہی خاندان کی یکجہتی میں بھی فرق آگیا، اور تاج الدولہ کے بھائی علی کی فوج کشی سے فتنہ کا دروازہ کھل گیا، اور یہی دولتِ کلبیہ کے زوال کا دیباچہ بنا، اور حکومت میں روز بروز اضمحلال آتا گیا، تاج الدولہ نے قبائلِ بربر کی جلا وطنی، اور موالی کے قتلِ عام سے خود اپنے ہاتھوں حکومت کی بنیاد کھوکھلی کر دی، کیونکہ اگرچہ وہ حضریت و تمدن سے آشنا تھے، لیکن اون کی بدویت

کا جو جبلی فطرت تھی، اقتضا یہی تھا کہ وہ بدویت وحضریت کے سلسلہ ارتقا رکے درمیان میں رکھے جائیں، اور وہ فوجی خدمات تھے، اور اسی لئے ان کی فطری بسالت وشجاعت کا سکہ پورے صقلیہ پر جما ہوا تھا جو حکومت کے رعب وداب اور اقتدار قائم کرنے میں نہایت معاون تھا، علاوہ ازیں بربریوں کو یہاں ہر دلعزیزی بھی حاصل تھی، اس لئے ان کے استیصال سے عام باشندگان صقلیہ کے رجحانات تاج الدولہ کی طرف سے بدل گئے اس لئے جب باغائی کے جور واستبداد کا بہانہ ہاتھ آیا، تو بغاوت کی آگ پوری قوت سے بھڑک اوٹھی، اور تاج الدولہ کو حکومت سے دستبردار ہونا پڑا،

چنانچہ نویری نے انھی بربریوں کی جلاوطنی کو تاج الدولہ جعفر کی معزولی کا اصل سبب قرار دیا ہے، وہ لکھتا ہے:۔

وادی ذالك الی وثوب اهل	اور اس جلاوطنی کا یہ اثر پڑا کہ لوگ
صقلیه به (تاج الدوله)	تاج الدولہ جعفر پر آمادہ جل کر ٹوٹ
واخراجه[1]	پڑے، اور اوس کو حکومت سے دستبردار کیا،

تاج الدولہ جعفر کی دستبرداری کے بعد ممکن تھا کہ تائید الدولہ احمد الاکحل معاملات کو سنبھال لیتا، مگر اوس کے ناخلف لڑکے جعفر نے اپنی بے راہروی سے فتنہ کو دوبارہ جگا دیا، اور پھر تائید الدولہ بھی اپنے لڑکے کی حکمت عملی کی حمایت میں آگیا، اور خود نہایت ناروا طرز عمل اختیار کر کے اپنی قبر آپ کھودلی، تائید الدولہ کے بعد دولت کلبیہ کی آخری تلوار نیام سے نکلی، اور صمصام الدولہ سریر آرائے حکومت ہوا، لیکن یہ تلوار بھی دولت کلبیہ کے ہوا خواہوں کے بجائے اوس کے بدخواہوں کے ہاتھ لگ گئی، اونھوں نے اس کی آزمایش کے بغیر اوس کو کمر سے اوتار کر پھینک دیا، اور صمصام الدولہ کے تخت سے اوترتے ہی دولت کلبیہ کا آفتاب اقبال غروب ہوگیا۔

[1] نہایۃ الارب در امار ی ص ۴۴۲

کلبین کے لئے یہ مایۂ ناز و افتخار ہے، کہ انھین کا وہ عہد زرین تھا، جس مین صقلیہ نے تہذیب و تمدن کا حقیقی درس حاصل کیا، اور پھر اوس نے یورپ کے ایک بڑے حصہ کو تہذیب و تمدن کا سبق سکھایا، اس لئے اگرچہ کلبیین کو زوال آ گیا تاہم صقلیہ مین اون کی پھیلائی ہوئی روشنی سے یورپ صدیون تک اُجاگر رہا،

طوائف الملوکی

۴۳۱ھ - ۴۴۴ھ
۱۰۳۹ء - ۱۰۵۲ء

دولت کلبیہ کے زوال کے بعد جیسا کہ گذر چکا ہے صقلیہ مین عام طور سے طوائف الملوکی پھیل گئی، جو شخص جس صوبہ کا گورنر یا جہان کا حاکم تھا، وہین اوس نے اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا،

جزیرہ مین بزنطی فتوحات اور اُن کا خاتمہ

ابھی دونون جزیرہ مین بزنطی جنرل منیکس کے حملے شمالی صقلیہ مین جاری تھے، اوس کو یہان کے دورِ اختلال سے فائدہ پہنچا، اور اوس نے ۴۲۹ھ ۱۰۳۸ء سے ۴۳۴ھ ۱۰۴۲ء تک مین مسینا، سرقوسہ، اور بعض دوسرے اہم مقامات پر قبضہ کر لیا، اس قبضہ اور استیلا مین بعض شہرون کے مسلمان حاکمون نے بھی اوس کی امداد کی،

لیکن ان بزنطی فتوحات کا دائرہ سرقوسہ کے مضافات سے آگے نہین بڑھا جب مختلف مسلمان حاکم اپنی اپنی جگہ اوٹھ کھڑے ہوئے، تو وہ ۴۳۴ھ ۱۰۴۲ء مین بزنطی لشکر کو جزیرہ سے نکالنے مین کامیاب ہو گئے،[1]

دار الحکومت مین ایک ہنگامی حکومت

جزیرہ مین صمصام الدولہ کے معزول کئے جانے کے بعد حالات یہ پیش آئے کہ اولاً چند دنون خاص دار الحکومت بلرم مین کوئی ذمہ دار حکومت قائم نہین ہوئی کچھ دنون کے بعد بلرم کے معززین و شرفا ایک ذمہ دار حکومت کے قیام کی کوششون مین کامیاب ہوئے،

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۵ ص ۳۲ طبع یازدہم و اسٹوری آف دی نیشنس ج ۳۰ ص ۲۴۶،

اور بلرم میں ایک نام نہاد ہنگامی حکومت کی بنیاد ڈال دی گئی، جس کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ تھی، کہ اس میں کسی شخص واحد کو فرمانروا تسلیم نہیں کیا گیا، بلکہ حکومت کی زمام اجتماعی اور مشترکہ طور پر ان سب کے ہاتھوں میں رہی یا یوں کہا جائے کہ بلرم کے ذمہ دار شہریوں کی مجلسِ شوریٰ حکومت کی قائم مقام بنی،[۱]

ملک میں عام طوائف الملوکی | لیکن جب مختلف صوبوں اور شہروں کے باقتدار حکمران دولتِ کلبیہ سے اپنی بغاوت کا اعلان کر چکے تھے، تو وہ اس نام نہاد حکومت کی اطاعت پر کیوں آمادہ ہوتے، اس لئے جسے جہاں موقع ملا، اوس نے اپنے اردگرد کے شہروں پر قبضہ کر لیا، اور الگ الگ ایک ایک خود مختار حکومت قائم کر لی، اور حسب ذیل حکومتیں اپنی اپنی مطلق العنانی کے ساتھ قائم ہوگئیں،

شمار	نام حکمران	حدود حکومت
(۱)	شرفاے بلرم	بلرم اور اوس کے مضافات،
(۲)	قائد عبداللہ بن منکوت	مازر، طرابنش، شاقہ، مرسیٰ علی مع مضافات،
(۳)	علی بن نعمۃ المعروف بابن حواس	قصریانہ، جرجنت، قصر نوبو مع مضافات،
(۴)	محمد بن ابراہیم بن ثمنہ	سرقوسہ مع مضافات،
(۵)	ابن الکلابی	قطانیہ مع مضافات،[۲]

ان کے علاوہ بھی جو جو قابلِ ذکر مقامات تھے وہ خود مختار ہو گئے، جن مقامات پر کسی خاص حکمران

---

[۱] نہایۃ الارب درامار ی ص ۴۴۵، [۲] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۰، نہایۃ الارب درامار ی ص ۴۴۵، ابو الفدا ج ۲ ص ۱۰۹، ابن خلدون کے دونوں نسخے جہاں پر ان متغلبین کا ذکر آیا ہے ناقص ہیں، اس لئے ان کی طرف رجوع نہ کرنا چاہئے، اور نہ یہ سمجھا جائے کہ ان مورخین اور ابن خلدون میں کوئی اختلاف ہی، بلکہ ابن خلدون کی متن غائب ہوگئی جس سے اس کی عبارت خبط اور بیان متضاد ہو گیا ہی،

کو اقتدار حاصل نہین ہوا، وہان اگر مسلمانون کی آبادی غالب تھی تو اون کا اجتماعی اقتدار قائم رہا، اور اگر عیسائی زیادہ تھے، تو وُہ اُن کے مالک بن بیٹھے کسی کو کسی سے کوئی سروکار نہین رہا،

خانہ جنگی

ان خود مختار دول خمسہ کے قیام کے بعد ان کی باہمی خانہ جنگی کا آغاز ہوا، اور ہر کمزور پر قوی کی نگاہ حرص پڑنے لگی، اور انھی حریفون کی باہمی نبرد آزمائی کا سلسلہ شروع ہو گیا،

ابن ثمنہ کا اقتدار بلرم پر اور مرکزی حکومت کی تشکیل

چنانچہ ان متغلبین مین سے حاکم سرقوسہ ابن ثمنہ آگے بڑھا، اور بلرم کی طرف پیشقدمی کی اور اس لئے کہ یہان کسی شخص واحد کا قبضہ نہ تھا، علاوہ ازین دار السلطنت پر قبضہ کر لینے کے بعد دوسری چھوٹی چھوٹی ریاستون پر پیشقدمی کرنے کا ایک بہانہ ہاتھ آجائیگا کہ صقلیہ کی تمام حکومتون کو مرکزی حکومت کا مطیع و منقاد رہنا چاہیئے،

بلرم کی ہنگامی حکومت پر رفتہ رفتہ یہان کی فتنہ پرداز جماعت قابض ہو چکی تھی، اوس نے ابن ثمنہ کا خیر مقدم کیا، نیز شرفائے بلرم نے بھی کوئی مزاحمت نہین کی، کہ ممکن ہو ابن ثمنہ اپنی طاقت سے صقلیہ مین کوئی مضبوط و مرکزی حکومت قائم کرنے مین کامیاب ہو جائے، اور پورے صقلیہ کو پہلے کی طرح مطیع و منقاد بنالے اس لئے ابن ثمنہ بلرم پہنچتے ہی یہان کا جائز فرمانروا تسلیم کر لیا گیا،

ابن ثمنہ نے بلرم پر قبضہ کرنے کے بعد القادر باللہ کا لقب اختیار کیا، یہ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ وہ فرمانروایان کلبین کی جگہ تخت حکومت پر بیٹھا ہے، اب صقلیہ کی جس قدر دوسری ریاستین ہین، ان کے فرمانروا ایک متغلب کی حیثیت رکھتے ہین،

صمصام الدولہ کا قتل

ابن ثمنہ نے استحکام حکومت کے لئے آخری معزول کلبی تاجدار صمصام الدولہ کو راہ سے ہٹا دینا مناسب سمجھا، کہ مبادا پھر کوئی پانسہ پلٹ جائے، چنانچہ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے صمصام الدولہ ابن ثمنہ کے حکم سے قتل کر دیا گیا،

اس کے بعد اوس نے اجتماعی حکومت قائم کرنے کے لئے عملی قدم اوٹھایا، اون خود سر ریاستون مین

سے قطانیہ کا حکمران ابن الکلابی سب سے کمزور تھا، اس لئے ابن ثمنہ نے اولاً اسی طرف رُخ کیا، ابن الکلابی نے مقابلہ کیا، لیکن پیش نہ پاسکا، لڑائی میں مارا گیا، اوس کے قتل کے بعد صوبہ قطانیہ کا الحاق بھی اس نام نہاد مرکزی حکومت سے ہو گیا،

اب صقلیہ میں تین متوازن طاقتیں علیحدہ ہو گئیں، ابن ثمنہ بلرم سرقوسہ اور قطانیہ کا فرمانروا تھا ابن حواس قصریانہ اور جرجنت کا حکمران، اور ابن منکوت مازر طرابنش، شاقہ، اور مرسی علی پر قابض تھا، ابن ثمنہ کی دلی آرزو تو یہی تھی کہ وہ پورے جزیرہ پر حکمرانی کرتا، لیکن یہ دونوں موخرالذکر حکومتیں ایسی تھیں کہ ان کا بھی خاتمہ کر دیا جائے اس لئے اوس نے اپنی روش بدلی، اور ان دونوں سے مساویانہ تعلقات پیدا کرنا چاہے، لیکن ابن الکلابی کے قتل کے بعد ایک دوسری دشواری بھی پیش آگئی تھی، یعنی ابن الکلابی اور ابن حواس میں مصاہرانہ تعلقات قائم تھے، اور ابن حواس کی حقیقی بہن میمونہ ابن الکلابی کے حبالۂ عقد میں تھی،

اس لئے ابن ثمنہ کو ابن حواس کی طرف سے جارحانہ پیش قدمی کا قدرتاً خطرہ پیدا ہو گیا، اسلئے ابن ثمنہ نے دوراندیشی سے کام لیا، اور میمونہ کا زمانۂ عدت ختم ہوتے ہی ابن حواس کے پاس عقد کا پیغام بھیج دیا، ابن حواس نے بھی ملک کے امن وامان کے لئے اوس کو مناسب خیال کیا، اور میمونہ ابن ثمنہ کے حبالۂ عقد میں داخل ہو گئی،[1]

جزیرہ میں امن وامان ابن ثمنہ اور ابن حواس کا یہ جدید رشتہ جزیرہ کے فرمانرواؤں کے لئے رشتۂ اتحاد ثابت ہوا، ابن ثمنہ کی برتری تسلیم کر لی گئی، بلرم کی مسجدوں میں اوس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا، اور ملک میں ہر طرف امن وامان قائم ہو گیا،

صقلیہ کی خلافتِ فاطمی سے انتساب علاوہ ازیں چونکہ صقلیہ کے یہ سب فرمانروا دولتِ کلبیہ کے عہد کے گورنر اور

[1] ابن خلدون ج ۴ ص ۲۱۰ ونہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۴،

حاکم تھے، اس لئے مذہباً شیعی تھے، اسی لئے قیامِ امن وامان کے بعد اُن کے تعلقات خلیفہ فاطمی مصر سے بدستور سابق قائم ہو گئے، اور صقلیہ سے دولت کلبیہ کے زوال کے بعد خلافت فاطمی کا انتساب قائم رہا[1]

ایک خانگی اختلاف اور خانہ جنگی

صقلیہ میں چند سال تک یہ امن وامان قائم رہا، یہان تک کہ چند سال گذرنے کے بعد ایک اتفاقی واقعہ پیش آتا ہے، اور ابن حواس اور ابن ثمنہ جس کڑی سے باہم ملے تھے، وہ ٹوٹ جاتی ہے، اور اسی سے ان دونون فرمانرواؤن کا رشتۂ اتحاد بھی ٹوٹ جاتا ہے،

وہ اتفاقی واقعہ ۴۴۲ھ میں پیش آیا، ایک دن میمونہ اور ابن ثمنہ مین کسی بات پر باہمی تنکر رنجی ہوئی اور سخت کلامی کی نوبت آگئی، میمونہ بھی درشت الفاظ مین جواب دیتی گئی، اس وقت ابن ثمنہ شراب کے نشہ سے مخمور تھا، غیظ وغضب مین ہوش سے گذر گیا، اور طیش مین اسکے دونون ہاتھ کی فصد کھولوادی کہ اوسکی زندگی کا خاتمہ ہو جائے، میمونہ کے ہاتھون سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا، اور ابن ثمنہ اوس کو اسی حال مین چھوڑکر باہر چلا گیا، اتفاق سے ابن ثمنہ کے لڑکے ابراہیم کو واقعہ کی خبر ہوئی، وہ دوڑا ہوا خود پہنچا، اور اطباء کو بلاکر علاج کرایا، اور وہ صحتیاب ہو گئی،

جب صبح ہوئی، تو ابن ثمنہ ندامت وانفعال سے عرق عرق تھا، میمونہ سے اپنے کئے کی معذرت چاہی، کہ رات کو جو کچھ گذری وہ نشہ کی بے اعتدالی تھی، میمونہ بظاہر اوسکی جانب سے صاف ہو گئی، اور دونون مین تعلقات خوشگوار ہو گئے،

لیکن میمونہ کا دل صاف نہین ہوا، اوس نے کچھ دنون مغالطہ دیکر میکے جانے کی خواہش کی، ابن ثمنہ نے اہتمام سے تحائف کے ساتھ اوس کو رخصت کیا، اوس کے بعد اوس نے گھر پہنچ کر تمام واقعات کی دردانگیز تفصیل اپنے بھائی ابن حواس کے سامنے بیان کی، وہ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا، اور قسم کھا بیٹھا، کہ

---

[1] اگرچہ اس کا تصریحی ذکر کہین نظر نہین آیا، لیکن آیندہ ۴۵۳ھ کے سلسلۂ واقعات سے پتہ چلتا ہے، کہ اوس وقت یہ سلسلہ قائم رہا جس کا ذکر آیندہ صفحات مین آئے گا،

اب میمونہ کو ابن ثمنہ کے پاس کبھی جانے نہ دیگا، چنانچہ کچھ دنوں کے بعد جب ابن ثمنہ کے آدمی میمونہ کو پہچانے کے لئے قصریانہ پہنچے تو اوس نے رخصت کرنے سے انکار کردیا، اور وہ لوگ بلرم واپس چلے گئے،

اسی خانگی اختلاف سے صقلیہ میں خانہ جنگی کا دوبارہ آغاز ہوتا ہے، ابن ثمنہ جوش غضب میں اپنی فوجین لے کر قصریانہ کی دیوار کے نیچے کھڑا ہوگیا، ابن حواس نے شہر سے نکلکر مقابلہ کیا، قصریانی لشکر غالب آیا، اور ابن ثمنہ نے قطانیہ کی طرف راہ فرار اختیار کی، ابن حواس نے تعاقب کیا، اور قطانیہ کے قریب پہنچ پہنچتے اوسکی بقیۃ السیف فوج کا بھی خاتمہ کردیا، ابن ثمنہ جان بچاکر مسینا میں داخل ہوگیا،[۱]

ابن ثمنہ کی نارمنوں سے استمداد

اس جنگ میں ابن ثمنہ کی ساری فوجی قوت کا خاتمہ ہوگیا، اس میں ایسی صلاحیت باقی نہین رہی کہ ابن حواس کا مقابلہ کرتا اس لئے اپنی امداد کیلئے اوس نے اپنی اور سارے جزیرہ کی بدبختی سے نارمنوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو پشت پناہ بنانے کا فیصلہ کیا جنھوں نے صقلیہ پہنچ کر اس طوائف الملوکی کا خاتمہ کیا، اور سارے جزیرہ میں ہمیشہ کے لئے مسیحی علم بلند کردیا،

---

[۱] نہایۃ الارب در اماری صفحہ ۴۴۴، ابن اثیر ج ۱۰ صفحہ ۱۳۱ و ابن خلدون ج ۴ صفحہ ۲۱۱ وغیرہ،

نارمنی فتنہ

اور

صقلیہ مین اسلامی سلطنت کا خاتمہ

۴۴۳ھ - ۴۸۴ھ
۱۰۵۱ء - ۱۰۹۱ء

نارمن ناروے کے اصل باشندے ہین، ناروے سے لوٹ مار کے لئے نکلے رفتہ رفتہ فرانس پہنچے، ان کا پہلا حملہ شارلیمین کے عہد مین ہوا دوسرے حملہ مین اونھون نے پیرس کا محاصرہ کیا، اور اسی مین اونھین برگنڈی دے دیا گیا،

الغرض نارمنون نے دسوین صدی عیسوی کے آغاز سے یورپ مین اپنا سیاسی وجود تسلیم کرلیا اور ۹۱۲ء کی ایک صلح کے روسے دریائے سین کے دونون جانب کی زمین فرانسیسی بادشاہ چارلس دی سمپل سے حاصل کی اور روالف دی گنیجر (۹۱۱ء-۹۲۷ء / ۲۲۹-۳۱۵ھ) کی سرداری مین ایک باجگذار ریاست نارمن یا نارمنڈی قائم ہوئی، روالف نے یورپ سے اختلاف پیدا کرنے کیلئے اپنے قدیم بت پرستانہ وحشیانہ مراسم کو ترک کرکے عیسائیت قبول کرلی اوس کو اصطباغ دیا گیا، اور شاہی خاندان کی ایک لڑکی اس کے عقد مین دی گئی لیکن اس کے باوجود نارمن اپنے قدیم پیشہ قزاقی، غارتگری اور رہزنی کو ترک نہ کرسکے اور آیندہ چلکر خود فرانس اور نارمنڈی مین بھی خوشگوار تعلقات قائم نہین رہے،

ان لوگون نے اپنے اسی پیشۂ قزاقی کے ماتحت، قریب قریب زمانون مین یورپ کے مختلف

ستون کا رُخ کیا، اُن میں سے ایک گروہ نے جو یہان کے ڈیوک ولیم کی سرکردگی مین تھا، انگلستان پر چھاپا مارا، اور اوسی نے انگلستان مین ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی، اور ولیم فاتح کے نام سے تخت نشین ہوا، اسی طرح نارمنون کا دوسرا گروہ گیارہوین صدی عیسوی سے بحر روم پر چھاپے مارنے لگا، اور رفتہ رفتہ یہان کی اسلامی حکومتون کو برباد کر ڈالا[۱]

نارمن اٹلی مین ۔ نارمن عیسائیت قبول کر لینے کے بعد یروشلم کی زیارت کیلئے بحر روم مین بہ کثرت آنے جانے لگے، اور اپنے اسی مذہبی سفر مین اپنے آبائی پیشہ قزاقی سے بھی فائدہ اوٹھاتے رہے، اسی زمانہ مین اتفاقی طور پر ایک نارمن جہاز ۱۰۱۶ء میں اٹلی پہنچا، اور جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ان نارمنون نے اٹلی کی ریاست سلرنو مین ملازمت اختیار کی، اسکے بعد اون کے اسلامی آبادیون کو لوٹتے پھر مال غنیمت لیکر نارمنڈی واپس جانے اور وہان سے جوق در جوق اٹلی آنے اور یہان متاجر سپاہ بنکر جنوبی اٹلی کی اسلامی ریاست اور اسلامی نوآبادیون کو پامال کرنے کا تذکرہ اپنی اپنی جگہ اوپر گذر چکا ہی

اسکے بعد اون لوگون نے اٹلی مین عظمت و شوکت حاصل کر لی، اور چند ہی دن مین اپنی جرأت و ہمت سے اپنا سیاسی وجود جنوبی اٹلی کی انھی ریاستون سے تسلیم کرا لیا جن کی ملازمت سے وہ وابستہ تھے، چنانچہ تقریباً ۱۰۲۶ء مین نیپلز کے حاکم نے مقام اورساؤ مین جاگیر کے طور پر دے دیا، اور پھر اون لوگون نے چند اسلامی نوآبادیون پر قبضہ کیا، اور کچھ دوسرے علاقے بھی اون کے زیر اقتدار آئے، اور ایک مختصر حکومت کی داغ بیل ڈال دی، اور ۱۰۵۳ء مین پوپ لیتھم پر حملہ آور ہو کر اوس کو گرفتار کر لیا، اور پھر اوس سے خطا معاف کرا کر نارمن حکومت کی تصدیق کی تحریری سند حاصل کر لی،

رابرٹ گوسکارڈ ۔ اسی اثنا مین نارمنڈی مین وہان کے ڈیوک اور طبقہ نائٹ کے معززین مین کچھ باہمی ناچاقی ہوئی، اور اون لوگون نے ڈیوک کی متشددانہ حکومت کی تاب نہ لا کر نارمنڈی سے ہجرت کی،

[۱] اسٹوری آف دی نیشنز (نارمنس) ج ۱ ص ۲۹ و تاریخ انگلستان جان ریچرڈ گرین ج ۱ مترجمہ شایع کردہ جامعہ عثمانیہ ص ۱۵۲ تا ۱۶۳،

انھی مین ایک اولوالعزم شخص رابرٹ گوسکارڈ تھا، اوس نے اٹلی پہنچ کر نارمنون مین ہر دلعزیزی پیدا کی اور کچھ دنون کے بعد اٹلی کے نارمنون کا سردار بن گیا،

خاندان ہاٹول — رابرٹ گوسکارڈ ایک نارمن خاندان ہاٹول (HAUTEVILLE) مین سے تھا، رابرٹ کے برسر اقتدار آجانے سے نارمنون مین اس خاندان کو امتیاز حاصل ہوگیا، اور ان مین سے چھ اولوالعزم شجاع ایسے گذرے جو ایطالیہ وصقلیہ کے نارمن کارنامون کے اساسی بنیاد ہین خصوصاً رابرٹ اور اس کے چھوٹے بھائی راجر نے بہترین کارنامے انجام دئے اور خصوصاً آخر الذکر قائد راجر نے ایشیا و یورپ کی صلیبی لڑائیون کی ایسی مستحکم بنیاد ڈالی جس نے آخر یہ امر واقعہ ہے کہ مغرب اور مصر و شام کی اسلامی حکومتون کے قصرِ اقتدار کو متزلزل کر دیا،[۱]

راجر اول — راجر اول ٹینکرڈ آف ہاٹول کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا ۱۰۳۱ء؁ ۴۲۲ھ؁ مین پیدا ہوا سن شعور کے بعد جنوبی اٹلی آیا، اور اپنے بڑے بھائی رابرٹ گوسکارڈ کے کلبریہ کے حملون مین اوس نے نمایان کارنامے انجام دئے اور کچھ دنوں کے بعد ان فتوحات مین وہ مالکانہ حیثیت سے برابر کا حصہ دار تسلیم کر لیا گیا،[۲]

نارمنون کو صقلیہ پر حملہ آوری کی دعوت، — اسی زمانہ مین مسینا کے عیسائیون نے مسلمانون کی خانہ جنگیون سے فائدہ اوٹھانا چاہا، اور نارمنون کو صقلیہ پر حملہ آوری کی دعوت بھیج دی، لیکن ابھی گفت و شنید تکمیل نہین ہونے پائی تھی، کہ ۴۴۹ھ؁ ۱۰۵۷ء؁ مین ابن ثمنہ ابن حواس سے شکست کھانے کے بعد نارمنون سے امداد حاصل کرنے کے لئے کلبریہ روانہ ہوا، اور ملیطو پہنچ کر صقلیہ پر حملہ آوری کی استدعا پیش کی،

نارمن والی کلبریہ رابرٹ گوسکارڈ نے صقلیہ کے معاملات کو راجر کے سپرد کیا، اور راجر ہی نے ابن ثمنہ سے گفت و شنید شروع کی، کہ اگر صقلیہ پر حملہ آوری طے پاگئی، تو اسی کی سرکردگی مین یہ مہم

---

(۱) تاریخ عرب الیور بقیہ حصہ اول شایع کردہ جامعہ عثمانیہ صفحہ ۱۵۱ و تاریخ اہل انگلستان ج ۱ ترجمہ شائع کردہ جامعہ عثمانیہ صفحہ ۱۶۱ و اخبار الاندلس ج ۲ صفحہ ۵۵، (۲) انسائیکلوپیڈیا ج ۲۲ صفحہ ۴۵۳، (راجر)

انجام پائے گی،

راجر کا پس و پیش	لیکن راجر صقلیہ کی اسلامی حکومت کی عظمت و سطوت سے آگاہ تھا، کیونکہ صقلیہ
اور ابن ثمنہ کی طمانیت دہی	کی یہ سہ صد سالہ اسلامی حکومت سے ارض کلبریہ کے چپہ چپہ پر اسلامی عظمت و سطوت

کا سکہ جما ہوا تھا،

آج سے کچھ دنوں پیشتر شہنشاہ اوتھو دوم نے صقلیہ پر ایک مرتبہ دندان آز تیز کئے، اور اپنی مجرمانہ جرات کا سبق آموز مزہ چکھ کر اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکا تھا، پھر احمد الاکحل اپنی پریشان حالی کے باوجود ایک سے زیادہ مرتبہ خود ان وحشی و قزاق نارمنوں پر غالب آچکا تھا، اس لئے مسلمانان صقلیہ کی بسالت و شجاعت اور جنگی کارناموں سے نارمن اس قدر مرعوب تھے کہ اونھیں صقلیہ پر جارحانہ حملہ آوری کی جرأت نہین ہوئی، اور اون لوگوں نے ابن ثمنہ کی درخواست کا یہ جواب دیا:-

"وہان بہت بڑی فوج ہے، جس کے مقابلہ کی قوت ہم مین موجود نہین "،

ابن ثمنہ نے نارمنوں کی اس غلط فہمی کو دور کیا، اور اپنے وطن کی پردہ دری کر کے اون سے کہا "اب اہل صقلیہ اپنی خانہ جنگیوں مین مصروف ہین، علاوہ ازین ملک کا ایک حصہ میرا مطیع و فرمانبردار اور میرے حکم کے امتثال کے لئے تیار ہے"

راجر ابن ثمنہ کی گفتگو سے مطمئن ہو گیا، اور فوج کو اپنی کمان مین لیکر دشمن وطن ابن ثمنہ کی رہبری مین بماہ رجب ۴۴۲ھ ۱۰۵۲ع مین کلبریہ سے صقلیہ روانہ ہو گیا،[۱]

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۲، ابن خلدون ج ۴ ص ۲۱۱، نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۷، کتاب المونس، ص ۸، ابوالفدا ج ۲ صفحہ ۲۲۱،

اس موقع پر عرب اور یورپین مورخین مین اختلاف ہے، تمام یورپی مورخین صقلیہ پر نارمنوں کا سب سے پہلا حملہ ۱۰۶۱ع مین لکھتے ہین جس کے رو سے ہجری ۴۵۳ھ ہوتا ہے، لیکن دوسری طرف تمام عرب مورخین صقلیہ پر نارمنوں کا

نارمن لشکر

یورپ کے مورخین کا بیان ہے کہ فتح صقلیہ کے لئے راجر کے ہمرکاب جو فوج آئی، وہ خالص نارمنون پر مشتمل نہین تھی، وہ مخلوط قومون کی ایک مرکب فوج تھی، جو مسیحیت کے ایک علم کے نیچے جمع ہوگئی تھی لیکن اس فوج کو جن قائدون کی سرکردگی حاصل تھی، ان کے انتساب سے پوری فوج کو نارمن کہا گیا،[۱]

نارمنوں کے لئے آسانیاں

بہرحال یہ اپنے حسب و نسب کے لحاظ سے نارمن ہون یا کوئی دوسرے جنکو مخلوط النسب گروہ سے تعلق رکھتے ہون، انھین صقلیہ کی فتح کیلئے کسی غیر معمولی شجاعت کا جوہر دکھانے کی ضرورت نہین تھی، اس وقت صقلیہ مین صرف ان کا مسیحی علم ان کی کامیابی کا سب سے بڑا ضامن تھا، کہ صقلیہ کے

(بقیہ حاشیہ ص ۴۲۸) پہلا حملہ بسنہ ۴۴۲ھ مین لکھتے ہین، جس کے روسے عیسوی سنہ ۱۰۵۲ء ہوتا ہے، عرب مورخین کا بیان کسی طرح نظرانداز کرنے کے قابل نہین، اولاً اس لئے کہ سب کے سب متفقاً یہی سال لکھتے ہین، علاوہ ازین یہ سنہ اپنے سلسلۂ واقعات کے لحاظ سے اپنے ماقبل و مابعد سنین سے اسقدر مربوط ہے کہ اوسکی تغلیط ناممکن ہے، اسلئے بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ یورپین مورخین نارمنون کے اس حملے سے ناآشنا رہے، اور اسکے بعد عرب مورخین کے سلسلۂ بیان مین ۴۵۳ھ/۱۰۶۱ء مین جو اون کی سخت یورش ہوئی، اور جس کا تذکرہ آگے آتا ہے یورپین مورخین نے اوسی کو پہلا حملہ قرار دیا، اور یہ بخوبی ممکن ہے کہ اسوقت کلبریہ سے تازہ دم فوج آئی ہو،

لیکن ہمارے اس تطابق کے پیدا کرنے مین نہایت سخت مایوسی اوس وقت ہوتی ہے جب یورپین ماخذون کے روسے رابرٹ گوسکارڈ کا ۱۰۵۹ء/۴۵۱ھ مین والی اپولیا کا جانشین ہونا ثابت ہوتا ہے، (الیور تھیسچر ص ۱۵۱) اور انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار کا یہ بیان سامنے آتا ہے کہ راجر اول نارمنڈی سے جنوبی اٹلی مین ۱۰۵۷ء کے بعد آیا یعنی ۱۰۵۷ء مطابق ۴۴۹ھ ہے، اس لئے ۱۰۵۲ء/۴۴۴ھ مین اٹلی مین اس کا وجود ہی ثابت نہین ہوتا، مگر عرب مورخین بغیر التباس یہی لکھتے ہین ۴۴۲ھ/۱۰۵۲ء مین صقلیہ عیسائیون کا سب سے پہلا حملہ ہوا اور وہ اسی رجار بن تنقرد یعنی "راجر بن ٹینکرڈ" کی سرکردگی مین پیش آیا، ہوسکتا ہے کہ آئندہ کوئی ایسا نیا ماخذ دریافت ہو، جس سے یہ اختلاف بیان اور تضاد دور ہوجائے، اور اوس سے یا تو کوئی التباس دور ہو کر عرب اور یورپین مورخین کے ان بیانون مین کوئی صحیح مطابقت پیدا ہوجائے اور یا اون مین سے کسی ایک کی تغلیط کا حق حاصل ہوجائے، سردست ہم نے محض واقعات کے سلسلہ اور عربی ماخذون سے اخذ کردہ سنین کے ربط کو قائم رکھنے کیلئے متن مین عرب مورخین کی روایت کو درج کردیا ہے، [۱] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا (نارمن) ج ۱۹ طبع یازدہم،

عیسائی اون کے استقبال کے لئے چشم براہ تھے اور صقلیہ کے مسلمان اپنی خانہ جنگیون اور خانہ ویرانیون سے برباد ہو رہے تھے،

سقوطِ مسینا چنانچہ راجر اپنا لشکر ابن ثمنہ کی رہبری مین لیکر براہ راست مسینا روانہ ہوا، اور خلیج مسینا کو راتون رات عبور کر کے ساحل مسینا پہنچا، شہر کے عیسائیون نے خیر مقدم کیا، اور شہر مین داخل ہو گیا، اور نارمنون کیلئے تسخیر صقلیہ کی سب سے پہلی مہم اس آسانی سے انجام پا گئی،

نارمنون کو کمک جب فتح مسینا کی خبر کلبریہ پہنچی تو رابرٹ نے ایک عظیم الشان فوج راجر کے پاس امداد کے لئے روانہ کی،

جزیرہ کے عیسائیون کے دعوت نامے ادھر جب نارمنون کی آمد اور سقوط مسینا کی خبر جزیرہ مین پھیلی، تو صقلیہ کے عیسائیون مین بھی مذہبی جوش و خروش تازہ ہو گیا، جہان جہان اون کی آبادی زیادہ تھی، اوخون نے مسلمانون کے خلاف بغاوت کر دی، اور جہان مسلمانون کی آبادی زیادہ تھی، وہان کے عیسائیون نے نارمنون کو خفیہ دعوت نامے بھیج دئے،

صقلیہ کے شمالی علاقہ پر نارمنون کا قبضہ صقلیہ مین عیسائیون کی آبادی زیادہ تر مسینا، قطانیہ اور ان کے اطراف و جوانب مین تھی، اس لئے سقوط مسینا کے بعد ان حالات مین ان تمام مقامات پر نارمنون کو بہت جلد تسلط حاصل ہو گیا، اور خصوصاً اس لئے بھی کہ ان اطراف پر ابن ثمنہ نے ابن الکلابی کو قتل کر کے قبضہ کر لیا تھا،

چنانچہ اس کے بعد جب راجر نے مسینا سے کوچ کیا، تو بغیر خون کا ایک قطرہ بہائے وہ نہایت آسانی سے قصریانہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا، اور صقلیہ کے شمالی علاقہ کا ایک بڑا حصہ اوسکے زیر اقتدار آگیا، نویری نارمنون کے حملہ صقلیہ کے بیان مین لکھتا ہے:-

فسار معہ فی شہر رجب ۴۵۲ھ و آر بعین | راجر ابن ثمنہ کے ساتھ ماہ رجب ۴۵۲ھ مین روانہ ہوا،

وارتجع ما بیدہ فلم یلقو امن یدافعہم — یہان صقلیہ مین کسی نے نارمنون کی مدافعت نہین کی،

واستولوا علی ما مروا علیہ فی طریقہم[۱] — اور راستہ مین جتنے مقامات ملتے گئے وہ قبضہ کرتے چلے گئے،

محاصرۂ قصریانہ — راجر نے مضافاتِ مسینا پر قابض ہونے کے بعد قصریانہ کا رُخ اسلئے کیا تھا، کہ اوس پر یہ حقیقت بہت جلد آشکارا ہو گئی، کہ پورے جزیرہ کی فتح کا راز ابن حواس والی قصریانہ کی شکست مین تہان ہی اسلئے قصریانہ پہنچ کر اوس کا محاصرہ کر لیا،

ابن حواس مقابلہ کیلئے شہر سے باہر نکلا، دونون فوجون مین مقابلہ ہوا، لیکن وہ نارمنون کے حملون کی تاب نہ لاسکا، اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا،

راجر کو سب سے بڑی آزمایش جو کرنی تھی، وہ کر چکا تھا، اوسکو ابن حواس کی قوت کا پورا اندازہ ہو گیا کہ کھلے میدان مین وہ کس قدر فوجی طاقت کی نمایش کر سکتا ہے، اسلئے اب قصریانہ کی سر فلک سنگی فصیل کے محاصرہ مین وقت ضایع کرنا بے سود سمجھا، اور محاصرہ اوٹھا لیا،

اس کے بعد راجر نے یہان کی فتوحات مین ایک دوسری روش اختیار کی یعنی یہان طوائف الملوکی کے بعد یہان کے اکثر شہر اور قلعے اپنے نگہبانون سے خالی پڑے تھے، اون پر قبضہ کر کے صلیبی علم لہرائے اس قبضہ و استیلا مین سارا جزیرہ اون کا جولانگاہ بن گیا، اس زمانہ مین غلون کے کھیت تیار تھے باغ بھی پھلون سے لدے تھے، وحشی نارمنون نے اونھین لوٹ لوٹ کر سارے جزیرہ مین تہلکہ ڈالدیا، جس سے مسلمانانِ صقلیہ کے دردناک مصائب کا آغاز ہو گیا، اور مسٹر اسکاٹ کے بقول اب عیسائیون نے مسلمانون سے اون مصائب کا جواب دینا، جو اونھون نے اوٹھائے تھے انتقام لینا شروع کیا، مسلمانون کیلئے عرصۂ حیات تنگ ہو گیا، اور ان کیلئے اپنے شہرون اور آبادیون سے باہر نکلنا دشوار ہو گیا۔

علماء و صالحین کی جزیرہ سے ہجرت — جب جزیرہ مین ظلم و ستم و وحشت و بربریت اور قزاقی کے یہ واقعات لحظہ بلحظہ تیزی سے

[۱] نہایۃ الارب و دراری ص ۲۴۴ و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۵، ۵۶،

وقوع پذیر ہونے لگے، اور جزیرہ کے مسلمانوں کی اجتماعی قوت کی پراگندگی سے مدافعت کی بھی کوئی صورت نظر نہین آئی، تو جزیرہ کے علما و صالحین نے یہان سے ہجرت شروع کی، اور مسلمانون کی ایک بہت بڑی جماعت صقلیہ کی اُمّتِ مسلمہ پر خون کے آنسو بہاتی ہوئی دوسرے اسلامی ملکون کو ہجرت کر گئی،[۱]

دربار افریقیہ سے استمداد

جب صقلیہ کی زبون حالی اپنی انتہا کو پہنچ چکی، تو مسلمانانِ صقلیہ مین سے چند ستم زدہ المعز فرمانروائے افریقیہ کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور اپنے درد دُکھ کی کہانی اوسے سُنائی، اگرچہ مسلمانان صقلیہ ایک مرتبہ المعز اور اوسکے لڑکون کے ساتھ اپنے غدارانہ طرزِ عمل کا ثبوت دیکھے تھے تاہم یہ وقت ذاتی کدورتون کا نہین تھا، المعز نے خندہ جبینی سے مسلمانان صقلیہ کی استدعا قبول کرلی اور ایک عظیم الشان بیڑا تیار کرکے نامورون سے جنگ آزمائی کیلیے صقلیہ روانہ کردیا،

افریقی بیڑے کی غرقابی

لیکن قضا و قدر کا فیصلہ برعکس تھا، یہ بیڑا جزیرۂ قوصرہ کے قریب پہنچا تھا کہ سمندر کے تھپیڑون مین گرفتار ہوگیا اور جہاز ایک ایک کرکے غرقاب ہونے لگے، یہان تک کہ پورا بیڑا غرقاب ہوگیا، صرف چند آدمی مشکلون سے اپنی جان بچا سکے، یہ صرف ایک افریقی بیڑے کی تباہی نہین تھی، بلکہ مسلمانان صقلیہ کا ستارۂ صبح سامنے جھلملا کر نظرون سے اوجھل ہوگیا، اور مسلمانان صقلیہ کا آخری نوشتہ پورا ہوا، اب ان کی تمام توقعات خود انھین کی ذات سے وابستہ رہ گئین، کیونکہ اس وقت عالم اسلامی مین جو چند حکومتین اُن کی امداد کرسکتی تھین، وہ خود اپنی خانہ جنگیون اور باہمی مناقشون مین ایسی مصروف تھین، کہ صقلیہ کی اس عالمِ نزع مین آئی ہوئی اسلامی حکومت کی کوئی امداد نہین کرسکتی تھین، علامہ لسان الدین محمد بن الخطیب صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے تذکرہ مین اجمالاً لکھتا ہے:-

ثم تداول ولایة صقلیة امراء	پھر صقلیہ کی ولایت اسی خانوادہ (کلبیہ) کے درمیان
من هذا البیت الی ان انقطع عنهم	منتقل ہوتی رہی۔ یہان تک کہ (اسلامی حکومتوں)

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۲، نہایۃ الارب درامارى ص ۴۴۷ و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۶،

امدا المسلمین لاشتغال کل جہۃ بما — مسلمانون کی امدادون سے منقطع ہوگئی کیونکہ تمام
یخصہا من الفتن (دریا گاری ج ۲ ص ۲۴۳) — اطراف (و ممالک) اپنے اپنے فتنون مین مشغول تھے،

اس لئے صقلیہ کی جو کچھ توقعات تھے، وہ اسی صنہاجی حکومت افریقیہ سے تھے، اگرچہ وہ اس وقت بد قسمتی سے ایسے حالات مین گھری تھی، کہ اگر المعز مسلمانان صقلیہ کی درخواست اپنی مجبوریون کے باعث مسترد کر دیتا تو بھی قابل الزام نہ ٹھہرایا جاتا تاہم اوس نے اپنی اسلامی ہمدردی کا ثبوت دیا، لیکن اب اس بیڑے کی غرقابی کے بعد وہ بھی بے دست و پا ہوگیا، اس کی وجہ سے اوس کو گوناگون مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اور صقلیہ مین بھی نارمنون کا سیلاب نہایت تیزی سے آگے بڑھا، چنانچہ ابن اثیر اور نویری اس بیڑے کی بربادی پر حسب ذیل متفقہ تبصرہ کرتے ہین :۔

وکان ذہاب ہذا الاسطول مما — اس بیڑے کی بربادی سے المعز بہت کمزور
اضعف المعز وقوی علیہ العرب — ہوگیا، اور (اوسکی مملکت پر حملہ آور) عرب (جو
حتی اخذوا البلاد منہ فملک حینئذ — عبیدیین کے فرستادہ تھے) اوس کے شہرون
الفرنج اکثر البلاد (صقلیہ) علے — پر قابض ہونے لگے، اور اسی کے بعد
مہل وتودۃ لا یمنعہم احد — اوسی وقت فرنگی (صقلیہ کے) اکثر شہرون پر
واشتغل صاحب افریقیہ — بغیر کسی روک ٹوک کے قابض ہونے لگے،
بما دہمہ العرب ومات المعز — جنکو روکنے والا کوئی موجود نہین تھا، کیونکہ
سنۃ ثلاث وخمسین و — فرمانروائے افریقیہ عربون سے برسرپیکار ہوگیا
واربعمایۃ :۔۔۔۔ — اور پھر وہ ۴۵۳ھ مین وفات پاگیا،

جب صقلیہ مین نارمنون کا راستہ روکنے والا کوئی باقی نہین رہا، تو وہ شہر پر شہر فتح کرتے آگے بڑھے، نیز عجلت کار کیلئے اٹلی سے مزید کمک طلب کی، اور رابرٹ خود اپنی قیادت مین فوج

لیکر مئی ۱۰۶۱ء میں صقلیہ پہنچا۔ یورپین مورخین اسی دوسری یورش کو نارمنون کا پہلا حملہ قرار دیتے ہیں،
اس حملہ مین اونھون نے تقریباً اکثر چھوٹے بڑے قلعون پر قبضہ کرلیا، اور اب مسلمانون کے قبضہ مین
صرف چند اہم شہر جرجنت، قصریانہ، بلرم، سرقوسہ، مازر، اطرابنش، رغوس اور نوطس وغیرہ باقی رہ گئے، اورگرچہ
اس وقت بھی بلرم مین ایک نام نہاد مرکزی حکومت قائم تھی، تاہم امر واقعہ کے لحاظ سے ان شہرون کی مدافعانہ
قوت کا اجتماعی شیرازہ بکھر چکا تھا، اب ہر شہر کے مسلمان انفرادی طور پر اپنے اپنے امیر کی قیادت مین اپنے اپنے شہر
کی حفاظت کے ذمہ دار رہ گئے، اور اسطرح نارمنون کیلئے ان کی تسخیر زیادہ آسان ہوگئی،

اٹلی مین دولت اسلامی کا زوال

جب صقلیہ مین مسلمانون کی درماندگی اس عالم مین پہنچ گئی، تو اٹلی کے وہ مسلمان بھی
جو روم طلم کا نشانہ بنے جو ابھی تک اٹلی مین قیام پذیر تھے،

اگرچہ کلبیہ سے مسلمانون کی حکومت کا خاتمہ ۱۰۴۱ھ ۱۲۲۵ء مین ہوچکا تھا، تاہم انجبردہ مین مسلمانون کی
ایک خودمختار ریاست ابھی تک قائم تھی، اور وہان کا ایک ساحلی شہر اطرانہ (ٹرانی (TARANI
اس کا دارالحکومت تھا، جو مشہور شہر باری سے ۲۵ میل پر آباد تھا، اطرانہ مین عیسائی اور مسلمان دونون قومین
آباد تھین، جب یہان کے عیسائیون کو صقلیہ کے مسلمانون کی پریشان حالیون کا علم ہوا، تو اونھون نے بھی
حوصلہ کرکے اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کردی، عیسائیون اور مسلمانون مین کشت و خون ہوا، مسلمان
ان مقامی عیسائیون کی بغاوت پر غالب آئے، اور انھین زیر کرکے پھر مطیع بنالیا، لیکن اوس کے بعد فوراً ہی
جب یہ خبر نارمنون کو پہنچی، تو اونھون نے فوجکشی کرکے شہر پر قبضہ کرلیا، اور اسی پر اٹلی کی دولت اسلامی کا
خاتمہ ہوگیا، یہ واقعہ ۱۰۶۱ء ۴۵۴ھ کے بعد پیش آیا،[1]

شہر باری پر نارمنون کے استیلا کے بعد اٹلی کے مسلمانون کی ایک جماعت وہان سے ہجرت
کرکے صقلیہ کے پرامن شہرون مین چلی آئی، کچھ لوگون نے دوسرے اسلامی ملکون کی راہ لی اور کچھ لوگ ایسے

---

[1] اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۶ و نزہۃ المشتاق ذکر اطرانہ،

بھی تھے جو وہان سے نکل نہ سکے، اور وہ یا ان کی آئندہ نسل اسلام کے نور ہدایت سے محروم کردی گئی،

فرمانروائے افریقہ کی مداخلت ۔ ۴۵۲ھ ۱۰۶۱ء کے بعد نارمنون کا سیلاب صقلیہ مین جس زور وشور سے اوٹھا تھا ممکن تھا کہ اسی رو مین صقلیہ کے وہ اہم شہر بھی اون کے قبضہ مین چلے جاتے، جو ابھی تک مسلمانون کے زیر اقتدار رہ گئے تھے لیکن اچانک فرمانروائے افریقہ تمیم بن المعز کی بروقت مداخلت سے صقلیہ مین پھر چند روزہ سکون واطمینان قائم ہوگیا،

تمیم بن المعز نے افریقہ کے معاملات کے روبہ اصلاح آنے کے بعد ایک مرتبہ پھر صقلیہ مین اپنے لشکر کے بھیجنے کا فیصلہ کیا، اور اپنے دو لڑکون ایوب اور علی کی قیادت مین ایک فوج روانہ کی، کہ مسلمان ستم زدگان صقلیہ کی عزت وناموس کی حفاظت کرین، اور ایک اسلامی ملک کو دشمنون کے پنجہ سے نجات دین،

ان دونون بھائیون نے صقلیہ پہنچ کر فوج کو دو حصون مین تقسیم کیا، ایوب اپنا لشکر لیکر دارالسلطنت بلرم مین قیام پذیر ہوگیا، اور علی ایک حصۂ فوج کو ساتھ لیکر نارمنون کا راستہ روکنے کیلئے جرجنت چلا گیا،

جب ابن حواس کو علی کے جرجنت آنے کی خبر ملی تو وہان کے شاہی محل کو خالی کرا کے علی کے سپرد کرادیا، اور ہدایا وتحایف بھیج کر علی سے اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کیا، اور اوسکے بعد ایوب بھی بلرم سے منتقل ہوکر یہین چلا آیا، یہان ان دونون بھائیون کو نمایان ہر دلعزیزی حاصل ہوئی، اور یہ لوگ یہان قیام کرکے ملک کی شیرازہ بندی مین مصروف ہوئے، اور نارمنون کے جوابی حملون کی تیاری کی، اس کا پہلا اثر یہ ظاہر ہوا۔ کہ نارمنون کی پیشقدمی کا سلسلہ ملتوی ہوگیا، اور بقول یورپین مورخین پیشقدمی اور فتوحات کا یہ التوا چند سال تک قائم رہا،

ایک نیا تماشا خانہ ۔ افریقی لشکر کے ورود کے بعد صقلیہ کے حالات کچھ سدھر چلے تھے کہ ایک نیا تماشا خانہ نکلا، اور خود مسلمانان صقلیہ

کے ہاتھون مسلمانانِ صقلیہ کے دورِ ابتلا کا دوبارہ آغاز ہوگیا،

ابن حواس علی و ایوب کی بڑھتی ہوئی ہر دلعزیزی کو پاک جذبہ کے ساتھ دیکھ نہ سکا، اور اہل جرجنت کو پیغام بھیجا کہ وہ اون سے شہر خالی کرالے، اس فرمان کی تعمیل قدرۃً ممکن نہ تھی، اسلئے ابن حواس اپنے قصر اقتدار کو متزلزل دیکھکر اُن کے خلاف خونچکشی پر آمادہ ہوا، اور اس کا لشکر اسکی قیادت مین اُن کے خلاف جرجنت کے میدان مین صف آرا ہوگیا، ایوب و علی کی فوج مقابلہ کیلئے نکلی جسمین افریقی و صقلی دونون شامل تھے لیکن جب لڑائی شروع ہوئی، تو صقلی فوج علی سے کٹ کر ابن حواس سے جا ملی اور افریقی فوج کے مقابلہ مین کھڑی ہوگئی،

ابن حواس کا قتل،

باایں ہمہ افریقی لشکر فتحیاب ہوا، اور عین لڑائی مین ابن حواس کو ایک ایسا تیر لگا، کہ وہ گھوڑے سے گرتے ہی سرد ہوگیا، اور اسی پر جنگ کے اختتام کا اعلان ہوگیا،

اسکے بعد ایوب و علی اپنی فوج لیکر شہر مین داخل ہوگئے اہل شہر اُن سے برگشتہ ہوگئے تھے، اس لئے صحیح امن وامان قائم نہ ہوسکا، اور افریقی و صقلی فوجون مین کشت و خون ہوتا رہا،

افریقی لشکر کی واپسی

ان واقعات سے افریقی شاہزادون کا پیمانۂ صبر و شکیب لبریز ہوگیا، انھین کچھ ملک گیری کی ہوس نہ تھی کہ یہان اقتدار قائم کرتے، اسلئے افریقیہ واپس جانے کا قصد کرلیا،

صقلیہ کے اعیان و معززین اور قائدین لشکر کی ہجرت

اس واقعہ کے بعد ہی صقلیہ کے تمام اعیان و معززین کو بھی جزیرہ کی اصلاح سے بالکل مایوسی ہوگئی، اور اون لوگون نے بھی چار و ناچار ترکِ وطن کا عزم کیا، اون کے ساتھ بحری فوج کے معزز قائدین نے بھی ہمت ہار دی، اس لئے شاہزادگانِ افریقیہ اور اونکے لشکر کے ہمرکاب مسلمانانِ صقلیہ مین سے ایک انبوہ کثیر جس مین صقلیہ کے اعیان و معززین امراء اور رؤسا، علماء و اہل علم اور صقلی فوج کے چیدہ بحری و بری قائدین تھے، ۴۶۱ھ مین سرزمین صقلیہ کو حسرت و یاس کی نگاہون سے دیکھتے ہوئے افریقیہ روانہ ہوگئے[۱]،

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۲ و نہایۃ الارب در ملاری صـ،

ابن البعباع آخری مسلمان تاجدارِ صقلیہ

۴۶۱ھ - ۴۸۴ھ
۱۰۶۸ء - ۱۰۹۱ء

صقلیہ سے افریقی لشکر کی نامراد واپسی کے المناک واقعہ کے بعد باقی ماندہ مسلمانانِ صقلیہ نے ایک مرتبہ پھر قسمت آزمائی کی، اور ایک ذی اثر رئیس ابن البعباع نے حکومت قائم کی، اور نارمنون کے جارحانہ حملوں کی مدافعت کرنے لگا،

حکومت فاطمیہ کا صقلیہ سے طلب خراج

مگر ابھی ابن البعباع کے قدم پورے طور پر جمنے بھی نہ پائے تھے، کہ ایک نیا فتنہ اوٹھا، یہ بھی غیرون کے ہاتھ نہین، خود اپنے ہاتھون تھا، یعنی اس نازک ترین موقع پر نام نہاد اسلامی حکومت صقلیہ کی نام نہاد مرکزی حکومت یعنی دولتِ فاطمیہ مصر کو اپنے حقوق کی پامالی کا خیال پیدا ہوا، اور ۴۶۳ھ ۱۰۷۰ء مین ایک قاصد بھیجکر ابن البعباع سے خراج کی وہ سالانہ رقم طلب کی، جو صقلیہ بطور ایک ماتحت صوبہ کے حکومت مصر کو ادا کرتا تھا،

اس موقع پر فاطمی تاجدار مصر سے جیسی شدید لغزش ہوئی، وہ تاریخ کے صفحات مین کبھی فراموش کرنے کے قابل نہین مصیبت زدہ صقلیہ اس وقت خود امداد کا مستحق تھا، چہ جائیکہ اُس سے خراج کی ادائی کا مطالبہ کیا جاتا، چنانچہ ابن البعباع نے قدرۃً قاصد مصر سے اپنی معذرت کہلا بھیجی،

دربار مصر مین یہ معذرت قابل پذیرائی نہین ٹھہری، اس لئے اب ضرورت تھی کہ ابن البعباع کو اوسکی سرکشی کی سزا دیجائے دولت فاطمی مصر کے پاس اس مبارک مقصد کو پورا کرنیکے لئے نارمنون سے زیادہ بہتر ذریعہ کوئی دوسرا نہ تھا، چنانچہ نارمن فرمانروا کو پیغام بھیجا کہ

فاطمیین کی دعوت نارمنون کو

یہ جزیرہ حکومت مصر کی جانب سے نارمنون کی خدمت مین پیش ہے وہ فوجکشی کرے اور ابن البعباع

کی قائم کردہ اسلامی حکومت کا خاتمہ کردی،

مسلمانان صقلیہ کے تعلقات افریقہ کی دولت صنہاجیہ سے پہلے منقطع ہو چکے تھے، مصر کی دولت فاطمیہ نے اب نارمنون کو از خود حملہ آوری کی دعوت بھیجی، انھین اب کسی اسلامی حکومت کے برانگیختہ ہو جانے کا خطرہ نہیں رہا، اور اب دولت فاطمی کے اوس دعوت نامہ کے بعد حق بجانب تھے، کہ وہ اوس کے اس زرخیز جزیرہ پر اپنا علم نصب کردین، چنانچہ نارمنون کے جنگی بیڑے "ابن البعباع" کے جرم کی پاداش "مین جزیرہ کے دار السلطنت بلرم کی فصیل کے نیچے آکر کھڑے ہو گئے،

بلرم کا محاصرہ

بلرم کے محاصرہ کی خبر بجلی کی طرح سارے یورپ مین پھیل گئی، فدائیان مسیحیت کیلئے اپنی دیرینہ عداوت کے پورا کرنے کا وقت آپہنچا جن عربون نے اونھین اپنے چند صالہ دور مین تہذیب و تمدن کا درس دیا متعصب پادریون نے اونھین "وحشی، خونخوار قزاق اور لٹیرے گروہ" کے نام سے مشہور کر رکھا تھا، اور کیون نہ ہوتا جب کہ انھی عربون نے دنیائے مسیحیت کی مقدس سلطنت روما کے چپہ چپہ کو اپنے گھوڑون کی ٹاپون سے روند ڈالا تھا اور رومہ کے مقدس پوپ کو جو تمام دنیائے مسیحیت کا روحانی باپ تھا، اپنا باجگذار بنا لیا تھا، اسی کا یہ قدرتی نتیجہ تھا کہ اُن کے متعلق سارے یورپ مین یہ داستان پھیلائی گئی تھی کہ انھون نے گرجا کے مقدس پادریون کا لباس کتون اور گھوڑون کو پہنایا، گرجون مین عیش و نشاط کی محفلین گرم کین، مقدس مجمرون مین عود جلایا، مقدس کا سہائے عشاء ربانی مین مسلمانون کی مظفر و منصور فوج کا جام صحت تجویز کیا گیا، اور عین قربان گاہ پر مریم کی کنواری اور اچھوتی ننون کا شیشہ عصمت چور چور کر ڈالا،

بلرم کے محاصرہ مین اقوام یورپ کی شرکت

اسلئے جب ان "قزاق، وحشی اور بوالہوس" عربون کے اس تاریخی پر شکوہ و با عظمت پایہ تخت کے محاصرہ کا وقت آیا جس کے چپہ چپہ پر اسلامی روایات کے آثار قائم ہین، جس کے ہر در و دیوار پر اسلامی تہذیب و تمدن کی شعاعین ضو فشان ہین،

جس کی صدہا مسجدون سے روزانہ پانچ وقت کلمۂ توحید کی بانگ درا بلند ہوتی ہے، تو فدائیانِ مسیحیت یورپ کے ہر حصۂ ملک سے جوق در جوق بلرم روانہ ہوئے، کہ محاصرہ مین شریک ہوکر اپنا ایک مقدس ترین فریضۂ مذہبی ادا کرین مسٹر اسکاٹ لکھتے ہین :-

"حملہ آورون کی فوج کی تعداد یون بھی بڑھ گئی کہ یورپ کے ہر ملک سے آکر لوگ اس مین شامل ہونے لگے، اس لئے محاصرین کی فوج کی تعداد اتنی کافی ہوگئی کہ اونھون نے دریا اور خشکی دونون طرف سے مسلمانون کے اس دار السلطنت کو گھیر لیا"

یہان تک کہ حکومت بیزنطی جو بڑی حد تک کلیسائے روما سے معاندانہ روش اختیار کرتی، اور قیصر روم کے لئے ان لٹیرے نارمنون کی کسی حکومت کو جائز تسلیم کر لینا کسر شان سمجھا جاتا، اوسکے بیڑے بھی انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار کے بقول نارمنون کی امداد کے لئے قائد اعظم مینکس کی قیادت مین صقلیہ پہنچے،

محصورین کی پریشان حالی

ادھر عیسائی محصورین کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا، اور ادھر مسلمان محصورین کی پریشانی و پراگندگی کا یہ حال تھا کہ اون کی بحری قوت کا خاتمہ تو چند سال پیشتر ۱۰۶۱ء؁ مین ہو چکا تھا، بری فوج بھی شورہ پشتون سے بھری ہوئی تھی جسمین صقلیہ کے نو مسلم باشندے زیادہ تھے اور جب اُن سے بھی کمی پوری نہین ہوئی تو بلرم کے عیسائی باشندون کو وطن کی حفاظت کے نام پر جمع کیا گیا، ممکن تھا یہ نظام کچھ سود مند ہوتا، مگر صقلیہ کے عیسائی حملہ آورون کو اپنا نجات دہندہ سمجھ رہے تھے، اور در پردہ اونھین امداد پہنچانے کے خواہان تھے، اور بلرم کی شورہ پشت مسلم آبادی کا بھی یہ حال تھا کہ وہ اپنی جنگجو فطرت سے کسی وحدت کلمہ پر مجتمع نہین ہوئی، اور عین اس وقت جب دشمنون کے جنگی جہاز اور قلعہ شکن آلات جنگ فصیلِ شہر پر پتھر برسا رہے تھے، وہ اپنے فرقہ وارانہ عقاید کو تسلیم کرانے کیلئے ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے،

مصورین کا ثبات قدم و محاصرین کی مایوسی	تاہم اسی ناعاقبت اندیش فرقہ پرور آبادی میں پرستاران توحید کی ایک ایسی جماعت بھی تھی، جو بادۂ توحید سے سرمست جام شہادت نوش کرنیکے لئے بیتاب تھی،

اور وہی قدسی نفوس پر سے کے پرے جمائے ایسے جمے رہے کہ علمبرداران مسیحیت آگے قدم بڑھانے کی جرأت نہ کرسکے، وہ جب حملہ آور ہوتے، عربی شجاعت و بسالت سے دندان شکن جواب ملتا، یہان تک کہ محاصرہ کو کامل پانچ مہینے گذر گئے، اور شہر پر قبضہ کی کوئی صورت نہین نکلی اور بقول مسٹر اسکاٹ محاصرین کے جی چھوٹ گئے اور قریب تھا کہ محاصرہ سے دستبردار ہو کر واپس چلے جائین،

بلرم کے عیسائیون کی غداری	جنگ کے اس نقشہ اور حملہ آورون کے اس ارادہ سے بلرم کی عیسائی آبادی مین انتشار پیدا ہوا، اور عین اس موقع پر جب حملہ آور واپسی کا قصد کر رہے تھے، بلرم کے

عیسائیون کی جانب سے اونھین خفیہ پیغام پہنچا کہ فصیل شہر کا فلان موقع فلان جگہ سے کمزور ہے، یہ پیغام ملتے ہی حملہ آورون کے پانون سنبھل گئے،

اسکے بعد حملہ آورون نے ایک جنگی چال اختیار کی، فوج کا ایک بڑا حصہ شہر کی مشرقی سمت سمندر کی جانب سے حملہ آور ہوا، مسلمانون نے ترکی بہ ترکی جواب دیا، ادھر یہ لڑائی ہو رہی تھی، اودھر رابرٹ فوج کا ایک چیدہ دستہ لے کر مغربی فصیل کے اوسی کمزور حصہ پر حملہ آور ہوا، جس کا عیسائیون نے پتہ دیا تھا،

معاہدۂ صلح اور اوسکے شرائط	مسلمانون کیلئے فصیل کے اس نازک حصہ پر اچانک حملہ آوری خلاف توقع تھی، وہ یہ دیکھتے ہی ایسے ہیبت زدہ ہوئے، کہ ہتھیار رکھنے پر مجبور ہوگئے، اور صلح کی درخواست پیش کی،

فاتح و مفتوح مین شہر کی حوالگی کا نامہ وپیام ہونے لگا، اور شہر پر نارمنون کے تسلط کے لئے حسب ذیل شرائط طے پائے،

(۱) عیسائی حکومت مسلمانون کو کامل مذہبی آزادی دے گی،

(۲) بلرم کی تمام مسجدین اپنی جگہ پر برقرار رکھی جائین گی،

(۳) مسلمانون کے لئے اسلامی قانون نافذ رہے گا،

(۴) مسلمانون کے مقدمات کے فیصلے مسلمان قضاۃ کرین گے، اور اس ضرورت کیلئے قضاۃ رکھے جائین گے،

شہر کی حوالگی نارمنون نے یہ شرطین منظور کرلین، اور دوسرے دن صقلیہ کے مشہور عالم اسلامی دار السلطنت بلرم کا دروازہ عیسائیون کے لئے کھول دیا گیا، اور ماہ جنوری ۱۰۷۲ء مطابق ۴۶۴ھ سے بلرم کے قلعون برجون اور فصیل کے پھاٹکون پر صلیبی جھنڈا لہرانے لگا، جو آج تک سرنگون نہ ہوسکا،[۱]

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۲۳، ونہایۃ الارب، کتاب المونس، ابن خلدون، ابو الفدا، وغیرہ دانسائیکلو پیڈیا ج ۴۴ ص ۵۲ لفظ "راجر" ایضاً ج ۱۹ ص ۴ "لفظ" نارمن الطیع یازدہم اخبار الاندلس ج ۲ ص ۱۶ مسٹر اسکاٹ کو حیرت ہے کہ ایسا عظیم الشان اسلامی دار السلطنت کل پانچ مہینے مین تسخیر ہو گیا لیکن ہمین تو یہ حیرت ہے کہ بلرم کی ایک مختصر اسلامی آبادی نے اپنی تمام پریشان حالیون کے باوجود پانچ مہینے تک محاصرہ کا مقابلہ کرکے دشمنون کے قدم کیونکر اکھاڑ دیے جب کہ خود بلرم کے مسلمانون مین فتنہ وفساد کی آگ موجود تھی، شہر کے عیسائی فریب دہی اور دغابازی پر تلے ہوئے تھے، دیگر دول اسلامیہ اور صقلیہ کے دوسرے شہرون کے مسلمان امداد کیلئے موجود نہ تھے، مگر پھر بھی بلرم کے ایک مختصر گروہ نے یورپ کی متحدہ طاقت کا مقابلہ کیا، اور جب شہر کے عیسائیون نے اپنی وطن فروشی سے دشمنون کی جاسوسی کردی، اور بظاہر شہر کی حفاظت کی کوئی صورت باقی نہین رہی تو بھی مسلمانون نے اپنی فاتحین سے ایسے شرائط منوائے کہ جن پر اگر آخر تک عمل کیا جاتا، اور معاہدہ کی پابندی کی جاتی، تو بلرم مین آج بھی مسلمانون کی صورتین نظر آتین، اگرچہ عیسائیون نے اس کے بعد اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی کی، مگر اوس وقت کامل فتح حاصل کرلینے کے باوجود محض مسلمانون کے عزم وہمت اور شجاعت سے خوف کھا کر اون شرائط کو قبول کرلیا، اسلئے ان مسلمانونکا مفتوح ہوجانیکے باوجود اپنے مذہب، تمدن اور معاشرت کے برقرار رکھے جانے کی سند لے لینا ایک حیرت انگیز واقعہ تھا لیکن افسوس زمانے نے اوس معاہدہ کو ردی کے ایک پرزہ سے زیادہ وقعت نہ دی اور اس بلرم مین جسمین پانسو سے زیادہ مسجدین آباد رہتی تھین، اور معاہدہ کے رو سے اون مین ہر ایک کو قائم رہنا تھا، آج مسجد کا ایک مینارہ تک موجود نہین، مسجدین اگر گرجا بنائی گئین تو خیر اوس سرزمین پر کلمہ توحید کی صدا بلند کرنے والا کوئی باقی نہین رکھا گیا، ہمین حسرت ہے تو یہ ہے کہ آج بلرم مین کسی مسلمان کی قبر کا نشان تک باقی نہین حالانکہ اوسی کی خاک مین ہمارے بڑے بڑے نامور سپہ سالار، والیان ملک، جلیل القدر ائمہ، علماء، صوفیہ، حکماء، شعراء، اور دیگر ارباب علم وادب مدفون ہوئے تھے، جن کے تذکرہ سے ہماری حدیث، فقہ، علم کلام، طبقات، طب اور شعر وادب کی کتابین لبریز ہین،

سقوط مازر و طرابنش نارمنون کے لئے بلرم کی تسخیر کے بعد سارے جزیرے کی تسخیر زیادہ آسان ہوگئی، ہر طرف نارمنون کا سکہ بیٹھ گیا چنانچہ نارمن لشکر نے بلرم کے بعد مازر اور طرابنش کا رخ کیا، یہ دونون شہر عبداللہ بن منکوت کے قبضہ مین تھے، جو خاموشی سے فرمانروائی کر رہا تھا،

عبداللہ بن منکوت کی طاقت کچھ مستحکم نہ تھی، اس لئے اوس نے نارمنون کے مقابلہ کی جرأت نہ کی، اسلئے جب نارمن لشکر قریب پہنچا، تو اوس نے صلح کا پیغام بھیجا، اور وہی شرائط پیش کئے جو سقوط بلرم کے وقت طے پائے تھے، نارمنون نے شرطین منظور کر لین، اور عبداللہ بن منکوت حکومت سے دستبردار ہوگیا، اس طرح پوری اسلامی آبادی جو ایک وسیع علاقہ پر مشتمل تھی، خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر نارمنون کے ہاتھ آگئی، یہ واقعہ ۴۶۴ھ مین پیش آیا،

عبداللہ بن منکوت کی ہجرت عبداللہ بن منکوت اپنا علاقہ سپرد کرکے با دیدۂ پرنم اپنے اہل و عیال اور قابل نقل و حمل دولت و ثروت کو ساتھ لیکر یہان سے ہجرت کرکے افریقیہ چلا گیا، افریقیہ مین صنہاجی فرمانروائی نے اوسکی قدردانی کی، اور اوس کو فوج کے ایک معزز عہدے پر سرفراز کر دیا،[1]

صقلیہ سے اسلامی حکومت کا خاتمہ عبداللہ بن منکوت کی دستبرداری کے بعد اب صقلیہ مین کوئی نام نہاد اسلامی حکومت بھی باقی نہین رہی، ابن ثمنہ کا خاتمہ ابن حواس کر چکا تھا خود ابن حواس جرجنت مین تیر کا نشانہ بنا، ابن البعباع نے بلرم کو پہلے ہی سپرد کر دیا اب صرف ابن منکوت باقی رہ گیا تھا، وہ بھی اپنی جان سلامتی سے نکال کر حکومت سے دستبردار ہوگیا،

صرف چند شہرون پر مسلمانون کا انفرادی تسلط اسلئے اب صقلیہ مین جو اسلامی شہر باقی رہ گئے تھے، اور اُن پر ابھی تک اسلامی علم لہرا رہے تھے، اب ضابطہ کے طور پر بھی ان کی مدافعت کا فرض کسی منظم

---

[1] ابن خلدون دراماری ص ۴۹۷ و ج ۵ ص ۲۰۱، اس موقع پر ابن خلدون کا مطبوعہ نسخہ صحیح نہین عبداللہ بن حواس کے بجائے "عبداللہ بن منکوت" ہونا چاہئے، اور ابن خلدون نے یہان پر ان شہرون کو وہ آخری شہر بتایا ہے، جو نارمنون نے فتح کئے لیکن صحیح نہین تحقیق واقعہ اس سے مختلف ہے،

حکومت پر عائد نہین تھا، بلکہ انفرادی طور پر خود اہل شہر ہر شہر مین اپنی اپنی حفاظت کے ذمہ وار تھے، جس شہر مین جیسی اسلامی آبادی ہو، وہ اپنی قوت کے مظاہرہ سے جن شرائط کو منوالے اونھی طریقون سے اب ان مقامات کو نارمنون کے قبضہ مین جانا تھا،

نارمنون کی تشکیل حکومت اور فوج کشی کا چند سالہ التواء

جب صقلیہ کے اسلامی شہرون کی یہ صورت حال ہوئی، تو نارمنون نے بھی اُن کی فتح مین کوئی عجلت نہین کی ہر شہر کو اپنے حال پر چھوڑ دیا، اُن کی اب تمام تر توجہ اپنے مفتوحہ علاقے کی جانب مبذول ہو گئی، اور چاہا کہ نظم و نسق درست کر کے باضابطہ حکومت قائم کر لین،

چنانچہ نارمنون کی باہمی تقسیم کے روسے صقلیہ راجر کے قبضہ مین آیا، اور اوسکے بڑے بھائی رابرٹ نے اوسکو یہان کا خود مختار فرمانروا تسلیم کیا، صرف بلرم اور مسینا مین دونون بھائی نصف نصف کے شریک رہے، یہ واقعہ اسی سال ۴۶۴ھ ۱۰۷۱ء مین پیش آیا اور حکومت کے نظم و نسق کیلئے چند سال کیلئے فوجکشی بالکل ملتوی کر دی گئی،[۱]

پیشقدمی کا آغاز

راجر نے نظم حکومت کے بعد انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے مقالہ نگار کے بقول ۴۶۸ھ ۱۰۷۵ء سے اپنی صلیبی لڑائیون کا پھر آغاز کیا، اور صقلیہ کے باقی ماندہ اہم شہرون پر تاختین شروع کر دین، اون مین سے بعض بعض شہرون کے مسلمانون نے مدافعت کی، اور اون کی تسخیر مین کافی دیر لگی اور بعض شہرون کے مسلمانون مین نارمن فوج کے پہنچتے ہی اپنے دروازے کھول دیے اور وہ فوراً تسخیر ہو گئے،

سقوط طرمین و سرقوسہ

اس سہ بارہ یورش مین نارمنون نے شمالی صقلیہ کے اہم شہرون طرمین اور سرقوسہ پر تاخت کی، یہ دونون شہر اگرچہ پہلے عیسائیون کے اہم مرکز تھے، مگر اُن کی بربادی کے بعد اس مین مسلمانون کی آبادی قائم ہو گئی تھی لیکن اب نہ کوئی یہان مستحکم شہرپناہ

[۱] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۳ صفحہ ۳۵۳ طبع یازدہم۔

تھی، اور نہ مسلمانون کے پاس مدافعت کا سامان، اسلئے نارمنون نے ۴۸۲ھ ۱۰۸۹ء مین اُن پر قبضہ کر لیا[1]

سقوطِ جرجنت | اسکے بعد نارمن لشکر نے جرجنت اور قصریانہ کا رُخ کیا، مسلمانانِ جرجنت زیادہ غیور ثابت ہوئے، وہ محاصرہ کی سختیان اوٹھانے کے ایک حد تک عادی بھی تھے، اسلئے نارمنون کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے، لیکن محاصرین و محصورین کی طاقت مین کوئی نسبت نہ تھی، اسلئے ان محصور مسلمانون کو سخت مصائب کا سامنا ہوا، لیکن جہان تک حدِ بشریت سے ممکن تھا، ہر طرح کی تکلیفین اوٹھائین، مگر اپنے شہر کو عیسائیون کے سپرد کر دینے کا ننگ اوٹھانا نہ چاہا، آخر مُردون کو پھاڑ پھاڑ کر کھانے کی نوبت آ گئی، اور عالمِ اضطرار مین شہر کے دروازے کھول دیے، اور ۴۸۱ھ ۱۰۸۸ء سے اس پر صلیبی علم بلند ہو گیا،

سقوطِ قصریانہ | اسکے بعد قصریانہ کی باری آئی، یہ جرجنت سے بھی زیادہ سخت جان ثابت ہوا، مسلسل تین سال تک دشمن شہر پناہ کے نیچے پڑے رہے، قصریانہ کی سنگی فصیل ہمیشہ ناقابلِ فتح رہی ہے، مگر جب ان مجبور مسلمانون کو شہر مین قوتِ لایموت کا سہارا بھی باقی نہین رہا۔ تو سپر ڈالنے پر مجبور ہو گئے، اور ۴۸۴ھ ۱۰۹۱ء مین نارمنون کی اطاعت قبول کر لی،[2]

سقوطِ رغوس و نوطس اور صقلیہ سے اسلامی اقتدار کا خاتمہ | اسکے بعد راجر کی سب سے آخری پیشقدمی دو شہرون رغوس اور نوطس (نوٹو) پر ہوئی، یہ دونون شہر مضبوط اور پائدار تھے، اور یہان مسلمان بہ کثرت آباد تھے، جس کا اندازہ یہان کی بیشمار مسجدون سے کیا جا سکتا ہے، پہلے رغوس فتح ہوا، اور پھر نوطس کی باری آئی، اور دونون شہر انھی معاہدون کے رو سے ۴۸۴ھ مطابق ۱۰۹۱ء مین نارمنون کے حلقۂ اطاعت مین داخل ہو گئے، جن پر بلرم، مازر اور طرانش اون کے حوالہ کیے گئے تھے،

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۲ ص ۷۵۳ و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵ [2] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۳ و نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۹

مسٹر اسکاٹ کا بیان ہے کہ والی قصریانہ نے آخر مین عیسائیت قبول کر لی، ممکن ہے یہ صحیح ہو، مگر صقلیہ کے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے یہ کچھ بعید از قیاس نہین ہے، مگر عرب مورخین نے سقوطِ قصریانہ کے بیان مین اس کا کوئی تذکرہ نہین کیا ہے،

ان شہروں پر بھی صلیبی پھریرے لہرانے لگے، اور انہی پر بحر روم کے وسیع ترین جزیرہ صقلیہ سے مسلمانوں کی آخری فرمانروائی کا خاتمہ ہو گیا اور ۴۸۴ھ سے صقلیہ کے تمام مسلمان عیسوی حکومت کی رعایا قرار پا گئے ابن اثیر سقوطِ قصریانہ کے تذکرہ کے بعد اجمالی طور پر سارے جزیرہ پر نارمنوں کے استیلا، کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتا ہے،

فتسلمها الفرنج لعنهم الله سنة اربع وثمانين واربعمائة وملك رجار جميع الجزيرة،	اس پر فرنگیوں نے ۴۸۴ھ میں قبضہ کر لیا، اور راجر تمام جزیرہ کا مالک ہو گیا،

اسی طرح صاحب کتاب المونس لکھتا ہے:۔

واستغلب رجار على سائر الجزيرة في سنة اربع وثمانين واربعمائة و...... ومكثت في ايدي المسلمين مائتي ونيف سبعين سنة اعادها الله للاسلام[1]	اور ۴۸۴ھ میں راجر پورے جزیرہ پر قابض ہو گیا............اور یہ جزیرہ ۲۷۰ سال سے زیادہ مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا خدا پھر اوس کو مسلمانوں کے ہاتھ میں لائے،

زوالِ دولتِ اسلامی پر ایک نظر

نارمنوں نے کامل چالیس برس میں صقلیہ پر مکمل قبضہ کیا[2]، اور اگر جنوبی اٹلی سے اسلامی مقبوضات پر نارمنوں کے حملہ کا زمانہ اس میں شامل کر لیا جائے تو اڑسٹھ برس ہوتے ہیں، بہ ظاہر یہ طویل مدت اس عظیم الشان اسلامی حکومت کو برباد کرنے کے لحاظ سے مختصر معلوم ہوتی ہے، مگر جس وقت

---

[1] کتاب المونس ص ۸۱ [2] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۳ و انسائیکلوپیڈیا ج ۲۳ ص ۵۳ و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۵ [3] انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں تیس سال ہے، اس اختلاف کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے،

مسلمان صقلیہ مین آئے تھے، اوس وقت رومی صقلیہ کی حالت اوس سے مختلف تھی جب اسلامی صقلیہ کو برباد کرنیکے لئے نارمن آئے ہین،

جب قاضی اسد بن فرات ۲۱۲ھ مین یہان آئے، اوس وقت اگرچہ مسلمانان صقلیہ کی ابن ثمنہ کی طرح صقلیہ کے رومیون کا دشمن فیمی دربار افریقیہ مین پہنچا تھا، مگر اولاً فیمی صقلیہ کی حکومت کا کوئی صوبہ دار نہ تھا اوسکی حیثیت صرف ایک قائد فوج کی تھی، اور ابن ثمنہ قائد فوج ہونے کے علاوہ اوسکے ایک علاقہ کا خود مختار فرمانروا بھی تھا، علاوہ ازین مسلمانون اور نارمنون مین ایک دوسرا فرق یہ بھی ہی، کہ جب مسلمان یہان حملہ آور ہوئے تھے، اوس وقت قسطنطنیہ کی بیزنطی حکومت صقلیہ کی مرکزی حکومت تھی، مدافعت کی ذمہ داری قیصر روم کے سر عائد تھی، اور روم کے مختلف قیاصرہ اس فرض کو اپنے اپنے عہد مین انجام دیتے رہے جو مسلمانون کی راہ مین سب سے بڑی رکاوٹ تھی، لیکن جب مسلمانون کے مفتوح ہونے کا زمانہ آیا، تو صقلیہ کی کوئی خارجی حکومت کہان تک پشت پناہ ہوتی، خود جزیرہ مین بھی کوئی ایک مرکزی حکومت قائم نہین تھی، ہر صوبہ دار اور حاکم ضلع نے اپنے کو اپنے اپنے علاقہ کا ذمہ دار سمجھ کر صرف اپنے ہی علاقہ پر حملہ آوری کے وقت دشمنون کی مدافعت ضروری سمجھی، اور پھر ابن ثمنہ کا ایک بہت بڑا علاقہ بغیر کسی مزاحمت کے نارمنون کے قبضہ مین خود بخود چلا گیا،

اسکے علاوہ نارمنون کے حملہ کے وقت مسلمانون مین باہمی خانہ جنگی، اور بے اعتمادی کا جذبہ ایسا پھیلا ہوا تھا، کہ وہ کسی ایک میدان مین سر جوڑ کر نارمنون کا مقابلہ نہ کرسکے، بلکہ جب خود انھی کی فریاد پر افریقیہ سے اون کے ہمدرد پہنچے، تو اون سے بھی برسرپیکار ہوئے، اور وہ مجبور ہوکر افریقیہ واپس چلے آئے اور ممکن تھا کہ ایسے موقع پر جب افریقی لشکر صقلیہ سے واپس چلا آیا تھا، تو افریقیہ کی حریف حکومت یعنی دولت فاطمی مصر مسلمانان صقلیہ کی طرف شفقت اور ہمدردی کا ہاتھ بڑھاتی کہ وہ اصولاً اسوقت بھی یہان کی مرکزی حکومت کہلاتی تھی، مگر اوس نے بھی ہمدردی کے اظہار کے بجای اپنا سالانہ خراج طلب کیا، اور پھر نہایت بیباکی سے از خود نارمنون کو صقلیہ پر حملہ آوری کی دعوت دیدی جس سے دشمنون

کو کم از کم اس کا پتہ تو ضرور ہی چل گیا، کہ مسلمانان صقلیہ کے ساتھ عالم اسلامی کی کوئی اخلاقی ہمدردی بھی شامل نہیں ہے،

ایک طرف مسلمانان صقلیہ کی بدبختیون کا وہ عالم تھا، اور ادھر نارمنون کے جوش و خروش کا یہ حال تھا کہ وہ بزعم خود صقلیہ پر حملہ آور ہو کر اپنے مذہبی فرض کے ادا کرنے کا ثبوت دے رہے تھے، اور اوسکو مسلمانون کے خلاف صلیبی جنگ کے افتتاح سے تعبیر کر رہے تھے، ہم نارمنون پر کوئی الزام تراشنا نہین چاہتے کہ اونھین مذہبی لڑائیون کے چھیڑنے کا بانی و مبانی قرار دین، یہ کچھ غیرون کی کہی ہوئی کہانی نہین، بلکہ خود اپنا اقرار ہے، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار راجر کے حالات مین ایک جگہ لکھتا ہے:-

"پھر راجر ۱۰۶۵ء تک صلیبی جنگون کے چھیڑنے کا موقع نہ پاسکا، یہانتک کہ ۱۰۸۶ء مین سیراکیوز پر قبضہ ہو گیا، پھر فروری ۱۰۹۱ء مین نوٹو کی فتح کے بعد فتح سسلی کی تکمیل اختتام کو پہنچ گئی"

اسی طرح نارمن فاتح انگلستان ولیم اور نارمن فاتح صقلیہ راجر کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"انگلستان مین نارمن ڈیوک ایک غیر ملکی غاصب کی حیثیت سے داخل ہوا، جسکو وہان کے باشندون سے کسی قسم کی کوئی مدد نہین ملی، اور نہ وہ صقلیہ کے کاؤنٹ (راجر) کی طرح اپنے کو نجات دہندہ کہہ سکتا تھا"

اسی طرح نارمنون کے حالات مین دوسری جگہ موازنہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"علاوہ ازین سسلی کی جنگ کا منشا اور اوسکے اغراض بلند تر تھے، اگرچہ اس وقت تک جنگ صلیبی کی ابتدا نہین ہوئی تھی، تاہم مسلمانون سے سسلی کے اس تصادم نے ان جذبات کو پیدا ضرور کر دیا تھا، سسلی کے عیسائی باشندے اکثر حالات مین نارمنون کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے"[۱]

راجر نے تسخیر کے بعد اپنے کو نہ صرف صقلیہ کے عیسائیون کا نجات دہندہ ثابت کیا، بلکہ صقلیہ سے

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۳ ص ۴۵۳ لفظ "راجر" اور ایضاً ج ۱۹ ص ۷۴۸ لفظ "نارمن" طبع یازدہم،

اسلام اور مسلمانون کی بیخکنی مین کوئی کسر اوٹھا نرکھی اور زوال دولتِ اسلامی کے ساتھ ہی مسلمانون کے دردناک مصائب کا آغاز ہو گیا، اور اونھین ہر حیثیت سے قعرِ مذلت مین زبردستی ڈھکیل دیا گیا مسلمانون کے تمام علاقے اون سے چھین لیے گئے، زمیندار سے کسان اور کسان سے مزدور، اور صاحبِ دولت و ثروت سے گدائے بینوا بنکر رہ گئے، جو محلات مین رہنے کے عادی تھے، اونھین جھونپڑیان ملنی دشوار ہو گئین، اعلےٰ قابلیت اور استعداد کے باوجود، حکومت کی تمام اعلےٰ ملازمتین، اون سے چھین کر عیسائیون کو دیدی گئین، عیسائیون کو دوسرے ممالک سے لالاکر یہان بسایا گیا، اور مسلمانون کی زمینداریان اور ملازمتین اون سے چھین کر اون کے حوالہ کر دی گئین، یہان تک کہ رفتہ رفتہ سارے جزیرے مین عیسائی پھیل گئے، ملک کی تجارت اور صنعت و حرفت عیسائیون کے قبضہ مین چلی گئی، اور مسلمان جزیرہ مین اسلیے رہ گئے کہ عیسائی زمینداروں کی کھیتیان آباد کرین، تجارتی مالون کو جہازون پر لادین، اور اوتارین، اور جب مسلمانانِ صقلیہ کی فلاکت زدگی اور مفلوک الحالی بدسے بدتر حالت مین جا پہنچی، تو وہ معاش کیلئے فوج مین بھرتی ہو کر دوسرے اسلامی ملکون کو عیسائیون کا غلام بنانے لگے، اور حاکمون کے نزدیک اُن کی اتنی وقعت بھی نہین رہی، کہ ان کے مذہبی احساسات کا پاس و لحاظ کیا جاتا صقلیہ کے پادری اور عام عیسائی، اُن کے مذہبی احساسات کو عمدًا ٹھیس لگاتے صقلیہ کے شہرون کی گلی گلی مین اسلام کا مضحکہ اوڑایا جاتا، مسلمانون کے روبرو آنحضرت صلعم فداہ ابی و امی کو نہایت گندہ دہنی سے مغلظ گالیان دیجاتین مسلمان عورتون کی عصمت دری مسلمانون کی نگاہون کے سامنے کیجاتی، شریف مسلمانون کیلئے اپنی کنواری لڑکیون کا چھپانا دشوار ہو گیا، یہان تک کہ محض عزت و ناموس کی حفاظت کیلئے سچے اور مخلص مسلمان بظاہر عیسوی مذہب قبول کر کے امن و امان حاصل کرتے، اور چھپ چھپ کر اسلام کے ارکان روزہ و نماز ادا کرتے، غرض کوئی ظالمانہ سے ظالمانہ ایسا برتاؤ نہ تھا، جو ان لاچار اور بیکس، غریب، فلاکت زدہ اور قابلِ رحم مسلمانون کے ساتھ روا نہ رکھا گیا ہو،

حالانکہ نارمن جبوقت صقلیہ پہنچے تھے کوئی ترقی یافتہ متمدن قوم نہ تھے، اونھون نے تہذیب و تمدن کا درس مسلمانون سے صقلیہ ہی مین حاصل کیا، اور اون سے سیکھ سکھا کر اونھین الگ کر دیا، اسلیئے جزیرہ مین عیسائی حکومت کے ماتحت مسلمانون کے مختلف حالات مختلف دور کے ماتحت گذرے، اور آخر مین جب اونکی ضرورت باقی نہین رہی صقلیہ کی زمین اون پر تنگ کر دیگئی، اور یہان سے ایک ایک کلمہ گو بیک وقت جزیرہ سے شہر بدر کر دیا گیا، ان حالات کی تفصیل اس کتاب کے سب سے آخری باب مین نظر آئیگی،

اس کے علاوہ نارمنون نے صقلیہ پر قبضہ کرکے گویا ایک ایسا مرکز حاصل کر لیا تھا جہان سے وہ عالم اسلامی کی تباہی و بربادی کے منصوبے باندھنے لگے، یورپ کی بین الاقوامی کانفرنسین ہوئین، اور مسلمانون کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا پختہ ارادہ کر لیا گیا، جو دراصل پاداش عمل تھا اس کا کہ عالم اسلام نے انھین خاموشی سے اس جزیرہ پر قابض ہونے دیا، اور اونھون نے خود یہان کے فلاکت زدہ مسلمانون کو فوج مین بھرتی کرکے عالم اسلام مین تہلکہ ڈال دیا، اور سرزمین صقلیہ مین عیسائیون اور مسلمانون کے تصادم سے صلیبی جنگ کا جو چھوٹا پودا نصب ہوا تھا صقلیہ کے قبضہ کی تکمیل کے بعد اس قدر بار آور ہوا کہ دنیاے اسلام مین فساد و خونریزی کا ایک غیر متناہی سلسلہ صدیون تک کے لئے قایم ہوگیا، یعنی مسلمانون اور عیسائیون مین جو مذہبی لڑائی صقلیہ کے نارمن حملہ سے شروع ہوئی، اوس کا پہلا نتیجہ صقلیہ کے زوال یا تسخیر کی شکل مین ظاہر ہوا، اور آخری نتیجہ بیت المقدس کا زوال یا تسخیر ثابت ہوا، اس کا ایک سرسری خاکہ چند صفحون مین آگے نظر آئے گا،

صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے اثرات

دوسری اسلامی سلطنتوں پر

۴۶۴ھ تا ۶۲۶ھ
۱۰۷۱ء تا ۱۲۲۸ء

صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کے تباہ کن اثرات کا خمیازہ صرف مسلمانانِ صقلیہ تک محدود نہیں رہا، بلکہ اسکے بعد عیسائیوں کی حریصانہ نگاہیں مغرب کے دوسرے اسلامی ممالک پر پڑیں اور اونھوں نے چند ہی دن میں مغرب کی اسلامی سلطنتوں کو زیر و زبر کر ڈالا،

اسلامی ممالک کی بربادی کے منصوبے

کیونکہ عیسائیوں نے فتحِ صقلیہ کی تکمیل کے بعد ہی سب سے پہلے افریقہ اور اوسکے ساتھ اندلس پر نگاہ ڈالی، اور اسکے بعد ہی شام کے مطلع پر نگاہ اوٹھی، جو بعض مسلمان شاہی خانوادوں کی باہمی کشمکش سے غبار آلود ہو رہا تھا، عیسائیوں نے اس موقع پر عالمِ اسلامی کی طاقت اور اوسکے عام حالات کا جائزہ لیا، اور جب تمام حالات آشکارا ہو گئے، تو تسخیرِ صقلیہ کے بعد ہی عیسائیوں کی ایک نہایت اہم مجلسِ مشاورت صقلیہ میں منعقد ہوئی، اور اسمیں عالمِ اسلامی کی بربادی کے منصوبے باندھے گئے،

مہدیہ پر نارمن قبضہ اور صلح

عیسائیوں کے حوصلے ۴۶۴ھ ۱۰۷۱ء ہی سے جب وہ صقلیہ کے اکثر حصوں پر قابض ہو گئے تھے، بہت بلند ہو گئے، اور ابھی وہ صقلیہ کو پورے طور پر زیر نگین بھی نہیں کرنے پائے تھے کہ دوسرے اسلامی ممالک کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا، ان لوگوں نے اپنا بحری مرکز جزیرہ قوصرہ کو قرار دیا جس پر پہلے قابض ہو چکے تھے، عیسائیوں کی دو جماعتیں دو راستوں سے اسلامی ممالک کو پامال کرنیکے لئے آگے بڑھیں، ایک جماعت اندلس پر حملہ آور ہوئی اور ۴۷۸ھ ۱۰۸۵ء میں وہ اندلس کے زرخیز مقام طلیطلہ پر قابض ہو گئی، دوسری

طرف نارمنون نے ۴۶۴ھ؁ ۱۰۷۱ء میں صقلیہ کے اکثر حصون پر قابض ہونیکے بعد جزیرہ مین مزید پیشقدمی ملتوی کر دی اور جزیرۂ قوصرہ کو بحری مرکز قرار دیکر فتح افریقیہ کا خواب دیکھنے لگے، چنانچہ ابھی صقلیہ کی فتح تکمیل کو بھی نہین پہنچی تھی کہ بروایت ۴۸۰ھ؁ ۱۰۸۷ء و بروایت ۴۸۱ھ؁ ۱۰۸۸ء مین جزیرۂ قوصرہ سے ایک عظیم الشان بیڑا مہدیہ پر حملہ آوری کیلیے روانہ ہوا، مسلمانان قوصرہ نے پیغام بر کبوتر کے ذریعہ دربار افریقیہ مین خبر بھی پہنچائی لیکن تمیم فرمانروائے افریقیہ اسوقت دوسری طرف متوجہ تھا، اوس نے ایک بحری قائد کی سرکردگی مین مدافعت کیلیے بیڑا تیار کیا، لیکن سابق والی مازر عبد اللہ بن منکوت کی ایک شدید غلطی سے جو ایک معزز عہدہ پر افریقیہ مین موجود تھا، نارمن مہدیہ پر قابض ہو گئے، اور پھر نہایت ذلت آمیز شرائط منوانیکے بعد اُن لوگون نے مہدیہ خالی کیا[۱]، اور اسی کے ساتھ دونون حکومتون مین ایک دوستانہ معاہدہ طے پایا، اور اسی کے بعد وہ صقلیہ کے چپہ چپہ پر ۴۸۴ھ؁ ۱۰۹۱ء مین بلاخوف و خطر قابض ہو گئے،

اسلامی ممالک کو نصرانی ممالک بنانیکی تجویز اور بیت المقدس پر حملہ آوری کا محرک اوّل

فتح صقلیہ کی تکمیل کے بعد یورپ مین بیداری پیدا ہوئی اور پاپائے روما نے جنگی تیاریون کے بعد شمالی افریقیہ پر حملہ آوری کیلیے راجر کو آمادہ کرنا چاہا، چنانچہ ایک ایلچی صقلیہ پہنچا، راجر نے اس مسئلہ پر غور و خوض کرنیکے لیے ایک خفیہ کانفرنس طلب کی،

یہی وہ سب سے پہلی کانفرنس تھی، جو صقلیہ مین منعقد ہوئی، اور اسمین اسلامی ممالک کو زیر و زبر کرنے کی تجویزین زیر بحث آئین، اور مدعوین نے اس کانفرنس مین راجر سے ان پر زور الفاظ مین حملہ آوری کی درخواست کی:-

"قسم ہے انجیل کی یہ ہمارے لیے بہتر ہے، اور اون کے لیے بھی کہ (سب ملکر اسلامی ممالک پر حملہ آور ہون) کہ تمام اسلامی ممالک عیسائی ممالک ہو جائین۔"

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۰۹ و البیان المغرب (ترجمہ اردو) ص ۴۱۹،

لیکن راجر نے اپنے ذاتی اغراض سے اس تجویز کی تائید نہین کی، اور اپنے مشیرون کو سمجھایا کہ اگر یورپ کی مختلف فوجین صقلیہ آئین، اور یہان سے افریقیہ وغیرہ پر حملہ آور ہوئین تو فتح و شکست دونون صورتون مین صقلیہ کی حکومت کے کیا فوائد و نقصانات ہین، اور اوسکے بعد اوس ایلچی کے ذریعہ اپنی طرف سے حسب ذیل تجویز لکھ کرائی بھیجی:۔

"جب تم نے مسلمانون سے مذہبی جنگ کرنے کا قصد کرلیا ہی، تو زیادہ بہتر ہے کہ بیت المقدس پر قبضہ کرو، اور اس مقدس شہر کو مسلمانون کے پنجۂ ظلم سے نجات دلا کر ایک قابل فخر کارنامہ انجام دو، کیونکہ ابھی ہمارے اور افریقیہ کے درمیان عہد و پیمان ہو چکے ہین"

جنگ صلیبی کی ابتدائی سرگذشت مین بیان کیا جاتا ہے کہ ایک فرانسیسی راہب بطرس نے بیت المقدس سے واپس جاکر جنگ صلیبی کا صور یورپ مین سب سے پہلی مرتبہ پھونکا، اور اسی کی آواز پر سارا یورپ ٹوٹ پڑا، بطرس کی مسیحیت کی خدمت کرنے اور یورپ مین جنگ صلیبی کے جذبات ابھارنے سے انکار نہین لیکن واقعات کی یہ ترتیب اور ابن اثیر کی یہ مستند شہادت موجود ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ فتح بیت المقدس کا محرک اول فرانسیسی راہب **بطرس** نہین بلکہ نامور خدمتگذار مسیحیت و **فاتح صقلیہ راجر** ہے،

چنانچہ راجر کی اسی تجویز کے بعد ۴۸۹ھ ۱۰۹۶ء مین سب سے پہلی جنگ صلیبی چھیڑنے کیلئے **اٹلی** مین وہ شہرۂ آفاق کانفرنس ہوئی، جو جنگ ہائے صلیبی کی اول واساسی کانفرنس سے موسوم کیجاتی ہے اور اسی کے بعد بطرس سارے یورپ مین جنگ صلیبی کا صور پھونکتا ہے اور راجر کی اوسی تجویز کی بنیاد پر سب سے پہلے صلیبی لڑائی ۴۹۱ھ ۱۰۹۷ء مین پیش آتی ہے، راجر نے اس تجویز سے گویا اسلامی ممالک کو باہم تقسیم کرلیا، اپنے لئے اوس نے شمالی افریقیہ کو رکھا، اور شام و مصر کو مسیحیت کے دوسرے خدمتگذارون کے نذر کیا،

پہلا صلیبی لشکر ۴۹۱ھ ۱۰۹۷ء مین کوچ کرتا ہے اور سب سے پہلے انطاکیہ کو فتح کرلیتا ہے، پھر ۴۹۲ھ ۱۰۹۹ء مین

بیت المقدس پر عیسائیون کا قبضہ ہوجاتا ہے اور پھر ۵۹۶ھ ۱۲۰۲ء کے دوسرے صلیبی حملہ مین شام کا ایک وسیع علاقہ عیسائی حکومت کے قبضہ مین چلا جاتا ہے، اور راجر کی تحریک سے مقدس شہر یروشلم اور شام کے ایک وسیع علاقہ سے کامل اکانوے برس کے لئے اسلامی پرچم سرنگون ہوجاتا ہے[۱] یہان تک کہ نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کی خون آشام تلوارین اوٹھتی ہین اور شام کے غبار آلود مطلع کو صاف کر دیتی ہین، اور اس موقع پر صقلیہ کی عیسائی حکومت مسیحیت کی جو خدمات انجام دیتی ہے اُس کا تعارف چند صفحون مین آگے آئے گا، ابھی افریقیہ کی اجمالی سرگذشت سامنے ہے،

شمالی افریقیہ پر قبضہ کی تیاریان

راجر اپنی اوسی تجویز کے مطابق افریقیہ پر قبضہ کرنیکے لئے اپنی جنگی قوت مین روز بروز اضافہ کرتا گیا لیکن اسی اثنار مین ۲۲ جون ۱۱۰۱ء ۴۹۴ھ کو اُس کا انتقال ہوگیا، اور اوسکے بجائے اوس کا لڑکا راجر دوم کے نام سے تخت حکومت پر بیٹھا، اور اوس نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی شمالی افریقیہ کی سیاسیات مین ایک ایسی شاطرانہ اور کامیاب روش اختیار کی جسکی بنا پر وہ ایک دن پورے شمالی افریقیہ کا مالک بن بیٹھا، اور راجر اول کا خواب حقیقت بنکر سامنے آگیا،

شمالی افریقیہ پر قابض ہونیکی ایک شاطرانہ روش

اس وقت شمالی افریقیہ کی صنہاجی حکومت کے حالات یہ تھے، کہ المعز کے عہد سے صنہاجی قلمرو مین فتنہ و فساد اور بغاوت کا جو طوفان اوٹھا تھا ابھی تک اس کا استیصال نہ ہوسکا تھا بلکہ حکومت کی داخلی پیچیدگیان روز بروز بڑھتی ہی گئین، اور ملک مین چھوٹی چھوٹی خود مختار و نیم خود مختار حکومتین قائم ہوتی گئین، جس کی وجہ سے ملک مین ہر طرف خانہ جنگیون کا سلسلہ قائم ہوگیا، اسکی رفتار کسی زمانہ مین تیز ہوجاتی اور کسی زمانہ مین سست پڑجاتی،

جب راجر نے شمالی افریقیہ کا یہ نقشہ دیکھا، تو اوس نے یہان قدم جمانیکے لئے اونھی خود مختار و نیم خود مختار حکومتون پر نگاہ ڈالی، جو دولت صنہاجیہ سے کٹ کٹ کر آزادانہ قائم ہوتی گئی تھین وہ دولت صنہاجیہ سے

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ صفحہ ۱۸۵، ۱۸۷ و ۱۹۳ و الحروب الصلیبیہ سید علی الحرائری، صفحہ ۱۳ تا ۱۶ وغیرہ،

دوستانہ معاہدہ پہلے ہی کرچکا تھا، اب افریقیہ کی یہ نئی نئی خود مختار و نیم خود مختار حکومتیں قائم ہو رہی تھیں
راجر کے اون پر حملہ آور ہو جانے سے بظاہر دولت صنہاجیہ کے اوس معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں ہوتی تھی خصوصاً اسلئے کہ وہ
حکومتیں حکومت صنہاجیہ سے باغی ہوتی تھیں اسلئے فرمانروائے صنہاجی کو اصولاً کسی شکایت کا موقع نہیں تھا
اس طریقے سے راجر دوم نے شمالی افریقیہ میں اپنے قدم پورے طور پر جمالئے، اسکے بعد پھر یہ صورت
بھی پیش آنے لگی، کہ اگر کسی وقت افریقیہ کے خود سر ولاۃ اور دولت صنہاجیہ میں آویزش ہوتی، تو راجر دوم
خود سر والی کی مدد کرکے معاہدہ کی خلاف ورزی کرجاتا، لیکن پھر بھی گفت و شنید کے بعد معاملات کو رفع
دفع کرالیتا، اس قسم کی سب سے پہلی صورت ۱۱ھ۵ میں پیش آئی جب رافع بن مکن دہمانی والی قابس اور
صنہاجی فرمانروا علی بن یحییٰ بن تمیم میں باہمی آویزش ہوئی چنانچہ جب صنہاجی بیڑا رافع کی گوشمالی کیلئے قابس
آیا تو رافع کی امداد کیلئے یہاں نارمن بیڑا پہلے سے موجود نظر آیا، یہی پہلا موقع تھا جب دولت صنہاجی اور
اور نارمن حکومت صقلیہ میں کھلی ہوئی مخالفت کا اظہار ہوا، ابن اثیر لکھتا ہے:۔

"اوسی وقت علی کو صقلیہ اور قابس کے اتحاد کی خبر ہوئی جسکی راجر برابر تردید کرتا رہتا تھا،

افریقی حکومتوں کا صقلیہ پر حملہ آوری کا ارادہ

علی نے اسکے جواب میں ۱۲ھ۵ میں اپنے ایلچی صقلیہ بھیجے، اور دونوں حکومتوں میں
شکوہ شکایات کے دفتر کھل گئے، اور جب صفائی نہ ہوسکی، تو علی نے بالآخر صقلیہ
پر حملہ آوری کا ارادہ کیا، اور مراکش کے مرابطین سے استمداد کی علی بن یوسف بن تاشفین فرمانروائے مراکش
نے اعانت پر آمادگی ظاہر کی، اور ایک متفقہ حملہ کا سامان شروع ہو گیا، اور راجر نے یہ حالات سنتے
ہی اپنی تمام سرگرمیاں روک دیں[۱]۔ لیکن اچانک صنہاجی فرمانروا علی کی ناگہانی موت سے اسلامی حملہ
کی یہ تجویز معرض التوا میں پڑگئی،

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۴۲ و ابن خلدون حوادث ۵۱۲ھ دراماری ص ۲۷،

صقلیہ کی افریقیہ پر حملہ آوری

کچھ زمانہ گذرنے کے بعد علی بن یوسف صاحب مراکش نے اپنا ارادہ پورا کرنا چاہا، اور ۵۱۶ھ ۱۱۲۲ء مین بلادِ قلوریہ کے ایک شہر نقوطرہ (NICOTRA) پر حملہ آور ہو کر اوسکو زیر اقتدار کر لیا، لیکن راجر پر نقوطرہ کے سقوط کا کوئی اثر نہین پڑا، اور اوس نے اوسکے جواب مین افریقیہ پر حملہ آوری کا ارادہ کیا، جب علی کے جانشین حسن صنہاجی کو اوسکی خبر ملی، تو وہ بھی مدافعت کے سامان کرنے لگا، اور بالآخر ۵۱۷ھ ۱۱۲۳ء مین نارمن بیڑا مہدیہ کے تاخت و تاراج کے لئے روانہ ہو گیا، مگر سمندر کے بادِ مخالف سے یہ بیڑا مہدیہ نہین پہنچ سکا، نارمن امیر البحر نے ہوا کے رُخ پر بیڑے کو ڈال دیا، جو جزیرۂ قوصرہ مین جا کر تھما،

جزیرہ قوصرہ کی اسلامی آبادی پر مصائب

جزیرۂ قوصرہ اگرچہ اس وقت عیسائیون کے قبضہ مین تھا، لیکن یہان اسلامی آبادی زیادہ تھی، اور ابھی تک اون کی دولت و ثروت بھی اونھی کے پاس تھی، نارمن یہان پہنچکر محض مہدیہ کے جوشِ انتقام مین جزیرۂ قوصرہ کے مسلمانون پر ٹوٹ پڑے اور قتل عام کر دیا، جسمین بوڑھون، بچون اور عورتون کی تمیز بھی باقی نہین رکھی، اور نہایت بیدردی سے ننھے ننھے معصوم بچون، عفیف عورتون اور معذور بوڑھون کا خون بہایا،

قلعہ دیماس پر نارمن قبضہ اور پھر شکست

اسکے بعد نارمن بیڑا افریقیہ روانہ ہوا، لشکر مین کچھ بے ترتیبی آگئی تھی اسلئے مہدیہ مین اوترنے کا موقع نہین تھا، ساحل کے ایک دوسرے اسلامی شہر قلعہ دیماس مین اوتر پڑے، قلعہ مین عربون کی ایک جماعت موجود تھی، اوس نے مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر مغلوب ہو گئی، اور نارمن شہر مین داخل ہو گئے، اسی اثنار مین مسلمانون کی ایک کمک مہدیہ سے آپہنچی اور ایک خونریز جنگ کے بعد نارمنون کو بہت کچھ مالِ غنیمت چھوڑ کر فرار ہونا پڑا، اس جوابی حملہ مین بہت سے نارمن قتل ہوئے، اون کی ایک جماعت قلعہ بند بھی ہو گئی تھی، اوس کو بھی مغلوب کر کے سب کو قتل کر دیا گیا، مسلمانون کی یہ فتحمندی مدت کے بعد نصیب ہوئی تھی، جس نے اوس کی خوشخبری ضابطہ کے ساتھ تمام عالمِ اسلامی مین بھیجی، اور مہدیہ مین ایک جشنِ عام منایا، جس مین شعرار نے تہنیت آمیز

قصائد سنائے۔

قدیم حکمت عملی کا اعادہ لیکن یہ ایک عارضی نوید مسرت تھا، راجر دوم اپنی قدیم حکمت عملی پر لوٹ آیا، اور درحقیقت اسلامی حکومت کے لئے اوسکی یہی حکمت عملی نہایت خطرناک تھی، چنانچہ راجر کی سلسلہ جنبانی کے بعد نارمن اور صنہاجی حکومتون مین پھر سے خوشگوار تعلقات قائم ہوگئے، اور اب پھر وہی قدیم سلسلہ جاری ہوگیا یعنی حکومت صنہاجی کے جو ولاۃ صنہاجی حکومت سے سرکشی پر آمادگی ظاہر کرتے، راجر دوم فوراً ان کی خفیہ امداد کرکے اونھین بغاوت پر آمادہ کرتا اور اندر اندر اپنی اس منافقانہ کارروائی کے ساتھ ظاہر دولت صنہاجی سے خوشگوار تعلقات بھی برقرار رکھتا، اور جب فرمانروائے افریقیہ معاہدہ کی خلاف ورزی پر اعتراض کرتا، تو جواب دیتا کہ یہ لوگ تمھاری اطاعت سے باہر ہین اس لئے اس معاہدہ مین داخل نہین۔

افریقیہ کے مختلف اہم شہرون کا سقوط، چنانچہ اسی طرح مختلف مقامات پر حکومت صنہاجی کے خلاف بغاوتین برپا ہوتین، اور راجر سب کو خفیہ امداد پہنچاتا، اور پھر جب وہ ولاۃ حکومت صنہاجی سے الگ ہوجاتے تو اون پر خود حملہ آور ہوکر اونھین ملک سے بیدخل کردیتا، اور اپنی طرف سے شہر کے کسی معزز خاندان کو قائم مقام بنا کر مقامی حکومت اوسکو تفویض کردیتا، اور اون ولاۃ کو اطاعت پر قائم رکھنے کیلئے اوسی خاندان مین سے چند چند معزز اشخاص کو بطور یرغمال اپنے ساتھ صقلیہ لیجاتا، اور وہ مقامات نارمن حکومت صقلیہ کا جزو کہلاتے اور سالانہ خراج اون پر عائد کردیتا،

چنانچہ راجر اپنی اسی حکمت عملی کی رو سے رفتہ رفتہ ۵۲۹ھ ۱۱۳۴ء مین برشک، بجایہ، سفاقس، ۵۴۱ھ ۱۱۴۶ء مین طرابلس الغرب اور ۵۴۲ھ ۱۱۴۷ء مین قابس پر قابض ہوگیا، یہ تمام مقامات دولت صنہاجی کے قلمرو مین شامل تھے لیکن ولاۃ کی سرکشی سے آزاد ہوئے اور پھر اوسی طرح نارمنون کے قبضہ مین چلے گئے،

مختلف جزائر کا سقوط نارمن شمالی افریقیہ کے اون مقامات پر قابض ہونیکے علاوہ اپنی اسی حکمت عملی کے رو سے بحر روم کے جزائر پر بھی اقتدار حاصل کرتے گئے، چنانچہ رفتہ رفتہ مختلف جزائر مثلاً ۵۲۹ھ ۱۱۳۴ء مین جزیرہ

جربہ اور سنہ ۵۴۰ھ/۱۱۴۵ع مین قرقنہ اور پھر قابس وغیرہ نارمنون کے قبضہ مین آگئے،

مفتوح مسلمانون پر مصائب

نارمن اپنی ان تمام فتوحات مین جو کچھ مظالم برپا کرسکتے تھے کرتے گئے، قتل عام اور غارتگری مین اکثر ایسا ہوتا، کہ اون کی بربریت سے بوڑھے، عورتین، اور شیر خوار بچے تہ تیغ کردئے جاتے، پھر یہ لوگ اپنے ان مفتوح ممالک سے مسلمانون کو گرفتار کرکے صقلیہ لیجاتے، اور وہان ان کے دینی بھائی یعنی مسلمانانِ صقلیہ کے سامنے زبون حالت مین غلام بنا کر رکھتے، اور بالآخر مسلمانانِ صقلیہ اپنی اخوتِ دینی سے مجبور ہو کر ان گرفتاران بلا کو گرانقدر قیمتون پر خرید خرید کر آزاد کرتے، اسی طرح ان مفتوح ممالک کی مسلمان شریف زادیون کو گرفتار کرلیتے، اور اونھین لونڈی بنا کر رکھتے، اور مسلمانانِ صقلیہ کی آنکھون کے سامنے ان کے ساتھ لونڈیون کا برتاؤ کرتے، اور مسلمانانِ صقلیہ غیرت و حمیت دینی سے عرق عرق ہوجاتے، اور اون کو آزاد کرانے مین نہایت گرانقدر رقمین صرف کرتے، خصوصاً سنہ ۵۳۹ھ/۱۱۴۴ع مین شہر برشک کی شریف زادیون کی عصمت و حرمت کی حفاظت کے لئے مسلمانانِ صقلیہ کو بڑی بڑی رقمین ادا کرنی پڑین، اسی طرح قتل و غارتگری کی بھی عام گرم بازاری رہی، مثلاً صرف جزیرہ جربہ مین ایک حملہ مین تقریباً آٹھ ہزار مسلمانون کو گرفتار کیا گیا، جنمین بہت سے مضبوط خوشرو نوجوان اور حسین پردہ نشین عورتین شامل تھین، یہ پورا قافلہ لوٹ لیا گیا، جسمین چھوٹے چھوٹے شیر خوار بچے نیزے کی انی پر اوچھال دئے گئے، اور اسی طرح ان مفتوح اسلامی ممالک سے جس بیدردی سے مال غنیمت لوٹا گیا، اسکا اندازہ اسی سے ہوتا ہے کہ صرف ایک ایک حملہ مین ستر ستر جہاز مال غنیمت کے قیمتی سامانون سے بھری صقلیہ لائے گئے،[1]

دولتِ صنہاجیہ کا خاتمہ نارمنون کے ہاتھون

ان مذکورۂ بالا مقامات پر نارمن استیلاء ہوا ہی تھا کہ اتفاق سے افریقیہ مین قحط پڑ گیا اور فرمانروائے افریقیہ کو صقلیہ کے غلہ کی خاطر سنہ ۵۳۶ھ/۱۱۴۱ع مین تجدید عہد کرنا پڑا، اور اسی کے ساتھ افریقیہ کے وہی مسلمان امراء و ولاۃ جو ان جزائر اور شمالی افریقیہ کے اون مقامات پر نارمنون کے قائم مقام کی حیثیت سے فرمانروائی کررہے تھے، نارمنون سے مکمل اتحاد عمل کرنے لگے، اور پھر وہی لوگ عیسائیون

---

[1] کتاب الفارسیہ فی مبادی الدولۃ الحفصیہ در ابادی ص ۵۹، و ابن اثیر ج ۱۱ در حوادث سنین مختلفہ مذکورہ در متن،

کی مزید فتوحات کا باعث بنتے گئے، چنانچہ اس طرح رفتہ رفتہ حکومت صنہاجی کے قلمرو سے مختلف مقامات الگ ہو ہو کر نارمنون کے قبضہ مین جاتے رہے، اور بالآخر وہ وقت بھی آپہنچا کہ دولت صنہاجیہ کا کلیۃً خاتمہ ہوجا، چنانچہ ۵۴۳ھ / ۱۱۴۸ء کا وہ منحوس سال ہے، جب مسیحی علم مہدیہ کے قلعہ پر نصب ہوگیا، اور دولت صنہاجی کا وہ چراغ جو شمالی افریقہ مین اسلامی کارنامون کو روشن کئے تھا، اور اس وقت اوسی سے شمالی افریقہ مین اسلام کا دھندلا سا نام و نشان باقی تھا، نارمنون کے ہاتھون گل ہوگیا،

یہ ہے صقلیہ کی اسلامی سلطنت کے زوال کا وہ دردناک انجام جو صرف اوسکے ۹۵ سال بعد سامنے آگیا اور راجراون کے وہ خوفناک ارادے جو اسلام کو شمالی افریقہ سے رخصت کرنے پر مشتمل تھے، صرف نصف صدی مین پورے ہوگیے، نارمن ۴۱۶ھ / ۱۰۲۵ء مین قلوریہ پر قابض اور ۵۴۳ھ / ۱۱۴۸ء مین وہ حکومت افریقہ کا تختہ اولٹنے مین کامیاب ہوگئے، اس ۱۲۸ سال کی مختصر مدت مین وہ ساری سرزمین اوسی ترتیب سے اون کے زیرنگین آگئی جس ترتیب سے وہ اسلامی حکومت کے زیر اقتدار آئی تھی، یعنی اسلام ان ممالک مین افریقہ سے صقلیہ اور صقلیہ سے کلبریہ و انکبردہ پہنچا تھا، اور نارمنون نے اسلام کو اوسی راستہ سے یعنی انکبردہ و قلوریہ سے صقلیہ اور صقلیہ سے شمالی افریقہ واپس لوٹا دیا،

نارمنون کی پیشقدمی مین ایک عارضی التوا

نارمن دولت صنہاجی کے خاتمہ کے بعد شمالی افریقہ کے دیگر حصص پر حملہ آور ہوتے، اور پھر مصر و شام کی طرف روانہ ہوجاتے، لیکن مسلمانان عالم کی وقتی خوش قسمتی سے ۵۴۴ھ / ۱۱۴۹ء مین نارمن فرمانروا اور فرمانروائے قسطنطنیہ مین بعض اختلافات ہوگئے، اور دونون حکومتون مین لڑائی چھڑ گئی، جس کی وجہ سے اسلامی ممالک مین نارمنون کی پیشقدمی کا سلسلہ عارضی طور پر ملتوی ہوگیا،

ابن اثیر لکھتا ہے:-

"اسی سال (۵۴۴ھ) راجر فرنگی فرمانروائے صقلیہ اور شاہ قسطنطنیہ مین جنگ چھڑ گئی جس کا ایک طویل سلسلہ ہے، اس لئے یہ عیسائی آپس ہی مین دست و گریبان ہوگئے، اگر یہ نہ ہوتا، تو راجر

تمام افریقہ کو فتح کر لیتا"

چنانچہ اس کے بعد صرف ایک شہر بونہ پر ۵۴۳ھ میں نارمنون کا قبضہ ہوا، جو جدید نارمن فرمانروا کی گویا ایک پہلی مشق تھی، لیکن اسکے بعد حالات ایسے بدلے کہ فتوحات کا سلسلہ موقوف ہو گیا۔[1]

[1] تمام مذکورۂ بالا واقعات کی تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۱۰ و ۱۱ حوادث ۴۹۱ھ، ۵۰۳ھ، ۵۰۹ھ، ۵۱۱ھ، ۵۱۷ھ، ۵۲۹ھ، ۵۳۶ھ، ۵۳۷ھ، ۵۳۹ھ تا ۵۴۰ھ نہایت ۵۴۷ھ و ۵۴۸ھ، حالات و واقعات کا تسلسل قائم رکھنے کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے، کہ حاشیہ میں شمالی افریقہ کے بعد کے حالات کا ایک اجمالی خاکہ بھی درج کر دیا جائے،

فتح بجایہ | افریقہ کے یہی حالات تھے کہ موحدین کے مذہبی پیشوا، اور سیاسی فرمانروا عبدالمومن نارمنون کے خلاف ۵۴۷ھ میں تلوار اٹھاتا ہے اور اسی سال بجایہ کو نارمنون سے چھین لیتا ہے،

صقلیہ میں اختلال | حسن اتفاق کہ ادھر افریقہ میں عبدالمومن کی تلوار چمکی اور ادھر صقلیہ میں ایسے حالات رونما ہوئے، کہ آپ سے آپ وہان کے قصر اقتدار میں تزلزل آ گیا، راجر دوم نے ۵۴۸ھ میں تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں تقریباً ۲۰ سال حکومت کر کے وفات پائی، اسکی موت کے بعد ولیم جسکو عرب مورخین غلیالم کہتے ہیں، برسر اقتدار آیا، وہ حکومت کا اہل ثابت نہ ہو سکا، اس نے ایک نصرانی مایوو (MAIO) نامی کو وزارت سپرد کی، وہ بھی نااہل نکلا، اور اسکے نتیجہ میں مسلمانون کی قسمت کا پانسہ پلٹا، اور مختلف مقامات نارمنون کے قبضہ سے نکل گئے، اس سلسلہ میں جزیرہ جربا اور جزیرہ قرقنہ میں اولاً بغاوت ہوئی، اور وہ اپنی گلوخلاصی میں کامیاب ہو گئے، ان کے دیکھا دیکھی صقلیہ کے بعض شہر کے مسلمانون نے بھی بغاوت کا علم بلند کیا، مگر وہ دشمنون کے نرغہ میں تھے اُن کی سعی لاحاصل رہی،

حسین کی قربانی سے شمالی افریقہ کی آزادی، | جب نارمنون کی کمزوریان آشکارا ہوئیں تو افریقہ کے ادن مسلمان ولاۃ کو بھی عبدالمومن کے بھروسہ پر جرأت ہوئی، جو نارمنون کی طرف سے قائم مقام بنکر حکومت کر رہے تھے، ان مسلمان ولاۃ میں سب سے اہم کارنامہ سفاقس کے والی عمر بن حسین کا ہے، اس نے ۵۵۲ھ میں اپنی بغاوت کا اعلان کیا، اور اوس کی اس جرأت میں اسکا ایک نہایت لائق ستایش و روشن پہلو اس کی ایک ہمت مردانہ ہے، جو صحیح اسلامی جذبات کی ترجمان ہے، اور حسین عمر اور اوسکے باپ حسین دونون نے اپنے اپنے جوہر کمال و جوانمردانہ شجاعت کو آشکارا کیا، واقعہ یہ تھا کہ عمر سفاقس میں نارمنون کا والی تھا، اور اوسکی اطاعت کی ضمانت میں اس کا باپ حسین صقلیہ میں نظر بند رکھا گیا تھا، اسلئے عمر کی بغاوت کے دوسرے معنی باپ کی شہادت کے بھی تھے، لیکن حسین خود اسلام کا ایک جانباز و جان نثار فدائی تھا، اُس نے اپنے لڑکے کو خفیہ وصیت کی کہ

جنگ ہائے صلیبی اور فتح بیت المقدس	عیسائیوں کو بیت المقدس اور شام پر ۴۹۱ھ ۱۰۹۷ء و ۴۹۲ھ ۱۱۰۳ء کے حملوں میں جو استیلا ہو گیا تھا، اون کے خلاف ۵۲۴ھ ۱۱۲۹ء سے عماد الدین زنگی تلوار اوٹھاتا ہے اور پھر مختلف

معرکہ آرائیوں اور محاصرۂ واسترداد حصار کے بعد نور الدین زنگی اور اسد الدین شہر کوہ پیہم مختلف حملے کرتے ہیں

(بقیہ حاشیہ ۵۹ ص) "میں چراغ سحری ہوں، آج نہیں کل بجھ جاؤں گا، تم فرصت کے منتظر رہو، اور میری انتہائی خوشنودی یہی سمجھو کہ حصول مقصد کے لئے میری نقد جان سفاقس کی آزادی پر نثار کردو"

چنانچہ وہ موقع صقلیہ میں اون حالات کے پیش آجانے سے ۵۵۱ھ ۱۱۵۶ء میں سامنے آگیا، اور عمر نے اپنے اصحاب حل وعقد کے مشورہ کے بعد انقلاب حکومت کا اعلان کر دیا، اور سب سے پہلے سفاقس کے تمام عیسائیوں کو چن چن کر قتل کیا، اور پھر سفاقس کے قلعہ سے نارمن جھنڈا اوتار کر پھینک دیا، یہ ہو ہی رہا تھا، کہ نارمن فرمانروا کو واقعات کا علم ہوا، اور ایک نہایت تہدید آمیز مکتوب عمر کے پاس سفاقس بھیجا، عمر نے اس نارمن ایلچی کو ٹھہرالیا، اور اوسکے جواب میں ایک جنازہ اوٹھانے کا اہتمام کیا، چنانچہ ایک جنازہ نہایت تزک واحتشام سے اوٹھایا گیا، یہ گویا شہید ملت حسین کا جنازہ تھا، سفاقس کے تمام باشندے اسمیں شریک ہوئے، شہر سے یہ جلوس گذر کر قبرستان آیا، اور یہاں وہ جنازہ اس نارمن ایلچی کے سامنے دفن کر دیا گیا، نارمن پیغام بر یہ تمام تماشا دیکھتا رہا، اس کے بعد اوسکو عمر نے دربار میں بلاکر یہ پیغام دیا، کہ:-

"میں نے سفاقس کی آزادی باپ کے سر کے معاوضہ میں خریدی ہے، شاہ صقلیہ سے کہدو کہ میرا باپ مرچکا اور میں اور میرے ساتھ تمام باشندگان شہر نے اوس کا جنازہ دفن کر دیا، اب ہم لوگ اسکی عزاداری کرنے بیٹھے ہیں"

پیغامبر صقلیہ واپس آیا تمام حالات من وعن بیان کئے، حسین نے بھی شکر خداوندی ادا کیا، اور جوش مسرت کے ساتھ خوشی خوشی دار پر چڑھ گیا اور اوکی نقد جان اوکی وصیت کے مطابق سفاقس کی آزادی پر قربان ہوگئی،

کہا جاتا ہے کہ پہلی صدی میں حسین بن علیؓ کی شہادت نے اسلام کو نئی زندگی عطا کی تھی، یہ کچھ نام کی برکت ہو کہ چھٹی صدی کے اس حسین نے اسی کا ایک ادنی نمونہ پیش کیا، خود قربان ہو گیا، اور اپنی قربانی سے سارے افریقیہ میں اسلام کو زندہ کر دیا، اسکی شہادت کی خبر بجلی کی طرح سارے افریقیہ میں دوڑ گئی، اور نارمنوں کے خلاف سارے افریقیہ میں ہتھیار چمک اوٹھے۔

ابو یحییٰ بن مطروح نے طرابلس میں علم بغاوت بلند کیا، محمد بن رشید نے قابس کے پاؤں سے غلامی کی بیڑیاں کاٹ دیں، پھر عبد المومن کی خون آشام تلوار چمکی، اور اوس نے بوز یرتیم زدن میں قبضہ جمالیا،

جن مین وہ عیسائیون پر غالب آتے ہین یہانتک کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی خون آشام تلوار میدان مین چمکتی ہے، اور کامل اکانوے برس کے بعد ۵۸۳ھ ۱۱۸۷ء مین بیت المقدس پر اسلامی قبضہ ہوجاتا ہے۔

جنگ ہاے صلیبی مین صقلیہ کی شرکت

اسلام اور عیسائیت کی ان لڑائیون مین صقلیہ کی عیسائی حکومت نے کہان تک حصہ لیا، اس کی تفصیل ایک طویل داستان ہے، الغرض یہ کہ صقلیہ کے فاتح عیسائیون کو اگرچہ پہلی اور دوسری صلیبی لڑائیون مین جسکی ابتدا راجر کی تحریک سے ہوئی تھی، افریقیہ کی مہمون کے باعث شرکت کا موقع نہ مل سکا، مگر جب مہدیہ کے قبضہ کے بعد اس طرف سے فرصت ملی تو یہ لوگ بھی مصر و شام کی جانب متوجہ ہوئے، اور غالباً سب سے پہلا نارمن بیڑا ۵۴۷ھ ۱۱۵۲ء مین صقلیہ سے مصر روانہ ہوا، اور مصر کے ایک مقام تنیس پر غارتگری کی، لیکن پھر یہ نارمن بہت جلد افریقیہ کے معاملات مین اولجھ گئے، اور اونھین اس جانب دوبارہ توجہ کرنے کا موقع نہین ملا یہانتک کہ جب ۵۵۴ھ ۱۱۵۹ء مین عبد المومن نے مہدیہ پر قبضہ کر لیا، اور نارمنون کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹۵)

شمالی افریقیہ سے نارمن قبضہ کا خاتمہ اور دولت موحدین کا قیام

اسی طرح سب سے آخر مین زویلہ کے باشندون نے بغاوت کی، اگرچہ وہ بعض ناگزیر حالات کے پیش آجانے سے ناکام رہے اور یہان عیسائیون کو مسلمانون کے قتل عام کا موقع مل گیا، جسمین نہایت بے دردی سے عورتون اور بچون کو ذبح کیا گیا، لیکن چند بقیۃ السیف مسلمان اپنی جان بچانے مین کامیاب ہوگئے، اور وہ فرار ہوکر عبد المومن کے یہان آکر پناہ گزین ہوئے، اور اتفاق سے اہل زویلہ کی یہی بربادی و ناکامی شمالی افریقیہ سے نارمنون کے استیلا کے قطعی خاتمہ کا آخری سبب بن گئی، چنانچہ ان پناہ گزین مہاجرین نے زویلہ مین کربلا کا جو منظر پیش آیا تھا، اوس کا پورا نقشہ عبد المومن کے سامنے کھینچ دیا، اور اس سے التجا کی کہ مسلمان فرمانرواؤن مین ایسی کوئی شخصیت موجود نہین ہے جو مسلمانان زویلہ کے ان دردناک مظالم کا بدلہ لے سکے، نارمن ابھی سوسہ اور مہدیہ پر قابض ہین، زویلہ ان کے پنجۂ ظلم مین گرفتار ہے، معلوم نہین آیندہ کیا حالات رونما ہون، عبد المومن خدا ترس مسلمان تھا، آبدیدہ ہوکر کمر ہمت باندھی، اور عظیم الشان تیاریون کے ساتھ مہدیہ کی رہائی کے لئے مراکش سے اوٹھ کھڑا ہوا، پھر جو حالات پیش آئے اون کی ایک طویل داستان ہے، حاصل کلام یہ کہ اوس نے ۵۵۴ھ ۱۱۵۹ء مین نارمنون کو اپنی خون آشام تلوار سے زیر کرکے مہدیہ کو اون کے وجود سے پاک کیا، حسن صنہاجی جو اب تک آوارۂ وطن پھر رہا تھا، مہدیہ کے عظیم الشان قصر مین سکونت پذیر ہوا، اور تمام افریقیہ نارمنون کے قبضہ و استیلا سے پاک ہوکر موحدین کے زیر علم آگیا (تفصیلات کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۱۱ احوادث ۵۴۳ھ، ۵۴۸ھ ۵۵۱ھ، ۵۵۴ھ و المعجب فی تلخیص اخبار مغرب وغیرہ)

سرزمین افریقہ سے قطعی مایوسی ہو گئی، تو پھر وہ مصر کی جانب متوجہ ہوئے جہان اس وقت خانوادۂ فاطمین کے زوال کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی کا سکہ رواں تھا،

سلطان صلاح الدین ایوبی سے عیسائی شاہ صقلیہ کی دشمنی اور اوس پر معاندانہ پیش قدمیان اور صلاح الدین کی کامیابیان

صلاح الدین ایوبی، نور الدین زنگی کے دست راست ہونے کے وقت سے مسیحی فتوحات کا قلع قمع کر رہا تھا، یہان تک کہ اسی کے ہاتھوں بیت المقدس کی فتح کی تکمیل ہوئی، اس لئے وہ تمام عالم عیسائیت مین شدید بغض و عناد سے دیکھا جاتا تھا، اور اوس سے صقلیہ کے عیسائی بھی مستثنیٰ نہین تھے، سلطان صلاح الدین نے سنہ ۵۶۹ھ ۱۱۷۳ء مین خلافت فاطمی مصر کا خاتمہ کر کے شیعی مرکزیت کا بھی خاتمہ کر دیا تھا، اس لئے مصر کے شیعہ بھی اس کے شدید دشمن تھے،

صقلیہ کا عیسائی فرمانروا بہ نسبت دیگر فرمانروایان یورپ کے اسلامی سیاسیات سے زیادہ آشنا تھا، اس نے سلطان صلاح الدین اور شیعان علی کے تعلقات کا اندازہ لگایا، اور یورپ کی مسیحی طاقتین جنمین سب سے اہم حصہ اسی شاہ صقلیہ کا تھا، مصر کے شیعون سے ساز و باز کرنے لگین اور سلطنت ایوبیہ مصر کا تختہ اُلٹ کر ایک نئی حکومت قائم کرنے کی تجویز قرار پائی، اور اس موقع پر شاہ صقلیہ نے سب سے زیادہ ستم ظریفی یہ کی کہ ایک طرف صلاح الدین سے نامہ و پیام جاری رکھا، اور دوسری طرف مصر کے شیعون سے اس کے خلاف ساز و باز مین مصروف رہا۔ اور طے پایا کہ فلان موقع پر صقلی بیڑا استخلاص مصر کے لئے ساحل پر لنگر انداز ہو جائے گا، اتفاق سے ان واقعات کا علم مصر کی ایک اہم شخصیت ابن نجبہ کو ہو گیا جس نے حقیقت حال سے سلطان کو آگاہ کر دیا، شیعون کے اوس سازشی گروہ کو تو اوسی وقت گرفتار کر کے تہ تیغ کر دیا گیا، اور پھر صقلی بیڑے کی آمد کا علیحدہ انتظار رہا، اور اوسکی مدافعت کی تیاریان کر لین،

چنانچہ سنہ ۵۷۰ھ ۱۱۷۴ء مین صقلیہ کا وہ مسیحی بیڑا وقت موعودہ پر مصر پہنچا، دو سو جہازون مین پچاس ہزار پیدل فوج اور چھتیس جہازون مین ڈیڑھ ہزار سوار تھے، چھ بڑے جہازون مین آلات جنگ اور چالیس

بڑے جہازون مین سامان رسد ساتھ تھا،

سلطان صلاح الدین اس وقت ایک دوسری صلیبی لڑائی مین مصروف تھا، والی اسکندریہ نے ہدایات کے مطابق مقابلہ کیا، لڑائی کا سلسلہ جاری تھا کہ خود صلاح الدین آپہنچا، اور اپنی ضرب المثل جوانمردی سے صقلی بیڑے کو برباد کرڈالا، تمام سپاہ یا تو قتل ہوئی، اور یا گرفتار کرلی گئی، کسی ایک جہاز کو صقلیہ لوٹنا نصیب نہین ہوا،

نارمن بیڑے کی اس بربادی سے صقلیہ مین کہرام مچ گیا، صقلیہ کے عیسائی پہلے سے زیادہ صلاح الدین کے خون کے پیاسے ہوگئے، نارمن فرمانروائے صقلیہ نے صلاح الدین سے انتقام لینے کا پختہ عزم کیا اور اوسکے اثرات ظاہر ہونیلگے، اسی سلسلہ مین افریقہ کے موحدین سے صلح کرلینا ضروری سمجھا گیا، اور ۵۷۶ھ؁ ۱۱۸۰ء؁ مین ولیم فرمانروائے صقلیہ، اور یوسف بن عبد المومن فرمانروائے مہدیہ سے ایک معاہدۂ صلح قرار پایا،

اب صقلیہ کا لشکر مستقل طور پر صلاح الدین کے خلاف میدان مین تھا، لیکن ان متفقہ کوششون کے باوجود صلاح الدین برابر کامیاب ہوتا رہا، اور ۵۸۳ھ؁ ۱۱۸۷ء؁ مین بیت المقدس مین داخل ہوگیا، اسکے بعد بیت المقدس کی بازیافت کے لئے عیسائیون کی جو کوششین ہوئین صقلیہ اون مین بھی شریک رہا، ۵۸۴ھ؁ ۱۱۸۸ء؁ کی مشہور جنگ لاذقیہ مین صقلیہ کا بیڑا بھی عیسائیون کی مدد کے لئے پہنچا، مگر اوس سے پہلے ہی اہل لاذقیہ اطاعت قبول کرچکے تھے، اسی جنگ کے اختتام پر صقلیہ کے فرمانروا نے صلاح الدین سے دوبدو گفتگو کی، اور اوسکو خائف کرنا چاہا، جس کا صلاح الدین نے ترکی بترکی دندان شکن جواب دیا، اسی طرح ۵۸۵ھ؁ ۱۱۸۹ء؁ مین صلاح الدین کسی طرف اپنی مختصر جمعیت کے ساتھ جارہا تھا، کہ حکومت صقلیہ کو اسکی اطلاع ہوگئی، اوسپر چھاپہ مارنے کے لئے ایک بیڑا روانہ کیا، لیکن صلاح الدین نے اس نارمن بیڑے کو بھی برباد کرڈالا، خود صلاح الدین کو اس نارمن فرمانروا کی دشمنی کا پورا یقین تھا، اوس نے ایک خط مین جو دیوان عزیز کے نام ہے اور جس کا متن کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین النوریۃ والصلاحیۃ مین موجود ہے، اپنے

عیسائی دشمنون کی فہرست مین نارمن شاہ صقلیہ کا بھی ذکر کیا ہے، اور اوس نے اوسکے ساتھ جو طرز عمل اختیار کر رکھا تھا، اوسکو بھی لکھا ہے،

لیکن صلاح الدین جبتک زندہ رہا، یہ دشمن اسکا بال بیکا نہ کر سکے، اور اوس کی خداداد شجاعت و تدبیر سے ساری عیسائی دنیا کی متفقہ قوت اوس پر کامیاب نہ ہو سکی، اور اکثر عیسائی شہرون کو اوس نے عیسائیون سے چھین لیا،

خاندان ایوبیہ مین خانہ جنگی اور سقوط بیت المقدس

یہی حالات تھے کہ سلطان صلاح الدین فاتح ثانی بیت المقدس نے ۵۸۹ھ ۱۱۹۳ء مین وفات پائی، اور یہ نظر آیا کہ صلاح الدین درحقیقت اسلام کا ایک ایسا چراغ تھا، جو آخر مین ٹمٹماتے ٹمٹماتے دفعۃً روشن ہو گیا تھا، اوس چراغ کے گل ہوتے ہی عالم اسلام مین تاریکی چھا گئی، دولت ایوبیہ مختلف حصون مین تقسیم ہو گئی، اور رقابتون نے سارا شیرازہ بکھیر دیا، اولاً سلطنت ایوبیہ سلطان کے بھائی اور لڑکون کے درمیان تقسیم ہوتی ہے، پھر رقابتون سے ایک دوسرے کو برباد کرنے کا عزم کرتے ہین، اور اسی خاندان کا ایک ناخلف جانشین ملک الکامل شہنشاہ فریڈریک ثانی فرمانروائے صقلیہ سے اپنے رقیب حکومت العزیز کے خلاف امداد کا خواہان ہوتا ہے، اور دونون مین مدتون نامہ و پیام جاری رہنے کے بعد بالآخر فریڈریک ثانی اپنے لشکر جرار کے ساتھ صقلیہ سے شام کو اوس وقت روانہ ہوتا ہے جب کہ خانوادۂ ایوبیہ اپنی خانہ جنگیون مین مصروف تھا،

فریڈریک نے وہان پہنچ کر الکامل سے اون تمام ممالک کی واپسی کا مطالبہ کیا جو صلاح الدین کے عہد مین عیسائیون کے ہاتھ سے نکل کر مسلمانون کے قبضہ مین چلے گئے تھے، اور آخر مین بیت المقدس کے حوالہ کرنے کا مطالبہ پیش کیا، اگرچہ صقلیہ کا یہ عیسائی فرمانروا فریڈریک خود نہایت شیرین زبان تھا، علاوہ ازین صقلیہ کا عیسائی لشکر الکامل کے سر پر موجود تھا، اوسے ان مطالبات کے رد کرنے کی جرأت نہین ہوئی، اور محض عیسائی فرمانروائے صقلیہ کے ذریعہ یورپ کی وہ دیرینہ آرزو پوری ہو گئی اور فریڈریک ثانی فرمانروائے صقلیہ

اوس سرزمینِ پاک مین جسکی ناموس کی حفاظت کے لئے صدہا مسلمان قربان ہوچکے تھے، خون کے ایک قطرہ کی قربانی دئے بغیر ۶۸۳ھ مین داخل ہوگیا، اور بیت المقدس کی مقدس دیوارون سے اسلامی پرچم الگ کرکے صلیبی پرچم لہرادئے گئے، صقلیہ ہی کے عیسائی فرمانروانے اس پر قبضہ کرنے کی سب سے پہلی تحریک پیش اور اوسی کے ایک دوسرے فرمانروانے اس تحریک کو آخرالامر پایۂ تکمیل تک پہنچایا،

زوالِ دولت اسلامی صقلیہ کے اصل نتائج

بیت المقدس کے زوال سے عالمِ اسلامی مین ایک قیامت خیز تہلکہ مچ گیا، رنج و غم کے اظہار مین ماتمی جلوس نکلے، مسجدون کی اذانین موقوف کردی گئین، جماعت کی نمازین ملتوی ہوگئین، علما کے درس و تدریس کی مسند اولٹ دی گئی، دارالافتاء کا دروازہ بند کردیا گیا، لیکن یہ تمام احتجاجات بعد از وقت تھے، دور بین نگاہون نے یہ صفِ ماتم اوسی وقت دیکھ لی تھی، جب ۴۴۴ھ ۱۰۵۲ع مین نارمن بیڑا صقلیہ آکر لنگر انداز ہوا تھا، اگر عالمِ اسلام کو خبردار ہونا تھا، تو اوسی زوالِ صقلیہ کے وقت جب مسیحیت کا سیلاب سب سے پہلی مرتبہ صقلیہ پہنچا تھا، اس مرض کا حقیقی مداوا صقلیہ کی اسلامی سلطنت کو اوس کے زوال سے بچانا تھا، کیونکہ اس زمانۂ وسطیٰ مین صقلیہ بحرِ روم کی کنجی تھا، یہ کنجی جس کے قبضہ مین تھی، وہی طاقت بحرِ روم کے جزائر، شمالی افریقیہ، بحرِ روم کے سواحلِ شام کے دروازے کھول سکتی تھی، جب تک صقلیہ اسلامی حکومت کا جزو بنا رہا، یہ مقامات بھی اسلامی قلمرو مین داخل رہے، اور جب صقلیہ خود اپنی غفلت شعاریون سے عیسائیون کے قبضہ مین چلا گیا، تو ضرور تھا کہ بحرِ روم کے یہ ساحلی علاقے بھی عیسائیون کے قبضہ مین چلے جائین،

یہ تھے اصل نتائج اسلامی سلطنتِ صقلیہ کے زوال کے[1]

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر ج ۱۱ حوادث مختلفہ مثلاً ۵۶۵ھ، ۵۷۰ھ، ۵۷۶ھ وغیرہ و ج ۱۲ حوادث ۵۸۳ھ، ۵۸۴ھ و ۵۸۹ھ، و ۶۲۶ھ وغیرہ وکتب رحلۃ التیجانی در امّاری ص ۳۷۵، کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین النوریہ و الصلاحیہ وجامع التواریخ واخبار السنیہ فی الحروب الصلیبیہ سید علی الحرایری وخطط الشام کرد علی وغیرہ،

مسلمانان صقلیہ عیسائی حکومت کے ماتحت

اور

صقلیہ و جزائر صقلیہ سے اسلام کا خاتمہ،

۴۸۴ھ۔۔۔۔ ۶۷۶ھ
۱۰۹۱ع ۱۲۷۷ع

مسلمانان صقلیہ زوال دولت اسلامی کے بعد صقلیہ مین جب تک موجود رہے انھین مختلف عیسائی فرمانرواؤن کے عہد مین اون کی مختلف حکمت عملیون سے سابقہ پڑتا رہا، اور سیاسی حالات کے اوتار چڑھاؤ سے اون کے ساتھ مختلف زمانون مین مختلف برتاؤ ہوتا رہا یہان تک کہ اسی لیل و نہار مین وہ گھڑی بھی آپہنچی جب مسلمانون کی دولت و ثروت پر قبضہ کرنے انھین ملک کی تجارت صنعت حرفت، اور حکومت کے معزز عہدون سے الگ کرنے ان کی عزت نفس کو صدمہ پہنچانے ان کی شریف بہو بیٹیون کو بے آبرو کرنے، اور سب سے آخر مین اُن کی عزیز ترین متاع گرانمایہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی توہین و تذلیل کرکے اون کے دلون کو ٹھیس لگانے کے باوجود سرزمین صقلیہ پر اون کا وجود ایک بار گران بن گیا، اور اور گلستان صقلیہ کے وہ باغبان جنھون نے اپنے خون سے سینچ سینچ کر اوسکی آبیاری کی تھی، اور اسے سرسبز و شاداب بنایا تھا، اپنے صحن گلشن کو اغیار کے ہاتھون مین چھوڑ کر بادیدہ پرنم ایک ایک کرکے رخصت ہوگئے اور سرزمین صقلیہ کلمہ گویان اسلام کے وجود سے خالی ہوگئی، اس باب مین ہم اسی کا ایک اجمالی مُرقع کھینچنا ہی، اور اسی پر اس پہلی جلد کا خاتمہ ہوجائے گا؛

کاؤنٹ راجر اول محافظِ مذہبِ عیسائیت نارمن فرمانروائے صقلیہ[1]

۴۸۴ھ ۱۰۹۱ء — ۴۹۴ھ ۱۱۰۱ء

راجر اول (۱۰۳۱ء تا ۱۱۰۱ء) نے ۴۸۴ھ ۱۰۹۱ء میں پورے صقلیہ پر قبضہ کیا، اور اسی سال سے وہ صقلیہ کا بلا شرکتِ غیرے تنہا فرمانروا تسلیم کر لیا گیا[2]، اسلامی سلطنت کے بعد صقلیہ کے مختلف شہروں میں سے بلرم، نوطس، مازر اور جرجنت وغیرہ میں اسلامی آبادیوں کو اون کے صلحناموں کے رو سے اجتماعی طاقت حاصل رہی اور اگر راجر اپنے لقب "محافظِ مذہبِ عیسائیت" کے احترام میں سیاسیات میں اپنے مذہبی جنون کی آمیزش نہ کرتا، تو مسلمان مفتوح ہونے کے باوجود ملک میں اجتماعی حیثیت سے تفوق قائم رکھتے لیکن راجر اول کی نمایاں حیثیت خدمتِ مسیحیت تھی، وہ مسیحیت کا علمبردار بن کر اسلامی صقلیہ پر حملہ آور ہوا تھا، اور اسی نام پر اُسے کامیابی حاصل ہوئی تھی، اس لئے قدرۃً اس سے اسلام و مسلمان دوستی کی توقع عبث تھی وہ فتح سندی کے نشہ سے مخمور تھا، اوسکی خون آشام تلوار ابھی تک بے نیام تھی، اور اسی کے اعتماد پر وہ صقلیہ سے اسلام اور مسلمانوں کو مٹا کر عیسائیت کو فروغ دینا چاہتا تھا،

صقلیہ میں عیسائیوں کی جدید آبادی

چنانچہ اوس نے اولاً جنوبی اٹلی نارڈے اور فرانس وغیرہ مختلف یورپین ممالک سے رومیوں اور عیسائیوں کو صقلیہ میں لا لاکر مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو آباد کیا، ان نوآباد عیسائیوں میں زیادہ تر لمبارڈ تھے،

جزیرہ میں تبلیغِ اسلام کی قانوناً ممانعت

عیسائیوں کو آباد کرنے کے بعد مسلمانوں کو مذہبِ اسلام کی اشاعت و تبلیغ کی قانوناً ممانعت کر دی اور اب صقلیہ میں کوئی غیر مسلم قانوناً مذہبِ اسلام

---

[1] انسائیکلوپیڈیا ج ۲۳ ص ۴۵۳، راجر اول (راجر (ROGER) کا اردو املا روجر یا روجر بھی ہو سکتا ہے،

قبول نہین کرسکتا،

مسلمانون کی تجارت صنعت و حرفت اور وسائل معاش پر قبضہ	اسی کے ساتھ اس فرمانروائے صقلیہ کی تمام صنعت و حرفت تجارت اور معیشت کے عام شعبون سے مسلمانون کو یک قلم الگ کر کے عیسائیون کو برسر اقتدار کر دیا،

چنانچہ نویری، ابن اثیر اور ابو الفدا، وغیرہ بیک زبان لکھتے ہین :-

وملك رجار جميع الجزيرة واسكنها	راجر سارے جزیرہ کا مالک ہوگیا اور یورپین قومون
الروم والفرنج مع المسلمين و	کو مسلمانون کے ساتھ آباد کیا، اور وہان کے
لم يترك لاحد من اهلها	مسلمان باشندون کے لئے کوئی حمام، اور کوئی دوکان
حماما ولا دكانا ولا طاحونا	اور کوئی چکی اور کوئی تنور یعنی تجارت صنعت اور حرفت
ولا فرنا.	وغیرہ باقی نہین چھوڑا،

اگرچہ راجر نے مسلمانون کے ساتھ اس سخت گیر پالیسی کے باوجود انھین جزیرہ سے یکلخت شہر بدر ہوجانے کا حکم نہین دیا، اور جو مسلمان یہان سے ہجرت کر گئے تھے، وہ وسائل معاش کی تنگی سے مجبور ہو کر چلے گئے تھے لیکن راجر کی طرف سے اس حکم کے نافذ نہ ہونے کی بنا بھی یہ نہ تھی کہ یہ طرز عمل حق و انصاف اور معاہدہ کے خلاف ہوتا، بلکہ حقیقت یہ تھی کہ صقلیہ کے قدیم عیسائی باشندے اور ان جدید نوآباد عیسائیون کی مجموعی تعداد ابھی اس قدر نہین ہوئی تھی کہ وہ اس سارے زرخیز جزیرہ کو آباد کر کے زراعت کرتے اسلئے ابھی سیاسی و اقتصادی نظام کے قیام و استحکام کے لئے جزیرہ مین ان مسلمانون کا قیام ضروری تھا،

اب تک مسلمان صقلیہ مین جہان جہان آباد تھے، اور جو زمینین ان کی ملکیت مین تھین، ان کی کاشتکاری و زمینداری دونون کے حقوق انھی کو حاصل تھے، لیکن اب راجر کے حکم سے وہ حقوق زمینداری سے دستبردار کر دیئے گئے، اور ان کے بجائے ان نوآباد عیسائیون کو حقوق مالکانہ عطا کئے گئے، اسلئے یہ نوآباد عیسائی صقلیہ کے سرمایہ دار زمیندار اور قدیم مسلمان باشندے فرد و پیشہ کاشتکاری کی حیثیت مین آگئے،

اور اسلئے ایک طرف یہ غریب حقوقِ زمینداری کے عوض نوآباد عیسائیون کو لگان دیتے اور دوسری طرف حکومت کے عائدکردہ محاصل ان پر واجب الادا ہوتے،

غرض راجراول کے عہدِ حکومت مین حکومت کے تمام شعبون ملک کی تجارت اور صنعت وحرفت سے مسلمانون کو الگ کرکے عیسائیون کو اون پر تفوق دیدیا گیا، اور عام مسلمان ایک عام کس مپرسی کے حالت مین مبتلا ہوگئے،

اس ہنگامۂ داروگیر اور رد و بدل مین جو مصائب مسلمانانِ صقلیہ پر آنا تھے، وہ نہایت تیزی سے آئے اور ان حالات کے پیش آجانے سے صقلیہ کے ذی اثر اور معزز مسلمانون نے جزیرہ کو خیرباد کہنا شروع کیا اور مسلمان خوددار شہریون کی ایک بہت بڑی جماعت افریقیہ مصر اور کچھ اندلس مین جاکر اقامت گزین ہوگئی اور اسی طرح صقلیہ کے ممتاز اہلِ علم بھی یہان سے رفتہ رفتہ الگ ہونےلگے،

لیکن جن شرفا کو ہجرت کا موقع نہین ملا، اور اون کے گردوپیش کے حالات اوسکے مخالف رہے وہ اپنے مکانون مین روپوش ہوگئے اپنی اپنی عزت اور ناموس کی حفاظت کرتے رہے، اور جو لوگ فلاکت زدہ تھے وہ معمولی کاشتکار بن گئے، کچھ لوگون نے کارخانون اور ساحل کی گودیون مین مزدوری کا پیشہ اختیار کرلیا، اور جو فلاکت زدہ مسلمان ان محنتون کے بھی عادی نہین تھے، وہ فوج کے معمولی سپاہی بن گئے،

اور ایک طبقہ ایسا بھی نکلا جو ان مصائب کو برداشت نہ کرسکا، اور امن وسکون کی زندگی بسر کرنیکے لئے مذہبِ اسلام کو ترک کرکے عیسائیت قبول کرلی،

صقلیہ کے اون مسلمانون کو راجر اول کے عہد مین اگرچہ آزادی حاصل تھی اور وہ قانوناً ارکانِ مذہب کو ادا کرسکتے تھے، تو صرف انہی چند شہرون بلرم، نوطس اور جرجنت وغیرہ مین تھی؛ یہان اون کے مقدمات بھی اسلامی قانون کے رو سے طے ہوتے تھے، قصریانہ، سرقوسہ اور مسینا وغیرہ مین اسلام اور مسلمان دونون نہایت ابتری کے حالت مین آگئے، اور مسینا تو تقریبًا اسی عہد مین معزز مسلمانون سے خالی ہوگیا، صرف قلیون

وغیرہ کی جماعت باقی رہ گئی،

راجراول کی وفات ۔ راجراول کے عہد مین اوسکی یہی حکمت عملی جاری تھی، کہ اوس نے ۲۲ جون ۱۱۰۱ء ۴۹۴ھ کو ۷۰ سال کی عمر مین وفات پائی، اور اوسکا بڑا لڑکا سائمن (SIMON) اس کا جانشین ہوا،

سائمن نارمن فرمانروے صقلیہ (۲)

۱۱۰۱ء ۴۹۴ھ - ۱۱۰۵ء ۴۹۹ھ

سائمن اپنے باپ کے بعد صرف چند سال زندہ رہا، اور اوسکے عہد مین مسلمانانِ صقلیہ کے متعلق کوئی قابلِ ذکر تبدیلی نہین ہوئی، وہی راجراول کی قائم کردہ حکمت عملی برقرار رہی، یہانتک کہ عرب مورخین اس کا ذکر تک نہین کرتے، اوس نے ۱۱۰۵ء ۴۹۹ھ مین وفات پائی، اور اوسکے بعد اس کا چھوٹا بھائی راجر دوم تختِ صقلیہ پر بیٹھا،[۱]

راجر دوم شاہ صقلیہ (۳)

۱۱۰۵ء ۴۹۹ھ - ۱۱۵۴ء ۵۴۹ھ

نارمن حکومت کی دول یورپ سے معرکہ آرائی ۔ راجر دوم (مولود ۱۰۹۳ء متوفی ۱۱۵۴ء) اگرچہ ۱۱۰۵ء ۴۹۹ھ مین سائمن کا جانشین ہوا، لیکن خود زمامِ حکومت ۱۱۱۲ء ۵۰۶ھ سے ہاتھ مین لی، اور ایک نہایت اولوالعزم فرمانروا ثابت ہوا، اوس نے اون تمام نارمن فتوحات کو جو جنوبی اٹلی مین حاصل ہوئے تھے، ایک سلسلہ مین منسلک کرکے اپنی بادشاہی کا خواب دیکھا، اور اوسکی تمام تر توجہ انھی کوششون پر مبذول ہوگئی، اور اس سلسلہ مین اوسکو سلطنتِ کلیسا اور پھر بالواسطہ فرانس اور انگلستان سے مسلسل معرکہ آرا رہنا پڑا، اور بالآخر اوس نے سلطنتِ کلیسا سے اپنی

---

[۱] نہایۃ الارب درامارئی صفحہ ۴۸۲ و ابنِ اثیر، ابو الفداء، وغیرہ و انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ صفحہ ۲۳ و ج ۲۲ صفحہ ۲۵۳ وغیرہ،

بادشاہی تسلیم کرالی، اور یہی وہ پہلا نارمن فرمانروائے صقلیہ ہے، "جو شاہ" کے لقب سے سرفراز ہوا، اور یورپ کے ممتاز بادشاہوں میں شمار کیا جانے لگا،

مسلمانوں سے اشتراک عمل

راجر دوم کی ان سیاسی مشغولیتوں کے باعث مسلمانان صقلیہ کے ساتھ حکومت کی وہ حکمت عملی برقرار نہیں رہی جسکی داغ بیل راجر اول نے ڈالی تھی، کیونکہ اولاً سلطنت کلیسا وغیرہ سے برسرپیکار رہنے کی وجہ سے یہ مصالح حکومت کے خلاف تھا کہ وہ اپنی رعایا کے درمیان بھی اپنی حکومت کے خلاف منافرت کے جذبات برقرار، اور ملک میں بدامنی و بے چینی قائم رکھتا،

علاوہ ازین اب یہ بھی نظر آنے لگا، کہ راجر اول نے جو حکمت عملی اختیار کی تھی وہ صقلیہ میں نارمن نظام حکومت کے بحسن وخوبی چلانے کے لئے سودمند نہیں ہے، کیونکہ جزیرہ کے باشندوں میں نظام حکومت چلانے ملکی صنعت وحرفت کو ترقی دینے اور تجارتی کاروبار کے سنبھالنے کی اگر کسی میں صحیح استعداد تھی تو وہ صرف مسلمانان صقلیہ میں، کیونکہ صقلیہ کے قدیم باشندے خود رومی عہد حکومت میں بھی یہ استعداد نہیں رکھتے تھے، وہ اگر کسی لائق تھے تو صرف کاشتکاری کے، اور صقلیہ کے عہد روما تک یہی پیشہ یہاں قائم رہا، اور زمینداری کے تمام حقوق رومی امرا، کو حاصل رہے، جو زوال حکومت کے ساتھ ہی یہاں سے رخصت ہوگئے، اور یہی وجہ تھی کہ اسلامی عہد میں مسلمانوں کو زمینداری کے حقوق تفویض ہوئے تھے، اور اسکو اونھوں نے اپنے دوسرے ملکوں کے تجربوں کی بنا پر بحسن وخوبی انجام دیا، اسی طرح صقلیہ کی تمام صنعت وحرفت، تجارت اور حکومت کے معزز عہدوں کے خدمات بھی یہی مسلمان انجام دیتے تھے، قدیم رومی باشندوں نے ان فرائض کو نہ رومی عہد میں انجام دیا، اور نہ اسلامی عہد میں انجام دینے کے قابل تھے، اس لئے نارمن عہد حکومت میں یکایک اس تمام بارگران کے متحمل نہ ہوسکے، اور قریب قریب یہی حالت ان نوآباد عیسائیوں کی تھی، جو جنوبی اٹلی وغیرہ سے لاکر یہان آباد کئے گئے تھے، کیونکہ یہ تمام قومیں مدنیت کے سلسلۂ ارتقا میں ابھی داخل ہوئی تھیں، اور قزاقی و رہزنی کے پیشہ کو مہذب شکل میں تبدیل

وغیرہ کی جماعت باقی رہ گئی،

راجراول کی وفات

راجراول کے عہد مین اوسکی یہی حکمت عملی جاری تھی، کہ اوس نے ۲۲ جون ۴۹۴ھ ۱۱۰۱ء کو ۷۰ سال کی عمر مین وفات پائی، اور اوسکا بڑا لڑکا سائمن (SIMON) اس کا جانشین ہوا،

سائمن نارمن فرمانروے صقلیہ(۲)

۴۹۴ھ ۱۱۰۱ء - ۴۹۹ھ ۱۱۰۵ء

سائمن اپنے باپ کے بعد صرف چند سال زندہ رہا، اور اوسکے عہد مین مسلمانان صقلیہ کے متعلق کوئی قابلِ ذکر تبدیلی نہین ہوئی، وہی راجراول کی قائم کردہ حکمت عملی برقرار رہی، یہانتک کہ عرب مورخین اس کا ذکر تک نہین کرتے، اوس نے ۴۹۹ھ ۱۱۰۵ء مین وفات پائی، اور اوسکے بعد اس کا چھوٹا بھائی راجر دوم تختِ صقلیہ پر بیٹھا،[۱]

راجر دوم شاہ صقلیہ(۳)

۴۹۹ھ ۱۱۰۵ء - ۵۴۹ھ ۱۱۵۴ء

نارمن حکومت کی دول یورپ سے معرکہ آرائی

راجر دوم (مولود ۱۰۹۳ء متوفی ۱۱۵۴ء) اگرچہ ۴۹۹ھ ۱۱۰۵ء مین سائمن کا جانشین ہوا، لیکن خود زمام حکومت ۵۰۶ھ ۱۱۱۲ء سے ہاتھ مین لی، اور ایک نہایت اولوالعزم فرمانروا ثابت ہوا، اوس نے اون تمام نارمن فتوحات کو جو جنوبی اٹلی مین حاصل ہوئے تھے، ایک سلسلہ مین منسلک کرکے اپنی بادشاہی کا خواب دیکھا، اور اوسکی تمام تر توجہ انھی کوششون پر مبذول ہوگئی، اور اس سلسلہ مین اوسکو سلطنتِ کلیسا اور پھر بالواسطہ فرانس اور انگلستان سے مسلسل معرکہ آرا رہنا پڑا، اور بالآخر اوس نے سلطنتِ کلیسا سے اپنی

---

[۱] نہایۃ الارب در اماری ص ۴۴۹ و ابن اثیر و ابو الفداء وغیرہ و انسائیکلوپیڈیا ج ۲۵ ص ۲۳ و ج ۲۲ ص ۵۳۴ وغیرہ،

بادشاہی تسلیم کرالی، اور یہی وہ پہلا نارمن فرمانروائے صقلیہ ہے، جو "شاہ" کے لقب سے سرفراز ہوا، اور یورپ کے ممتاز بادشاہون مین شمار کیا جانے لگا،

مسلمانون سے اشتراک عمل

راجر دوم کی ان سیاسی مشغولیتون کے باعث مسلمانانِ صقلیہ کے ساتھ حکومت کی وہ حکمت عملی برقرار نہین رہی جسکی داغ بیل راجر اول نے ڈالی تھی، کیونکہ اولاً سلطنتِ کلیسا وغیرہ سے برسرپیکار رہنے کی وجہ سے یہ مصالحِ حکومت کے خلاف تھا کہ وہ اپنی رعایا کے درمیان بھی اپنی حکومت کے خلاف منافرت کے جذبات برقرار، اور ملک مین بدامنی و بےچینی قائم رکھتا،

علاوہ ازین اب یہ بھی نظر آنے لگا، کہ راجر اول نے جو حکمتِ عملی اختیار کی تھی وہ صقلیہ مین نارمن نظامِ حکومت کے بحسن وخوبی چلانے کیلئے سودمند نہین ہے، کیونکہ جزیرہ کے باشندون مین نظامِ حکومت چلانے، ملکی صنعت وحرفت کو ترقی دینے اور تجارتی کاروبار کے سنبھالنے کی اگر کسی مین صحیح استعداد تھی تو وہ صرف مسلمانانِ صقلیہ مین، کیونکہ صقلیہ کے قدیم باشندے خود رومی عہدِ حکومت مین بھی یہ استعداد نہین رکھتے تھے، وہ اگر کسی لائق تھے تو صرف کاشتکاری کے، اور صقلیہ کے عہدِ روما تک یہی پیشہ یہان قائم رہا، اور زمینداری کے تمام حقوق رومی امرا، کو حاصل رہے، جو زوالِ حکومت کے ساتھ ہی یہان سے رخصت ہوگئے، اور یہی وجہ تھی کہ اسلامی عہد مین مسلمانون کو زمینداری کے حقوق تفویض ہوئے تھے، اور اسکو اونھون نے اپنے دوسرے ملکون کے تجربون کی بناپر بحسن وخوبی انجام دیا، اسی طرح صقلیہ کی تمام صنعت وحرفت، تجارت اور حکومت کے معزز عہدون کے خدمات بھی یہی مسلمان انجام دیتے تھے، قدیم رومی باشندون نے ان فرائض کو نہ رومی عہد مین انجام دیا، اور نہ اسلامی عہد مین انجام دینے کے قابل تھے، اس لئے نارمن عہدِ حکومت مین یکایک اس تمام بارِ گران کے متحمل نہ ہوسکے، اور قریب قریب یہی حالت ان نوآباد عیسائیون کی تھی، جو جنوبی اٹلی وغیرہ سے لاکر یہان آباد کئے گئے تھے، کیونکہ یہ تمام قومین مدنیت کے سلسلۂ ارتقا مین ابھی داخل ہوئی تھین، اور قزاقی و رہزنی کے پیشہ کو مہذب شکل مین تبدیل

کرکے نظام حکومت کے ماتحت شعبۂ فوج مین شامل کردی گئی تھین اس لئے اُن مین بجز فوجی خدمات کے نظام حکومت کے دوسرے شعبون کے سنبھالنے کی استعداد موجود نہین تھی، اگرچہ یہ صحیح ہے کہ راجر اول نے اپنی بے نظیر اولوالعزمی سے اسکی مثال قائم کردی تھی اور مسلمانون کے اشتراک کے بغیر حکومت کرتا رہا، اور تجارت صنعت و حرفت کو کسی قدر سنبھالے رہا، لیکن راجر اول اپنی خدمت مسیحیت کے جوش مین جو حکمت عملی اختیار کرگیا، وہ کچھ اوسی کے بس کی تھی، اوس نے اپنے فتحمندانہ جوش و خروش اور مذہبی جذبات سے متأثر قوت عمل سے کام لیا، اور کامیاب رہا، لیکن راجر دوم نے دوسری فضا مین آنکھ کھولی تھی، فتحمندی کا نشہ اوتر چکا تھا، وہ صقلیہ کی حکومت کو خدمت مسیحیت کے لئے نہین، بلکہ خاندان دی ہاٹول کے اقتدار کے لئے مستحکم کرنا چاہتا تھا، اور اوس کیلئے دوسری عیسائی سلطنتون سے اوسکو لڑنا تھا اسلئے وہ اس نتیجہ تک پہنچا کہ اوسکے باپ کی حکمت عملی صقلیہ مین نارمن نظام حکومت کے چلانے کے لئے سودمند نہین ہے، اور بغیر مسلمانون کے اشتراک کے کوئی عمدہ نظام قائم نہین ہوسکتا، کیونکہ صقلیہ اسی متمدن اور تعلیمیافتہ قوم کے زیر حکومت تھا، جس نے یہان تمدن کے ہر شعبہ کو کافی عروج پر پہنچایا تھا، اور اہل صقلیہ کو ایک متمدن نظام حکومت کا طبعًا عادی بنادیا تھا، اس لئے اگر یہان کوئی نظام حکومت کامیابی سے چل سکتا ہے، تو وہ اس دور کی متمدن حکومتون ہی کا نظام ہوسکتا ہے جسکو تمام باشندگان صقلیہ مین بجز مسلمانون کے اور کوئی قوم چلا نہین سکتی،

علاوہ ازین راجر دوم نارمنون کی فتح صقلیہ کی تکمیل کے بعد ۴۸۶؁ھ ۱۰۹۳؁ع مین پیدا ہوا تھا، اور اوسکی تمام تعلیم و تربیت اسلامی طریقون پر ہوئی تھی، کیونکہ اوس وقت سب سے ترقی یافتہ تمدن یہی سمجھا جاتا تھا، کیونکہ خود راجر اول نے جب اپنے لڑکے کو ایک متمدن شاہزادے کی حیثیت مین دیکھنا چاہا تو مجبور ہوا کہ اوسکی تعلیم و تربیت مسلمان اہل علم کے سپرد کرے، چنانچہ راجر دوم نے اسلامی علوم و آداب، تاریخ، حساب، اور جغرافیہ وغیرہ مین کامل دستگاہ پیدا کی، اور اوسکو عربی علم ادب کا اچھا خاصہ

مذاق ہوگیا تھا، بلکہ اونکی روزانہ کی عام بول چال کی زبان بھی عربی ہی تھی اس لئے اوسکو اسلامی تہذیب و تمدن اور علوم و آداب سے قدرۃً ذاتی دلچسپی بھی پیدا ہوگئی تھی،

مسلمان نارمن نظامِ حکومت مین — انھی وجوہ کی بنا پر اسکے برسرِ حکومت ہوتے ہی مسلمانانِ صقلیہ کیساتھ حکومت کے طرزِ عمل مین تبدیلی ہوگئی چنانچہ اوس نے مسلمان اہل علم کو تشکیل حکومت کی دعوت دی جنھون نے اسلامی طرزِ حکومت پر صقلیہ کی نارمن حکومت کی بنیاد ڈالی، حکومت کے تمام شعبے وہی قائم کئے گئے، جو اسلامی عہد مین قائم تھے، جزیرہ مختلف ولایتون مین اوسی طرح تقسیم کردیا گیا، تحصیل وصول اور خراج کے وہی سب قوانین نافذ ہوئے، عدالت کا جداگانہ محکمہ قائم ہوا، پھر عمال کے اعمال پر احتساب و دادرسی کیلئے اسلامی طرزِ حکومت کے طور پر دیوانِ مظالم قائم ہوا، جس مین عمال حکومت اور خاندانِ شاہی کے خلاف مقدمات دائر ہوسکتے تھے، اور پھر خود شاہ صقلیہ نے وہی سب مراسم و لوازم شاہی اختیار کئے جو سابق مسلمان فرمانروایانِ صقلیہ کے یہان رائج تھے چنانچہ شاہی باڈی گارڈ (جانداریہ) شاہی سلاح و اوزار کی آراستگی اور کوتل گھوڑون وغیرہ رکھنے کا رواج ہوا اور حکومت کے معزز عہدون اور خصوصًا اعلیٰ مناصب عہدۂ وزارت و کتابت وغیرہ پر مسلمان فائز ہوگئے، مسلمان اطبا، ہیئت دان علما، شعرا اور ادبا، دربار شاہی سے وابستہ ہوئے، اور اس طرح صقلیہ کی وہ ہیئت بدل گئی، جو راجراول نے اپنے عہد مین قائم کی تھی، اور اس دور کے آغاز کے ساتھ عیسائیون کے اون تمام مظالم کا بھی سدِباب ہوگیا جو وہ مسلمانون پر برپا کرتے تھے اب مسلمان معزز شہریون کی زندگی بسر کرنے لگے، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ گویا نارمنون کی نگرانی مین نئے سرے سے مسلمانون کی حکومت قائم ہوگئی، یا یون کہا جائے کہ روح وہی تھی صرف قالب بدل گیا تھا، نویری وغیرہ لکھتے ہین:-

وملک بعدہ ولدہ رجار وسلک طریق	اوسکے بعد اوس کا لڑکا راجر تختِ حکومت پر بیٹھا،
ملوک المسلمین من الجنائب و	اوس نے مسلمان سلاطین کا طریق عمل اختیار کیا،
الحجاب، والسلاحیۃ والجاندارۃ	اور اسی پر گامزن ہوا چنانچہ کوتل گھوڑے، عورتون

وغير ذالك وخالف عادة الفرنج	کا حجاب، ہلاج وازار کی زیب و زینت، اور باڈی
فانهم لا يعرفون شيا منه	گارڈ وغیرہ کو خود بھی اختیار کیا، اور عام عیسائیون
جعل له ديوانا للمظالم ترفع اليه	کے عادات واطوار سے کنارہ کش ہوگیا، کیونکہ ان
شكوى المظلومين فينصفهم	چیزون سے وہ لوگ قطعاً ناآشنا تھے، نیز اوس
لو من ولده واكرم المسلمين و	نے دیوان مظالم قائم کیا، مظلومون کی فریاد یہان
قربهم ومنع عنهم الفرنج	پہنچتی، اور اون کے ساتھ حق و انصاف کا فیصلہ
فاحبوه[1]	کیا جاتا، اگرچہ ظلم کرنے والون مین بادشاہ کا
.. ..	لڑکا ہی کیون نہ ہو، اور مسلمانون کے ساتھ اعزاز
.. ..	واکرام سے پیش آیا اور اون کو عہدے دیکر اپنے
.. ..	گرد و پیش جمع کیا اور عیسائیون کو اون پر
.. ..	دست انداز ہونے سے روک دیا، ان حالات
.. ..	کی بنا پر مسلمان بھی اوس سے محبت کرنے لگے،

چنانچہ اس انقلاب کے بعد مسلمانون نے حکومت سے کامل اشتراک عمل کیا، اور دونون مین نہایت خوشگوار تعلقات قائم ہوگئے، اور مسلمانانِ صقلیہ نہ صرف ملکی نظم ونسق اور ملک کی اقتصادی ترقیون مین نارمن حکومت کے دست راست بنے بلکہ وہ فوج کے معزز عہدون پر بھی مامور ہوئے، اور مسلمانون کی ایک کثیر جماعت سپاہیون کی صف مین بھی کھڑی ہوگئی، اور یہی وجوہ تھے جیسا کہ عرب مورخین بتصریح لکھتے ہین کہ اس کے بعد نارمنون کا بیڑا بحر روم کے تمام بیڑون مین مضبوط ترین بیڑا بنگیا، اور اولوالعزم مسلمان نارمن بیڑون پر کام کرنے لگے، اور بغیر تفریق ملک وملت ایک طرف اٹلی کے صوبون پر تاخت شروع کی تو دوسری طرف

۱؎ نہایۃ الارب درآماری ص۴۴۴،

بحر روم کے خود اسلامی مقبوضات کو مسلمانوں سے چھین چھین کر نارمنوں کے زیر علم لانے لگے، اور یہی سلسلہ ایک مدت تک قائم رہا، اور جیسا کہ گذشتہ باب سے معلوم ہوچکا ہے، بحر روم کے اکثر اسلامی جزائر اور شمالی افریقہ کے زرخیز مقامات نارمنوں کے قبضہ میں چلے گئے، اور وہی مسلمانانِ صقلیہ جو صرف "جہاد روم" کے نام سے بیقرار ہو کر ننگی تلواریں لئے میدان میں نکل آتے تھے، آج انھی عیسائیوں کے ملازم بنکر "جہاد ممالک اسلامی" کے لئے بطیب خاطر خدمات انجام دینے لگے، اور یہ امر واقعہ ہے کہ شمالی افریقہ اور اسلامی جزائر پر نارمنوں کے ہاتھوں جس قدر مظالم برپا ہوئے، اونکی اعانت میں یہ خوش بخت مسلمان بھی شریک تھے، اور اپنے آقا کی نظروں میں اسقدر اعتماد حاصل کرلیا، کہ مفتوح مقامات پر جو فوجیں نارمن متعین کرتے وہ عیسائیوں اور مسلمانوں کی مشترکہ فوج ہوتی، چنانچہ عرب مورخین اس عہد کے مغرب کے حالات میں بالعموم لکھتے ہیں:۔

وابقی بہا جندا من المسلمین	اور (اس شہر کو فتح کرکے) یہاں اپنی فوج جو
والصقلیین،	مسلمانوں اور صقلیوں پر مشتمل تھی ٹھہرادی،

مسلمانوں سے اشتراک عمل کرنے اور اون کی جانب سے سرفروشانہ خدمات انجام پانے کا یہ نتیجہ ہوا، کہ راجر دوم نے ~~سنہ~~ ۱۱۳۰ء ۵۲۴ھ میں شاہِ صقلیہ و ایطالیہ کا لقب حاصل کرلیا، اور سلطنت کلیسا کی جانب سے اوسکی تاجپوشی ہوئی، اور اوسکی حکومت یورپ کی ممتاز ترین اور مستحکم ترین حکومتوں پر سبقت لے گئی، ؎

پھر ایک تبدیلی | راجر دوم کے شاہِ صقلیہ و ایطالیہ تسلیم کرلئے جانے کے بعد صقلیہ کی سیاسیات میں پھر ایک خفیف تبدیلی کی جھلک ظاہر ہوتی ہے، اور اوس کے اثرات راجر دوم کے عہد میں کسی قدر کم اور اوسکے جانشینوں کے دور میں زیادہ مسلمانانِ صقلیہ پر نمایاں ہوتے ہیں یعنی حکومت صقلیہ اور سلطنت کلیسا میں اتحاد ہوجانے کے بعد کلیسا کی اسلام دشمنی کے مظاہر پھر نمایاں ہوتے ہیں، اور خود راجر دوم کی نگاہ بھی کسی قدر بدلی نظر آتی ہے

؎ ابن اثیر ج ۱۰ ص ۱۳۲، نہایۃ الارب در لماری ص ۴۴۵، رحلۃ التجانی در لماری ص ۳۸۹، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۳ ص ۴۵۳ و ج ۲۵ ص ۳۲ ص ۳۴ طبع یازدہم، و اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۸ و ۶۶ وغیرہ،

اس لئے مسلمانان صقلیہ کے اشتراک عمل سے راجر دوم کو جو شخصی وجاہت حاصل ہوئی، اور حکومت صقلیہ جس بام عروج تک پہنچی مسلمانان صقلیہ کی بدقسمتی سے وہی ان کے لئے سم قاتل ثابت ہوئی، اور سلطنت کلیسا سے اتحاد اور یورپ مین صقلیہ کے بین الاقوامی وقار نے مذہبی تعصبات کی دبی ہوئی چنگاریون کو ادبھار دیا اور اسلام اور عیسائیت کے سوالات پھر تازہ ہوگئے چنانچہ اب شمالی افریقیہ کے اسلامی شہرون کے سقوط مین صقلیہ کی فوج اور آبادیون کے عیسائی، اونھی مسلمانون کے سامنے جو ان کے دوش بدوش اون ممالک کے فتح کرنے مین شریک رہتے، اسلام کے تنزل اور عیسائیت کے عروج پر فخر کرتے، اور طعن آمیز فقرون سے مسلمانون کے دلون کو مجروح کرتے، اسی طرح حکومت بھی مسلمانون کے مذہبی جذبات کو مجروح کرتی، اور مفتوح اسلامی ممالک کی مسلمان عورتون کو صقلیہ کے مسلمانون کے ہاتھون گرانقدر رقمون پر فروخت کرتی، اور اسی طرح اون مفتوح اسلامی ممالک مین سے اگر کسی شہر مین بغاوت ہوتی، تو وہان کے عیسائی باشندون کی حفاظت کے لئے راجر اون مقامات مین اعلان کرتا کہ

"اگر ایک عیسائی بھی مارا گیا تو صقلیہ کے تمام مسلمانون کی جائداد ضبط کرلیجائیگی اور تمام مسلمانون کو قتل کردیا جائے گا"

لیکن اگرچہ حکومت صقلیہ کے نقطۂ نگاہ مین یہ تبدیلی راجر دوم ہی کے عہد مین ہوچکی تھی، مگر اوسکے ایسے واضح نتائج اس عہد مین ظہور پذیر نہین ہوے جو زیادہ بدنما اور ناخوشگوار ہوتے، کیونکہ راجر اپنی نیک فطرت سے مسلمانون اور اسلام کے ساتھ پھر بھی بڑی حد تک اپنے سابقہ برتاؤ پر قائم رہا، اور اپنے لطف وملائمت کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتا رہا اور مسلمانان صقلیہ اپنی دلی خواہشات کے خلاف حکومت کے معاملات مین پیش پیش اور دخیل رہے،

راجر دوم کی وفات

یہانتک کہ راجر دوم اپنی زندگی ہی مین ۵۴۶ھ ۱۱۵۱ء مین اپنے لڑکے ولیم کے حق مین حکومت سے دستبردار ہوگیا اور پھر ۵۴۹ھ ۱۱۵۴ء مین وفات پائی،

بدنفس ولیم اول نارمن فرمانروائے صقلیہ (۴)

۵۴۶ھ ۱۱۵۱ع — ۵۶۱ھ ۱۱۶۶ع

کلیسا کی ریشہ دوانیان

نارمن حکومت کا یہ چوتھا فرمانروا ولیم اول "بدنفس" کے لقب سے شہرت رکھتا ہے، ولیم اول نے اپنے آغازِ عہد مین اپنے باپ کی روش اختیار کی، اور مسلمانون کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آیا، اس نے سلطنتِ کلیسا سے اوسکی بہت جلد مخالفت ہوگئی، اور فرمانروائے سلطنتِ کلیسا پوپ ایڈرین چہارم (ADrIAN VI) نے ولیم کے وزیر مایو کی بدانتظامیون کو آڑ بنا کر صقلیہ کے عیسائی امرا و رؤسا کو ولیم کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا، اور غالبًا انھی حالات سے مجبور ہو کر ولیم اول کو اسلام دوستی کی حکمتِ عملی کو ترک کرنا پڑا، اور راجر دوم کے حینِ حیات ہی مین ایک نہایت اہم واقعہ صقلیہ مین پیش آیا، جس کے بعد اس "بدنفس" فرمانروا کے عہد مین مسلمانانِ صقلیہ جور و ستم کا آماجگاہ بن جاتے ہین، اور مسلمانون اور اسلام کے ساتھ صقلیہ کے عیسائیون اور حکومت کی کھلی ہوئی دشمنی کا اظہار ہو جاتا ہے،

اسلام دشمنی کا آغاز

اس واقعہ کی سادہ صورت یہ ہے کہ ایک عیسائی امیر البحر فلپ (فلیب) مہدویہ کی سرکردگی مین نارمن لشکر بونہ پر حملہ آور ہو کر قابض ہوا، اور حسبِ دستور وہان کے مسلمان باشندون کو گرفتار اور ان کی دولت و ثروت پر قبضہ کرلیا،

اس موقع پر اس عیسائی امیر البحر فلپ سے حکومت کے مسیحی نقطۂ نظر سے یہ شدید غلطی سرزد ہوگئی کہ وہ باشندگانِ بونہ مین سے علما و صالحین کی ایک جماعت کے ساتھ رفق و ملائمت سے پیش آیا، اور ان کے علم و فضل اور زہد و ورع کا احترام کرکے اُن سے چشم پوشی کی اور انھین گرفتار کرنیکے بجائے خاموشی سے ہی آبادیون مین ہجرت کرجانے کی اجازت دیدی،

یہ ایک معمولی سا سادہ واقعہ تھا، لیکن فلپ کے اس طرز عمل سے صقلیہ کے عیسائیون مین اسکے خلاف عام ہیجان پیدا ہو گیا، اور اس غریب پر نہ صرف مسلمانون کی پاسداری و جانبداری کا الزام لگایا گیا، بلکہ خود اوسکے مذہب و ملت پر اشتباہ کی نظر ڈالی گئی، اور اوسکے ساتھ اوسکا پورا خاندان جسمین اسکے نوجوان لڑکے بھی شامل تھے، اسی جرم مین گرفتار اور حکومت کی طرف سے اوس پر دو سنگین الزام عائد کئے گئے، اولاً یہ کہ مین مسلمانون کے ساتھ لطف و ملائمت سے پیش آنا، اور دوم خود مع تمام اہل و عیال دین مسیحی سے منحرف ہو کر مذہب اسلام قبول کر لینا،

اسکے بعد حکومت کی طرف سے اساقفہ و قسیسین کی ایک مذہبی مجلس مشاورت منعقد ہوئی اور اس مین فلپ پر دونون الزامون کی بنا پر مقدمہ قائم ہو گیا، اور اساقفہ و قسیسین کی نگاہ مین یہ دونون الزام اس قدر سنگین ثابت ہوئے کہ اوس کانفرس نے اس کے نذر آتش کر دینے کا انسانیت سوز فیصلہ کیا، اور مقدمہ کے فیصلہ کے بعد ہی وہ اسی سال ماہ رمضان مین آگ مین ڈالدیا گیا، اور اسی طرز عمل سے صقلیہ مین اسلام دشمنی کی حکمت عملی آشکارا ہو گئی،

چنانچہ ابن اثیر اس واقعہ پر یہ تبصرہ کرتا ہی:-

وھذا اول وھن دخل علی المسلمین بصقلیہ	یہ پہلی مصیبت تھی جو صقلیہ مین مسلمانون پر ٹوٹی،
ولم یمھل اللہ رجار بعدہ الا یسیرا حتی	اسکے بعد خدا نے راجر کو بہت کم مہلت دی اور وہ
مات فی العشر الاول من ذی الحجۃ من السنۃ	اسی سال، ذی الحجہ کی دسوین تک کسی تاریخ

چنانچہ اسی واقعہ کے کچھ دنون بعد ۵۵۱ھ ۱۱۵۶ء مین سلطنت کلیسا کے پوپ اور ولیم اول کے درمیان صلح ہو گئی، جس کے دوسرے معنی یہی تھے کہ صقلیہ کی حکومت مین عیسائیون کی مقدس مذہبی جماعت کو کامل رسوخ حاصل ہو گیا، اور اس عہد مین یہ وہی جماعت تھی، جس کے ایک ایک فرد کو اسلام سے کامل بغض و ازلی عداوت تھی، اسلئے اوسکے نقطۂ نظر سے دنیاے اسلام کو بیخ و بن سے اوکھاڑ دنیا مسیحیت کی عین خدمت تھی، پھر وہ صقلیہ مین اسلام اور مسلمانون کے اثر و اقتدار کو کیونکر گوارا کر سکتی تھی،

لیکن راجر دوم کی پالیسی کی بنا پر مسلمانان صقلیہ حکومت اور نیز صقلیہ کی اجتماعی زندگی کے ہر ایک شعبہ مین ایسے

دخیل ہو گئے تھے، کہ اگر راجر اول کے عہد کی طرح مملکت پھر اونھین الگ کر دیا جاتا، تو پھر ایک جدید نظامِ حکومت قائم کرنے مین وہی دشواریان پیش آتین، جو راجر دوم کو اوس نظامِ حکومت کے چلانے مین پیش آئی تھین، جسے اوس کے باپ نے قائم کر دیا تھا، اسلئے نارمن فرمانروائے صقلیہ نے ایسی غلطی دوبارہ نہین کی اور مسلمانانِ صقلیہ حکومت کے شعبون مین اور یہان کی اجتماعی زندگی مین شریک رہے،

مسلمانون کی حکومت سے بیزاری

لیکن حکومت کی اسلام دشمنی کی حکمت عملی آشکارا ہو جانیکے بعد مسلمانون کا حکومت کے ساتھ وہ دلی لگاؤ قائم نہین رہا، جو راجر دوم کے عہد مین قائم ہو گیا تھا، اسلئے وہ اگرچہ بظاہر حکومت سے تعاون کر رہے تھے، لیکن اونکی روح اس حکومت سے روز بروز بیزار ہوتی جاتی تھی، اور اگر ہم یہ کہین تو شاید مبالغہ نہ ہو گا کہ ولیم اول کے وزیر اعظم مایو (MAIO) کی سوئے تدبیر سے نظامِ مملکت مین جو کچھ رخنہ پڑا، اور جسکی تفصیلات عرب و یورپین مورخین دونون نے بیان کی ہین، اور پھر افریقہ کے مقبوضات جس آسانی سے ولیم اول کے عہد مین نارمنون کے قبضہ سے نکل گئے، اور ملک مین جو دورِ اختلال شروع ہو گیا اوسکے اسباب مین اگر ہم اسلام کے ساتھ حکومت کے نامنصفانہ طرزِ عمل اور اس سے مسلمانون کی عام بےچینی اور حکومت سے بے اطمینانی کو بھی منجملہ دیگر اسباب کے ایک سبب قرار دین، تو شاید بیجا نہ ہو گا،

ولیم کی وفات

یہی حالات تھے کہ ولیم اول نے ۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء مین وفات پائی، اور اوسکے بجائے اوسکا لڑکا ولیم دوم کے نام سے برسرِ حکومت ہوا[۱]

نیک نفس ولیم دوم نارمن فرمانروائے صقلیہ (۵)

۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء - ۵۸۵ھ/۱۱۸۹ء

ولیم دوم "نیک نفس" (THE GOOD) کا لقب رکھتا ہے، ۱۳ سال کی عمر مین باپ کے تخت پر بیٹھا،

---

[۱] ابن اثیر ج ۱۱ حوادث ۵۴۶ھ، انسائیکلوپیڈیا، ج ۲۵ ص ۲۴ (سسلی) و ج ۲۸ ص ۶۷ (ولیم)

اوسکی ماں اوس کی سرپرست رہی، اوس نے پاپائے روما سے ابتدا ہی سے اپنے تعلقات خوشگوار رکھے اسلئے سلطنتِ کلیسا کی جانب سے شروع ہی سے اوسکی بادشاہی تسلیم کرلی گئی،

ولیم دوم اور اسلامی تہذیب و تمدن

ولیم دوم کی پرورش و پرداخت اسلامی فضا مین ہوئی، اور اسلامی تہذیب و مدنیت مین اوس نے آنکھین کھولین اس لئے اوسکی طبیعت و فطرت اور عادات و اطوار مین اسلامی تہذیب و تمدن کے اثرات کا رنگ نمایان رہا، اور برسرِ حکومت ہوتے ہی ایک مسلم فرمانروا، کے مشابہ زندگی اختیار کی اور اوسکے عہد مین حکومت کا نظام پہلے سے زیادہ اسلامی قالب مین ڈھل گیا، مشہور عرب سیاح ابن جبیر اسی کے عہد مین ۵۸۰ھ ۱۱۸۳ء مین صقلیہ آیا، اور یہان ماہ رمضان ۵۸۰ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۱۸۳ء سے ماہ ذی الحجہ ۵۸۰ھ مطابق ماہ مارچ ۱۱۸۴ء تک مقیم رہا، اور اوسے یہان کے حالات کے وسیع مطالعہ کرنے کا موقع ملا، اور اپنے سفرنامہ مین یہان کا تفصیلی مرقع کھینچا،

ابن جبیر نے جو حالات قلمبند کئے، اون سے اندازہ ہوتا ہے، کہ اوس نارمن فرمانروا کا دربار خاص اسلامی دربار تھا، اوسکے گرد و پیش مسلمان امرا اور رؤسا، کا جھرمٹ ہوتا، اوسکے باڈی گارڈ خوبصورت نوجوان مسلمان ہوتے، اس کے دربار مین طریقِ نشست و برخاست اور آئین و آداب مسلمان فرمانرواؤن کے مثل تھا، حکومت کے تمام معزز عہدون پر مسلمان فائز تھے، اور اسی طرح طرزِ حکومت، قوانین ملکی تقسیم مراتب اور حکومت کے ذرائع اظہار و نمود و نمایش سب کے سب اسلامی طرز پر قائم تھے جب شاہی دربار منعقد ہوتا، یا موکب شاہی نکلتا، تو تمام ساز و سامان خدم و حشم لاؤ لشکر ترتیب جلوس اور عام تزک و احتشام و کروفر کے اظہار مین اسلامی تہذیب نمایان ہوتی، شاہ کی سواری تختِ شاہی، اسلامی طرز پر سجایا جاتا، چترِ شاہی مسلمان نوخیز لڑکون کے ہاتھ مین ہوتا، جو اسلامی طرز کے قیمتی ملبوسات مین ملبوس ہوتے، یہان تک کہ شاہی محل کی خواتین مین بھی کثیر تعداد مسلمان خواتین کی تھی، جو اس دور کی بہتر سے بہتر آرایش و زیبایش اور معاشرتی تکلفات سے آراستہ رہتین، اور اون کے اثر سے یہان کی عیسائی عورتون نے بھی اسلامی معاشرت قبول کرلی تھی،

یہاں تک کہ برسر بازار بغیر حجاب و نقاب کے باہر نہیں نکلتیں، محل میں خواجہ سرا بھی موجود تھے، اور اس عہد میں اسلامی طرز معاشرت اور طریق زندگی اس قدر مقبول ہو گیا تھا کہ نارمن شاہی خاندان کے افراد اور دیگر عیسائی امراء اور رؤسا بھی اسی زندگی کے عادی بن گئے تھے، اسی طرح پورے صقلیہ میں اسلامی طریقہ تہذیب و تمدن ہر قوم میں یکساں طور پر رائج ہو گیا تھا، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کا مقالہ نگار ابن جبیر کے حوالہ سے لکھتا ہے:-

"ولیم مسلمان عورتوں اور خواجہ سراؤں کے جھرمٹ میں گھرا رہتا تھا، عربی بولتا اور لکھتا تھا، اور ایک "مسلمان بادشاہ" کی طرح زندگی بسر کرتا تھا"[۱]

ولیم کی اسلام دشمنی لیکن اسلامی تہذیب و تمدن کی اس مقبولیت کے باوجود یہ حیرت انگیز امر ہے، کہ جہاں تک مذہب اسلام کا تعلق تھا، اوس میں حکومت کی جو ذہنیت قائم ہو چکی تھی، اور جو طرز عمل قرار پا چکا تھا، اوس میں سر مو فرق نہیں آیا، بلکہ ولیم ثانی کے آغاز جلوس سے کلیسا کے پوپ سے جو تعلقات استوار ہو گئے تھے، اور پھر سلطان صلاح الدین ایوبی سے ولیم کی جو معرکہ آرائیاں ہوئیں، اون کی بناپر اس دور میں یہ جذبات اور تیز تر ہو گئے، اور اس امر میں ولیم اول اور ولیم ثانی کی حکمت عملیوں میں کوئی فرق نہیں رہا اور جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار نے ایک دوسرے موقع پر ان دونوں فرمانرواؤں کا موازنہ کیا ہے، اور یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "ولیم دی بیڈ اور ولیم دی گڈ، میں کوئی نمایاں فرق نہیں تھا .... دونوں کے دونوں اپنے دوستوں اور ہمدردوں کے یکساں مخالف رہے"[۲] مسلمانوں کی نسبت بھی ان دونوں کے لئے یہی کہا جا سکتا ہے، کہ مسلمانوں نے اپنے کو اون کا ہمدرد اور دوست بنانا چاہا، مگر اونھوں نے محض اسلام دشمنی کے باعث اون کی دوستی اور ہمدردی قبول نہیں کی،

---

[۱] ابن جبیر صفحہ ۳۲۴، ۳۲۵ وغیرہ و انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا، ج ۲۰ ص ۶۶۱ (ولیم ثانی) طبع یازدہم، [۲] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۲۵ ص ۳۴۲،

چنانچہ ولیم دوم کے عہد مین بھی مسلمانون کے روبرو اونھین طعن وطنز کا نشانہ بنایا جاتا، اونھین چھیڑ چھیڑ کر اون سے مناظرانہ گفتگو کیجاتی، مسلمان، عیسائی مذہب کا بھی پاسِ ادب رکھتے تھے، اور حکومت کے خوف سے بھی زبان ہلانے کی جرأت نہین کرتے تھے، اس کے برخلاف صقلیہ کے راہب اپنے جوشِ نفرت مین مسلمانون کو نشانہ ملامت بنانے کے علاوہ پیغمبرِ اسلام صلعم کی شان مین بھی گستاخیان کرتے، اور بسا اوقات جوش مین ایسے نا ملائم اور ناقابلِ برداشت فقرے کہہ جاتے جنھین ضبطِ تحریر مین بھی لانا دشوار ہے، ابنِ اثیر نے اس سلسلہ مین بعض واقعات درج کئے ہین،

مسلمانون کی مذہبی آزادی

لیکن اسکے باوجود اس وقت تک سابق معاہدون کی بنیاد پر مسلمانون کو کسی قدر مذہبی آزادی حاصل تھی جس کو ابن جبیر نے "ایمان کے چند علامات باقی ہین" کے الفاظ مین ادا کیا ہے، مساجد کی تعمیر کی اجازت حاصل تھی بلند آواز سے اذان دیجاسکتی تھی، عیدین کی نماز کی اجازت تھی جسمین خلیفہ عباسی کیلئے دعا کیجاتی تھی، اسی طرح ایسے مسائل و احکام کے لئے جو اگرچہ معاشرتی ہین لیکن مسلمانون کے احکامِ مذہبی کے دائرہ مین داخل ہین جنھین عرفِ عام مین "پرسنل لا" کہا جاتا ہے، ایک محکمۂ قضا کا نظام قائم تھا، اور ایسے مقدمات اسی اسلامی عدالت مین دائر ہوتے تھے اور یہین سے فیصل ہوتے تھے،

مذہب مین رخنہ اندازیان

مگر پھر اسی دور مین مذہبی آزادی مین بھی رخنہ اندازیان شروع ہوگئی تھین مثلاً جمعہ کی نماز ممنوع تھی، کیونکہ اوس عہد مین جمعہ کے خطبات مین مسلمانون کے اہم مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی مسائل کی اصلاح پر وعظ و پند ہوتا تھا، نارمن حکومت نے اس خوف سے کہ وہ خطبات انقلاب انگیز ثابت نہ ہون جمعہ کی نماز روک دی تھی، بلرم کی جامع مسجد بجز رمضان کی تراویح اور عیدین کے سال بھر سنسان پڑی رہتی، اسی طرح پھر اسلامی محکمۂ قضا پر اس طرح قبضہ کیا گیا، کہ ایک بدبخت مسلمان قاضی ابن زرعہ نے جو اس عہد مین ایک بلند پایہ فقیہ تھا، عیسائی مذہب اختیار کرلیا، اگرچہ وہ درپردہ اسلام پر ایمان رکھتا تھا، مگر اپنی مسجد کو کلیسا بنا ڈالا، عیسائی مذہب کے معلومات حاصل کئے، اور تبدیلِ مذہب کے بعد وہ حکومت کی جانب سے عیسائی

اور مسلمان دونون کیلئے بظاہر اسی مرتد قاضی کے احکام و فتاوی جاری ہونے لگے،

مسلمانون کا اسلام سے برگشتہ ہونا اور کتمانِ ایمان

اس طرح حکومت کے مختلف طرزِ عمل سے جب مسلمانانِ صقلیہ مین یہ احساس پیدا ہوا کہ حکومت کی نظر مین اونکا پیروِ اسلام ہونا پسندیدہ نہین، اور صقلیہ سے اسلام کی جڑ کو بیخ و بن سے اوکھاڑ دینے کا کام درپردہ جاری ہے، تو وہ وجاہت پسند مسلمانانِ صقلیہ جن کی نظر مین تمام مآلِ زندگی محض دنیاوی عزت و وقار تھا، اور اپنی انفرادی صلاحیتون کے باعث ملک مین معزز و ممتاز شمار کئے جاتے تھے، اپنے دنیاوی اعزاز و اکرام کے تحفظ کے لئے حکومت کی ترغیب و ترہیب سے اپنی متاعِ گرانمایہ اسلام سے اپنی برأت ظاہر کرنے پر مجبور ہوگئے، کیونکہ اون کی ذاتی استعداد و صلاحیت کی خوبیون کا اس وقت زیادہ اعتراف کیا جاتا جب اسلام سے منحرف ہو کر عیسائیت قبول کرنے کا اعلان کر دیتے، مگر چونکہ اون کے قلوب عقیدۂ توحید کے لذت آشنا تھے، اس لئے دل سے سرِ نیاز تثلیث کے سامنے جھکانا محال تھا، اسلئے وہ کتمِ ایمان کر کے درپردہ خدائے واحد ہی کے سامنے سربسجود ہوتے،

پھر اوسی زمانہ مین جزیرہ مین ترکِ اسلام اور قبولِ مسیحیت حکومت کی نظرون مین اس حد تک لائقِ ستایش قرار پایا، کہ اگر کبھی کسی مسلمان گھرانے مین کسی خانگی معاملہ مین باپ بیٹون مین شکر رنجی ہو جاتی تو بیٹا باپ سے روٹھ کر اسلام سے منہ موڑ لیتا، اور جاں نثارانِ مسیحیت کمالِ شفقت سے اوسکو دامنِ مسیحیت مین چھپا لیتے،

بجبر عیسائی بنانا

نیز بجبر عیسائی بنانے کا دستور بھی قائم ہوگیا، مسلمانون کی کنواری نا کتخدا لڑکیان شاہ صقلیہ یا شاہی خاندان و امرا کی نظرِ انتخاب مین آتین، مگر وہ مسلمہ ہوتین، اور مذہبی حیثیت سے کسی اہلِ کتاب کے حبالۂ عقد مین نہین لائی جا سکتی تھین، اسلئے اونھین شاہی محل مین پہنچانے کے لئے بجبر عیسائی بنایا جاتا، اور ان مظالم کے ساتھ یہ مظلوم و بیکس لڑکیان شاہی محل مین پہنچا دیجاتین،

اسی طرح ایسے مسلمان امرا، و معززین کو جو مسلمانانِ صقلیہ مین اثر و رسوخ رکھتے تھے، اور عزت و وقار

کی نگاہ سے دیکھے جاتے، حکومت کی جانب سے آمادہ کیا جاتا کہ وہ ترکِ اسلام کرکے عیسائیت قبول کرلیں، اگر وہ آمادہ نہ ہوتا تو اوسکی جائداد سے املاک ضبط کیجاتین، اور طرح طرح کے مصائب و مظالم اوس پر ڈھائے جاتے،

چنانچہ جس زمانہ مین ابن جبیر صقلیہ پہنچا ہے، بلرم کا ذی اثر مسلمان رئیس ابوالقاسم ابن حمود المعروف بابن الحجر بجبر عیسائی بنائے جانے کیلئے مورد عتاب تھا، اور حکومت کا خیال تھا کہ اگر وہ عیسائیت قبول کرے تو سارے جزیرہ کے مسلمانون مین عیسائیت کو فروغ حاصل ہوجائے،

اسلام کی سخت جانی مگر اس جزیرہ کا اسلام ابھی تک اپنی جانکنی کے باوجود سخت جانی سے قائم رہا، کہ خدا کو منظور تھا کہ ابھی کچھ دنون اور اوسکی توحید کی صدا اس جزیرہ مین قائم رہے، چنانچہ وہی مسلمان لڑکیان جو محل شاہی مین پہنچائی گئین، اور بجبر عیسائی بنائی گئین، اسلام کی اشاعت کا ذریعہ بن گئین، چھپ چھپ کر اندھیری کوٹھریون مین خدا کی پرستش کرتین، رمضان مین خلوص سے روزے رکھتین، صدقات دیتین، اور اون کے مذہب کے اخلاص کے اثر سے اس آذر کدہ مین سنتِ ابراہیمی کی نشو و نما ہوئی، اور محل کی عیسائی عورتین متاثر ہوکر درپردہ اسلام قبول کرلیتین، اور کبھی کبھی یہ مومنات قانتات اپنی عبادت گذاری مین مصروف رہتین، شاہی محل کے افسر آجاتے اور چشم پوشی کرجاتے، کہ اگر مزاحم ہوتے تو ایک جم غفیر تھا، کس کس کو محل سے خارج کرتے، اور کس کس کو دار پر چڑھاتے،

اسی طرح ذی اثر مسلمان رئیس ابن الحجر نے بھی سختیان اوٹھائین، مگر اسلام سے منہ نہ موڑا، اور اسلام اور مسلمانون کا وجود کچھ دنون تک جزیرہ مین قائم رہا،

مسلمانانِ صقلیہ کے گرد دو متضاد حالات، الغرض ولیم کے عہد مین نارمنون کے ماتحت مسلمانانِ صقلیہ کے گرد دو متضاد حالات قائم تھے، ایک طرف تو شاہی محل سے لیکر عوام تک اسلامی تہذیب و روایات کو اختیار کررہے تھے، اور چونکہ مسلمانانِ صقلیہ اس تہذیب کے حامل تھے، اس لئے فطرۃً یہان کے اعلی عہدون پر وہی سرفراز ہوتے، ملکی مناصب اونھین کو تفویض ہوتے، ملکی قوانین وہی مرتب کرتے، مدنیت کی ترتیب

وخراش مین اونھین سے مدد لیجاتی، عیسائیون کی اعلےٰ سوسائٹیون مین اونھین عزت واحترام سے جگہ ملتی، عالیشان سر بفلک عمارتین، اونھین سے تعمیر کرائی جاتین، حکومت کی زبان عربی رہی سکون پر فرمانروا کا نام وطغرا اور سنین عربی مین لکھے جاتے، اور یہان تک کہ مقدس گرجا کی عمارتون پر مسلمان انجینیر بطلان تثلیث کی آیات قرآنی بطور نقش ونگار خط طغرا مین لکھ ڈالتے اور دوسری طرف جہان تک مذہب اسلام کا تعلق تھا، راہبون اور قسیسون کی زہر فشانی جاری تھی، یہ لوگ عیسائیت کی تبلیغ مین اسلام کے خلاف نفرت پھیلاتے اور مسلمان اپنی اجتماعی حیثیت سے پیروان توحید ہونیکے باعث نشانۂ ملامت ومورد عتاب بنتے، اور مسلمانون کے لئے اجتماعی حیثیت سے جو قوانین نافذ ہوتے وہ ایسے ہوتے کہ رفتہ رفتہ اون کی اجتماعی اہمیت زائل ہوتی جاے اور اون کی مجموعی اقتصادی حالت ایسی نہ ہو کہ وہ عیسائیون پر تفوق حاصل کرسکین، اور اس طرح مسلمان زمیندار جو کبھی زمین کے بلا شرکت غیرے مالک تھے، کسان بنکر رہ گئے تھے، مگر عیسائیون کی نگاہ مین اون کا یہ زراعت پیشہ رہنا بھی کھٹکتا رہا، اور اون کی ہستی کو نیست ونابود کرنے اور اونھین مفلوک الحال بنا دینے کے لئے سال کی دو فصلون پر ایسی گران قدر رقم بطور ٹیکس عائد کردی گئی کہ اونکا خوشحالی سے بسر کرنا محال ہوگیا تھا، اور ان تمام ایذا رسانیون کے ساتھ درپردہ اور پھر کھلے بند لوگون کو بجبر عیسائی بنایا جانے لگا،

ابن جبیر کے مشاہدات ضرورت ہے کہ اس عہد کے مسلمانون کے مفصل حالات معلوم کرنیکے لئے ابن جبیر کے بیان کا خلاصہ پیش کردیا جائے کہ ایک طرف اسلامی تہذیب وتمدن کی جلوہ آرائی نظر آئے، اور دوسری طرف مسلمانون کے حلقہ بگوش اسلام ہونیکے باعث اون کی قومی وملی وتباہی وبربادی کا صحیح مرقع سامنے آجائے اس لئے ہم ذیل مین اوس حصہ کا اجمالی وسرسری خلاصہ تقریباً اوسی کے الفاظ مین مسلسل پیش کردیتے ہین، جس سے اسلامی تہذیب اور جزیرہ کے مسلمانون اور اسلام کے حالات آشکارا ہون وہ لکھتا ہے :-

"ہم یوم یکشنبہ ۱۲ رمضان (۵۸۰ھ) کی نصف شب کو جزیرہ (صقلیہ) کے شہر مسینا کے پاس پہنچے......... اور

جب ستارۂ صبح طلوع ہوا تو ہم نے تعجب سے دیکھا کہ شہر مسینا ہم سے نصف میل پر ہے ......

جہاز کے مصائب اور شور و ہنگامہ کی خبر شہر میں پہنچ چکی تھی، سارا شہر ہمدردی میں ساحل پر جمع ہو گیا اور خود شاہِ صقلیہ ولیم بھی ساحل پر چلا آیا، اور ہم لوگوں نے مصائب سے نجات پاکر ساحل پر قدم رکھا ......

ہمیں اس رومی بادشاہ کے متعلق جو کچھ بتایا گیا وہ تعجب انگیز ہے، معلوم ہوا کہ اوس نے جہاز میں سے چند ایسے نادار مسلمانوں کو اوترتے دیکھا جن کے پاس کرایہ ادا کرنے کے دام نہیں تھے، .... شاہِ صقلیہ نے ان مسلمانوں سے حالت دریافت کی جنھوں نے ساری سرگذشت بیان کر دی، تو اوس نے سو رباعی جو اس کا سکہ تھا ادا کرنے کا حکم دیدیا، .... چنانچہ ان مسلمانوں کی گلو خلاصی ہوئی اور ساحل پر اوترے، اور ہم نے خدا کا دوبارہ شکر ادا کیا، کہ اوس نے ہمیں اس جزیرہ پر اوتارا، ورنہ اگر کسی طوفانِ حوادث سے ہمارا جہاز کسی اور رومی جزیرہ میں پہنچ جاتا، یا ارضِ کبیرہ (جنوبی اٹلی) کے ساحل سے لگ جاتا، تو ہم تمام مسلمان ہمیشہ کے لئے غلام بنا لئے جاتے، اور اس حادثہ کے بعد اللہ کا بڑا فضل یہ بھی ہوا کہ عین موقع پر یہ رومی فرمانروا جو اپنے ایک بیڑے کو تیار کرنے کے لئے یہاں آیا تھا، ساحل پر چلا آیا، ورنہ اس پر بھی سارا جہاز لوٹ لیا جاتا، اور اس جہاز میں جتنے مسلمان تھے، وہ غلام بنا لئے جاتے، کیونکہ ان ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ یہی صورتِ حال قائم ہو گئی ہے[1]

مسینا .... تمام تر کفار سے آباد ہے، کسی مسلمان کے لئے یہاں کوئی ٹھکانا نہیں، نصاریٰ نہایت کثرت سے آباد ہیں، ...... مسلمان اس شہر مسینا میں مطلقاً نظر نہیں آتے صرف تھوڑے سے مزدور پیشہ مسلمان دکھائی دیتے ہیں، اور اسی لئے ایک اجنبی مسلمان کو یہاں آکر وحشت ہوتی ہے ......

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جبیر اتفاقی طور پر صقلیہ پہنچ گیا تھا، اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے، کہ اس تھوڑے ہی زمانہ میں جنوبی اٹلی، صقلیہ، اور بحرِ روم کے ان دوسرے جزیروں میں مسلمانوں کی کیا حالت ہو گئی، کہ چند دن پیشتر جہاں کے وہ فرمانروا تھے، وہاں اب مسلمان مسافروں کے جان و مال کی بھی کوئی خیر نہیں رہ گئی، اور اگر شومیٔ قسمت سے کوئی مسلمان مسافر بھٹکتا آنکلتا تو گرفتار کر کے غلام بنا لیا جاتا،

یہ جزیرہ (صقلیہ) صلیب کے پجاریون سے معمور ہی، اور مسلمان اون کے ساتھ کھیتی باڑی کا کام کرتے ہین، اور وہ عیسائی ان مسلمانون سے خدمت لینے اور مزدوری کرانے مین اچھا برتاؤ کرتے ہین، ان عیسائیون نے یہان کے مسلمانون پر سال کی دو فصلون مین ٹیکس باندھ دیا ہے جس کو مسلمان ادا کرتے ہین؛ اور اس طرح یہ عیسائی ان مسلمانون کی زمین کی اوس زرخیزی کے درمیان جسکو وہ حاصل کرتے تھے حائل ہو گئے ہین، اللہ عز وجل اون کے حالات کی اصلاح فرمائے.....

اس جزیرہ کا سب سے بہتر شہر یہان کا پایہ تخت ہے جس کو مسلمان المدینہ (دار السلطنت) اور نصاریٰ بلارمہ کہتے ہین، اور اسی مین متمدن مسلمانون کی آبادی قائم ہے، یہان اون کی مسجدین قائم ہین اور اون کے مخصوص بازار ہین.......

یہان کے فرمانروا کے حالات تعجب انگیز ہین وہ ایک نیک سیرت فرمانروا ہی، مسلمانون کو خدمات پر سرفراز کرتا ہی، اور مسلمان خواجہ سراؤن کو اپنے یہان نوکر رکھتا ہے..اور مسلمانون پر کامل اعتماد رکھتا ہے، اور اپنے تمام حالات اور اہم مشاغل مین اوسے اونھین سے تسکین ہوتی ہی، یہان تک کہ اوس کے باورچی خانہ کا داروغہ بھی ایک مسلمان ہی ہی، اور اوس کے تمام خدمت گار حبشی مسلمان غلام ہین جن کا اونھی مین سے ایک افسر ہے، اور اوس کے وزرا، اور حجاب سب مسلمان ہین اونھی مسلمانون مین سے اکثر اوسکے ارباب حکومت اور اوس کے ندمائ خاص ہین، اور درحقیقت اس مملکت کی رونق انھی مسلمانون سے قائم ہے یہی لوگ رئیسانہ طور وطریق کے ساتھ عیش وتنعم سے زندگی گذارتے ہین اور یہی لوگ قیمتی لباسون عمدہ سواریون خدم وحشم اور اتباع اور حاشیہ نشینون کے ساتھ رہتے سہتے ہین،......... اوسکے محل مین بکثرت کنیز اور غلام ہین، عیسائی فرمانروا اون مین اس سے زیادہ عیش پرست اس سے زیادہ شاہانہ طمطراق رکھنے والا، اور اس سے زیادہ مرفہ الحال کوئی دوسرا فرمانروا موجود نہین، وہ شاہانہ شان وشوکت، ترتیب قوانین طرز حکومت، عہدیدارون کے مراتب کی تعیین اور زیب وزینت وغیرہ کے اظہار مین سلاطین اسلام کے مشابہ ہی، اوسکی مملکت بڑی ہے، اوسکے دربار

سے اطبا اور ہیئت دان وابستہ ہین جن سے وہ نہایت دلچسپی رکھتا ہی، اور اون کے موجود رہنے پر نہایت حریص رہتا ہے، یہان تک کہ جب اوسے خبر ملتی ہے کہ فلان طبیب یا منجم اپنے وطن مالوف کو واپس جا رہا ہی، تو اوسے فوراً روک لیتا ہے اور سامان معیشت (یعنی وظیفہ و تنخواہ) مین اضافہ کرتا ہے اور اوسکو اپنے وطن کی واپسی سے بے نیاز کر دیتا ہی، اللہ مسلمانون کو اوس کے فتنہ اور اوسکے منت و احسان سے بچائے، اوسکی عمر اس وقت تقریباً تیس سال کی ہے، اوسکی ایک عجیب بات یہ بھی بیان کی جاتی ہی، کہ وہ عربی زبان مین لکھ پڑھ لیتا ہی، اور اوس کا سرکاری نشان جیسا کہ مجھ سے اوسکے ایک شاہی خدمتگذار نے بیان کیا، یہ ہے "الحمدُ للہ حق حمدہ" اور اوسکے باپ کا سرکاری نشان "الحمدُ للہ شکراً لانعمہ" تھا ...."

اوسکے وہ تمام خدام اور خواجہ سرا جو محل مین اوسکے ساتھ رہتے ہین مسلمان ہین اور وہ سب کے سب یا اون مین سے اکثر اپنا ایمان چھپائے ہین، اور شریعت اسلام کو دل سے مضبوط پکڑے ہین، ...... اور اوسکے محل کی تمام عورتین اور کنیزین بھی سب کی سب مسلمان ہین، اور ایک تعجب انگیز واقعہ ہم سے اوسی شاہی خدمتگذار یعنی یحیی بن فتیان الطراز (جو محل شاہی مین زرکاری کے کام انجام دیتا ہے) نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کے شاہی محل مین جب نئی عیسائی عورتین داخل ہوتی ہین، تو رفتہ رفتہ (اثر صحبت سے) وہ بھی مسلمان ہو جاتی ہین، اونھین وہی مسلمان عورتین اور کنیزین مسلمان کر لیتی ہین، اور یہ اوس فرمانروا سے درپردہ کیا جاتا ہے، ان مسلمان عورتون کے اعمال صالحہ انجام دینے کے بھی عجیب عجیب واقعات ہین .... اور ہمین بتایا گیا ہے کہ جب اس جزیرہ مین خوفناک زلزلے آتے ہین اور اون زلزلون سے یہ مشرک خوف زدہ ہوتا ہے تو اوس وقت اپنے قصر مین آتا ہے، یہان محل کی عورتون اور لڑکون کو اللہ و رسول کی یاد مین محو دیکھتا ہے اور بسا اوقات جب وہ خود ان زلزلون سے دہشت مین آجاتا ہے تو اپنے محل والون سے کہتا ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے معبود کو یاد کرے، اور جو شخص جو مذہب رکھتا ہو، اسی سے تسکین حاصل کرے،

اس سلطنت کے اعیان اور اوس کے صوبون کے والی بھی سب کے سب مسلمان ہی ہین،

اون مین کوئی بھی ایسا نہین جو مہینون بطور نفل وتطوع روزہ نہ رکھتا ہو صدقہ نہ کرتا ہو، قیدیون کو آزاد نہ کراتا ہو،
یتیمون کی پرورش نہ کرتا ہو اون کی شادی نہ کر دیتا ہو اون سے حسن سلوک سے پیش نہ آتا ہو اور حسب استطاعت
اعمال خیر انجام نہ دیتا ہو، یہی سب اس جزیرہ کے مسلمانون کے نیک اعمال ہین لیکن یہ سب کچھ پردہ راز مین
انجام پاتا ہے،

ان مین سے ایک نوجوان سے ہم مسینا مین ملے، اوس کا نام عبدالمسیح تھا وہ یہان کے معززین مین
سے تھا وہ ہم سے نہایت اخلاص ومحبت اور عزت واکرام سے پیش آیا، اور ہم پر اعتماد کرنے کے بعد اپنے راز ہای
سربستہ کے دفتر کھول دئے، چنانچہ ایک دن اُس نے اپنے پاس کے تمام آدمیون کو مجلس سے اوٹھا دیا جب
کامل تخلیہ ہوگیا، تو اوس نے ہم سے پہلے مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور شام کے آثار ومشاہد کی بابت استفسارات کئے،
جن کے جوابات ہم دیتے گئے، اس گفتگو سے اوسکی آتش شوق اور مشتعل ہوتی گئی، اور اوس نے ہم سے مکہ معظمہ
اور مدینہ منورہ کے تبرکات کی یہ کہتے ہوئے استدعا پیش کی کہ اون کے دینے مین ہم لوگ بخل نہ کرین کیونکہ
تم لوگ اسلام کو کھلے بندون اپنا مذہب ظاہر کرتے ہو اور اپنے مقصد مین کامیاب اور حصول اجر سے انشاء
اللہ فائز ہوگے، اور ہم لوگ اپنا ایمان چھپانے پر مجبور ہوگئے ہین، اور اپنی جانون سے خائف ہین، عبادت الٰہی
وفرائض دینی کو چھپ چھپ کر ادا کرتے ہین، ایک کافر کی ملکیت مین داخل ہین، اور غلامی کا طوق ہم
لوگون کی گردنون مین ڈال دیا گیا ہے، اور ہماری آخری رسائی یہی ہے کہ ہم تم لوگون جیسے حجاج سے مل کر
برکت حاصل کرین، اون سے دعاؤن کا ہدیہ لین، اور اون سے ملکر اون مشاہد مقدسہ کے تحفے حاصل
کرنے کی آرزو کرین، اور ان تحائف کو اپنے ایمان کا سپر اور اپنے کفنون کا ذخیرہ بنائین،

یہ حالات سنکر ہمارے دل شفقت اور محبت سے بھر آئے اور اوسکے حسن خاتمہ کی دعائین کین،
اور مقامات مقدسہ کے بعض تحائف جنھین اوس نے طلب کیا تھا، پیش کر دیئے اوس نے اپنے دوسرے ساتھیون
پر ان واقعات کے ظاہر نہ کرنے کی خواہش کی، اور معلوم ہوا کہ دوسرے لوگون کے بھی اسی قسم کے حالات ہین،

جو نیک اعمال انجام دیتے رہتے ہین، اور راہِ خدا مین قیدیون کو آزاد کراتے ہین"

ان نوجوانون کی جو بادشاہ کے روبرو رہتے تھے ایک عجیب بات یہ معلوم ہوئی کہ وہ لوگ جب شاہ کے حضور مین رہتے ہین، اور نماز کا وقت آتا ہے، تو الگ الگ یکے بعد دیگرے ایک ایک کرکے مجلس سے رخصت ہوتے ہین، اور نماز ادا کرتے ہین، اور بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ وہ نماز پڑھتے رہتے ہین، اور بادشاہ اس جگہ آجاتا ہے، وہ جگہ اوس کی نظرون کے سامنے ہوتی ہے، تاہم اللہ عزوجل اون کو اوسکی نگاہون سے پوشیدہ رکھتا ہے" الغرض یہان کے مسلمان اسی طرح ہمیشہ اپنے حسنِ اعمال، حسنِ نیت اور مسلمانون کو پند و نصائح کرتے ہوئے ایک جہاد دائم مین مصروف ہین اللہ اونھین نفع پہنچائے اور اپنے فضل و احسان سے اونھین اس سے نجات دیدے ......

شفلودی ایک سرسبز و شاداب شہر ہے، ...... یہان مسلمانون کی ایک جماعت بھی آباد ہے، یہان کی پہاڑی پر ایک رفیع و منیع قلعہ ہے، جو مسلمانون کے حملہ کے مفروضہ خطرہ سے کے لیے سپر سمجھا جاتا ہے،

ثرمہ متقدم الذکر شہر سے زیادہ خوبصورت ہے، یہان مسلمانون کی ایک بڑی آبادی ہے، جو ایک بڑے ربض مین واقع ہے، اور اسی ربض مین مساجد واقع ہین، ....

بلارمہ یہان سے ۲۵ میل پر آباد ہے، .... وہان جانے کے لیے سمندر کی تلاطم خیزی کے سبب سے خشکی کا راستہ اختیار کیا، .... راستے عمارتون اور مسافرون کی کثرت آمد و رفت سے گویا بازار معلوم ہوتے تھے، عیسائی گروہ در گروہ اثنائے راہ مین ملتے اور سلام کرنے مین سبقت کرتے اور انس و محبت کا اظہار کرتے، اس طرح ہمین مسلمانون کے ساتھ اون کی سیاست اور نرمی کا اندازہ ہوا، باوجودیکہ اون کے جاہل طبقہ کے قلوب، تمام امت محمدیہ کی جانب سے بغض و عداوت سے لبریز ہین، یہان تک کہ ہم قصر سعد پہنچے جو بلارمہ سے ایک فرسخ پر واقع ہے،

قصر سعد .... مین آج کل مسلمان صوفیہ و زہاد کا قیام ہے، اور اس قصر کے گرد اگرد

مسلمان صوفیہ وزہاد کی قبریں ہیں، یہ قصر آجکل خیر وبرکت سے موصوف ہی، لوگ جزیرہ کے ہر مقام سے اوس کی زیارت کی قصد سے آتے ہیں، قصر سعد کی اس مسجد..... مین ہم نے رات گذاری، اذان کی آواز کانون مین آئی جس کے سنے ہوے زمانہ گذر گیا تھا، اس قصر مین جو مسلمان رہتے ہین وہ ہم سے خوش اخلاقی سے پیش آئے اور ہماری پذیرائی کی، ان کا ایک امام تھا، جو نماز اور اس مبارک مہینہ مین تراویح پڑھاتا ہی،.....

ہم نے ان راستون مین دیکھا، کہ عیسائیون کے لئے ایسے کنیسے بنائے گئے ہین، جو عیسائی مریضون کے قیام کے کام مین اوسی طرح لائے جاتے ہین، جیسے اسلامی ممالک مین اسپتال ہوتے ہین ایسے ہی کنیسے ہم نے عکہ اور صور مین بھی دیکھے تھے ہمین اون کا اپنی قوم کے لئے یہ اہتمام دیکھکر تعجب ہوا،

صبح کی نماز پڑھ کر ہم شہر بلرم روانہ ہوئے، جب وہان پہنچے اور شہر مین داخل ہونے لگے، تو ہم لوگ روک دئے گئے، اور وہان سے شاہی محلات کے قریب کے ایک پھاٹک پر لیجائے گئے، جہان ایک عہدہ دار موجود تھا، اوس نے ہماری آمد کے اسباب ومقاصد دریافت کئے، یہ طریقہ ہر اجنبی آنے والے کے ساتھ برتا جاتا ہی.....

یہ شہر تمدن کا گہوارہ ہے،..... اوس کے وسط مین شاہی محلات کا سلسلہ اسطرح نظر آتا ہی جسطرح حسینون کے سینہ پر ہار، اس کے اطراف وجوانب مین بہت سے خوشنما گرجے ہین جنکی صلیبین سونے اور چاندی کی بنائی گئی ہین،

اس شہر مین مسلمانون کے ایمان کا کھنڈر بھی باقی رہ گیا ہی، وہ اپنی مسجدین آباد کرتے ہین، اذان کے ساتھ نماز پڑھتے ہین، اور اون کے محلے عیسائیون کی آبادی سے الگ ہین لیکن یہان کے بازار اونھی سے آباد ہین اور وہی سب کے سب تاجر ہین، اون کو جمعہ پڑھنے کا موقع نہین ملتا کیونکہ اون کو خطبہ دینے کی ممانعت ہی، البتہ وہ عیدین کی نماز پڑھتے ہین، اور خطبہ مین عباسی خلیفہ کا نام لیتے ہین، اون کے مقدمات کے انفصال کے لئے ایک قاضی مقرر ہے، اون کی ایک جامع مسجد ہے، جس مین وہ نماز کے لئے جمع ہوتے ہین، اور رمضان مین اوس مین چراغان کر کے مجلسین کرتے ہین، اس کے علاوہ اور بیشمار مسجدین ہین جنمین اکثر مین قرآن مجید کی تعلیم دیجاتی ہے لیکن بہر حال یہان کے مسلمان، اپنے دوسرے مسلمان بھائیون سے الگ کافرون کے عہد وپیمان

میں ہیں، اوراون کی جائداد و مال اور عورت اور بچے کوئی بھی مامون نہیں ہیں، ... اس شہر میں عیسائی عورتوں کی وضع مسلمان عورتوں کی ہے یعنی چادر اوڑھے ہوئے اور نقاب ڈالے ہوئے رہتی ہیں اوران کی زبان نہایت فصیح ہے، عید میلاد میں وہ نکلیں تو اس شان سے نکلیں کہ طلاکار حریر کا لباس پہنے ہوئے عمدہ چادریں اوڑھے، رنگین نقاب ڈالے، اور نفیس طلاکار موزے پہنے ہوئی تھیں، غرض مسلمان عورتوں کی آرایش کے تمام سامان یعنی زیور، مہندی اور عطر وغیرہ سب اون کے جسم پر نظر آتے تھے، ....

۲۲ رمضان مطابق ۲۰ دسمبر کو صبح کے وقت (بلرم سے) اطرابنش روانہ ہوئے، کیونکہ وہاں سے دو جہاز چھوٹنے والے تھے ایک اندلس جانے والا، اور دوسرا سبتہ روانہ ہونے والا تھا، ان دونوں جہازوں میں مسلمان حجاج اور مسلمان تجار سوار تھے، بلارمہ سے اطرابنش خشکی سے روانہ ہوئے، راہ میں مختلف آبادیاں اور گاؤں ملے تمام سرزمین یہاں سے وہاں تک سرسبز و شاداب تھی ایسی ہری بھری اور تر و تازہ کھیتی میں نے آج تک نہیں دیکھی تھی راستہ میں ہم نے ایک شب ایک شہر معروف بہ علقمہ میں گذاری یہ ایک بڑا شہر ہے، بازار اور مسجدیں وسیع ہیں، اس شہر اور اس پورے دیہی علاقہ کے باشندے، جو راستہ میں گذرا، سب کے سب مسلمان ہیں، .....

اطرابنش .... کے باشندے مسلمان اور عیسائی دونوں ہیں، اور دونوں فرقوں کیلئے یہاں مسجدیں اور کنیسے ہیں، .... یہاں کے جبل حامد پر چڑھنے کے لئے ایک طرف راستہ آسان ہے، اور یہاں کے مسلمانوں کا خیال ہے کہ مسلمانوں کو اسی راستہ سے انشاء اللہ اس جزیرہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کا موقع ملے گا، .....

عید کا چاند ۵ جنوری کو مانا گیا، کیونکہ شہادت کے رو سے حاکم اطرابنش (صوبوں اور شہروں کے والی مسلمان تھے،) کے نزدیک یہ ثابت ہوا تھا، کہ رمضان کا چاند شب پنجشنبہ کو نکلا تھا، اور یوم پنجشنبہ سے اہل صقلیہ کے روزے شروع ہوئے تھے، اس لئے لوگوں نے اتفاق عام سے عید روز پنجشنبہ کے رو سے منائی، ہم نے اطرابنش کی مسجدوں میں سے ایک مسجد میں یہاں کے کچھ باشندوں کے ساتھ عید کی نماز پڑھ لی، کیونکہ وہ لوگ کسی عذر کے باعث عیدگاہ تک نہ جاسکے، چنانچہ ہم نے مسافروں کے مثل نماز ادا کی، اور تمام باشندگان شہر اپنے حاکم شہر

کے ساتھ عید گاہ روانہ ہوئے اور وہان سے طبل و بوق بجاتے ہوئے واپس آئے، مسلمانون کے اسلامی تہوارون کو اس شان و شوکت سے منانے اور عیسائیون کے اس پر چشم پوشی کرنے پر ہمین تعجب ہوا،

"ہم اپنے سفر کا اہتمام اندلس جانے والے ایک جہاز سے کر چکے تھے، ..... کہ شاہ صقلیہ کا حکم پہنچا کہ شاہی بیڑے کی روانگی سے پیشتر سواحل کے تمام جہازون کی روانگی روک دیجائے، ..... انھی دنون ہم لوگون کو وحشت انگیز خبرین ملنے لگین ...... اطرابنش کے مسلمان اس شاہی بیڑے کے متعلق مختلف قیاسات کرنے لگے، .... بعض کہتے کہ اسکندریہ پر حملہ آوری کیلئے جانے والا ہی، بعض کہتے میورقہ کا قصد ہے، بعض خیال کرتے کہ افریقیہ جانے والا ہے، اور معاہدہ کو توڑنے والا ہی، ....

ذی القعدہ کا چاند یوم دوشنبہ ۴ر فروری کو نکلا اور ہم لوگ ابھی تک اسی شہر اطرابنش مین موجود ہین، اور موسم سرما کے گذرنے اور جنوبی جہاز کے لنگر اوٹھانے کا انتظار کر رہے ہین، جس سے ہم لوگ اندلس جانے والے ہین، .....

اس شہر کے زمانۂ قیام مین ہم کو اس جزیرہ کے باشندون کی وہ بُری حالت جو عیسائیون کی وجہ سے ہوئی ہی، اور اون کی ذلت و مسکنت اور ذمیون کی طرح رہنے اور بادشاہ کی ایسی سختی جو اون کے بدبخت بچون اور عورتون کو دین سے برگشتہ کرنے کے متعلق کی جارہی ہے، دردانگیز طریقہ پر معلوم ہوئی، اس سختی نے بعض اوقات اون کے بوڑھون کے ساتھ ایسی ذلت انگیز سزا کی صورت اختیار کر لی جو اون کے مذہب چھوڑنے کا سبب بن گئی، چنانچہ انھی چند قریبی سالون کا قصہ ہی، کہ اس ظالم بادشاہ کے دار السلطنت کے ایک فقیہ کو جس کا نام ابن زرعہ تھا، سرکاری ملازمون نے مطالبہ ادا کرنے کے لئے اس قدر تنگ کیا، کہ وہ دائرۂ اسلام سے نکلکر عیسائیت کے دائرے مین آگیا، انجیل خوب یاد کرلی، رومیون کی سیرتون کا مطالعہ کیا، اور اون کی شریعت کے قوانین ازبر کر لئے، نتیجہ یہ ہوا، کہ وہ اون قسیسون مین شامل ہوگیا، جن سے عیسائیت کے احکام کے متعلق فتویٰ پوچھا جاتا تھا، اور چونکہ وہ پہلے سے اسلامی شریعت کے احکام سے بھی واقف تھا اسلئے جب اسلامی شریعت کا کوئی مسئلہ

پیش آجاتا تھا، تو اوس کے متعلق بھی اوسی سے فتویٰ پوچھا جاتا تھا، اور دونون شریعتون کے احکام کے متعلق اوس کا فتویٰ نافذ کیا جاتا تھا، اوس کے گھر کے سامنے ایک مسجد تھی جس کو اوس نے گرجا بنا لیا، لیکن اوسی کے ساتھ ہم کو معلوم ہوا کہ وہ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے ہے، اس لئے غالباً وہ اس استثنا مین داخل ہے،

الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان، — مگر وہ شخص جسکو دین کے چھوڑنے پر مجبور کیا گیا اور اوس کا دل ایمان پر مطمئن ہے،

اسی زمانے مین اس جزیرہ مین مسلمانون کے سردار ابوالقاسم ابن حمود المعروف بابن الحجر اس شہر مین تشریف لائے وہ اس جزیرہ کے خاندانی لوگون مین ہین، اور اپنے آبا و اجداد سے سیادت وراثۃً پائی ہے، ان باتون کے ساتھ ہم کو یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ نیک کام کرنے والے ہین نیکی کی نیت رکھتے ہین، اپنے لوگون کی محبت رکھتے ہین، بہت سے اخروی نیکیون کے کام مثلاً قیدیون کا چھڑانا، مسافرون اور معذور حاجیون کو صدقہ دینا وغیرہ وغیرہ کرتے ہین، اس لئے اون کے آنے کا شہر مین غل پڑ گیا، اس زمانہ مین وہ اس ظالم بادشاہ کے زیر عتاب تھے اوس نے اون کے دشمنون کے ایک مطالبے کی وجہ سے اُنکو اونھی کے گھر مین نظر بند کر دیا تھا، اُن لوگون نے اس نظر بندی کے زمانہ مین بھی اون پر جھوٹے الزامات لگائے کہ وہ مسلمانون سے میل جول قائم رکھتے ہین جسکی پاداش مین وہ عنقریب ہلاک کر دیئے جاتے لیکن اُنکے بہی خواہون نے اُنکی صفائی دی اور پر بہت سے تاوانات بھی جنکی تعداد تقریباً ۳۰ ہزار مومنیہ دینار تھی، لگائے گئے، اور اون کے تمام گھر بار اور اون کی تمام ملکیت جو اونھون نے اپنے اسلاف سے وراثۃً پائی تھی ضبط کر لی گئی تھی، یہان تک کہ اون کا مال تھوڑا سا رہ گیا، لیکن اس زمانے مین یہ ظالم بادشاہ اون سے راضی ہو گیا، اور اون کو ایک سرکاری کام کرنے کا حکم دیا، جسکو اونھون نے اوس غلام کی طرح انجام دیا، جسکی جان و مال پر قبضہ کر لیا گیا ہو، اس شہر مین پہنچنے کے بعد اونھون نے ہم سب سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ ہم نے اون سے ملاقات کی تو اونھون نے اپنی اور اس جزیرہ کے لوگون کی دلخراش اندرونی حالت جو

اون کے دشمنون کی وجہ سے ہوئی ہے، بیان کی مثلاً اونھون نے کہا کہ مین یہ پسند کرتا تھا کہ کاش مین اور میرے خاندان کے لوگ فروخت کر دئے جاتے، تو اس مصیبت سے جسمین ہم مبتلا ہین نجات پا جاتے، اور مسلمانون کے ملک مین پہنچ جاتے" تو اوس حالت پر غور کرو، جو ایسے جلیل القدر عظیم المنصب کے دل مین یہ خواہش پیدا کرتی ہی، حالانکہ وہ بکثرت اہل و عیال اور لڑکے اور لڑکیون سے گرانبار ہے، ہم نے اون کے لئے اور اس جزیرہ کے تمام مسلمانون کے لئے اس مصیبت سے نجات پانے کے لئے خدا سے دعا کی اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ جب کبھی خدا کے سامنے کھڑا ہو، اون کے لئے دعا کرے، ہم اون سے ایسی حالت مین جدا ہوے کہ خود روتے تھے، اور لوگون کو رولاتے تھے، اور اونھون نے اپنے احسانات کے شرف اپنے عادات کی خصوصیات عام خیرات اور حسن سیرت سے ہم کو اپنا گرویدہ کر لیا، ہم نے شہر مین اون کے، اون کے بھائیون اور اون کے خاندان کے ایسے گھر دیکھے جو شاندار معلوم ہوتے تھے، غرض یہ بڑے شاندار لوگ ہین، بالخصوص اون مین یہ شخص بڑے درجہ کا ہے، جب تک وہ یہان رہے، محتاج حاجیون اور فقیرون کے ساتھ ایسے سلوک کئے جن سے اونکی حالت بہتر ہوگئی اور اون کے کرایے اور زاد راہ کا سامان ہوگیا، خدا اونکو اس کا اجر دے،

اس جزیرہ کے باشندون کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے، کہ ایک آدمی اگر اپنے لڑکے یا بیوی پر غصہ کرتا ہے یا مان اپنی لڑکی پر غصہ کرتی ہے تو یہ سب اوس کے عار سے گرجا مین جا کر عیسائی ہو جاتے ہین، اور اب بیٹا باپ کے ہاتھ سے اور لڑکی مان کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے، تو اب خیال کرو کہ اون لوگون کا حال کیا ہوگا جو اپنے اہل و عیال اور لڑکون کے متعلق اس مصیبت مین مبتلا ہین اور اپنی عمر اسی طرح کاٹتے ہین کہ اس آزمائش مین مبتلا نہ ہو جائین اس لئے وہ اس حالت کے خوف سے ہمیشہ اپنے اہل و عیال اور اولاد کی خاطر مدارات مین مصروف رہتے ہین اور عاقبت اندیش لوگون کو یہ خوف ہی، کہ جزیرہ اقریطش کے مسلمانون پر گذشتہ زمانے مین جو مصیبت نازل ہوئی وہ ان سب پر نازل نہ ہو جائے، کیونکہ اس جزیرہ کے تمام لوگون کو اس ظالمانہ حکومت نے رفتہ رفتہ عیسائی بننے پر مجبور کر دیا، خدا کو جسکی نجات منظور تھی وہ تو بھاگ گئے، اور کافرون پر خدا کا

عذاب نازل ہوگیا، چونکہ وہ جمود ی حیس کا ذکر اوپر گذرا عیسائیون کے دلون مین وقعت رکھتا ہی، اس لئے اون کا خیال ہے کہ اگر وہ عیسائی ہوجاتا، تو جزیرہ مین کوئی مسلمان باقی نہ رہتا، بلکہ اوسکی پیروی کرتا، خدا اون کو محفوظ رکھکر اون سب کو اپنے فضل و کرم سے محفوظ رکھے،

ہم نے اونکی سب سے عجیب دردانگیز حالت یہ دیکھی کہ اوس شہر کے اعیان مین سے ایک شخص نے اپنے بیٹے کو ہمارے حاجی رفقا مین سے ایک کے پاس بھیجا کہ وہ اون کی ایک باکرہ قریب البلوغ لڑکی سے نکاح کرنا منظور کرلین لیکن اگر وہ خود نکاح کرنا پسند نہ کرین تو اپنے شہر مین جس سے پسند کرین نکاح کردین لیکن اوسکو اپنے ساتھ لیجائین، وہ اپنے باپ اور بھائیون کے چھوڑنے پر راضی ہی تاکہ اوس آزمایش سے نجات پای، اور مسلمانون کے شہر مین پہنچ جائے، باپ اور بھائی بھی اس پر خوش ہین تاکہ جب یہ بندش ڈھیلی ہو تو شاید وہ بھی مسلمانون کے شہر مین پہنچ جائین، یہ شخص اس پر راضی ہوگیا، اور ہم نے اس موقع کے ملنے پر جس سے دین و دنیا کی بھلائی حاصل ہوسکتی ہے، اوسکی مدد کی، اور ہم کو اس حالت پر سخت تعجب ہوا، جو انسان کو ایسی عزیز چیز کی قربانی پر مجبور کردیتی ہی، اور اوسکو ایسے شخص کے سپرد کردیتا ہے، جو اوسکو پردیس مین لیجائے، اور اس پر صبر کرتا ہے اور اوسکے شوق کا مقابلہ کرتا ہے، اسی طرح ہم کو اس لڑکی پر تعجب ہوا کہ اپنے اعزہ کی جدائی صرف اسلام کے خاطر گوارا کرتی ہے، چنانچہ باپ نے جب اوس سے اپنے ارادہ کے متعلق مشورہ کیا، تو اوس نے کہا کہ اگر آپ مجھے روک لین گے تو آپ سے اوس کا مواخذہ کیا جائیگا، یہ لڑکی مان کے پاس تھی، اور اوسکے چھوٹے بھائی اور بہن تھے،......[1]

ولیم ثانی کی وفات اور اوسکے اثرات مسلمانون پر

صقلیہ سے ابن جبیر کی واپسی کے چند سال بعد ولیم ثانی نے نومبر ۱۱۸۹ء ۵۸۵ھ مین وفات پائی، ولیم کی وفات سے مسلمانون کا ایک ظاہری سرپرست بھی بظاہر جاتا رہا، اور اوسکی وفات کے بعد مسلمانان صقلیہ کے حالات مین ایک اور انقلاب ہوا، جس کا تذکرہ سلسلہ بیان کے ساتھ بعد مین آئیگا،

---

[1] رحلۃ ابن جبیر از صفحہ ۳۳۲ تا ۳۴۳،

"ٹانکرڈ اور ولیم ثالث نارمن فرمانروایان صقلیہ" (۲۰۷)

سنہ ۵۸۶ھ ۱۱۹۰ع - سنہ ۵۹۱ھ ۱۱۹۴ع

ولیم ثانی کی وفات کے بعد ٹانکرڈ (TANKERD) صقلیہ کے تخت کا مالک بنا، اور جنوری سنہ ۵۸۶ھ ۱۱۹۰ع مین اوسکی تاجپوشی ہوئی، ٹانکرڈ راجر دوم کے لڑکے راجر کا غیر ثابت النسب لڑکا تھا اس لئے اوسکے تاج و تخت پر حریفون کی نگاہ اوٹھی، اور شہنشاہ ہنری ششم سے اوسکی جنگ چھڑ گئی لیکن خود اوس کی زندگی نے وفا نہ کی، اور فروری سنہ ۵۹۱ھ ۱۱۹۴ع مین اوس کا انتقال ہوگیا، اور اوسکی جانشینی مین اختلاف پیدا ہونے کے بعد اوس کا چھوٹا لڑکا ولیم ثالث کے نام سے تخت حکومت پر بیٹھا،

نارمن حکومت کا خاتمہ

ولیم ثالث کو بھی امن سے فرمانروائی کا موقع نہین ملا، اوس کے باپ کے حریف شہنشاہ ہنری ششم نے اس کے خلاف پیشقدمی کی، ہنری ششم ہونسٹفن (HOHENSTAUFEN) کے خاندان کا تھا، اور نارمن فرمانروا راجر اول کا داماد تھا، اوسکی سب سے چھوٹی لڑکی کانسٹنزا اوس کے ساتھ بیاہی تھی، اور ہنری اسی بنیاد پر صقلیہ کے تاج و تخت کا دعویدار بنا،

چنانچہ وہ سنہ ۵۹۱ھ ۱۱۹۴ع مین اٹلی مین داخل ہوا، اور نارمنون کے مقبوضات ایطالیہ و صقلیہ کا باسانی مالک بن بیٹھا ولیم ثالث نے اپنا تاج اوس کے سپرد کردیا، اوس کے باوجود ہنری نے صقلیہ کے فوجی افسرون اور ولیم کے خلاف ایک فرضی سازش کا الزام قائم کرکے چند اہم فوجی افسرون کو قتل کرایا، اور معزول ولیم ثالث کی آنکھین نکلوالین، اور اسی پر صقلیہ سے نارمن حکومت کا خاتمہ ہوگیا، اگرچہ پھر ننہالی حیثیت سے صقلیہ کے تخت سے نارمن خاندان کا انتساب قایم رہا،

نارمن عہدِ حکومت اور عیسائیوں پر مصائب

نارمن عہدِ حکومت میں نارمن فرمانرواؤں نے اسلامی تہذیب و تمدن کو جس ہمہ گیری سے قبول کیا، اور اوس کے اثرات سے مسلمانوں کو جو عروج رہا، اوسکی روداد بھی گذر چکی ہے، اور اسی لئے یورپین مورخین عیسائیوں اور عیسائیت کے لئے اس عہد کو پُر مصائب سمجھتے ہیں اور نارمن فرمانرواؤں پر "مسلم فرمانروا" اور "اسلامی عہدِ حکومت" کے الفاظ میں طعنہ زنی کرتے ہیں، اور اوسکو عربی فتوحات کی نمایاں کامیابی سمجھتے ہیں ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ میں ہے:-

"عربی فتوحات سے صقلیہ کے طرزِ معاشرت پر نہایت گہرا اثر پڑا، چنانچہ (یہ نارمن فرمانروا) ایشیائی طرزِ معاشرت کے حامل تھے، اور "استبداد" "شوکت و شان اور حرمِ سلطانی کا اس عہد میں رواج ہوا، اور عیسائی قوم کو خواجہ سراؤں کے مظالم اور تحقیر آمیز سلوک کا نشانہ بننا پڑا، جو یا تو صاف صاف اپنے کو مسلمان کہتے تھے، یا درپردہ اسلام کے معتقد تھے۔"

نارمن عہد میں اسلامی آبادی میں کمی،

تاہم جیسا کہ بہ تفصیل گذر چکا ہے، نارمن فرمانرواؤں اور کلیسا کے تعلقات کی بنا پر مذہب اسلام کے ساتھ نارمن حکومت کا سلوک نہایت معاندانہ رہا، اور حکومت کی اس اسلام دشمنی کی روش سے صقلیہ کے مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز کمی ہوتی گئی، کیونکہ نارمن حکومت کے قانون کے روسے اس کے روزِ اول سے صقلیہ میں مذہب اسلام میں داخلہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا تھا، پھر مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت یہاں کے حالات سے تنگ آکر ہجرت کر چکی تھی، مسلمان جاہ پرستوں کی ایک جماعت علحدہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو گئی، اگرچہ وہ لوگ درپردہ مسلمان رہے، تاہم اون کی ظاہری روش کے اثر سے ان کی نسلوں اور اون کے عزیز و اقارب میں اسلام کی محبت اور عقیدت کم ہوتی گئی، اور وہ لوگ رفتہ رفتہ عیسائیت قبول کرتے گئے، اور اون کی تقلید عام مسلمانوں نے بھی مصلحۃً اختیار کی، اسی طرح ایسی مسلمان لڑکیاں جو بجبر عیسائی بنائی گئیں، اون کی تعداد بھی مسلمانوں سے کٹ گئی، اگرچہ وہ خود مسلمان رہیں، اور اون کے اثر سے عیسائی عورتیں مسلمان ہوئیں، تاہم اونکا شمار مسلمانوں کی صف میں باقی نہیں رہا، اور پھر

پادریون کی کوششون سے انھین بھی مجبور کیا گیا، کہ اپنے اسلامی اثرات کو خیرباد کہہ دین،

الغرض انھی صورتون سے نارمن عہد ہی مین صقلیہ مین اجتماعی حیثیت سے مسلمانانِ صقلیہ کی تعداد مین نمایان کمی ہو گئی،

ہنری ششم و فریڈریک دوم جرمن فرمانروایانِ صقلیہ (۹۸)

۵۹۱ھ ۱۱۹۴ء - ۶۴۸ھ ۱۲۵۰ء

ہنری ششم (۵۶۱ھ ۱۱۶۵ء - ۵۹۴ھ ۱۱۹۷ء) شہنشاہ جرمنی فریڈریک اول کا لڑکا تھا، ۵۶۵ھ ۱۱۶۹ء مین رومن بادشاہ کی حیثیت سے اوس کو تاج پہنایا گیا، ۲۷ جنوری ۵۸۲ھ ۱۱۸۶ء کو راجر اول کی لڑکی سے اوسکی شادی ہوئی، اور اوسی سے اس عہد مین سسلی اور جرمنی کے تعلقات کی ابتدا ہوئی، ۱۴ اپریل ۵۸۷ھ ۱۱۹۱ء کو ہنری نے شہنشاہی کا تاج پہنا، ولیم ثانی کے انتقال کے بعد ٹانکرڈ کے مقابلہ مین سسلی کے تخت کا دعوی کیا، اور ایک جنگ آزمائی ہوئی، اور اوس کی وفات کے بعد ولیم ثالث کو معزول کر کے دسمبر ۵۹۱ھ ۱۱۹۴ء مین بلرم مین صقلیہ کی شاہی کا تاج پہنا جس کے بعد صقلیہ کی قسمت جرمنی سے وابستہ ہو گئی، اور پھر یہان چند ماہ کے قیام کے بعد اپنی بیوی کو یہان اپنا قائم مقام بنا کر جرمنی روانہ ہو گیا،[۱]

بلرم کے عیسائیون اور مسلمانون مین خونریز جنگ

جزیرہ مین مسلمانون کی سیاسی و تمدنی اہمیت کو جیسا کہ اشارہ کیا جا چکا ہے ولیم ثانی کے انتقال سے سخت نقصان پہنچا کہ مسلمانون کا ایک ایسا سرپرست جاتا رہا، جو اسلامی تہذیب و تمدن سے دلبستگی رکھتا تھا، اور مسلمان اہلِ علم و اربابِ فکر کو اپنے گرد جمع رکھتا تھا، اس لئے اوسکی وفات سے مسلمانون کی پشت پناہ طاقت اوٹھ گئی، اور اب وہ جزیرہ مین یونہی

---

[۱] مسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ ص ۱۸ (دی نارمنس) انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۲۸ ص ۶۸ (ولیم) و ج ۱۹ ص ۱۸۲، ۱۸۳ و ہنیلیز کنگڈم، و ج ۵ ص ۳۴۲ (سسلی) و ج ۲۶ ص ۳۹۵ (ٹانکرڈ) و ج ۱۳ ص ۲۸۷ (ہنری ششم) طبع یازدہم،

اور عیسائیون کے رحم وکرم پر باقی رہ گئے، اور چونکہ یہ پورا عہد جنگہائے صلیبی مین گذرا ہے اس لئے اس زمانہ مین اسلام اور مسلمانون کے خلاف عیسائیون مین جو عام پروپگینڈا کیا جاتا تھا، اور اس سے عیسائیون کے دلون مین مسلمانون کے خلاف بغض وعداوت کی جو آگ سلگ رہی تھی، اوس سے جزیرہ کے عیسائی مستثنیٰ نہین تھے، صرف ولیم ثانی کی شخصیت تھی جو اس آگ کے شرارون سے مسلمانون کو بچائے ہوئے تھی، اسلئے اوس کے اوٹھتے ہی اس جزیرہ مین بھی وہ شرارے بھڑک اوٹھے،

چنانچہ ولیم ثانی کی وفات کے بعد جب خانہ جنگیون سے فرصت ملی، اور ہنری ششم قبضہ کی تکمیل کے بعد جرمنی واپس چلا گیا تو پاپائے اعظم اور مقدس راہبون نے صقلیہ کے عیسائیون کو مسلمانانِ صقلیہ کے خلاف سخت برانگیختہ کیا، اور صقلیہ کے عیسائی مسلمانون پر مظالم برپا کرنے لگے، جب یہ مظالم مسلمانون پر اجتماعی حیثیت سے توڑے گئے تو اونھین بھی احساس پیدا ہوا اور مرنے مارنے پر تیار ہوگئے، اور عیسائیون کے حملون کے انتقام مین وہ بھی شمشیر بکف میدان مین نکل آئے، اور ایک خونریز جنگ کا سلسلہ چھڑ گیا، جو بلرم مین پیش آئی، لیکن مسلمانون کا اجتماعی شیرازہ بکھر چکا تھا، اس جنگ مین اونھین سخت نقصانات اوٹھانے پڑے، اور کئی ہزار مسلمان شہید ہوگئے،

حکومت کی مسلمانون سے بے اعتنائی اور مسلمانون کا ایک نیا اقدام،

اس جنگ کا آغاز اگرچہ صقلیہ کی رعایا کے دو طبقون عیسائیون اور مسلمانون مین ہوا تھا، ابتداءً حکومت کا کوئی تعلق اس سے پیدا نہین ہوا تھا، لیکن اس موقع پر حکومت نے باوجودیکہ صقلیہ کے عیسائی حکومت کے بھی مخالف تھے، عیسائیون کا ساتھ دیا، اور اوس نے بھی مسلمانون پر مظالم برپا کرنا شروع کئے، اس لئے اب مسلمانون کو دوسری راہ عمل سوچنی پڑی، کہ اب اُن مین ایسی صلاحیت باقی نہین رہ گئی تھی، کہ وہ شہرون مین قیام کرکے حکومت کی فوجون اور عیسائی رعایا دونون کا مقابلہ کرتے، اس لئے اونھون نے نئے سرے سے اپنی شیرازہ بندی کی اور تنگ آمد بجنگ آمد کے اصول پر اپنے گھربار، عیش وآرام اور دولت وثروت کو چھوڑکر

اپنی اپنی آبادیون اور اپنے اپنے گھرون سے نکل پڑنے کا فیصلہ کیا، اس عہد کا ایک لسان عیسائی مؤرخ فالکینڈس (FALCANDUS) مسلمانون کی اس ابتر حالت اور حکومت کی طرف سے اون کے ساتھ بے اعتنائی کئے جانے کا ایک اجمالی نقشہ مسلی کے متعلق ان الفاظ مین کھینچتا ہے:-

"کٹانیا پھر زلزلے سے تباہ ہوگیا، سیراکیوز کی قدیم عظمتین افلاس اور ویرانی سے برباد ہو رہی ہین لیکن پلرمو کے سر پر آج بھی ایک تاج موجود ہے، اور اس مین عیسائی اور مسلمانون کی ایک کثیر آبادی اب بھی موجود ہے،

اگر یہ دونون قومین اپنی مشترکہ حفاظت کے لئے ایک فرمانروا کے زیر فرمان متحد ہو جائین، تو یہ وحشی اقوام پر فتحیاب ہو سکتی ہین لیکن اگر مسلمان مظالم سے تنگ آکر کنارہ کشی اختیار کرلین، اور بغاوت پر آمادہ ہو جائین، اور اگر وہ کوہستانی قلعون اور ساحل پر قبضہ کرلین تو پھر عیسائی دوہری زد مین آجائین گے اور مجبوراً اون کو غلام بن کر رہنا پڑیگا"

چنانچہ اسی ہولناک جنگ کے بعد انھی حالات سے مجبور ہوکر وہ صقلیہ کے شہرون خصوصاً بلرم سے روپوش ہوکر نکل پڑے، اور صقلیہ کے سنسان جنگلون مین گھس کر پہاڑیون پر چڑھ گئے، اور اپنے کو تباہ و برباد کرکے پہاڑی قلعون اور جنگلون مین پناہ گزین ہوگئے، انسائیکلو پیڈیا بریطانیکا مین ہے:-

"خوش قسمت ولیم کی وفات کے بعد ہی تمام عرب خصوصاً پلرمو کے عربون کو ملک کو خیرباد کہہ دینا پڑا اور اُنھین پہاڑون مین پناہ لینی پڑی... اب صقلیہ مین مختلف اقوام کے لوگ (شہر کی آبادیون) مین آباد نہ تھے"

صقلیہ کے عیسائیون نے مدت کے سوئے ہوئے شیرون کو جگا دیا تھا، ان کی گرج سے ایک مرتبہ پھر سارا صقلیہ دہل اوٹھا، اونھون نے اسلام کی فوجی ترتیب و معاشرتی تنظیم کے اصول پر اپنی جماعت کو منظم کیا، اپنے مین سے ایک کو امام اور سب کو مجاہدین کا لقب دیا، امام کی ایک دعوت جہاد پر مجاہدین جنگلون اور

پہاڑی قلعون سے نکل بیابانون مین آتے، اور وہان سے آکر شہر کی عیسائی آبادیون پر ٹوٹ پڑتے، شہر کے عیسائیون اور حکومت کی فوجون پر جارحانہ حملے کرتے، لڑتے اور لوٹتے مارتے، اور لڑ بھڑ کر پھر جنگلون مین گھس جاتے یہانتک کہ چند ہی سال مین صقلیہ کا امن و امان برباد ہو گیا، اور سارے جزیرہ پر حاوی کسی منظم حکومت کے قیام کا تخیل، عیسائیون کو خواب و خیال نظر آنے لگا، اور عیسائیون اور مسلمانون کی اسی کشمکش مین کامل تیس برس گذر گئے، اور ان مٹھی بھر مجاہدین کو صقلیہ کی پوری عیسائی طاقت کسی طرح زیر نہ کر سکی، اور ایک وسیع کوہستانی علاقہ اون کے قبضہ و تصرف مین رہ گیا، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین ہے:-

"(بلرم کی جنگ کے بعد) جو لوگ قتل ہونے سے باقی رہ گئے، وہ پہاڑی قلعون مین چلے گئے، اور تیس سال سے زیادہ عرصہ تک جزیرہ صقلیہ کو امن و امان سے محروم کر دیا"[1]

ہنری کی وفات | اس اثنار مین ہنری ششم ۱۱۹۷ء ۵۹۴ھ مین انتقال کر گیا تھا، اور اوسکی نازمن بیوی نے اپنے نابالغ لڑکے فریڈریک دوم کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا، اور مجاہدین کی یہ معرکہ آرائیان ہنری ششم کے عہد سے شروع ہو کر فریڈریک کے تقریبًا نصف عہد حکومت تک جاری رہین،

فریڈریک کی تاجپوشی | فریڈریک ۲۶ر دسمبر ۱۱۹۴ء ۵۹۱ھ کو صقلیہ ہی مین پیدا ہوا، یہین اوس کی ابتدائی تعلیم و تربیت ہوئی، ۱۱۹۶ء ۵۹۲ھ کو جرمنی کا بادشاہ منتخب ہوا، اور اپنے باپ کی وفات پر ۱۷ر مئی ۱۱۹۸ء ۵۹۵ھ کو صقلیہ کے تخت پر بیٹھا، اوسکی مان اس کی مدار المہام بنی، اوس نے بھی نومبر ۱۱۹۸ء ۵۹۵ھ مین وفات پائی، اور پوپ انوسنٹ سوم (INNOCENT) اس کا اتالیق اور حکومت کا مدار المہام قرار پایا، اور ۱۲۰۸ء ۶۰۵ھ مین بالغ قرار دیا گیا، اور اوس کے آغاز حکومت کے ساتھ ہی اوسکو جرمنی کی سیاسی گتھیون کے سلجھانے مین لگ جانا پڑا، اس سلسلہ مین اوسکو پاپائے روما سے استمداد کی ضرورت بھی پیش آئی، اور اوس سے بہ تصریح وعدہ کیا کہ وہ شہنشاہیت کے حصول کے بعد اوس کے خاطرخواہ

---

[1] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا، ج ۲۹ ص ۱۸۲ (نیپلز) و ج ۲۵ ص ۲۲ (سسلی) ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ ص ۸۲،۸۲

مذہبی فرائض انجام دیگا، اور نیز سسلی پر پوپ کے اقتدار کو تسلیم کریگا، علاوہ ازین اسی قسم کے بعض شرائط پر اس کا پوپ سے دوبارہ اتحاد ہوا، ۶۰۹ھ ۱۲۱۲ء مین جرمنی کا دوبارہ بادشاہ تسلیم کیا گیا، اور بالآخر ۶۱۷ھ ۱۲۲۰ء کو شہنشاہ کی حیثیت سے روما مین اوسکی تاجپوشی ہوئی، اور اوس کے بعد اس نے تمام پادریون کو ٹیکس سے بری کردیا، اور اس امر کا وعدہ کیا کہ وہ تمام مبتدعین کو سخت سزائین دیگا، اور جنگ صلیبی کی قیادت ہاتھ مین لیگا،

فریڈریک اور اسلام

لیکن یہ عجیب دلچسپ اتفاق ہے، کہ فریڈریک کی طبیعت پر اوس کی نارمن مان اور اوس کے بعد کے ماحول سے اسلامی تہذیب و تمدن کے گہرے نقوش قائم ہوگئے، اور اوسکو اسلامی علوم و آداب اور عربی زبان سے یگگونہ مناسبت تھی، نہایت اچھی عربی بولتا اور لکھتا تھا، اور اسلامی علوم عقلیہ مین کامل دستگاہ رکھتا تھا، اس لئے باوجودیکہ وہ سیاسی مصالح کے لحاظ سے پاپائے روما سے دست مصالحت بڑھانے پر مجبور تھا، اور پھر اپنی ہوسِ ملک گیری سے جنگ صلیبی مین بھی شرکت کی، اور آیندہ چلکر اسی کے ہاتھون بیت المقدس مین اسلامی حکومت کو زوال آیا، تاہم اس کو طبعاً مذہب عیسوی اور اس عہد مین عیسائیون کی پھیلائی ہوئی تحریکون سے دلچسپی نہین تھی، بلکہ انھین بنیادون پر آیندہ چلکر اوس کو پاپائے روما کی بارگاہ سے زندیق کا خطاب تک عطا ہوگیا تھا،

اس لئے صقلیہ مین مجاہدین کے ساتھ جو صورت حال قائم ہوگئی تھی اور اس پر اس نے اب تک جو توجہ مبذول نہین کی، اوسکی وجہ کوئی مذہبی غلو نہ تھی، بلکہ اس مین اوسکے وہی مذکورہ بالا مشاغل مانع رہے، اس لئے جب اوسکی شاہنشاہیت کی آرزو بھی پوری ہوچکی، تو اوس نے از سر نو سسلی کے امن و امان کی جانب توجہ کی جسمین سب سے اہم مرحلہ انھی مجاہدین اسلام کا تھا،

فریڈریک اور مجاہدین مین مصالحت
مجاہدین کی واپسی آبادی مین

چنانچہ ۶۱۷ھ ۱۲۲۰ء سے ۶۲۲ھ ۱۲۲۵ء تک وہ انھی کوششون مین مصروف رہا، اور اسی سلسلہ ۶۲۲ھ ۱۲۲۵ء مین ان مجاہدین سے مصالحت ہوگئی، جس کے رو سے وہ جنگلون اور پہاڑی قلعون کی خانہ بدوش زندگی ترک کرکے آبادیون مین داخل ہوئے، اور صقلیہ کا ایک محدود رقبہ اون کی

آبادی کے لئے حکومت کی جانب سے دیدیا گیا،

نیز فریڈریک دوم نے ان مین کی ایک بڑی تعداد کو صقلیہ سے لیجا کر اسی سال ۱۲۲۳ء مین اٹلی کے ایک غیر آباد شہر لوسیرا (LUCERA) مین آباد کیا، لوسیرا مین آباد ہونے والے مجاہدین کی مجموعی تعداد ۲۰ ہزار تھی،

لوسیرا — لوسیرا اپولیا کا ایک شہر تھا، جو فوگیا (FOGGIA) سے ۱۲½ میل پر شمال و مغرب مین عہد قدیم سے ایک بلند پلیٹو پر آباد تھا، اور اوس کا ایک مشہور قدیم قلعہ بھی تھا، کانسٹنس دوم نے ۶۶۳ء مین اس شہر کو برباد کردیا تھا،

اوس وقت سے یہ شہر اوسی طرح غیر آباد پڑا تھا، اب ۱۲۲۳ء مین فریڈریک نے انھی مجاہدین سے اوسکو آباد کیا تھا! اور اوسکی حفاظت کیلئے ایک مضبوط و منیع قلعہ بھی تعمیر کرادیا تھا،

عرب جغرافیہ نویسون اور مورخین مین سے ابوالفدا اپنی تاریخ مین اوسکو "لوجارۃ" اور اپنے جغرافیہ مین ابن سعید کے حوالے سے "لوشیرہ" لکھتا ہے، جو اس کے اصل نام سے زیادہ قریب ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

وقال ابن سعید ولوشیرۃ من بلاد	ابن سعید کہتا ہے لوشیرہ امپرر (فریڈریک) کے
الانبرور لما استولی الانبرور علی صقلیہ	ممالک مین سے ہے، اور جب وہ صقلیہ پر قابض ہوا
نقل المسلمین من صقلیہ واسکنہم	تو وہان سے مسلمانون کو منتقل کرکے وہان لیگیا
فی لوشیرۃ المذکورۃ،	اور اسی مذکورہ شہر لوشیرہ مین آباد کیا،

انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے بقول لوسیرا اپنی جائے وقوع کے لحاظ سے اٹلی کی کنجی تھا، فریڈریک دوم اور پاپائے روما کے تعلقات بہت ہی کم خوشگوار رہتے تھے، اس لئے فریڈریک نے ان "دشمنان مسیحیت" کے ہاتھون مین مسیحیت کے مرکز اٹلی کی کنجی امانتہً رکھوادی کہ جب ضرورت ہو، اسی راستہ سے اٹلی کا دروازہ کھولا جائے،

مجاہدین فریڈرک کی فوج میں چنانچہ مجاہدین سے مصالحت ہوجانے اور اون کے لوسیرا میں آباد ہوجانے کے بعد انکی ایک بڑی تعداد فریڈریک دوم کی فوج میں شامل ہوگئی، اور انسائیکلوپیڈیا کے مقالہ نگار کے بقول یہی مجاہدین فریڈریک کے سب سے زیادہ معتبر سپاہی بن گئے[۵۱]

سلطان ابوزکریا اور فریڈریک میں عہدنامہ اور مسلمانانِ صقلیہ کا لوسیرا میں دوبارہ قیام لیکن اس کے باوجود انھیں صقلیہ کی آبادیوں میں شہری حقوق عطا نہیں کئے گئے، لیکن ان مسلمانانِ صقلیہ کی وقتی خوش بختی سے اس عہد میں دولتِ حفصیہ افریقیہ کے تخت پر ایک ایسی شخصیت نمایاں ہوئی جس نے اپنے صقلیہ کے ان فلک زدہ برادرانِ اسلام کی سرپرستی کرنے کو اپنا مذہبی فرض خیال کیا، وہ شخصیت سلطان ابوزکریا یحیٰی بن عبدالواحد حفصی کی ہی،

سلطان ابوزکریا یحیٰی (۶۲۵ھ ۱۲۲۷ء - ۶۴۷ھ ۱۲۴۹ء) نے ۶۲۶ھ ۱۲۲۸ء میں اپنے استقلال کا اعلان کیا، اور موحدین کا نام خطبہ میں موقوف کرکے اپنے نام کا اعلان کیا، چند ہی سال میں اس نے اپنے تمام مخالفین کو مغلوب کرکے اپنی پرشوکت حکومت قائم کرلی، ٹیونس، جزائر، تلمسان، سجلماسہ، سبتہ، طنجہ اور مکناسہ وغیرہ پر اقتدار حاصل کیا، اور موحدین کے سابق دارالسلطنت مراکش میں اس کا خطبہ پڑھا گیا، اور پھر اندلس کے بعض حصوں میں بھی اس کا خطبہ جاری ہوا، اس طرح اوس زمانہ میں افریقیہ میں سب سے پرشوکت وطاقتور حکومت قائم کرلی، اور اوسکے تمام معاصر فرمانرواؤں کو اس کا اقتدار تسلیم کرنا پڑا، اور اس سے دستِ مصالحت بڑھانا پڑا، اسی سلسلہ میں شہنشاہ فریڈریک دوم شاہِ صقلیہ سے بھی اس کے دوستانہ مراسم پیدا ہوئے اور بعض معاہدے ان دونوں کے درمیان دس سال کیلئے طے پائے،

انھی دوستانہ علائق وگفت وشنید میں ان دونوں کے درمیان فلک زدہ مسلمانانِ صقلیہ بھی

---

[۵۱] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۱۱ ص ۴۶ تا ص ۴۹، (فریڈریک دوم) و ج ۲۹ ص ۴۷ (نیپلز) و ج ۲۵ ص ۳۴ (سسلی) و ج ۷ ص ۹۶ (لوسیرا) و تاریخ ابوالفداء ج ۴ ص ۳۹ و تقویم البلدان ابوالفداء ص ۲۲، صقلیہ کے اس محدود رقبہ کا تذکرہ جہاں مجاہدین واپس لاکر آباد کئے گئے تھے مورخین یا جغرافیہ نویسوں میں سے بھی کسی نے لیا ہے، اور جہانتک یاد آتا ہے وہ شہر علقمہ تھا، لیکن اس کا حوالہ اس وقت ذہن سے فراموش ہوگیا ہے،

زیر بحث آگئے، اور سلطان ابوزکریا کی تحریک سے فرڈریک دوم نے ان مسلمانانِ صقلیہ پر سے وہ پابندیاں ہٹالیں جن کے روسے وہ صقلیہ کے ایک محدود رقبہ میں اقامت پذیر رہنے پر مجبور تھے اور اس کے بجای اپنے پایۂ تخت بلرم اور اوس کے بیرونی حصے میں بھی اقامت کرنے کی اجازت دی گئی، اور یہاں کے شہری حقوق میں یہ مسلمانانِ صقلیہ اور بلرم کے عیسائی باشندے مساوی حقوق کے حقدار قرار پائے اور ان دونوں قوموں میں کوئی تفریق باقی نہیں رہی،

چنانچہ مسلمانانِ صقلیہ اسی معاہدہ کے روسے صقلیہ میں پھر نئے سرے سے ایک باعزت زندگی بسر کرنے لگے اور اپنے کاروبار اور حصولِ معیشت میں مصروف ہوگئے[۱]

سلطان ابوزکریا کی وفات اور صقلیہ کے مسلمانوں کا دورِ ابتلا

لیکن مسلمانانِ صقلیہ کے لئے یہ امن وسکون اور اون کی شہری زندگی محض چند سال ثابت ہوئی، اور اون کی سیہ بختی انسانی تدبیروں پر پھر غالب آگئی، مسلمانانِ صقلیہ کا آخری غمخوار سلطان ابوزکریا نے ماہ جمادی الاخری ۶۴۷ھ/۱۲۴۹ء میں وفات پائی، فرڈریک نے پاپائے روما اور عام عیسائیوں کی مرضی کے خلاف محض اسی سلطان کی قوت وشوکت سے مرعوب ہوکر مسلمانانِ صقلیہ کو مراعات دی تھیں، اس لئے اوس کی آنکھیں بند ہوتے ہی فرڈریک کی نگاہیں بھی بدل گئیں، بلرم کے عیسائیوں نے اپنے پہلو کے خار کو نکال کر پھینک دینا چاہا، اور سلطان کی خبرِ وفات جیسے ہی صقلیہ پہنچی بلرم کے عیسائی مسلمانوں پر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے، اور بدبخت مسلمانوں کے قتل عام کا پھر ایک بازار گرم ہوگیا،

مجاہدین کی پناہ گزینی پہاڑی قلعوں میں

مسلمانوں نے پھر اپنی پہاڑیوں اور جنگلوں کی راہ لی، پھر اپنی ملی تنظیم کی، اور قبیلۂ بنوعبس میں سے ایک کو اپنا امام بنایا، فرڈریک کی فوجیں تعاقب میں پہنچیں اور مجاہدین اور شاہی فوج میں معرکہ آرائی شروع ہوگئی،

[۱] کتاب المونس صفحہ ۱۲۵، ۱۲۷ تاریخ الدولتین الموحدیۃ والحفصیۃ زرکشی صفحہ ۱۴۹، ابن خلدون ج ۶ صفحہ ۲۸۰ وتاریخ دول الاسلام ج ۲ صفحہ ۲۰۱

مجاہدین اور شاہی طاقت میں جنگ اور مجاہدین کی شکست

اس مرتبہ فریڈریک اپنے تمام سیاسی علائق سے آزاد تھا، اپنی ساری شہنشاہی طاقت ان ناتوان مجاہدین کے سامنے لاکر کھڑی کردی شدت سے انکا محاصرہ کیا گیا، اور بالآخر مجاہدین سپر ڈالنے پر مجبور ہو گئے،

مسلمانان صقلیہ کی صقلیہ سے جلاوطنی اور اٹلی میں ایک جدید اسلامی آبادی

اس مرتبہ فریڈریک نے ان مسلمانوں سے صقلیہ کے وجود کو پاک کرالینا چاہا اور ان بدبختوں کے لئے سرزمین صقلیہ سے جلاوطنی کا حکم نافذ کیا، اور انھیں یہاں سے نکال کر دوسرے شہر نوسیرا میں لیجاکر آباد کیا،

مالٹا سے مسلمانوں کی جلاوطنی

صقلیہ سے مسلمانوں کو جلاوطن کرنیکے بعد وہ جزیرہ مالٹا کی طرف بڑھا، یہاں بھی بدبخت مسلمانوں کی ایک آبادی ابھی تک موجود تھی، مالٹا کو بھی ان سے خالی کرایا، اور یہاں سے اُنھیں جلاوطن کرکے نوسیرا میں لیجاکر آباد کیا،

صقلیہ و جزائر صقلیہ سے کلمہ اسلام کا خاتمہ

اس طرح سرزمین صقلیہ مع اپنی وسعت اطلاق کے کلمہ اسلام سے خالی ہو گئی ابن خلدون ان واقعات کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:-

جب امیر ابوزکریا کے مرنے کی خبر صقلیہ پہنچی، اور وہاں مسلمان شہر بلرم میں مقیم تھے، اور سلطان نے صاحب جزیرہ صقلیہ سے مسلمانوں کے لئے یہ معاہدہ کرادیا تھا کہ شہر اور بیرون شہر میں سب کے سب شریک ہوکر رہیں گے، چنانچہ وہ اس طرح آباد ہو گئے تھے لیکن جب سلطان کے وفات پانے کی خبر وہاں پہنچی تو عیسائی ان پر مظالم کرنے کیلئے ٹوٹ پڑے، اور وہ پھر قلعوں اور پتھریلی زمینوں میں پناہ گزین ہو گئے، اور اپنے اوپر بنو عبس کے ایک پرجوش شخص کو سردار مقرر کیا، اور صقلیہ کے جابر بادشاہ نے اون کے کوہستانی قلعوں میں اُن کا محاصرہ کیا، اور اون کو گھیر کر قلعہ سے نیچے اتار دیا، اور اون کو سمندر کے پار کردیا، اور اون کو لوجارہ میں لیجاکر آباد کر دیا، اور پھر جزیرہ مالٹا کی طرف بڑھا اور جو مسلمان وہاں تھے اون کو جلاوطن کردیا، اور اون کے بھائیوں کے ساتھ لیجاکر انھیں

آباد کر دیا، اور صقلیہ اور جزیرون پر قابض ہو گیا، اور کلمۂ کفر کو رائج کر کے کلمۂ اسلام کو مٹا دیا،

مسلمانانِ نوسیرا کی تعداد نوسیرا مین ان جلاوطن مسلمانون کی مجموعی تعداد صرف ساٹھ ہزار تھی، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین ہے:-

"فرڈریک دوم کی پالیسی سے ساٹھ ہزار عرب اپولیا کے شہر نوسیرا مین منتقل کر دئے گئے"[۱]

نوسیرا نوسیرا کمپانیا (اٹلی) کے صوبہ سلرنو کا ایک شہر ہے، جو کوہ البیو کے قریب نیپلز سے ۲۰ میل پر واقع ہے، اور اٹلی کے نقشہ مین آج بھی نظر آتا ہے، طول البلد ۱۵ درجہ اور عرض البلد ۴۱ درجہ ہے، یہی شہر مسلمانانِ صقلیہ کی سب سے آخری خوابگاہ ہے،

اس شہر کی اصل شہرت مسلمانون کی آبادی کے قیام کے بعد ہوتی ہے، اور انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کے خیال کے مطابق غالباً اسی لئے اس شہر کا نام نوسیرا ڈی پگانی (NOCERA DIE PAGANI یعنی کافرون کا نوسیرا) قرار پایا، اور اس کا یہی قدیم نام یورپ مین مشہور ہے، عرب مورخین مین سے ابن خلدون اس شہر کو لوجارۃ (بالیجم) لکھتا ہے،

پیگانی مسلمان اسی شہر مین آباد کئے گئے تھے، پھر یہان سے پھیل کر اس شہر کے جانب مغرب ایک میل پر آباد ہو گئے، یہ خالص اسلامی آبادی تھی، عیسائیون کے درمیان اس جدید آبادی کا لقب "پیگانی" یعنی کفار کی آبادی پڑ گیا،[۲]

نوسیرا مین اسلامی آبادی کے قیام کا مقصد فرڈریک دوم نے ان "کفار" کو دین مسیحی کے مرکزی مقام مین لیجا کر کیون آباد کیا یہ کچھ زیادہ تشریح طلب نہین، فرڈریک کو پاپائے روما اور مذہب عیسوی سے جو بدعقیدگی تھی، اوسی کا یہ ادنیٰ

---

[۱] ابن خلدون ج ۶ صفحہ ۲۸۰ و المکتبہ العربیہ صفحہ ۴۹۱ و تقویم البلدان ابوالفدا صفحہ ۲۳۲، ابن خلدون کے مطبوعہ نسخہ مین "بنو حفص" کے بجائے "بنی عباس" ہے، جو صحیح نہین معلوم ہوتا، اور بعض مورخین نے سلطان ابوزکریا کی وفات ۶۴۶ھ مین لکھی ہے، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ صفحہ ۵۲، و انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۱۱ صفحہ ۱۴۷ (فرڈریک دوم) و ج ۲۵ صفحہ ۲۴ (سسلی)

[۲] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا، ج ۱۹ صفحہ ۷۳۰ (نوسیرا انفیریورو)

کرشمہ تھا، وہ مجاہدینِ اسلام کی فوجی قوتون سے آگاہ تھا، پاپاے روما سے ہمہ وقت اوسے برسرپیکار ہونے کی ضرورت پیش آتی تھی، اس لئے پاپائے روما اور سلطنتِ کلیسا کا مقابلہ کرنے کیلئے ان "کفار" سے زیادہ بہتر سپاہ کہان مل سکتی، اس لئے فریڈریک نے صقلیہ سے ان کو جلاوطن کرکے ایک طرف سسلی کے عیسائیون کے جذبات کا پاس کیا، اور دوسری طرف اٹلی مین انھین آباد کرکے پاپائے روما کے سرپر دشمن کی ایک مسلح فوج مستقل طور پر کھڑی کردی، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین فریڈریک کا سوانح نگار لکھتا ہے:-

"اور باغی مسلمانون کو زیر کیا، بعد مین ان مسلمانون مین سے اکثر نے جو یورپ بھیج دئے گئے تھے اور نوسیرا مین مقیم ہوئے تھے، اسکے لئے بیش قیمت فوجی خدمات انجام دین"

اور ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین ہے:-

"اور شہنشاہ اور اوسکے لڑکے مینفریڈ نے دشمنانِ مسیح (مسلمانانِ نوسیرا) سے رومن چرچ کے خلاف اپنی جنگون مین (فوجی) خدمات لیکر تقویت حاصل کی اور "ذلت" اوٹھائی"

فریڈریک دوم کی وفات

فریڈریک دوم نے ۱۳ دسمبر ۱۲۵۰ء ۶۴۸ھ کو وفات پائی، اور اپنے وصیت نامہ کے رو سے سسلی مین اپنے بجائے اپنے لڑکے کانرڈ (CON YAD) کو بادشاہ اور اپنے دوسرے لڑکے مینفریڈ (MANFYED) کو مدار المہام قرار دیا، [۱]

کانرڈ چہارم کانریڈین اور مینفریڈ جرمن فرمانروایانِ صقلیہ و ایطالیہ (۱۲۱۱۱۰)

۱۲۵۰ء ۶۴۸ھ - ۱۲۶۶ء ۶۶۵ھ

کانرڈ چہارم (CONRAD VI) (۱۲۲۸ء ۶۲۶ھ - ۱۲۵۴ء ۶۵۲ھ) شہنشاہ فریڈریک دوم کی زندگی ہی مین جرمن اور رومن بادشاہ بن چکا تھا، فریڈریک نے اپنے وصیت نامہ مین اوسکو جرمنی اور سسلی کا بادشاہ

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا ج ۱۱ صفحہ ۴۷۵ (فریڈریک دوم) و ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ صفحہ ۵۰ (دی نارمنس)

بنایا، اور فریڈریک کی وفات کے بعد مسلمانان لوسیرا و نوسیرا کی قسمتوں کا مالک بنا، اوسکی فرمانروائی چند روزہ ثابت ہوئی، اور بجز اسکے کہ اٹلی مین اوس نے ایک جنگ کی اور بہ قرین غالب مسلمانان لوسیرا و نوسیرا سے فوجی خدمات حاصل کئے، اوسکی زندگی مین اور کوئی امر قابلِ ذکر نہین، اوس نے ۱۲۵۴ء مین وفات پائی، اور اوسکے دو سالہ بچہ کانریڈین (CONRADIN) (۱۲۵۲ء تا ۱۲۶۸ء) کی تاجپوشی ہوئی، اور اوس کے سوتیلے چچا منیفریڈ (MANFRAD) نے اپنے کو مدار المہام قرار دیا، لیکن سسلی پر پاپائے روما کو کامل اقتدار تھا، پوپ کی جماعت نے اوسکی مدار المہامی کو بے اثر، غیر مستقل اور کمزور بنا دیا، بالآخر ایک آویزش کے بعد ۱۲۵۴ء مین صلح ہوئی، لیکن یہ صلح بھی پائدار ثابت نہین ہوئی، اور منیفریڈ پاپائے روما کی جماعت سے مشکوک ہو کر مسلمانان لوسیرا کے دامن مین پناہ گزین ہو گیا، اور انہی مسلمانون کی طاقت سے پاپائے روما سے ایک سخت معرکہ آرائی کی اور پوپ کو شکست دیکر سسلی اور یورپ کے مقبوضات سسلی پر قبضہ قائم کر لیا، اور پھر ۱۲۵۸ء مین کانریڈین کی وفات کی افواہ سن کر منیفریڈ بلرمو مین سسلی اور اوس کے یورپ مین مقبوضات کا بادشاہ بن گیا، اوسکی تاجپوشی کے بعد لوگون نے کانریڈین کو اٹلی بلا کر اس سے مقابلہ کرنا چاہا، لیکن اس پر آمادگی نہ ہو سکی، اور منیفریڈ یہان فرمانروائی کرتا رہا[۱]،

مسلمانان لوسیرا کے تعلقات جرمن فرمانروائون سے

مسلمانان لوسیرا و نوسیرا جس طرح فریڈریک کے معتبر سپاہی تھے، اوسی طرح اس کے جانشینون کی فوجی خدمات انجام دیتے رہے، اسلئے ان جرمن فرمانروائون سے مسلمان نوآباد مسلمانان ایطالیہ کے تعلقات خوشگوار رہے، منیفریڈ کے ارکان دولت مین بھی بیشتر تعداد مسلمانون کی تھی، جو اپنے اسلام پر قائم رہ کر شعائرِ اسلامی کا بالاعلان اظہار کرتے تھے، اور انہی مسلمانون کے اثرِ صحبت سے منیفریڈ بھی فریڈریک کی طرح اسلامی علوم عقلیہ کا شایق تھا،

حسنِ اتفاق سے اسی زمانہ مین ایک معزز مسلمان اہل علم قاضی جمال الدین محمد بن سالم تباہی

[۱] انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۶ ص ۹۶۷ (کانرڈ) و ص ۹۶ (کانریڈین) و ج ۶ ص ۵۶ (منیفریڈ)

قاضی[1] القضاۃ حماۃ (۶۰۴ھ / ۱۲۰۷ء - ۶۹۷ھ / ۱۲۹۷ء) ۶۵۹ھ / ۱۲۶۰ء مین ملک الظاہر بیبرس الصالحی کی جانب سے سفیر بنکر منیفریڈ کے پاس گئے تھے، اور وہان کی اسلامی فضا سے متاثر ہوکر کچھ دنون مقیم رہے تھے، انھون نے منیفریڈ کے دربار اور لوسیرا کے مسلمانون کے چشم دید حالات مورخ ابوالفداء سے بیان کئے تھے، جسکو اوس نے اپنی تاریخ مین انھی کی زبان سے اجمالاً بیان کیا ہے اس سے اس عہد مین مسلمانان لوسیرا کے حالات کا اندازہ ہوتا ہے، وہ کہتے ہین:

مین نے جس ابنراطور (امپرر) کو دیکھا تھا، اوس کا باپ فریڈریک کے نام سے موسوم تھا، وہ سلطان ملک الکامل کا دوست تھا، فریڈریک نے ۶۴۸ھ مین وفات پائی، اور صقلیہ کا اور برطویل کا بادشاہ اوسکے بعد اوس کا لڑکا کراب فردریک (کانریڈ بن فریڈریک) ہوا، پھر کرا کا انتقال ہوا اوسکے بعد اوس کا بھائی منفریڈ ابن فردریک بادشاہ ہوا، اور اون مین سے ہر بادشاہ ابنراطور (امپرر) کہلاتا تھا، اور ابنراطور تمام فرنگی بادشاہون مین سے مسلمانون کا دوست تھا، اور علوم سے محبت رکھتا تھا، ......

اور جب مین ابنراطور منفریڈ مذکور کے پاس پہنچا، تو اوس نے میرا اکرام کیا، اور مین اوسکے پاس برطویل (اٹلی) کے شہرون مین سے ایک شہر انبولیہ مین جو اندلس سے متصل تھا ٹھہرا، اور اوسکے ساتھ بارہا اکٹھا ہونے کا موقع ملا، مین نے اوسکو ممتاز، اور علوم عقلیہ کا دوست پایا، کتاب اقلیدس کے ذیل مقالات اوسکو زبانی یاد تھے، ......

اور جس شہر مین مین مقیم تھا، اوسی کے قریب ایک شہر لوجارہ کے نام سے موسوم تھا، اوسکے تمام باشندے

---

[1] قاضی جمال الدین کے متعلق ابوالفداء لکھتا ہے، امام وقت و فضلائے روزگار مین ہین، مختلف علوم منطق، ہندسہ، اصول دین، فقہ، ہیئت اور تاریخ مین دستگاہ رکھتے ہین، اون کی مختلف تصنیفات حسب ذیل ہین،

مفرج الکروب فی اخبار بنی ایوب (یعنی تاریخ ایوبیہ) رسالۃ الانبرور یہ فی المنطق یہ رسالہ شاہ صقلیہ کیلئے اوسی زمانہ مین علم منطق مین لکھا تھا، مختصر الاغانی، یہ کتاب اغانی کی عمدہ تلخیص ہے پھر ابوالفداء کہتا ہے "مین بارہا ان کے پاس حماۃ گیا، اور کتاب اقلیدس کے اکثر اشکال کو اون سے حل کیا، اور اون سے استفادہ کیا، عروض مین ابن حاجب کا جو منظوم رسالہ ہے اوس کی شرح بھی ان سے پڑھی، اس لئے کہ جمال الدین نے اوسکی نہایت عمدہ شرح لکھی تھی! و اسی طرح کتاب اغانی مین جو اسما ہین، اون کی تصحیح بھی اون سے حاصل کی،

مسلمان تھے، جو جزیرہ صقلیہ کے رہنے والے تھے، اوس شہر مین وہ جمعہ قائم کرتے تھے، اور شعائرِ اسلام کا اعلان کرتے تھے،........

مین نے امپراطور منفریڈ کے بڑے بڑے اربابِ دولت کو مسلمان پایا، وہ اوسکی چھاونی مین اذان دیتے اور نماز پڑھتے تھے،

مسلمانانِ لوسیرا و نوسیرا کی ان مذہبی، تمدنی اور معاشرتی آزادیون کا تذکرہ انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا اور سٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ وغیرہ مین یورپین مورخین نے بھی کیا ہے،

پاپائے روما اور جرمن فرمانروا کے تعلقات مین کشیدگی، اسلام اور مسلم نوازی کے باعث

مسلمانانِ لوسیرا و نوسیرا کی یہی مذہبی آزادیان اور اس جرمن فرمانروا کی یہی مسلم نوازیان پاپائے روما کی بارگاہ مین قابلِ ملامت ٹھہرین، چنانچہ اسی بنا پر اس عہد کے پاپائے الکزنڈر چہارم (ALEXANDRA IV ۱۲۵۴ء تا ۱۲۶۱ء) نے اولاً اوسی وقت منیفریڈ کے خلاف کوچ کیا جب اوس نے اپنی بادشاہی کا اعلان کیا تھا، اور اوسی وقت اوسکو کلیسا اور مسیحیت سے خارج قرار دیا، لیکن منیفریڈ نے اپنے مسلمان دوستون کی امداد سے کلیسا پر فتح پائی، اور سلطنتِ کلیسا کے بنائے کچھ نہ بن پڑی، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین ہے:-

"لیکن پوپ نے جس کے نزدیک منیفریڈ کا مسلمانون سے امداد لینا سخت ترین جرم تھا، منیفریڈ کی تاجپوشی کو باطل قرار دیا، اور کلیسا سے خارج کر دیا،..... منیفریڈ نے اس سے بے پرواہو کر پوپ کو شکست دے دی،......"

جرمن فرمانروا کے خلاف فرانس سے پوپ کی استمداد اور صقلیہ کے تاج کی پیشکش

جب سلطنتِ کلیسا اپنی فوجی طاقت سے اس جرمن فرمانروا کو زیر نہ کر سکی تو فرانس سے اوسکے مقابلہ مین استمداد کی، اور شاہِ فرانس لوئی نہم کے بھائی چارلس آف انجو کو پوپ اربن چہارم (URBEN IV ۱۲۶۱ء تا ۱۲۶۵ء) نے صقلیہ کا تاج و تخت پیش کیا،

چارلس اس تاج و تخت کے قبول کرنے پر رضامند ہو کر اٹلی آیا، اور منیفریڈ سے معرکہ آرائی شروع ہوئی، منیفریڈ

اسلامی فوج کی امداد کے باوجود میدان جیت نہ سکا، اور میدان جنگ ہی میں ۱۲۶۶ء ۶۶۵ھ کو مارا گیا، اور سسلی میں فرانسیسی حکومت قائم ہو گئی،

اسلام دوستی اور مسلم نوازی کے باعث سسلی سے جرمن حکومت کا خاتمہ

اگرچہ مینفریڈ کے بعد کانریڈین نے پھر صف آرائی کی اور اپنی فوجی قوت کے استحکام کیلئے کوشاں رہا لیکن پھر فتح و شکست کے اتار چڑھاؤ کے بعد دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا، اور ۱۲۶۶ء ۶۶۵ھ میں بغاوت کے جرم میں دار پر چڑھا دیا گیا اور محض اسلام دوستی اور مسلم نوازی کے باعث سسلی سے اس جرمن حکومت کا خاتمہ ہو گیا، قاضی جمال الدین نے بھی ان جرمن فرمانرواؤں کی پاپائے روما سے آویزش اور اس کی بنیاد ان کی اسلام دوستی و مسلم نوازی کو اجمالاً بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں :-

"انبراطور کے پاس سے میرے واپس آجانے کے بعد پوپ یعنی فرنگی خلیفہ وریدفرانس نے انبراطور سے معرکہ آرائی کا قصد کیا اور پوپ کا ان سب کے ناجائز قرار دینے کا سبب انبراطور کا مسلمانوں کی جانب مائل ہونا تھا، اور اسی طرح اسکا بھائی کرا اور اس کا باپ فریڈریک بھی کلیسائے روما کی جانب سے خارج قرار دیے گئے تھے، کیونکہ وہ لوگ بھی اسلام کی طرف مائل تھے"،........[۱]

(۱۳، ۱۴)

چارلس اوف انجو اول و چارلس دوم فرانسیسی فرمانروایان صقلیہ و اطالیہ

۱۲۶۶ء ۶۶۵ھ - ۱۳۰۰ء ۷۰۰ھ

پاپائے روما نے ہوہنسٹفن خاندان کے جرمن شہنشاہوں کی صقلیہ سے فرمانروائی کا خاتمہ اسلئے کیا تھا کہ وہ "دشمنان مسیح" کی امداد سے کلیسا کی طاقت کے اقتدار کو تسلیم نہیں کرتے، اور دشمنان مسیح کو اٹلی کے قلب میں لا کر بٹھائے ہوئے ہیں محض اسی لئے فرانس کے شاہی خاندان کو صقلیہ کا تاج قبول کرنے کی دعوت دیگئی،

چارلس اول (CHARLES I) (۱۲۲۶ء ۶۲۴ھ - ۱۲۸۵ء ۶۸۴ھ) لوئی ہشتم شاہ فرانس کا ساتواں لڑکا اور

---

[۱] تاریخ ابوالفداء ج ۴ ص ۳۹ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ج ۱۷ ص ۵۶۲ (مینفریڈ) ج ۶ ص ۹۶ (کانریڈین)

انجو کا کاؤنٹ تھا، اور اب پوپ کی دعوت پر نیپلز اور سسلی کی بادشاہی قبول کی،

اس جدید خاندان کی فرمانروائی کے آغاز کے ساتھ ہی لوسیرا اور نوسیرا کے مسلمانون کے سیاسی وجود کا خاتمہ ہوگیا، اور نہ صرف یہ کہ ان کے قدر دانون کی حکومت اب باقی نہین رہی بلکہ وہ روز بروز پاپائے روما کے احکام کے بموجب بے دست و پا ہوتے گئے اور اون کی مذہبی آزادیون پر پابندیان عاید ہوتی گئین لیکن چارلس اول کو اپنے عہد حکومت مین ان مسلمانون کے قطعی استیصال کا موقع نہ مل سکا کہ سسلی کے تخت کا ایک نیا دعویدار پیٹر سوم آف آراگون (PETER III OF AROGON) پیدا ہوگیا تھا کیونکہ اوس سے منیفرڈ کی لڑکی بیاہی ہوئی تھی اسلئے چارلس اول انھی آویزشون مین مصروف رہا، یہانتک کہ ۱۲۸۵ء مین اوس کا انتقال ہوگیا،

چارلس اول کا جس وقت انتقال ہوا پیٹر سوم اوسکی فوجون کو شکست دیچکا تھا اور چارلس کا لڑکا، چارلس دوم (۱۲۸۵ء تا ۱۳۰۹ء) پیٹر کے ہاتھ مین گرفتار تھا لیکن انگلستان کے فرمانروا ایڈورڈ اول نے ۱۲۸۸ء مین چند شرائط پر پیٹر اور چارلس دوم کے درمیان مصالحت کرادی، اور اس صلحنامہ مین ممالک کی تقسیم کے رو سے اٹلی کے بدبخت مسلمانون کی قسمت اسی چارلس دوم کے ہاتھ مین آگئی، اور اس فرانسیسی خاندان کو ان مسلمانون کے استیصال کا موقع مل گیا، اور اس طرح دراصل مسلمانان صقلیہ کی سب سے آخری بربادی کی ذمہ داری بالواسطہ شاہ انگلستان ایڈورڈ اول کے سر عائد ہوتی ہے ورنہ ہوسکتا تھا کہ ہوہنسٹوفین خاندان کے تعلق سے یہ مسلمان آیندہ کسی دوسرے ماحول مین ہوتے،

بہرحال چارلس دوم کے برسر اقتدار ہوتے ہی اسی کے عہد حکومت مین ان مسلمانون کی قسمتون کا آخری فیصلہ صادر ہوگیا، سیاسی وجود کا خاتمہ پہلے ہوچکا تھا، مذہبی آزادیون پر پابندی پہلے عائد ہوچکی تھی اب وہ وقت بھی آگیا کہ کلمہ اسلام کا پڑھنا زبردستی ممنوع قرار دیا گیا، اور انھین بجبر عیسائیت کا بپتسمہ دیدیا گیا، اور لوسیرا اور نوسیرا کے سارے مسلمان جن کی تعداد اسی ہزار تھی (انھی یورپین مورخین کے بیانون سے ثابت ہوچکی ہے) ۱۳۰۰ء مین عیسائی بنائے گئے، اور یہ دونون شہر بھی کلمہ اسلام سے خالی ہوگئے، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ مین مسلمانان نوسیرا کے متعلق ہے:-

"مسلمانان صقلیہ قلب ایطالیہ مین رہ کر اپنے مذہب اور اپنی معاشرت کو قائم رکھے ہوئے تھے، یہانتک کہ

تیرھوین صدی کے آخر مین خاندان انجو نے ان کا قطعی استیصال کر دیا،،

اور انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا مین مسلمانان لوسیرا کے متعلق ہے۔

"شروع مین انہین مذہبی آزادی حاصل رہی لیکن ۱۳۰۰ء مین وہ جبریہ عیسائی بنا لیے گئے"[1]

یہی ہے اون مسلمانان صقلیہ کا حسرتناک انجام جنھون نے یورپ مین اپنے تہذیب و تمدن اور علوم و آداب کی ایسی داغ بیل ڈالی جس پر جدید یورپ کے جدید تہذیب و تمدن اور جدید علوم و آداب کی عظیم الشان عمارت تعمیر ہوئی لیکن اون کے ان احسانات کے باوجود اس قوم کا ایک ایک متنفس یورپ کے چپہ چپہ سے محض تنگ نظر و ننگ انسانیت علمبرداران مسیحیت کے تعصب و جہالت کی بدولت حرف غلط کی طرح مٹا دیا گیا، اور پورا جزیرۂ صقلیہ مع اپنے وسیع معنی اطلاق کے مسلمانون کے وجود سے خالی ہو گیا، اور اس ساری سرزمین مین ایک متنفس بھی کلمۂ اسلام کا پڑھنے والا باقی نہین چھوڑا گیا، انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا کی بھی یہی شہادت ہے سسلی کا مقالہ نگار لکھتا ہے،

"پوپون نے عیسائیت کے فروغ مین اپنی آخری کوششین صرف کر دین اور اب صقلیہ کی سرزمین پر سسلی کے مخصوص باشندے رہ گئے اور سب کے سب ایک قوم اور ایک مذہب کے سلسلہ مین داخل ہو گئے"[2]

مسلمانان صقلیہ کے اس حسرتناک انجام کے سات سو برس بعد بیسوین صدی مین ہمارا درد مند شاعر اقبال سسلی سے گذرا، اور اس خوبصورت جزیرہ پر نظر پڑتے ہی صقلیہ کی یاد تازہ ہو گئی، فرط جذبات مین چند قطرات اشک کاغذ پر ٹپک پڑے اور سسلی کو مخاطب کر کے صقلیہ کی "تہذیب حجازی" کو جواب عہد رفتہ کا ایک فراموش شدہ واقعہ اور تاریخ اسلام کی ایک گم شدہ کڑی بنچکی تھی، یاد کر کے یون اشکبار ہوا،،

رولے اب دل کھول کر ای دیدۂ خون نابہ بار	وہ نظر آتا ہے تہذیب حجازی کا مزار
تھا یہان ہنگامہ اون صحرا نشینون کا کبھی	بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینون کا کبھی
زلزلے جن سے شہنشاہون کے دربارون مین تھے	بجلیون کے آشیانے جن کی تلوارون مین تھے
اک جہان تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور	کھا گئی عصر کہن کو جن کی تیغ ناصبور

[1] انسائیکلوپیڈیا بریطانیکا ج ۵ صفحہ ۲۹۲ (چارلس اول و دوم جلد ۶ صفحہ ۹۶ (لوسیرا) ج ۲۵ صفحہ ۲۳۵ (سسلی)، ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۹ صفحہ ۲۰۵ (دی نارمنس)

مردہ عالم زندہ جن کی شورش قم سے ہوا آدمی آزاد زنجیر توہم سے ہوا،

غلغلوں سے جسکے لذت گیر اب تک گوش ہے،

کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے،

آہ اے سسلی سمندر کی ہے تجھ سے آبرو رہنما کی طرح اس پانی کے صحرا میں ہے تو

زیب تیرے خال سے رخسار دریا کو رہے تیری شمعوں سے تسلی بحر پیما کو رہے

ہو سبک چشم مسافر پر ترا منظر مدام موج رقصاں تیری ساحل کی چٹانوں پر مدام

تو کبھی اس قوم کی تہذیب کا گہوارہ تھا

حسن عالم سوز جس کا آتش نظارہ تھا

نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر داغ رویا خون کے آنسو جہان آباد پر

آسمان نے دولت غرناطہ جب برباد کی ابن بدروں کے دل ناشاد نے فریاد کی

غم نصیب اقبال کو بخشا گیا ماتم ترا، چن لیا تقدیر نے وہ دل کہ تھا محرم ترا

مرثیہ تیری تباہی کا مری قسمت میں تھا

یہ تڑپنا اور تڑپانا مری قسمت میں تھا

ہے تیرے آثار میں پوشیدہ کس کی داستان تیرے ساحل کی خموشی میں ہے انداز بیان

درد اپنا مجھ سے کہہ میں بھی سراپا درد ہوں جسکی تو منزل تھا میں اُس کارواں کی گرد ہوں

رنگ تصویر کہن میں بھر کے دکھلا دے مجھے قصہ ایام سلف کا کہہ کے تڑپا دے مجھے،

میں ترا تحفہ سوئے ہندوستان لے جاؤنگا،

خود یہاں روتا ہوں اوروں کو وہاں رلواؤنگا،

سید ریاست علی ندوی، ۳۰ اگست ۱۹۳۱ء

سیر الانصار کے شروع مین بسوط مقدمے ہین جنمین صحابہ کی ان دونون قسمون کے نسبی خاندانی تمدنی حالات اور زمانۂ قدیم سے لیکر فتح مکہ تک انکی اجمالی تاریخ ہے،

جو لوگ عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ کی اخلاقی، مذہبی، علمی اور سیاسی تصویر دیکھنا چاہتے ہین۔ اور اُن کی برکتون سے مستفید ہونا چاہتے ہین، اُن کے لئے اس سلسلہ کا مطالعہ ازبس ضروری ہے، اس سلسلہ کے حسب ذیل حصے اب تک شائع ہو چکے ہین،

اسوۂ صحابہ جلد اوّل ۔ اسمین صحابۂ کرام کے عقائد، اعمال، عبادات اور اخلاق و معاشرت کے متعلق نہایت مستند اور پُر اثر واقعات ہین ضخامت ۳۴۲ صفحات، قیمت :۔ ۸ روپیہ

اسوۂ صحابہ جلد دوم، اس حصہ مین صحابۂ کرام کے مذہبی، علمی اور سیاسی خدمات اور کارنامون کی تفصیل ہے، ضخامت ۴۴۷ صفحات، قیمت :۔ للعہ

اسوۂ صحابیات، یہ کتاب صحابیات کے مذہبی، اخلاقی اور علمی کارنامون کا مرقع ہے، ضخامت ۸۹ صفحات، قیمت :۔ عہ

خلفائے راشدینؓ، اس کے شروع مین ایک مقدمہ ہے جسمین خلافت کی مذہبی اور سیاسی حیثیت پر بحث ہے اور بہ ترتیب چارون خلفائے کرام کے ذاتی حالات، فضائل اور ان کے مذہبی علمی سیاسی کارنامون اور فتوحات وغیرہ کی تفصیل ہے، ضخامت ۳۳۲ صفحات، قیمت ۳ روپیہ

مہاجرین جلد اوّل ۔ ابتدا مین ایک مقدمہ ہے جسمین قریش اور مہاجرین کے دوسرے قبائل کی زمانۂ قدیم سے لیکر فتح مکہ تک اجمالی تاریخ ہے، اور خلفائے راشدینؓ کے علاوہ بقیہ حضرات عشرۂ مبشرہ، اور ۳۸، اکابر مہاجرین صحابہ کے حالات، سوانح اور اخلاق و فضائل ہین ضخامت ۴۲۹ صفحات قیمت للعہ

مہاجرین جلد دوم، اسمین بقیہ ۴۶ مہاجرین کرام کے سوانح، اخلاق و فضائل اور انکے سیاسی

مجاہدات وکارنامون کی تفصیل ہے، ضخامت ۳۶۳ صفحات قیمت ؎

سیر الانصار جلد اول، ابتدا مین ایک مقدمہ ہے، جس مین انصار کی اجمالی تاریخ ہے، اور ۵۰ انصار کرام کے حالات، سوانح، اخلاق و فضائل اور اُن کے مذہبی علمی اور سیاسی کارنامون کی تفصیل ہے، ضخامت ۳۶۰ صفحات، قیمت ؎

سیر الانصار جلد دوم، اس مین بقیہ انصار کرام کے مفصل حالات ہین، ضخامت ۲۸۰ صفحات، قیمت :- ؎

سیر الصحابیات، اس مین ازواج مطہراتؓ، بنات طاہراتؓ اور عام صحابیات کی سوانحمریان اور اُن کے علمی اور اخلاقی کارنامے ہین، ضخامت ۱۰۹ صفحے، قیمت: ؎

سیر الصحابہؓ جلد ششم، اس مین امیر معاویہؓ حضرت امام حسنؓ امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کے حالات سوانح، اخلاق و فضائل اور اُن کے سیاسی مجاہدات و کارنامون اور اختلافات کی پوری تاریخ ہے، ضخامت ۳۰۶ صفحات، قیمت: ؎

سرگذشت ادب ترکی

از سید ریاست علی ندوی

مسلمانانِ ہند، جہان ترکون سے اپنی صدیون کی وابستگی کے باعث اُن کے سیاسی کارنامون کے ایک ایک حرف سے آشنا ہین عجب اتفاق ہے کہ انکے ادبیات اور علمی ترقیون سے اُسی درجہ بیگانہ ہین، اس مختصر رسالہ مین ادب ترکی کی سرگذشت کا اجمالی خاکہ قلمبند کیا گیا ہے، اور قریب قریب ترکی ادب کی تاریخ کے تمام ابواب اور ہر دور کے ممتاز شعراء کا تعارف کرا دیا گیا ہے، حجم تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶ کے ۲۰ صفحے قیمت ۲ر

"منیجر دار المصنفین"

طابع و ناشر: محمد ادریس وارثی،